سفینۃ الشہدأ
فی
مقتل الحسینؑ
مؤلف
مرزا محمد صابر شکیبؔ

سفینۃ الشہداء
فی
مقتل الحسینؑ

مرزا محمد صابر شکیب

انتساب

یہ کتاب میں نہایت عقیدت وانکساری کے ساتھ منبع علم وحکمت وجود سخا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے نام منسوب کرتا ہوں۔ آپ کے روضہ مبارک پر اس کتاب کی تکمیل کے لئے دعا طلب کی تھی جو بحمداللہ مستجاب ہوئی۔

احقر مرزا محمد صابر شکیب

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

حمد و ثناء اس ذات بزرگ و برتر کی جس نے رشد و ہدایت کے لیے رسولؐ بھیجے تا کہ اس کی حجت و برہان ثابت ہو۔ امر دین کی بجا آوری کے لیے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اطہار کو مخصوص فرمایا۔ لازم ہے کہ ان برگزیدہ اور اعلیٰ فضیلت بزرگ ہستیوں سے متعلق آگاہی حاصل کی جائے تا کہ ان کی ہدایت سے فیضیاب ہوا جاسکے۔

مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں "**علیکم بطاعۃ من لاتعذ رون بجھالۃ**" ''تم پر اطاعت بھی لازم ہے ان کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں'' لہٰذا ان مقدس ہستیوں اور ان کے انصار و اقربا سے متعلق جو ''حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسین'' کے مصداق ہوئے انکے متعلق واقفیت ضروری ہے۔

سفینۃ الشہداء فی مقتل الحسینؑ کی تصنیف کا مقصد یہی ہے کہ کربلا میں ہونے والے ظلم و شدائد کا احاطہ کیا جاسکے۔ گو کہ لغت میں اتنے الفاظ نہیں اور قلم میں اتنی سکت نہیں کہ ان واقعات کی مکمل تصویر کشی کی جاسکے لیکن در اہل بیت کے ایک ادنیٰ غلام کی حیثیت سے یہ ایک کوشش ضرور ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے تاریخی حقائق کو پیش کیا جائے۔

حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار و اقربا نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اس کی نظیر تاریخ بشریت میں نہیں ملتی۔ اس کے اثرات اتنے دوررس ہیں کہ قیامت تک دلوں پر نقش رہیں گے۔ واقعات کربلا کے بارے بہت لکھا گیا لکھا جا رہا ہے اور تا قیامت لکھا جاتا رہے گا۔ یہ ایسا بحر بیکراں ہے کہ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ ذکر ہمیشہ قائم رہے گا اس لیے کہ مخدرات عصمت و طہارت کے جلتے ہوئے خیموں کا دھواں اور نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ کے جسم اطہر پر دوڑائے جانے والے گھوڑوں سے اٹھنے والا غبار ہمیشہ واقعہ حق و باطل پر گواہ رہے گا۔

شہادت کے واقعات و حالات اس قدر نازک و حساس ہیں کہ ذرا سی لغزش قلم سے ساری کوشش و تحقیق رائیگاں ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ کام خلوص نیت سے کیا جائے تو تائید امام سے یہ کام بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

اس کتاب میں انتہائی کوشش و سعی سے مستند روایات اور حوالہ جات کو یکجا کیا ہے تا کہ صحیح واقعات و حالات سامنے آسکیں۔ جب میں یہ کتاب مرتب کر رہا تھا تو دوران مطالعہ مختلف صاحبان سیر و تاریخ کی تحریر کردہ ایسی روایات بھی نظر سے گزریں جن کے حوالا جات نہ تھے اور یہ روایات تواتر سے قدیم اور دور حاضر کی کتب میں لکھی گئیں۔ اس کی اصل وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس پر آشوب دور میں واقعہ کربلا پیش آیا اس وقت ہر واقعہ کے ساتھ راوی کا نام مہیا ہونا ممکن نہ تھا لہٰذا وہ واقعات تسلسل کے ساتھ تحریر کئے گئے لیکن راوی کا نام نہیں لکھا گیا۔

یہ حقیقت ہے کہ شہیدانِ کربلا علیہم السلام نے اپنے عمل سے یہ بات ثابت کردی کہ حیات کے بحر بیکراں کی لرزاں خیز امواج میں اور مصائب کے تندو تیز طوفان میں صرف شہادت ہی قدرت کا وہ عطیہ اور تمغہ افتخار ہے جسے حاصل کر کے انسانیت کے لیے فتح و کامرانی حاصل کی جاسکتی ہے۔اسی بنا پر اس کتاب کا نام "سفینۃ الشہداء فی مقتل الحسینؑ" رکھا ہے۔ جو خداوند قدوس اور محمد و آل محمدؐ کی مدد سے زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیہ ناظرین ہے۔

دراصل یہ کاوش مرحومہ والدہ ماجدہ اور بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ میرے دادا قبلہ و کعبہ فخر الواعظین جناب ملا مرزا محمد طاہر مرحوم ہندو پاک کی ایک معروف شخصیت تھے، آپ کا شمار اکابر علماء میں کیا جاتا ہے۔آپ فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ حسن اخلاق، تقویٰ، عبادت و خطابت کے سبب مرجع خلائق تھے۔ پروردگار عالم نے آپ کو تین فرزند عطا فرمائے ان میں سب سے بڑے میرے ولد بزرگوار مولانا مرزا محمد جعفر مرحوم تھے۔آپ عالم پارسا اور محقق تھے، آپ کو علم حدیث پر دسترس حاصل تھی اور سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں دادا محترم کے دوسرے فرزند صاحب فہم و ذکا خطیب اکبر قبلہ پروفیسر مولانا مرزا محمد اطہر ہیں جن کا خطابت میں اعلیٰ مقام ہے۔ تیسرے فرزند میرے استاد محترم قبلہ پروفیسر مولانا مرزا محمد اشفاق شوق لکھنوی ہیں آپ کو خطابت کے ساتھ شاعر اہل بیت ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے بعد والد محترم مستقل طور پر کراچی تشریف لائے جبکہ آپ کے برادران خرد کا لکھنو میں قیام ہے۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ قبلہ محسن صاحب (مرحوم) اعلی اللہ مقامہ، مفسر قرآن قبلہ ڈاکٹر محمد حسن رضوی صاحب اور قبلہ مولانا شفا علی صاحب سے اکتساب علم کا شرف حاصل ہوا۔قبلہ مولانا شفا علی صاحب جو نہایت متقی و پرہیزگار بزرگ عالم دین ہیں آپ نے ہمیشہ میری رہنمائی فرمائی پروردگار عالم تمام بزرگوں کا سایہ قائم رکھے۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد حسین نقوی صاحب جو جناب غفرانمآب کے خانوادہ سے ہیں، سید علی ثقلین نقوی صاحب اور میرے بھتیجے شاگرد خاص ذاکر حسین مرزا محمد ہاشم سلمہ نے کتب کی فراہمی میں تعاون فرمایا، پروردگار عالم ان حضرات کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

میرے محسن اور ہر دل عزیز بزرگ ساتھی سید کمال حسین زیدی صاحب اور برادر شفیق مرزا محمد ہادی صاحب کی حوصلہ افزائی اور مفید مشوروں پر ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ طباعت کے مراحل میں میرے ہم مکتب محترم و مکرم شہنشاہ جعفری اور محترم اعجاز مختار سلمہ کا تہہ دل سے مشکور ہو کہ ان حضرات نے نہایت عقیدت سے اس امر کو انجام دیا۔ کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ان کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، پروردگار عالم بطفیل محمد و آل محمد علیہم السلام جملہ حضرات کو شرف اعلیٰ عطا فرمائے۔

احقر

مرزا محمد صابر شکیب

باب: ۱

حضرت امام حسین علیہ السلام

ابوالآئمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام والدہ ماجدہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نانا پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ، نانی جناب خدیجۃ الکبریٰ اور برادر عالی وقار حضرت امام حسن علیہ السلام تھے۔ معالی السبطین کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳ رشعبان ۴ ہجری شب جمعہ ہوئی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے علاوہ تاریخ میں کوئی بچہ نہیں ملتا۔ جو چھ ماہ کا پیدا ہو کر زندہ رہا ہو۔ بحارالانوار اور صافی کے موافق آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ۳ رشعبان ۴ ر ہجری بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ انوار حسینیہ، بحاالانوار، مصباح طوسی، صافی اور شواہد النبوت کے موافق آپ علیہ السلام کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔ نزہتہ المومنین، تقمقام اور معالی السبطین میں جناب سیدہ علیہا السلام سے مروی ہے کہ جب نور حسین علیہ السلام میرے صدف عصمت میں آیا تو میرے بابا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''زہرا علیہا السلام مجھے تمہاری پیشانی مین ابوالائمہ کا نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔'' محقق و شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامیؔ اپنی شہرہ آفاق کتاب شواہدانبوۃ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آپ کے فضائل کے باب میں تحریر فرماتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی مدت حمل چھ مہینے تھی۔ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوا کوئی بچہ اس مدت حمل میں زندہ نہ رہا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو جناب رسول خداؐ تشریف لائے اور فرمایا میرے پارہ جگر کو میرے پاس لاؤ۔ ایک بی بی نے سفید کپڑے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو جناب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے آغوش مبارک میں لیکر دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی پھر اپنی زبان مبارک دہن اقدس حسین علیہ السلام میں دیکر چساتے رہے۔

نام والقاب

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر رسول اللہؐ نے سجدہ شکر ادا کیا نور سے نور دیکھنے کا اشتیاق اس قدر تھا کہ حضرا سماء کو آواز دی۔ ''میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ۔'' حضرت اسماء ایک ریشمی کپڑے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آگے بڑھ کر گود میں لیا، اپنا منہ مبارک نومولود کے کانوں کے قریب لائے اور خدائے بزرگ اعلیٰ کا نام اپنی صفات مقدسہ کے ساتھ بچہ کی قوت سماعت کے سپرد کیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمت رسول خداؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو آپؐ سے وہ نسبت ہے جو جناب ہارون علیہ السلام کو جناب موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ لہٰذا آپ اپنے نومولود پسر کا نام جناب ہارون کے مطابق قرار دیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ پسران جناب ہارون میں سے وہ کونسا نام ہے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا مولود کا نام حسین علیہ السلام رکھیں پس اللہ کے فرمان کے مطابق مولود کا اسم گرامی حسین علیہ السلام رکھا۔ روضۃ الشہداء اور ارجح المطالب کی روایت کے مطابق نام حسین علیہ السلام خداوند عالم نے رکھا۔ آپ علیہ السلام کی ولادت سے قبل کسی کا بھی نام حسین علیہ السلام نہ تھا۔ صواعق محرقہ میں عمران بن سلیمان سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ''حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ان ناموں سے واقف نہ تھے اسلئے کسی کا نام حسن و حسین نہیں رکھتے تھے۔ آپ علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ علامہ طلحہ ابن شافعی کے موافق سبط اور سید وہ القاب ہیں، جو خود رسالت مآبؐ نے عطا فرمائے بعد شہادت حضرت کا لقب سید الشہداء مقبول و معروف ہوا۔ شواہد النبوۃ میں مولانا جامی لکھتے ہیں۔ ''حضرت امام حسین علیہ السلام امام سوم ہیں، آپ علیہ السلام کا اسم گرامی حسین علیہ السلام حضورؐ نے رکھا اور آپ ابوالائمہ ہیں۔ آپ علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب شہید و سید ہے''۔

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا اسم گرامی توراۃ میں شبیر علیہ السلام ہے۔ انجیل میں آپ علیہ السلام کا نام طاب ہے۔ آپ علیہ السلام کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور آپ علیہ السلام کے القاب یہ ہیں۔ (۱) الشھیدالسعید (۲)السبط الثانی(۳) الامام الثالث (۴) المبارک (۵) التابع المرضات (۶)المحقق الصفات اللہ(۷)الدلیل علیٰ ذات اللہ (۸)افضل ثقات اللہ (۹)المشغول لیلاً و نھاراً بطاعۃ (۱۰) الشاری نفسہ اللہ(۱۱) الناصرلا ولیاء للہ (۱۲)المنتقم من اعداء للہ (۱۳)الامام المظلوم (۱۴)الاسیرو المحروم (۱۵)الشھید المرحوم(۱۶) القتیل المرجوم(۱۷)الامام الشھید (۱۸)الوی الرشید (۱۹) الوصی السدید(۲۰) الطرید الفرید (۲۱)البطل الشدید(۲۲) الطیب الوفی (۲۳) الامام الرضی (۲۴) ذوالنسب العلی (۲۵) المنفق الملی (۲۶)ابوعبداللہ الحسین ابن علی (۲۷)مبنع الائمۃ (۲۸)الشافع الامۃ(۲۹)سیدشباب اھل الجنتہ (۳۰)عبرۃ کل مومن و مومنۃ (مومن و مومنات کے غم کے موجب) (۳۱)صاحب المحنتہ الکبریٰ (۳۲)الواقعۃالعظمیٰ (۳۳) عبرۃ المومنین فی دارالباویٰ (دنیا میں مومنین کے لئے باعث سوگ) (۳۴) من کان بالا مامتہ احق والاولیٰ (۳۵)المقعول بکربلا (۳۶) ثانی السیدالمصور یحییٰ النبی ا لشھیدابن ذکریا (۳۷)الحسین علیہ السلام ابن علی المرتضیٰ (۳۸)ذین المجتھدین (۳۹)سراج المتوکلین (۴۰)مفخر الائمۃ المھتدین (۴۱)بضعتہ لبد سید المرسلین (۴۲)نور العزۃ الفاطمیتہ

(۴۳)اسراج الانساب العلویت (۴۴) شرف غرس الا حساب الرضویۃ (۴۵) المقتول یا یدی شرالبریۃ (۴۶)سبط الاسباط (۴۷) طالب لثار یوم الصراط (۴۸) اکرام العتر (۴۹) اجل الاسر (۵۰) اثمر الشجر (۵۱) ازھر البدر (۵۲)المطھر (۵۳)المعظم (۵۴)المکرم (۵۵)موقر (۵۶)المتکلف (۵۷)الاکرم الخلائق فی زمانہ فی النفس (۵۸)الاعزھم فی الجنس (۵۹)الاذکاھم فی العرف (۶۰) الافاھم فی العرف (۶۱)الطیب العرق (۶۲)الاجمل الخلق (۶۳)احسن الخلق (۶۴)قطعۃالنور (۶۵)لقاب النبی السرور (۶۶)المنزۃ عن الافک والزور (۶۷) علیٰ تحمل المحن ولاذیٰ الصبور (۶۸)مع القلب المشروح الجسور (۶۹)مجتبیٰ الملک الغالب (۷۰)الحسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی غذا

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا بلکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنا انگوٹھا حضرت امام حسین علیہ السلام کے دہن مبارک میں دیتے تھے اور آپ اسے اسقدر چوستے تھے کہ سیر ہو جاتے تھے اور دو تین دن تک آپ علیہ السلام کو غذا کی احتیاج نہیں ہوتی تھی۔ پس گوشت اور خون حضرت امام حسین علیہ السلام کا رسول اللہؐ کے گوشت اور خون سے بنا۔ مناقب میں حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ تمام مسلمان سخت پیاس میں مبتلا ہوئے۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو لیکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ دونوں بہت چھوٹے ہیں یہ پیاس برداشت نہیں کر سکتے۔ رسول اللہؐ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو بلایا اور انکے دہن میں اپنی زبان مبارک دی حضرت امام حسن علیہ السلام نے آپ کی زبان چوسی اور سیراب ہو گئے، پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دی۔ آپ علیہ السلام نے حضرت رسول خداؐ کی زبان چوسی اور سیراب ہو گئے۔ اصول کافی باب مولد الحسین علیہ السلام میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی دائی کا۔ بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جب آپ علیہ السلام بھوکے ہوتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور اپنی زبان مبارک دہن حسین علیہ السلام میں دیتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اسے چوستے یہاں تک کہ سیراب ہو جاتے تھے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لعاب دہن سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا گوشت پوست بنا اور لعاب دہن رسالت سے آپ علیہ السلام کی پرورش ہوئی اور کار رسالتؐ انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ حضورؐ کے بہت مشابہہ تھے۔ نورالابصار کے موافق اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محنت سے پھیلا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس کی بقاء کے لیے بھی ایسا ہی پاکباز ہو جس کا گوشت پوست حضرت محمدؐ کے ذریعہ پروان چڑھے۔ لہٰذا اللہ

نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو لعاب دہنِ محمدؐ سے پرورش فرمایا۔

ابن بابویہ اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جناب صفیہ دختر حضرت عبدالمطلب کو بھی بوقت ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام فرائض انجام دینے کا شرف حاصل ہے عیون المعجزات کے مطابق جناب صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام شکم مادر سے عالم عناصر پر تشریف لائے تو اس وقت میں جناب سیدہ دوعالم کے روبرو حاضر تھی۔ جب ولادت ہو چکی یعنی چمن ہدایت کے غنچہ سے کشید شدہ عطر حدیقۂ ولایت صحن عصمت وطہارت جاودانی میں قلب مصطفیؐ وجان مرتضیٰ علیہ السلام کو معطر کرتا ہوا عالم بالا سے عالم دنیا میں ظاہر ہوا تو رسول اللہؐ نے مجھے آواز دی۔ اے عمہ گرامی! مولود کو میرے پاس لے آیئے میں نے عرض کی یارسول اللہؐ میں نے ابھی مولود کو پاک نہیں کیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کیا آپ اسے پاک کریں گی جسے اللہ نے پاکیزہ خلق کیا ہوا دنیا میں بھیجا ہے؟ جناب صفیہ کہتی ہیں میں نے حسین علیہ السلام کو آغوش میں اٹھایا اور پیغمبرؐ کے پاس لے آئی۔ رسول اللہؐ نے مولود کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور اپنی زبان مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کے دہن مبارک میں دے دی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کی زبان چوس رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ پیغمبرؐ اپنی زبان مطہر سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو غذا عنایت فرما رہے ہیں۔ جناب صفیہ کہتی ہیں اسی طرح شب وروز گزرتے گئے اور رسول اللہ کا یہ عمل جاری رہا آپؐ اس طرح اپنی زبان مطہر سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو سیراب کرتے تھے، جس طرح ایک طائر اپنی منقار سے اپنے بچے کو غذا دیتا ہے اور یوں حضرت امام حسین علیہ السلام کا گوشت و پوست واستخوان کی روئیدگی وافزائش ونشوونما رسول خداؐ کے لعاب دہن سے ہوئی اور اجزائے بدن حضرت امام حسین علیہ السلام کی ساخت وبالیدگی بمطابق رسول خداؐ قرار پائی۔ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو اپنی کتاب الاصابہ میں نقل کیا ہے کہ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے پاؤں حضورؐ کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور رسول اللہؐ فرما رہے تھے ''اے ننھے قدموں والے چڑھ آ، چڑھ آ، چنانچہ شہزادہ حسین علیہ السلام جسم اطہر پر چڑھنے لگے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے پر رکھ دیئے پھر حضورؐ نے فرمایا! منہ کھولو پھر آپؐ نے اپنا لعاب دہن حضرت امام حسین علیہ السلام کے منہ میں دیا اور آپ کا منہ چوم لیا پھر فرمایا اے اللہ! اسے محبوب رکھ کیونکہ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔

ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام پر مبارک باد اور تعزیت

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ آسمانوں کو کوئی فرشتہ ایسا نہ تھا جو رسولؐ کی خدمت میں داخل نہ ہوا ہو۔ ہر فرشتہ نے آپؐ کی خدمت میں آپ کے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعزیت پیش کی۔ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے ثواب واجر سے باخبر کیا اور آپؐ کو زمین کربلا کی مٹی دی جس پر

حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے گے اور جہاں آپ کی لاش مطہر بے کفن چھوڑی گئی۔ رسول اللہؐ نے یہ مٹی دیکھ کر فریاد کی۔ "خدایا جو حسین علیہ السلام کو چھوڑے اسے تو چھوڑ جو حسین علیہ السلام کو قتل کرے اس کو تو قتل کر اور جو حسین علیہ السلام کو ذبح کرے اس کو تو ذبح کر اور قاتل حسین علیہ السلام کو کوئی فائدہ نہ پہنچا" حاکم اور بیہقی نے ام الفضل سے روایت کی ہے کہ جب میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گود میں دیا تو اس وقت ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہوئے میں نے اس گریہ کا سبب دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور مجھے یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد میری امت میرے اس فرزند کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کرے گی اور مجھے اس مقام کی سرخ مٹی بھی دی ہے صواعق محرقہ میں بھی اس روایت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا جبرائیل میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے۔ مشکوۃ میں ام الفضل سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں ایک روز میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آغوش میں دیا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے پوچھا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا "ابھی میرے پاس جبرائیل امین آئے تھے اور خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی اور جبرائیل کربلا کی مٹی بھی لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس بچہ کو دل بھر کر پیار کر لیں اس لئے کہ ایک دن امت کا خنجر حسین علیہ السلام کے حلقوم پر چلے گا، وہ مٹی حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ کو دے کر فرمایا۔ ام سلمہ! اس کو محفوظ رکھو جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسین علیہ السلام شہید ہو گیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام پر پروردگار عالم نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو میری طرف سے حسین علیہ السلام کی ولادت پر مبارک باد پیش کرو۔ اس حکم کے تحت جبرائیل زمین پر تشریف لائے اور آنحضرت کی خدمت میں ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارک باد پیش کی اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ رب کریم آپؐ سے شہادت حسین علیہ السلام کی تعزیت بھی کر رہا ہے جناب رسالت مآبؐ نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مبارک باد کے ساتھ تعزیت کی کیا وجہ ہے؟ جبرائیل نے عرض کی مولا ایک دن آپ کا یہ چھوٹا نور نظر حسین علیہ السلام میدان کربلا میں یک وتنہا بے یار و مددگار تین دن کا بھوکا پیاسا گلوئے مبارک پر خنجر آبدار سے شہید کیا جائے گا یہ سن کر رسالت مآبؐ نے گریہ فرمایا۔ مناقب شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت پر آسمان کے ہر فرشتے نے سرور کونینؐ کو مبارک باد دی اور ساتھ ہی تعزیت بھی پیش کی اور یہ دعا کی بارالہا تو حسین علیہ السلام کے قاتل کو ذلیل وخوار رکھنا۔ روضۃ الصفا میں ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت جبرائیل مبارک باد دینے آئے تو تعزیت بھی کی۔ رسول اللہؐ نے پوچھا اس موقع پر تعزیت کا سبب کیا ہے ۔ جبرائیل نے کہا یا رسول اللہ آپ جس بچے کے گلے پر بوسہ دے رہے ہیں۔ آپ کے بعد تیغ ظلم سے شہید کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی کربلا کے واقعات بھی بیان کیے۔ اس وقت رسول اللہؐ بہت روئے اور جب حضرت علی علیہ السلام نے یہ خبر سنی تو وہ بھی رونے لگے۔ اس موقع پر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام تشریف لائیں تو وہ بھی اس واقعہ کو سن کر گریہ وفریاد

کرنے لگیں اور فرمایا۔ "بابا جان اس بچے نے کون سی ایسی خطا کی ہے جو بچپن میں اس پر یہ ظلم کیا جائے گا۔" حضرت نے فرمایا "اے فاطمہ یہ حادثہ حسین علیہ السلام کے بچپن میں نہیں ہوگا بلکہ یہ اس وقت پیش آئے گا جب دنیا میں نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی۔" ینابیع المودۃ میں حضرت ام الفضل کا حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق خواب اور بعد ولادت جناب رسول خداؐ کے گریہ کی تفصیل یوں تحریر کی ہے کہ ایک دن حضرت ام الفضل رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ میں نے رات کو ایک عجیب خواب دیکھا" رسول اللہؐ نے فرمایا "وہ خواب کیا ہے؟" حضرت ام الفضل نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپؐ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا آپ کے جسم سے علیحدہ ہوا اور میری گود میں آ گیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اے ام الفضل تم نے جو خواب دیکھا بہتر ہے۔ انشاء اللہ عنقریب فاطمہ علیہا السلام کے یہاں ولادت ہوگی اور وہ بچہ تمہاری گود میں ہوگا۔ حضرت ام الفضل کہتی ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے یہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور ان کی پرورش میری گود میں ہونے لگی۔ ایک روز میں حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو آپؐ کی گود میں دیا حضرت رسول خداؐ نے میری طرف سے توجہ ہٹالی۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور یہ خبر دی ہے کہ عنقریب میری امت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی۔ ام الفضل کہتی ہیں میں نے رسول خداؐ سے پوچھا۔ کیا اس فرزند کو؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ ہاں اور یہ فرمایا۔ حضرت جبرائیل میرے پاس مٹی لائے تھے۔ معارج النبوت کے موافق آنحضرتؐ جب نماز فجر ادا فرماتے تو اپنا رخ انور اصحاب کی طرف فرماتے آنحضرت کی پیشانی کے نور سے صحابہ کے دلوں سے غم واندوہ کی تاریکیاں دور ہو جاتیں۔ ایک روز نماز فجر ادا فرما کر غیبی اشارے سے حضرت علی علیہ السلام کو مخصوص فرمایا اور اپنے ساتھ مسجد سے باہر تشریف لائے صحابہ حالات سے واقف نہیں تھے۔ جناب رسول اللہؐ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جناب فاطمہ علیہا السلام کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ حجرہ کے دروازہ پر ٹھہریں اور آنے والوں کو اندر داخل ہونے سے روکیں کیونکہ حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے اور ملائکہ آنحضرتؐ کی خدمت میں مبارکباد کیلئے آرہے ہیں۔

واقعہ فطرس

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں اور علامہ واعظ کاشفی بحوالہ شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں حضرت جبرائیل لاتعداد فرشتوں کے ہمراہ ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارک باد دینے آرہے تھے کہ زمین پر پڑے ایک فرشتے کو دیکھا جو زار و قطار رو رہا تھا آپ نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا میں پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرتا تھا۔ میرا نام فطرس ہے۔ حضرت جبرائیل نے پوچھا تمہیں یہ کس جرم کی سزا ملی ہے، اس نے بتایا مجھ سے اطاعت معبود کی ادائیگی میں ایک پل کی تاخیر ہوگئی تھی جس کے سبب میرے بال و پر جل گئے اور اب

یہاں تنہائی میں پڑا ہوں۔ اے جبرائیل علیہ السلام خدا کے واسطے میری مدد کیجئے اور حضرت جبرائیل سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ حضرت جبرائیل نے فرمایا حضرت محمدؐ کے یہاں ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے، جن کا نام حسین علیہ السلام ہے، میں خدا کی طرف سے ان کو مبارک باد دینے جارہا ہوں۔ فطرس نے کہا اے جبرائیل مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں تاکہ مجھے اس در سے شفاء حاصل ہو۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام فطرس کو لے کر جب خدمت رسالت مآب میں پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام آغوش رسولؐ میں جلوہ فرما تھے۔ حضرت جبرائیل نے مبارک باد پیش کی اور فطرس کا احوال بیان کیا رسول اللہؐ نے فرمایا کہ فطرس کے جسم کو حسین علیہ السلام کے بدن سے مس کردو شفایاب ہوجائے گا۔ حضرت جبرائیل نے حکم رسول کی تعمیل کی اور اسی وقت فطرس کے بال و پر ظاہر ہوگئے وہ شفایاب ہونے کے بعد فخر و مباہات کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا اور دوبارہ ستر ہزار فرشتوں کی قیادت پر معمور ہوگیا۔

شباہت حسین علیہ السلام

مشکوٰۃ، ترمذی اور مسند احمد میں مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ ”حضرت امام حسن علیہ السلام سر اقدس سے سینے مبارک تک اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ مبارک سے پاؤں تک سرکار دو عالم ﷺ کی مکمل شبیہ تھے“ بخاری اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انس سے روایت کی ہے کہ نہ تھا کوئی مشابہ تر رسول اللہؐ سے سوائے حضرت حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام کے حضرت امام حسین علیہ السلام سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ رسول اللہؐ سے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی شواہد النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام حضورؐ سے سینے سے پاؤں تک اور حضرت امام حسن علیہ السلام (حضورؐ سے) سینے سے سر تک مشابہ تھے۔ ترمذی میں ہانی بن ہانی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام سر تا سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مشابہ تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ تا قدم رسول اللہؐ سے مشابہ تھے۔

آئینہ نور

جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جب چھٹا مہینہ ہوا تو رات کی تاریکی میں نور حسین سے اس قدر اجالا ہوتا کہ چراغ کی حاجت نہ رہتی اور جب خلوت میں مصلحہ عبادت پر ہوتی تو میں سنتی کہ حسین علیہ السلام میرے بطن میں اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کررہے ہیں، جب میں نماز کی تکبیر کہتی تھی تو شکم سے بھی اللہ اکبر کی آواز سنائی دیتی تھی۔ روضۃ الشہداء اور شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا حسن و جمال ایسا تھا کہ جب آپ علیہ السلام اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ علیہ السلام کی پیشانی اور رخساروں سے روشنی نکل کر قرب و جوار کو منور کردیتی تھی۔ بحار الانوار میں طاؤس یمانی سے روایت ہے کہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کسی تاریک جگہ تشریف رکھتے تو وہاں روشنی ہوجاتی

اور لوگ آپ کے چہرہ اور گردن کی روشنی سے آپ علیہ السلام تک پہنچ جاتے مناقب میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام رسول اللہؐ کے پاس تھے جب رات کافی گزر چکی تو رسول اللہؐ نے ان دونوں شہزادوں سے فرمایا "اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ" جب یہ دونوں روانہ ہوئے تو ایک روشنی نمودار ہوئی اور دونوں شہزادوں کے سامنے اجالا کرتی رہی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام دونوں حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس پہنچ گئے۔ رسول اللہؐ اس روشنی کو ملاحظہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا "اللہ کا شکر ہے اس نے اہلبیت کو بلند اور برگزیدہ قرار دیا" منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب کبھی تاریکی میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کی پیشانی اور سینے سے نور کی دھیمی دھیمی روشنی اتنی مقدار میں پھوٹتی رہتی کہ لوگوں کو چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی بولتے وقت آپ علیہ السلام کے دندان مبارک سے نور کی کرنیں ظاہر ہوتی تھیں اور آپ علیہ السلام کے جسم اطہر سے ظاہر ہونے والی مہک کی بدولت آپ علیہ السلام جس مقام سے بھی گزرتے تھے لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ فرزند رسولؐ اس راہ سے گزرے ہیں شواہد النبوت کے موافق آپ علیہ السلام کا حسن و جمال کچھ اس طرح تھا کہ جب آپ علیہ السلام اندھیرے میں بیٹھتے تو آپ علیہ السلام کی پیشانی اور رخساروں سے روشنی نکل کر قرب و جوار کو منور کر دیتی تھی۔ کتاب عوالم میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا "اے سلمان! بے شک اللہ نے اپنے نور سے مجھے خلق فرمایا اللہ نے مجھے آواز دی میں نے پذیرائی کی میرے نور سے علی علیہ السلام کو خلق فرمایا اللہ کے فرمان کی علی علیہ السلام نے تعمیل کی پھر میرے اور علی علیہ السلام کے نور سے فاطمہ علیہا السلام کو خلق کیا۔ ہماری مانند فاطمہ علیہا السلام نے فرمان خدا کی بجا آوری کی پھر مجھ محمدؐ علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے انوار سے حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو خلق فرمایا اور ان دونوں نے اللہ کے حکم کو لبیک کہا اسی وقت اللہ نے اپنے اسمائے حسنہ سے ہمیں پانچ اسماء قرار دیا۔ پس اللہ محمود ہے، میں محمدؐ، اللہ اعلیٰ ہے یہ علی علیہ السلام اللہ فاطر ہے یہ فاطمہ علیہا السلام اللہ احسان ہے یہ حسن علیہ السلام اور اللہ محسن ہے یہ حسین علیہ السلام۔ بعد ازاں حسین علیہ السلام کے نور سے نو آئمہ خلق فرمائے۔ پس انہیں بھی آواز دی انہوں نے پذیرائی کی اور جب ہماری خلقت ہوئی اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین نہ ہوا نہ پانی نہ ملک تھا نہ بشر پس ہم ہی اللہ کے علم کے انوار تھے اور ہم اللہ کی اطاعت کرتے تھے اور اس کی تسبیح و تہلیل بجالاتے تھے۔

معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ "بے شک اللہ جل شانہ نے مجھ محمدؐ و علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو آفرینش دنیا سے سات ہزار سال قبل خلق فرمایا۔ معاذ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ حضرات اس وقت کہاں تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس وقت ہم عرش پر تھے اور اللہ کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا بہشتی لباس

روضۃ الشہداء اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا بچپن تھا عید قریب تھی گھر میں نئے لباس تو کیا نان جو تک نہ تھا بچوں نے جناب فاطمہ علیہا السلام کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا

"مادر گرامی عید کے دن مدینہ میں سب بچے عمدہ لباس پہن کر نکلیں گے لیکن ہمارے پاس کوئی نیا لباس نہیں۔ یہ سن کر جناب فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا بچوں گھبراؤ مت تمہارے کپڑے درزی لائے گا۔ یہاں تک کہ شب عید آئی اور حسنین نے پھر ماں سے کپڑوں کی فرمائش کی۔ جناب فاطمہ علیہا السلام پھر وہی جواب دیا۔ اس پر حسنین علیہم السلام خاموش ہو گئے۔ ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حضرت فضہ دروازے پر گیں ایک شخص نے آپ کو ایک گٹھری میں لباس دیئے، حضرت فضہ نے یہ جناب فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں پیش کر دیئے جب جناب فاطمہ علیہا السلام نے اسے کھولا، تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے، دو قبائیں، دو عبائیں اور دیگر ضروری کپڑے موجود تھے۔ ماں کا دل خوش ہو گیا اور سمجھ گئیں کہ کپڑے جنت سے آئے ہیں۔ جب بچوں نے یہ کپڑے دیکھے تو کہا۔ مادر گرامی یہ تو سفید لباس ہیں۔ ہمیں رنگین کپڑوں کی ضرورت ہے۔ جب رسول اللہ تشریف لائے تو بچوں سے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں، ابھی تمہارے کپڑے رنگین ہو جائیں گے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل ایک طشت لے کر حاضر ہوئے اس میں پانی ڈالا۔ رسول اللہؐ نے ارادہ فرمایا کپڑے سبز اور سرخ ہو گے سبز جوڑا حضرت امام حسن علیہ السلام نے پہنا سرخ حضرت امام حسین علیہ السلام نے زیب تن کیا۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے گلے لگایا۔ شیر خدا علی مرتضی علیہ السلام نے بوسے دیئے، نانا رسول اللہؐ نے پشت پر سوار کیا زلفیں ہاتھوں میں دیں اور فرمایا "میرے بچوں رسالت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے تم جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو چلو"۔

ہشام ابن عروہ نے جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ جناب رسول خداؐ بروز عید اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن انور پر لباس آراستہ کر رہے تھے جو قسم دار دنیا سے نہ تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کس قسم کا لباس ہے کیونکہ ایسا نفیس لباس میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلمہ یہ خلعت بہشتی ہے۔ جناب اقدس الٰہی سے بطریق ہدیہ واسطے میرے پارہ جگر حسین علیہ السلام کے لئے بھیجا ہے۔ ام سلمہ یہ جبرائیل کے پروں سے بنا گیا ہے کیونکہ آج روز عید ہے اور یہ دن زینت کا ہے اور میں اپنے فرزند کو نہایت دوست رکھتا ہوں اس لئے لباس بہشتی اپنے ہاتھ سے آراستہ کر رہا ہوں۔

سوار دوش رسولؐ

مناقب میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہؐ حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنی پشت مبارک پر دائیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو بائیں جانب لئے ہوئے روانہ ہوئے اور فرما رہے تھے "کتنی اچھی تم دونوں کی سواری ہے اور کتنے اچھے تم دونوں سوار ہو اور تمہارے پدر بزرگوار تم دونوں سے بہتر ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں، میں ایک دن حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام آپ کی پشت پر سوار ہیں۔ آپؐ ان کو بہلاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے تم دونوں کا اونٹ کتنا بہترین ہے، اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔ حضرت عمر خطاب فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور

حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوشہائے مبارک پر دیکھ کر کہا" آپ علیہ السلام دونوں کی سواری کتنی اچھی ہے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا" اور یہ دونوں سوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔ اصابہ ومطالب السئول اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام جناب رسالت مآبؐ کی پشت مبارک پر حالت نماز میں سوار ہوجایا کرتے تھے اور جب کوئی منع کرنا چاہتا تھا تو آپؐ اشارہ سے اسے روک دیتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اس وقت تک مشغول ذکر رہا کرتے تھے جب تک حسنین علیہ السلام آپ کی پشت سے خود نہ اتر جائیں، رسالت مآبؐ فرمایا کرتے تھے" خدا میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما، کبھی ارشاد ہوتا تھا۔" اے دنیا والوں اگر مجھے دوست رکھتے ہو تو میرے بچوں سے محبت کرو"۔

امام نسائی، امام ابوحاکم، حافظ، دمشقی، علامہ دیلمی اور ابن سیرین نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسول اللہ نماز پڑھا کرتے تھے تو اکثر حسنین علیہم السلام آپؐ کی پشت مبارک پر سوار ہوجاتے ایک بار لوگوں نے انہیں ہٹادیا تو حضورؐ نے فرمایا" انہیں نہ روکو میرے ماں باپ ان پر فدا ہوجائیں جو کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے اسے چاہئے کہ انہیں بھی پیار کرے"۔

سنن نسائی میں مرقوم ہے کہ انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک شخص کے لیے پروانہ لکھا تھا وہ آپ کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوا اس وقت جناب رسول خداؐ حالت نماز میں تھے اس نے دیکھا کہ حسنین علیہ السلام کبھی آپؐ کی گردن پر اور کبھی پشت پر سوار ہوجاتے ہیں اور آپؐ کے آگے سے اور کبھی پیچھے سے گزر جاتے ہیں، جب حضرت نے نماز تمام کی تو اس شخص نے کہا ان صاحبزادوں نے آپ کی نماز کو کیسا خراب کیا ہے؟ حضرت نے غضبناک ہوکر اس سے فرمایا" اپنا پروانہ مجھے دے، اس نے پیش کیا تو آپ نے اسے پھاڑ دیا اور فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا نہ وہ ہمارا نہ ہم اس کے"۔

حسین علیہ السلام مظہر صفات حسنہ

نور الابصار کے موافق ابن عساکر نے حضرت فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر جناب رسول خداؐ کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کی۔" اے اللہ کے رسولؐ یہ دونوں آپ کے فرزند ہیں ان کو اپنی صفات کا وارث بنائیے۔" حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا" میں نے حسن علیہ السلام کو اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین علیہ السلام کو اپنی شجاعت اور سخاوت سے سرفراز کیا۔"

صواعق محرقہ میں طبرانی نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔

" حسن علیہ السلام میں میری ہیبت اور سیادت ہے اور حسین علیہ السلام میں میری جرأت وسخاوت ہے"

حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کے نانا سید المرسلینؐ ہیں، آپ علیہ السلام کے والد گرامی مرکز امامت وولایت حضرت علی علیہ السلام ہیں، آپ کی مادر گرامی حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہیں اور آپ کے بھائی

حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نبی کے نور العین علی علیہ السلام کے دل کا چین، جناب فاطمہ علیہا السلام کے آنکھوں کی ٹھنڈک اور حضرت امام حسن کے دل کا سرور تھے۔ آپ علیہ السلام چادر تطہیر کے پروردہ اور نور اولین کے شریک کار تھے۔ آپ پنجتن پاک کی آخری نورانی کڑی تھے۔ نانا کی آغوش شفقت والد گرامی اور مادر گرامی کی اعلیٰ تربیت اور بھائی حسن کی ہمراہی نے تعلیمات الٰہیہ اور صفات حسنہ سے آراستہ کیا۔

کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے کردار کا وہ آئینہ ہے جس میں آپ کی صفات حسنہ کی جملہ صفات نظر آرہی ہیں۔ آپ علیہ السلام عابد ایسے تھے کہ تین دن کی بھوک و پیاس اور مصائب و آلام کے باوجود شب عاشورا ساری رات اپنے خیمے میں مصروف عبادت الٰہی رہے آپ ایسے سجدہ گزار تھے کہ جسم اطہر پر تیروں، نیزوں اور تلواروں کے بے شمار زخم کھانے کے باوجود میدان کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر زیر خنجر اپنے رب کی بارگاہ میں محو سجدہ تھے۔ آپ علیہ السلام بہادر ایسے تھے کہ بھوک و پیاس کے باوجود یک و تنہا دشمن کی یلغار کا نہایت دلیری سے مقابلہ کرتے رہے۔ آپ سخی ایسے تھے کہ راہ خدا میں سب کچھ قربان کردیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ صفات حسنہ وراثت میں ملیں اس کا ثبوت حضرت علی علیہ السلام کی وہ وصیت ہے جو آپؑ نے حسنین علیہما السلام کو اس وقت فرمائیں جب آپ کو ابن ملجم ضربت لگا چکا تھا۔ "میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا اگر چہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے جو کہنا حق کے لئے کہنا اور جو کرنا ثواب کے لئے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار بنے رہنا۔ میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد کو، اپنے کنبہ اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزے سے افضل ہے، دیکھو، یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کے کام و دہن کیلئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں، اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبر نے برابر ہدایت کی ہے اور آپؐ اس حد تک ان کے لیے سفارش فرماتے رہے کہ لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپؐ انہیں بھی ورثہ دلائیںگے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم سے سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا تو پھر مہلت نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی اعانت کرنا اور خبردار ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا، نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلط ہو جائیںگے۔ پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔ اے عبدالمطلب کے بیٹوں ایسا نہ ہونے پائے کہ تم امیر المومنین قتل ہو گے امیر المومنین علیہ السلام قتل ہو گے کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کا خون بہانا شروع کردو۔ دیکھو! میرے بدلہ میں صرف میرا قاتل ہی قتل

کیا جائے اور دیکھو! جب میں اس ضربت سے مرجاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے فرماتے سنا ہے کہ خبردار! کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو اگر چہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔ (ماخوذ از نہج البلاغہ۔ ترجمہ از حجۃ الاسلام مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ) حضرت امام حسین علیہ السلام صورت و کردار و صفات میں اپنے نانا رسول اللہ کی صفات کا مظہر تھے رسول اللہؐ کے جسم اطہر سے مخصوص خوشبو آتی تھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم سے بھی ایک خاص خوشبو آتی تھی انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ اہل بیت میں کون سب سے زیادہ آپؐ کو محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام آپ اکثر حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا کرتے تھے۔ ''میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ جب دونوں آجاتے تو آپؐ ان کی خوشبو سونگھتے تھے اور ان کو سینے سے لگاتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نگاہ رسولؐ میں

شواہد النبوۃ میں یہ روایت مرقوم ہے کہ ''ایک دن حضورؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے دائیں بازو پر اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کو بائیں بازو پر بیٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور کہا خداوند تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے یہاں یکجا نہیں رہنے دے گا وہ ان میں سے ایک کو واپس بلائے گا۔ اب آپؐ ان دونوں میں سے جسے چاہیں پسند فرمائیں حضورؐ نے فرمایا۔ اگر حسین رخصت ہوجائیں تو ان کی جدائی میں حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام اور میری جاں سوزی ہوگی اور اگر ابراہیم علیہ السلام وفات پاجائیں تو زیادہ رنج مجھے ہوگا اس لئے مجھے اپنا ہی رنج پسند ہے اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم وفات پاگئے۔ اس کے آگے مولانا جامی لکھتے ہیں کہ جب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام حضورؐ کی خدمت میں آتے تو حضور ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کردیا۔ تاریخ التواریخ میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک روز جب میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپؐ کے سامنے انگوروں کے خوشے رکھے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو بلالاؤ میں نے ہر چند تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملے میں نے آکر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حسنین علیہ السلام نہیں ملے تو آپ پریشان ہوکر اٹھے اور فرمایا ''جو کوئی میرے بچوں کا پتہ بتائے گا خدا اس کو بہشت میں جگہ دے گا۔'' جلا العیون میں مرقوم ہے کہ ایک روز حضرت مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ کسی بچے کے رونے کی آواز آئی جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی آواز سے بہت مشابہ تھی جناب رسول خداؐ اسے سنتے ہی بےچین ہوگئے آپ نے وعظ موقوف فرمایا اور صحابہ کو حال دریافت کرنے کیلئے روانہ فرمایا اور جلد واپس آنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا اگر دیر ہوگی تو میں خود چلا آؤں گا۔ صحابہ نے حکم کی تعمیل کی اور جلد واپس آئے اور عرض کیا یہ حسین علیہ السلام کی آواز نہیں ہے بلکہ مسجد کے قریب جو مدرسہ ہے اس کے معلم نے ایک لڑکے کو مارا ہے حضرت رسول خداؐ نے اس معلم کو مع اس بچے کے بلایا اور فرمایا ''بھائی تم اس لڑکے کو

نہ مارا کرو اس کی آواز میرے حسین علیہ السلام کی آواز سے مشابہ ہے۔

حضرت امام حسین اللہ اور اس کے محبوب جناب محمد مصطفیٰ کو اتنے محبوب تھے کہ حالت نماز میں زینت پشت رسولؐ ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ کے محبوب کو اللہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ آپؐ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھائیں جب تک حسین علیہ السلام خود نہ اتر جائیں۔ حضرت امام حسین نگاہ رسول میں کیا تھے یہ سمجھنے کے لیے جناب رسالت مآب کی یہ حدیث کافی ہے کہ "حسین علیہ السلام مجھ سے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں"۔

حسین علیہ السلام منبع امامت

تفسیر صافی میں مرقوم ہے کہ جب حضرت رسول اللہؐ سے اس آیت "اور اسی ایمان کو ابراہیم علیہ السلام اپنی اولاد میں ہمیشہ باقی رہنے والی بات چھوڑ گے تا کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں" (پارہ ۲۵، الزخرف آیت: ۲۸) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اللہ کے رسولؐ نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا "امامت حضرت امام حسین علیہ السلام کی صلب میں باقی رہے گی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے صلب سے نو امام پیدا ہونگے جنکے آخری اس امت کے مہدی ہونگے۔"

ینابیع المودۃ میں ثابت ثمالی نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ "امامت کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی صلب میں قیامت تک کیلئے قرار دیا۔

ینابیع المودۃ میں حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا حضرت امام حسین علیہ السلام رسول اللہؐ کے گھٹنے پر بیٹھے ہیں اور آپؐ ان کے رخساروں اور دہن کا بوسہ لیتے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے حسین علیہ السلام تم خود سردار، سردار کے فرزند، سردار کے بھائی اور خود امام، امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور خود حجت خدا، حجت خدا کے فرزند اور حجت خدا کے بھائی ہو اور تم نو حجت خدا کے باپ ہو، ان میں کے نویں قائم مہدی ہوں گے۔ مفاتیح الجنان میں ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تین شعبان کے دن بارگاہ خداوندا میں دعا فرمایا کرتے تھے۔ "خداوند آج کے دن اس مولود کا واسطہ جس کی ولادت سے قبل اس کی شہادت کی خبر دی گئی جس کی مصیبت پر آسمان اور اہل آسمان اور اہل زمین روتے ہیں، امامت کو تو نے ان کی نسل میں باقی رکھا اور ان کی تربت میں شفا رکھی۔ جب حضرت جبرائیل سے جناب رسول خداؐ نے یہ خبر سنی کہ آپ کے یہاں بطن فاطمہ علیہا السلام سے جو مولود پیدا ہوگا اسے آپ کے بعد امت بیدردی سے شہید کرے گی یہ سن کر جناب رسول خداؐ نے کہا جبرائیل میرا سلام اللہ کو پہنچاؤ اور اللہ کے حضور عرض کرو مجھے یہ حاجت نہیں کہ میرے فرزند کو امت شہید کرے حضرت جبرائیل سوئے عرش تشریف لے گئے اور لمحہ بعد خدمت رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اس مولود کی ذریت میں امامت و وصایت اور ولایت کو قائم کیا ہے یہ سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا الحمد للہ اے جبرائیل میں اس مولود کی ولایت پر راضی ہوں۔

سخاوت اور حاجت روائی

مسند حضرت امام رضا علیہ السلام میں ہے کہ ''سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام ایسے سخی اور متقی تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔

اسامہ ابن زید صحابی رسول بیمار تھے حضرت امام حسین علیہ السلام ان کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے دریافت فرمایا، اے نانا کے صحابی کیا بات ہے تو انہوں نے عرض کی مولا ساٹھ ہزار درہم کا قرض دار ہوں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا گھبرائیں نہیں یہ میں ادا کردوں گا۔ چنانچہ حضرت علیہ السلام نے ان کی زندگی ہی میں ان کا قرضہ ادا فرمادیا۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے لوگوں سے دریافت کیا اس شہر میں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام لیا۔ اس نے حضرت کی خدمت میں بذریعہ اشعار سوال کیا حضرت نے اسے چار ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں۔ امام شبلنجی اور علامہ محمد ابن طلحہ نے نورالابصار اور مطالب السؤل میں ابوالحسن مدائنی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین اور عبداللہ بن جعفر طیار حج کو جاتے ہوئے بھوک و پیاس کی حالت میں ایک ضعیفہ کی جھونپڑی میں پہنچے اور اس سے کھانے پینے کی چیزیں طلب فرمائیں اس ضعیفہ نے عرض کی میرے پاس ایک بکری ہے اس کا دودھ دوہ کر پیاس بجھائی جاسکتی ہے۔ ان حضرات نے دودھ پیا لیکن بھوک میں تسلی نہ ہوئی تو اس ضعیفہ سے فرمایا کچھ کھانے کا بندوبست بھی ہوسکتا ہے اس نے کہا میرے پاس تو یہی ایک بکری ہے لیکن میں قسم دیتی ہوں کہ آپ اسے ذبح کر کے تناول فرمائیں بکری ذبح کی گئی اور گوشت بھونا گیا۔ سب نے نوش فرمایا اس کے بعد قدرے آرام فرما کر یہ حضرات روانہ ہوگئے جب شام کو اس کا شوہر آیا تو اس نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ شوہر نے پوچھا وہ لوگ کون تھے اس نے کہا معلوم نہیں۔ جاتے وقت صرف یہ کہا تھا کہ ہم مدینے کے رہنے والے ہیں۔ یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا اللہ کی بندی یہ تو بتا کہ اب ہمارا گزارا کیسے ہوگا کچھ عرصہ بعد ان لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا اور سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو کر بھیک مانگنے کی نوبت آگئی اور اسی حالت میں مدینے پہنچے۔ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ناگاہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی نگاہ اس عورت پر پڑی۔ آپ علیہ السلام نے اسے بکری والا واقعہ یاد دلایا اور اس کو ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں اور اسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ انہوں نے بھی ایک ہزار بکریاں اور ایک ہزار اشرفیاں عنایت فرمائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسے حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روانہ فرمایا۔ انہوں نے بھی اتنا ہی عطا فرمایا۔ اس طرح وہ مالا مال ہوکر اپنے گھر واپس چلی گئی۔

ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے یہاں چند مہمان آئے ہوئے تھے ایک غلام نے کھانے کا برتن لاپراوئی میں توڑ دیا۔ حضرت نے اس کی طرف دیکھا آپ علیہ السلام کے در کی برکت سے یہ غلام قرآن کا عالم تھا اس نے

فوراً یہ آیت پڑھی والکاظمین الغیظ مومن غصہ کو پی جاتے ہیں، یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ کظمت غیظی میں نے غصہ پی لیا۔ پھر اس غلام نے آیت کا اگلا حصہ تلاوت کیا۔ والعافین عن الناس اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا عفوت عنک ۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ غلام نے آیت پوری کرتے ہوئے پڑھا۔ وللہ یحب المحسنین ۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا "میں نے تجھے اللہ کے لئے معاف کر دیا۔"

ایک باعزت شخص جو حالات زمانہ میں گرفتار ہو کر تہی دست ہو گیا، یہ باحمیت شخص چاہتا تھا کہ اس کی عزت نفس پر حرف نہ آئے تو وہ سخی ابن سخی حضرت امام حسین علیہ السلام کے در پر آیا اور دو شعر جس میں اپنی حاجت کا ذکر کیا تھا "فرزند رسولؐ زمانہ بدل گیا پہلے میرے حالات اچھے تھے آرام و آسائش کی اشیاء میسر تھیں جب میرے حالات خراب ہوئے تو ان اشیا کے فروخت کی نوبت آ گئی۔ یہاں تک کہ ہر چیز بک گئی اب میرے پاس بیچنے کو اپنی عزت و آبرو کے سوا کچھ باقی نہ رہا میں سوچ رہا تھا کہ اس کا خریدار کون ہو سکتا ہے لیکن کوئی نظر نہ آیا میں اس فکر میں تھا کہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں آپ کی خدمت میں پیش ہو کر اسے فروخت کر دوں۔"

یہ اشعار کنیز کے حوالے کیے اور کہا یہ حضرت کی خدمت عالی میں پیش کر دو۔ جب یہ کنیز اندرون خانہ آئی تو دیکھا حضرت امام حسین علیہ السلام کام میں مصروف ہیں۔ لہٰذا اس نے سوچا حضرت کام سے فارغ ہوں تو میں یہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کروں، اس لیے ذرا دیر ہو گئی تو یہ شخص پریشان ہو گیا، لہٰذا دو شعر مزید لکھ کر حضرت علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیئے جن کا مفہوم یہ تھا۔ فرزند رسولؐ اگر میں خالی ہاتھ چلا جاؤں تو اہل وطن جنہیں معلوم ہے کہ میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا ہوں یہ مجھ سے پوچھیں گے کہ حسین علیہ السلام کے پاس گئے تھے تمہیں کیا عنایت فرمایا اب اگر میں ان سے یہ کہوں کہ کچھ نہیں عطا ہوا تو سب مجھے جھوٹا کہیں گے کہ ایسا ممکن نہیں کہ کوئی حسین علیہ السلام کے در پر جائے اور اسے کچھ نہ ملے اور اگر میں یہ کہوں کہ آپ علیہ السلام نے عطا کیا تو میں خود جھوٹا ہوں گا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ اب میں کیا کروں جب یہ دونوں رقعے حضرت علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے اور آپ علیہ السلام نے انہیں پڑھا تو کنیز سے فرمایا تم نے مجھے یہ دینے میں دیر کیوں کی اور اس شخص کو منتظر رکھا یہ فرما کر آپ مخدرات عصمت و طہارت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کچھ زیور ہو تو مجھے دے دو آپ نے زیور لیکر تھیلی میں رکھا اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہوئے تا کہ یہ دیکھ نہ سکے اور اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور اسے آواز دی کہ یہ لے لو اور ساتھ ہی دو شعر تحریر فرمائے "زمانہ ہم سے بھی پھرا ہوا ہے ہمیں افسوس ہے کہ جتنا تمہیں دے سکتے تھے نہ دے سکے۔ لہٰذا ہمیں معاف کرنا۔ جب اس شخص نے تھیلی کھولی تو اس کی امید سے زیادہ تھا۔ اس نے کہا مولا دروازہ کھول دیجئے تا کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ حضرت نے فرمایا تمہارے سامنے آتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ تمہیں ہم اتنا نہ دے سکے جو دینا چاہتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی حاجت روائی کے بارے میں علامہ محمد باقر مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ اکثر روایات

میں ملتا ہے کہ فطرس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے گہوارے سے اپنا بدن مس کیا اور فوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کی برکت سے بال و پر آ گئے۔ آقائے محمد مہدی مازندرانی معالی السبطین میں لکھتے ہیں مومنین کے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ در حسین علیہ السلام سے چند فرشتوں کو ترک اولی کی سزا سے رہائی ملی اس لیے کہ نوع جن و بشر میں لاتعداد ایسے لوگ ہوں گے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے صدقہ میں آتش جہنم سے نجات پائیں گے۔ عزاداری حسین علیہ السلام اور زیارت حسین علیہ السلام کے سبب بخشش و مغفرت سے بہرہ مند ہونگے اور قیامت میں سرخرو ہونگے معالی السبطین میں یہ بھی مرقوم ہے کہ تین معصوم ملائکہ اپنے ترک اولیٰ میں ماخوذ ہیں وہ اللہ سے معافی نہیں مانگتے وہ وسیلہ بناتے ہیں سرور کونین کے نومولود بیٹے حسین علیہ السلام کو یہ اللہ کا در چھوڑ کر در حسین پر آتے ہیں۔ اور شفا پاتے ہیں حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یا حسین علیہ السلام یا علی علیہ السلام اور یا عباس علیہ السلام کہنا ان سے مانگنا اور درخواست کرنا بھی فی الواقع اللہ ہی سے مانگنا ہوتا ہے، جو شخص یہ کہتا ہے یا عباس علیہ السلام مجھے فلاں چیز عطا فرمائیں یا حسین علیہ السلام مجھے فلاں چیز عنایت فرمائیں یا علی علیہ السلام مجھے فلاں چیز عطا فرمائیں کہنے والے کا قطعاً مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ بھی لینگے خدا سے اور مجھے خدا سے لیکر دینگے اگر ان سے مانگنا خدا سے مانگنا نہ ہوتا تو جو ملائکہ پہلے ترک اولیٰ میں ماخوذ تھے اب تو شرک کے مرتکب ہو چکے تھے اور اب یہ ملائکہ تنہا بھی نہیں تھے اب تو ان کے ساتھ جبرائیل بھی شرک میں حصہ دار ہیں کیونکہ وہ فطرس کو اٹھا کر لائے تھے اور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی حصہ دار بن گے کیونکہ انہوں نے ان ملائکہ کو نہ تو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے اجازت لینے دو یا اللہ کو چھوڑ کر تم میرے پاس کیوں آئے؟ گویا جبرائیل نے یہ بتایا کہ محمد و آل محمدؐ سے مانگنا شرک نہیں اور سرور انبیاءؐ نے بھی بتا دیا کہ ہم سے مانگنا شرک نہیں۔

سرداران جنت

نور الابصار میں حضر جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو فرماتے سنا "جو اہل جنت کے سردار کو دیکھ کر خوش ہونا چاہئے اسے چاہئے کہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کو دیکھے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ "روایت کی نسائی و رویانی اور ضیاء مقدسی نے حذیفہ سے اور ابو یعلی نے ابو سعید سے اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر سے اور ابن عدی نے عبداللہ بن مسعود سے اور روایت کی ابو نعیم نے علی علیہ السلام مرتضی سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں عمر بن خطاب سے اور جابر اور براء اور اسامہ بن زید اور مالک بن حویرت سے اور دیلمی نے انس سے اور روایت کی ابن عساکر نے عائشہ صدیقہ وعبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس اور ابی رمثہ سے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ "حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام سردار ہیں بہشتی جوانوں کے" اور ابن ماجہ نے اتنی روایت اور کی ہے کہ ان کے والدان دونوں کے خوب تر ہیں اور طبرانی نے اس حدیث میں یہ لکھا ہے کہ باپ ان دونوں کے ان سے افضل ہیں۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہ السلام نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ یہ حدیث سیادت مطلقہ کی اتنے طریقوں سے مروی صحابہ کبار سے ہے کہ تواتر کی حد کو پہنچتی ہے۔

قمقام میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اہل آسمان کے محبوب ترین فرد کو روئے زمین پر دیکھے تو وہ میرے حسین علیہ السلام کو دیکھ لے میرا حسین علیہ السلام جنت کے سرداروں سے ایک سردار جنت ہے۔ حسین علیہ السلام کے دشمن پر اللہ جنت کی خوشبو حرام کردے گا۔ صواعق محرقہ میں احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت محمدؐ نے فرمایا ''کیا تم نے اس آنے والے کو نہیں دیکھا جو میرے پاس آیا تھا؟ وہ فرشتوں میں سے ایک ایسا فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ آ کر مجھے سلام کرے اور خوشخبری دے کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ علیہا السلام جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

مناقب میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ''قیامت کے دن عرش رب العلمین سنوارا جائے گا پھر نور کے دو منبر عرش کے دائیں جانب اور بائیں جانب رکھے جائیں گے پھر حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائیں گے ایک منبر پر حضرت امام حسن علیہ السلام اور دوسرے پر حضرت امام حسین علیہ السلام جلوہ افروز ہونگے۔ اس طرح پروردگار عالم ان دونوں سے عرش کو زینت دے گا۔

جناب فضہ جو حضرت فاطمۃ الزہرا سلواۃ علیہا کی کنیز تھیں انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ قرآنی آیات کی روشنی میں گفتگو فرماتی تھیں اور اہل بیت اطہار کے گھر کے بچے انہیں اماں فضہ کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ ایک دن آپ کسی کام سے جناب سیدہ کے گھر سے روانہ ہوئیں کہ راہ میں صحابی رسولؐ ابن مسعود مل گئے انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ جناب فضہ نے جواب سلام دیا پھر ابن مسعود نے جناب فضہ کو مخاطب کیا ''فضہ آپ نے اتنی بڑی کمائی کی ہے کہ جنت حاصل کر لی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔'' یہ سن کر جناب فضہ نے کہا کیسی جنت؟ اس پر ابن مسعود گویا ہوئے ''فضہ کیسی باتیں کر رہی ہیں، کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ جنت کیا ہے؟ وہی جنت جس کا ذکر ہے کہ اس میں باغات ہوں گے، نہریں ہونگی'' یہ سن کر جناب فضہ نے کہا ''ابن مسعود آپ کو حضرت رسول اللہؐ کی خدمت میں عرصہ گزر گیا مگر معرفت حاصل نہ کر سکے''۔ اس پر ابن مسعود نے کہا ''فضہ میں نے کون سی ایسی بات کہہ دی کہ آپ مجھے بے معرفت فرما رہی ہیں، تو جناب فضہ نے کہا ''اے ابن مسعود جسے آپ جنت کہتے ہیں میں اسے حاصل کر کے کیا کروں گی اس لئے کہ میری جنت تو یہ در ہے۔ جس میں میری شہزادی اور میرے شہزادے رہتے ہیں، جن کی میں خدمت گزار ہوں''۔ کنز العمال۔ اسد الغابہ، تاریخ الخلفا اور مطالب السئول نے صحابی رسول جناب حذیفہ یمانی سے روایت کی ہے کہ ''میں نے ایک دن رسول اللہؐ کو بہت خوش دیکھا تو پوچھا اے اللہ کے رسولؐ اس مسرت کا سبب کیا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا آج ایک ملک میرے پاس حاضر ہوا جو اس سے قبل کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی جنت میں سرداری کی مبارک باد دی ہے اور کہا ہے ''ان فاطمہ سیدۃ النساء اھل الجنتہ و ان الحسن و الحسین سید اشباب اھل الجنۃ'' فاطمہ علیہا السلام جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام جنت کے مردوں کے سردار ہیں۔

راہب کا مسلمان ہونا

مناقب میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک راہب آیا اور اس نے لوگوں سے کہا مجھے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کا پتہ بتا دو لوگوں نے اس کو پتہ بتا دیا۔ وہ عصمت کدہ جناب فاطمہ علیہا السلام پر حاضر ہوا اور آواز دی ''اے رسول اللہ کی صاحبزادی اپنے دونوں فرزندوں کو میرے پاس بھیج دیجئے'' حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کو راہب کے پاس بھیج دیا راہب نے دونوں کی پیشانی کو بوسہ دیا اور گریہ کیا اور کہنے لگا ''ان دونوں کے نام توریت میں شبر علیہ السلام وشبیر علیہ السلام ہیں اور انجیل میں طاب وطیب'' پھر اس نے حضرت رسول اللہؐ کے صفات معلوم کیے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ کا ذکر کیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور کہا'' میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

بچپن میں ذوالجناح پر سواری

بچپن میں حضرت امام حسین علیہ السلام جناب رسالت مآبؐ کے گھوڑے کو بہت غور سے دیکھتے تھے اور اس پر بہت شفقت فرماتے تھے ایک دن رسول اللہؐ نے فرمایا اے میرے پارہ جگر تم اسے اسقدر غور سے کیوں دیکھتے ہو کیا تم اس پر سوار ہونا چاہتے ہو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا'' نانا جان مجھے آپ کے اس گھوڑے سے بہت محبت ہے اور اس پر سوار ہونا چاہتا ہوں یہ سن کر جناب رسول خداؐ نے گھوڑے کو طلب کیا۔ گھوڑا قریب آ کر بیٹھ گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس پر سوار ہو گئے۔

یہ دیکھ کر جناب رسول اللہؐ نے اتنا گریہ فرمایا کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اصحاب نے جناب رسالت مآبؐ سے کہا یا رسول اللہؐ یہ تو خوشی کا موقع ہے کہ حسین علیہ السلام آپؐ کے گھوڑے پر سوار ہوئے آخر آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ جناب رسالت مآبؐ نے ایک آہ بھری اور روتے ہوئے فرمایا'' میں وہ وقت دیکھ رہا ہوں جب حسین علیہ السلام اس گھوڑے پر سوار تین دن کی بھوک و پیاس میں میدان کربلا میں دشمنوں کے نرغے میں ہونگے اور دشمن چاروں طرف سے تیر و تلوار اور نیزوں کے وار کر رہے ہوں گے اور حسین علیہ السلام زخموں سے چور اس گھوڑے سے زمین پر گریں گے یہ سن کر اصحاب رسولؐ جو وہاں موجود تھے رونے لگے۔

....

باب: ۲

سرورکائناتؐ کا آخری لمحات میں حسینؑ پر گریہ

ابن نما علیہ الرحمہ نے مثیر الاحزان میں ابن عباس سے روایت کی ہے جسے علامہ باقر مجلسی نے بحار الانوار میں تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت رسول اللہ کا مرض الموت شدید ہوا تو آنحضرت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا آپ کی پیشانی مبارک کا پسینہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرہ پر ٹپک رہا تھا اور حضرتؐ کی روح اقدس خالق حقیقی سے ملنے کا قصد رکھتی تھی اس وقت جناب رسول خداؐ بار بار فرماتے تھے ہائے میں نے یزید ملعون کا کیا بگاڑا ہے۔ خداوندا لعنت کر یزید ملعون پر یہ فرماتے وقت دیر تک حضرت رسول خداؐ پر غشی کا عالم طاری رہا جب غش سے افاقہ ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے بوسے لے رہے تھے اور آنکھوں سے اشک جاری تھے۔

گریہ جناب آدم علیہ السلام

بحار الانوار کے موافق صاحب درثمین نے تفسیر آیہ فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات میں روایت کی ہے کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے عرفات میں ساق عرش کی طرف نظر کی اور اسمائے خمسہ کو دیکھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے آدم یوں کہو "یا حمید بحق محمدؐ یا عالی بحق علی علیہ السلام یا فاطر بحق فاطمہ علیہا السلام یا محسن بحق الحسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام لیا تو دل ہل گیا اور عجیب کیفیت طاری ہوگی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ نہایت حیرانی سے کہا اخی جبرائیل علیہ السلام پانچویں نام کے ذکر سے تو میرا دل پگھلنے لگتا ہے اور آنسو جاری ہوجاتے ہیں حضرت جبرائیل نے کہا حسین علیہ السلام حالت غربت میں یک و تنہا بے یار و مددگار شدت عطش میں تلوار سے مانند گوسفند ذبح کیے جائینگے اسباب لوٹا جائیگا سر اقدس معہ سرہائے انصار اور مخدرات عصمت و طہارت بے کجاوہ اونٹوں پر شہر بشہر پھرایا جائیگا۔ یہ سن کر حضرت آدم نے شدت سے گریہ کیا اس وقت حضرت جبرائیل نے بھی گریہ کیا۔

کشتی نوح علیہ السلام کا کربلا سے گزر

بحار الانوار کے موافق جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور کشتی زمین کے گرد پھرتی ہوئی جب زمین کربلا پر پہنچی تو ایک ایسی موج آئی کہ محسوس ہوا یہ کشتی ڈوب جائے گی یہ دیکھ کر حضرت نوح پر رنج و ملال کی کیفیت طاری ہوئی اور فرمایا بار الٰہا روئے زمین پر کہیں یہ کیفیت نہ ہوئی جو اس زمین پر ہے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے نوح علیہ السلام یہ وہ زمین ہے جہاں خاتم الانبیاء کا نواسہ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کا فرزند شہید ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام نے دریافت کیا ان کا قاتل کون ہوگا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ان کا قاتل یزید ہوگا، اس پر تمام اہل زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت یزید پر لعنت کی اور کشتی نے غرق ہونے سے نجات پائی اور کوہ جودی پر جا ٹھہری۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحرائے کربلا سے گزر اور گریہ

بحارالانوار میں یہ روایت مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھوڑے پر سوار صحرائے کربلا سے گزر ہوا، اچانک گھوڑا منہ کے بل گرا تو جناب ابراہیم زمین پر گر گئے اور ایک پتھر سے آپ کا سر لگا جس کے سبب سر سے خون جاری ہوا جناب ابراہیم علیہ السلام نے استغفار پڑھنا شروع کی اور بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ مجھ سے کون سا ایسا گناہ سرزد ہوا جس کی مجھے یہ سزا ملی اسی اثناء حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی آپ علیہ السلام سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ بلکہ یہ وہ زمین ہے جہاں نور چشم محمد مصطفیٰؐ فرزند علی مرتضیٰ علیہ السلام جور و ستم سے شہید کیے جائیں گے۔ خدا نے چاہا کہ آپ بھی اس مصیبت میں شریک ہوں اور آپ کا خون بھی نصرت حسین علیہ السلام میں اس زمین پر گرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا حسین علیہ السلام کا قاتل کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا حسین علیہ السلام کے قاتل کا نام یزید ہے۔ اہل زمین و آسمان اس شقی پر لعنت کرتے ہیں، حضرت ابراہیم نے یہ سن کر ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور یزید پر لعنت کی۔

روضۃ الشہداء میں ملا حسین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب خداوند عالم نے حضرت اسمٰعیل کا فدیہ گوسفند کو قرار دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے ذبح کیا تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ہاتھوں خدا کی راہ میں قربان کرتا تو ثواب عظیم کا مستحق ہوتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ حضرت علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ اے ابراہیم تم ہماری مخلوق میں سب سے زیادہ کس کو دوست رکھتے ہو حضرت ابراہیم نے جواب دیا خداوند تیرے حبیب محمد مصطفیٰؐ کو پھر خطاب ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم محمدؐ کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا خود اپنے کو جواب دیا میں اپنے سے زیادہ حضرت محمدؐ کو دوست رکھتا ہوں پھر ارشاد ہوا تم اپنے فرزند اسماعیل کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا جناب رسول خداؐ کے فرزندوں کو خلیل نے جواب دیا میں ان کے فرزندوں کو اپنی اولاد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اس وقت وحی آئی کہ اے ابراہیم علیہ السلام حضرت محمدؐ کے ایک فرزند بزرگوار کو نہایت ظلم و ستم کے ساتھ بھوکا پیاسا مسافرت میں کربلا کے بن میں اشقیاء شہید کریں گے۔ حضرت ابراہیم نے جس وقت واقعہ شہادت سنا تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گریہ فرمانے لگے۔ خطاب ہوا کہ اے ابراہیم علیہ السلام حسین علیہ السلام کے غم میں جو تمہارے دل کو صدمہ ہوا ہے اور روئے ہو اس کا ثواب برابر ہے اس ثواب اور اجر کے جو اپنے فرزند اسماعیل کو اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے میں ملتا ہے۔

گریہ جناب زکریا علیہ السلام

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ سعد بن عبداللہ کھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یہ پانچوں حروف غیب کی خبروں پر مشتمل ہیں۔ خدا نے حضرت زکریا کو ان غیبی خبروں سے مطلع فرمایا تھا۔ جناب زکریا کے علاوہ ان خبروں کو جناب رسول خداؐ نے بیان فرمایا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت زکریا نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مالک مجھے پانچوں اسماء کی تعلیم فرما۔ حضرت جبرائیل تشریف لائے اور آپ نے ان اسماء کی جناب ذکریا کو تعلیم دی حضرت زکریا علیہ السلام جب حضرت محمدؐ حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام کا نام لیتے تو ان کا دل رنج و غم سے دور ہو جاتا اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام لیتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ لہٰذا آپ نے ایک دن بارگاہ الٰہی میں عرض کی خدایا یہ کیا وجہ ہے کہ جب میں ان چار ناموں کا ذکر کرتا ہوں تو مجھے سکون میسر آتا ہے اور رنج دور ہو جاتا ہے اور جب میں حسین علیہ السلام کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں سے اشک جاری ہوتے ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا کھٰیٰعٓصٓ میں کاف سے مراد کربلا ہے ہا سے مراد حضرت محمدؐ کی عترت پاک کی ہلاکت اور تباہی کے ہیں۔ یا سے مراد یزید جس نے حضرت حسین علیہ السلام پر ظلم کیا۔ عین سے مراد عطش اور ص سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام کا صبر ہے حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ سنا تو تین روز تک مسجد میں رہے اور ان دنوں لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کیا اور مسلسل گریہ و بکا میں مصروف رہے۔

حضرت موسیٰ کا کربلا سے گزر

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب موسیٰ علیہ السلام کا گزر صحرائے کربلا سے ہوا آپ کے ہمراہ آپ کے وصی یوشع بن نون تھے۔ جب آپ علیہ السلام یہاں پہنچے تو آپ علیہ السلام کی نالین کا بند ٹوٹ گیا اور آپ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے معبود یہ کیا معاملہ ہے۔ مجھ سے کون سا ایسا گناہ سرزد ہوا ہے۔ اللہ نے وحی کی "اے موسیٰ علیہ السلام اس زمین پر میرے برگزیدہ حسین علیہ السلام کا خون بہایا جائے گا۔ اے موسیٰ علیہ السلام میں نے چاہا تمہارا خون بھی اس زمین پر گرے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا حسین علیہ السلام کون ہیں؟ ارشاد پروردگار عالم ہوا حسین علیہ السلام نواسہ رسولؐ اور فرزند علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔ جناب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اے مالک ان کا قاتل کون ہے۔ ارشاد ہوا ان کا قاتل وہ ملعون ہے کہ جس پر دریا کی مچھلیاں جنگل کے جانور اور پرند لعنت کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ بلند کئے اور یزید پر لعنت کی اور یوشع بن نون نے آمین کہا اس کے بعد جناب موسیٰ علیہ السلام یہاں سے روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ کا نینوی سے گزر

شیخ ابن بابویہ نے کتاب امالی میں اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحارالانوار میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جنگ صفین کے موقع پر نینوی پہنچے جو دریائے فرات کے کنارے واقع ہے، تو آپ علیہ السلام نے با آواز بلند پکارا، اے پسر عباس کیا تم اس مقام کو پہچانتے ہو؟ ابن عباس نے عرض کیا امیر المومنین میں اس جگہ سے واقف نہیں حضرت نے فرمایا۔ ''اے ابن عباس جس طرح میں اس زمین کے بارے میں جانتا ہوں اگر تم بھی اس کے بارے میں اسی طرح واقف ہو جاؤ تو تم اس جگہ سے جدا نہ ہوگے جب تک میری طرح گریہ نہ کرلو اس وقت جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اتنا گریہ فرمایا کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور آنسو ریش مبارک سے سینہ اقدس تک رواں ہوئے۔

ابن عباس کہتے ہیں حضرت علیہ السلام کے گریہ کے ساتھ ہی ہم نے بھی گریہ کیا اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آہ! آہ! آلِ ابو سفیان اور آلِ حرب سے مجھے کیا غرض جو لشکر شیطان اور گروہ کفر وعدوان ہیں پھر فرمایا صبر کرو اے ابو عبداللہ کیونکہ تمہارے باپ کو بھی اشقیاء کے ہاتھوں وہی صدمے پہنچے ہیں جو تم پر گزرنا ہیں۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے پانی طلب کیا اور بعد وضو مشغول نماز ہوئے اس کے بعد واقعات کربلا بیان فرمائے اور گریہ کرتے کرتے آپ کی آنکھ لگ گئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا ''اے ابن عباس کیا میں نے جو خواب دیکھا ہے اس کی خبر تمہیں سناؤں''؟ ابن عباس نے کہا'' مولا آپ کی آنکھیں ہمیشہ ٹھنڈی رہیں جو خواب دیکھا ہے بہتر ہے''۔ حضرت نے فرمایا ''میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ کئی شخص آسمان سے صحرا میں آئے جن کے ہاتھوں میں سفید علم اور گلے میں چمکتی تلواریں ہیں، پھر انہوں نے زمین کے گرد ایک خط کھینچا میں نے دیکھا کہ صحرا میں جو درخت ہیں ان کی شاخیں زمین پر جھک گئی ہیں اور خون تازہ اس صحرا میں موجیں مار رہا ہے اور میرا جگر پارہ حسین علیہ السلام اس خون کے دریا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ وہ فریاد کر رہا ہے لیکن کوئی دادرسی نہیں کرتا۔ کچھ فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور کہہ رہے ہیں۔ اے آلِ رسولؐ صبر کرو تم بدترین لوگوں کے ہاتھوں قتل کئے جاؤ گے اے ابو عبداللہ بہشت تمہاری منتظر ہے اس کے بعد ان فرشتوں نے مجھے آکر حسین علیہ السلام کا پرسہ دیا۔

اسی روایت کو سر الشہادتین اور البدایہ و نہایہ میں اس طرح روایت کیا ہے کہ جنگ صفین کے موقعہ پر جب حضرت علی علیہ السلام کربلا سے گزرے تو ایک جگہ حنظل کے بوٹے تھے۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا! کربلا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کرب و بلا پھر آپ اس مقام پر اترے اور نماز پڑھی پھر فرمایا یہاں صحابہ کے علاوہ وہ لوگ شہید ہونگے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے اور آپ علیہ السلام نے ایک مقام کیطرف اشارہ کیا جہاں لوگوں نے نشان لگا دیا یہ وہی جگہ تھی جہاں حضرت امام حسین کو شہید کیا گیا۔

اصبغ بن نباتہ سے ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ جب ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کربلا پہنچے تو حضرت ایک جگہ

بیٹھ گے اور فرمایا ''یہی وہ جگہ ہے جہاں میرا فرزند قتل کیا جائے گا اور یہیں میرے فرزند کی قبر ہوگی جس پر آسمان اور زمین گریہ کریں گے۔

کشف الانوار، حسب السیر ج اور جامع التواریخ میں علامہ مجلسی علیہ الرحمہ سے روایت مرقوم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب نینویٰ کے قریب پہنچے تو آپ علیہ السلام کے لشکر کا پانی ختم ہوگیا ہر چند سعی آب کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا ناگاہ حضرت کی نظر ایک راہب کے دیر پر پڑی وہاں پہنچ کر طلب آب کیا لیکن راہب نے کہا یہاں پانی نہیں ہے آپ نے یہاں سے دو فرسخ کے فاصلے پر پہنچ کر جانب قبلہ ایک جگہ کو کھدوایا تو وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ برآمد ہوا، اس چشمہ کے دہانے پر ایک بڑا پتھر تھا، جسے آپ نے برطرف فرمایا اور چشمہ جاری ہوا راہب نے یہ دیکھ کر اسلام قبول کیا یہاں سے حضرت امیر المومنین کربلا پہنچے اور وہاں بہت گریہ فرمایا۔

صفین میں حضرت امیر المومنینؑ کا گریہ

بحارالانوار میں عبد اللہ بن قیس سے روایت ہے کہ جنگ صفین میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام سے اجازت لے کر چند سواروں کے ساتھ منافقین سے لڑنے کیلئے روانہ ہوئے اور شمشیر آبدار کی ضرب سے ان اشرار کو جو نہر پر قابض تھے بھگا دیا اور بہت سے منافقین کو جہنم واصل کیا، اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا خیمہ فرات کے کنارے نصب کیا اور اپنے سواروں کو یہاں مقرر فرمایا اور خود امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فتح کی خبر دی اس وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے شدت سے گریہ فرمایا یہ دیکھ کر حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب نے عرض کیا یا امیر المومنین علیہ السلام یہ موقع تو خوشی کا ہے کہ پہلی بابرکت فتح حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہوئی میرے مولا یہ رونے کا سبب کیا ہے۔ مولائے کائنات نے فرمایا مجھے اس وقت وہ دن یاد آرہا ہے جب صحرائے کربلا میں فرات کے کنارے حسین علیہ السلام پر بندش آب ہوگی اور لعین تشنہ لب شہید کریں گے اور بعد شہادت حسین علیہ السلام کا اسپ وفادار دوڑتا ہوا خیمہ اہل بیت کی طرف جائیگا اور اس امت جفا کار کے ظلم پر فریاد کرے گا جنہوں نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو شہید کیا۔

صواعق محرقہ میں ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ میدان صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام زمین کربلا کی طرف سے گزرے اور جب دریائے فرات کے کنارے قریہ نینوا کے مقابل پہنچے تو ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے بتایا اس زمین کا نام کربلا ہے۔ اس وقت آپ اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین بھیگ گئی۔ امیر المومنین نے اس وقت فرمایا ایک مرتبہ میں حضرت رسول اللہؐ کے پاس آیا حضرت اس وقت رو رہے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا۔ ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام نہر فرات کے قریب ایک مقام جسے کربلا کہتے ہیں وہاں قتل کیا جائے گا۔ پھر جبرائیل ایک مشت خاک لائے اور مجھے سنگھائی پس مجھے اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہا اور بے اختیار گریہ کیا۔

حضرت امام حسن وحسین علیہ السلام کا گریہ

ابو جعفر محمد بن بابویہ نے روایت بیان کی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے گھر تشریف لے گئے جب آپ علیہ السلام کی نظر حضرت امام حسن علیہ السلام پر پڑی تو آپ علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے یہ دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے رونے کا سبب دریافت کیا تو جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "میرے رونے کا سبب وہ ظلم وستم ہیں جو آپ علیہ السلام پر کئے جائیں گے اس پر حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا مجھ پر جو ظلم ہوگا وہ یہ کہ مجھے دھوکے سے زہر دیا جائے گا، جس کی وجہ سے میری شہادت واقع ہوگی لیکن آپ کی شہادت جس طرح ہوگی ایسا مصیبت کا دن کسی پر نہ ہوگا ہزاروں کا لشکر آپ کا محاصرہ کرے گا جو لوگ ہتک کرنے، خون بہانے، اہل بیت کو قتل کرنے، لوٹنے اور قیدی بنانے پر آمادہ ہوں گے اس وقت اللہ کی بنوامیہ پر لعنت ہوگی آسمان سے خون برسے گا اور خاک اڑ رہی ہوگی، اس وقت کائنات کا ذرہ ذرہ جنگلوں کے درندے اور دریاؤں کی مچھلیاں آپ کی مصیبت پر گریہ کریں گی۔

گریہ جناب فاطمہ علیہا السلام

بحارالانوار کے مواقف جب جناب رسالت مآبؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت اور ان پر پڑنے والے مصائب کی خبر سنائی تو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام دیر تک گریہ کرتی رہیں۔ پھر عرض کیا! بابا حسین کی شہادت کب ہوگی؟ رسول اللہؐ نے فرمایا "بیٹی اس وقت نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی نہ علی ہونگے اور نہ حسن" یہ سن کر جناب فاطمہ علیہا السلام نے اور زیادہ گریہ فرمایا اور پوچھا! اے بابا پھر حسین علیہ السلام پر روئے گا کون اور حسین علیہ السلام کی عزاداری کون قائم کریگا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا "اے فاطمہ میری امت کی عورتیں میرے اہل بیت کی عورتوں پر مرد مردوں پر روئیں گے اور ہر دور میں حسین علیہ السلام کی عزا قائم کریں گے پھر قیامت کے دن ان عورتوں کی شفاعت تم کرو گی اور میں ان مردوں کی شفاعت کروں گی اور جو بھی حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئے گا ہم اس کا ہاتھ تھام کر اسے جنت میں داخل کریں گے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں نور حضرت امام حسین علیہ السلام جب بطن جناب سیدہ میں ظاہر ہوا تو اس وقت حضرت جبرائیل خدمت رسالتمآبؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ بیشک آپ کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کے یہاں فرزند پیدا ہوگا لیکن آپ کے اس فرزند کو آپ کی امت قتل کرے گی۔ یہ خبر رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو سنائی تو جناب سیدہ علیہا السلام مغموم ورنجیدہ ہوئیں اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت بھی جناب فاطمہ علیہا السلام کو قتل حسین علیہ السلام کے واقعات سے آگاہ کیا گیا جس کے سبب آپ سوگوار ہوئیں۔

صادق آل محمدؐ نے فرمایا "جناب فاطمہ علیہا السلام کے سوا دنیا میں ہرگز کوئی ماں نہ ہوگی کہ وہ اپنے فرزند سے حالت شکم میں غمزدہ ہو جائے اور جب مولود دنیا میں آئے تو اس وقت بھی رنج وغم میں مبتلا ہو جائے۔ یہ جناب فاطمہ علیہا السلام ہیں جنہیں

خبر شہادت نے غم واندوہ میں مبتلا کر دیا تھا ان کو خبر تھی کی امت محمدی میرے فرزند کو بے جرم وخطا شہید کرے گی۔ حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا "جب جناب سیدہ طاہرہ اپنے فرزند حضرت امام حسین علیہ السلام کے آنے والے نور سے آراستہ ہوئیں تو رسول اللہ کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور اللہ کا پیغام سنایا اور عرض کیا "اس میں شک نہیں کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کو ایک مولود کی خبر دیتا ہے جو کہ آپ کی دختر جناب فاطمہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوگا۔ لیکن آپ کی حیات ظاہری کے بعد آپ کی امت جفا کار آپؐ کے نواسے پر ظلم وجور کریگی اور بے دردی سے شہید کرے گی۔"

رسول اللہؐ نے فرمایا۔ "اے جبرائیل میرا اسلام اللہ کو پہنچاؤ اور میری طرف سے اللہ کے حضور عرض کرو کہ مجھے یہ حاجت نہیں کہ میرے فرزند کو اشقیائے امت قتل کریں"۔ یہ سن کر حضرت جبرائیل نے سوئے آسمان پرواز کی اور ایک لحہ بعد دوبارہ خدمت رسول اللہؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! تحقیق اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے اس مولود کی ذریت میں امامت ووصایت وولایت کو برقرار رکھا ہے۔ یہ پیغام سن کر جناب رسول خداؐ نے فرمایا "الحمدللہ اے جبرائیل میں اس مولود کی ولایت پر رضی ہوں اور اسی وقت حضرت خاتم المرسلینؐ اپنی لخت جگر جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ علیہا السلام میری آنکھوں کی ٹھنڈک کچھ دیر قبل جبرائیل آئے تھے اور مجھے یہ خبر دی ہے کہ پروردگار عالم مجھے عنقریب ایک نواسہ عطا فرمائے گا اور میرے بعد امت کے اشقیاء اس پر جور وستم کریں گے اور بے جرم وخطا اسے قتل کریں گے۔ یہ سنتے ہی جناب سیدہ علیہا السلام نے آہ سرد بھری اور بچشم گریہ عرض کی "اے پدر بزرگوار، اے کونین کے سید وسردار مجھے یہ حاجت نہیں کہ آپ کی امت جفا کار میرے فرزند ذی وقار کو قتل کرے"۔ رسول اللہؐ نے ثانیاً ارشاد فرمایا۔ "اے فاطمہ علیہا السلام بلا اشکال اللہ رب ذوالجلال اس خبر پر ملال کے بعد فرماتا ہے کہ اس مولود اور اس کی ذریت میں امامت وصایت اور ولایت قرار دی گئی ہے" یہ کلام سن کر جناب سیدہ علیہا السلام نے جواباً عرض کیا "اے پدر بزرگوار گرامی میں اس پر راضی ہوں"۔

گریہ جناب زینب علیہا السلام

ایک روز جناب زینب علیہا السلام آیات قرآنی کی تلاوت فرما رہی تھیں، آپ نے ان آیات کی تفسیر اپنے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت فرمائی اور اس روز ایسا ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے واقعہ کربلا کا اشارۃً تذکرہ فرمایا۔ واقعہ کربلا سن کر جناب زینب علیہا السلام نے عرض کی بابا جان "میں جانتی ہوں میری مادر گرامی نے مجھ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا تا کہ میں اس دن کے لیے تیار رہوں۔"

جناب زینب علیہا السلام کو آخری وقت جناب فاطمہ علیہا السلام نے یہ وصیت فرمائی تھی "بیٹی اپنے دونوں بھائیوں کا بہت خیال رکھنا اور کبھی انکا ساتھ نہ چھوڑنا میرے بعد تم ہی ان کی ماں ہو" جناب زینب علیہا السلام نے اس وصیت پر دل وجان سے عمل کیا ہر لحہ جناب زینب علیہا السلام کی نگاہِ شفقت حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر رہتی تھی۔ یہاں تک کہ صحرائے کربلا میں ہر مصیبت وآلام اور ہر امتحان کی منزل میں بھائی کے ساتھ پیش پیش تھیں۔

باب: ۳

محبت اہل بیت کا اجر وثواب

پروردگارعالم اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے۔ قل لااسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ (شوریٰ ۲۳) "اے رسول کہہ دیجئے کہ میں (اس تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہل بیتؑ) کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا"۔

تفسیر ابن عربی میں ہے کہ صحابہ کرام نے جب خداوند تعالیٰ کا یہ حکم سنا تو دربار مصطفیٰؐ میں عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں بتا دیجئے کہ آپ کے وہ قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ومودت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ امام الانبیاءؐ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا"علی و فاطمہ والحسن والحسین و ابناء ھُما" "علی وفاطمہ والحسن والحسین اوران کے بیٹے"۔

ابن جریر، جلالین، مدارک، کبیر، معالم، خازن، صواعق محرقہ اور زرقانی علی المواہب سے روایت ہے کہ اس آیت کے بارے میں صحابہ نے عرض کیا"یارسول اللہؐ آپؐ کے وہ کون اقربا ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تو حضورؐ نے فرمایا"علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام و ابنا ھما "علی وفاطمہ اوران کے بیٹے (حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام)

اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ آیت خصوصاً ہم اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی۔ سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا"جس نے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی موت دیر میں آئے اور وہ اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہو اس کو چاہئے کہ میرے اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی زندگی میں ان کی پیروی کرے اور ان کے وصال کے بعد ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل پیرا ہو جس نے میرے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اس کی عمر کم ہو جائیگی اور قیامت میں وہ میرے پاس اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا" صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ ابوشیخ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا"اے لوگوں فضیلت، شرافت، اور ولایت رسول اللہؐ اور ان کی ذریت کے لیے مخصوص ہے لہٰذا کہیں باطل تم کو گمراہ نہ کردے۔

نزہتہ المومنین، تمقام اور معالی السبطین میں جناب سرور کائناتؐ سے مروی ہے کہ"مومنین کے دلوں میں میرے حسین علیہ السلام کی معرفت پوشیدہ ہے"۔ نورالابصار اور سعاف الراغبین میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔"جو شخص بھی میرے اہل بیت" کی محبت میں مرے گا وہ یقیناً بخشا جائے گا اور وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ نزہتہ المجالس اور تفسیر روح البیان میں حضرت رسول اللہؐ کا ارشاد مرقوم ہے کہ"جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرتا ہے۔ مومن

ہے اور جو بھی اہل بیت کی محبت میں مرا وہ شہید ہے" تفسیر ابن عربی میں یہ حدیث مرقوم ہے کہ "اہل بیت علیہ السلام کی محبت میں مرنے والا مکمل ایمان کے ساتھ وفات پائے گا اور اس کی موت شہید کی موت ہوگی"۔ جو محبت اہل بیت میں مرا تو خدوند تعالیٰ اس کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کے لیے مزار بنائے گا اور وہ شخص جو اہل بیت کی محبت میں مر جائے موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے سے پہلے اسے جنت کی خوشخبری دیتا ہے" روح البیان میں یہ حدیث ہے کہ اہلبیت علیہ السلام کی محبت میں مرنے والے کو عزرائیل علیہ السلام جنت کی بشارت دیتے ہیں اور جب قبر میں جاتا ہے تو منکر نکیر اس کا استقبال کرتے ہیں"۔

ترمذی میں یعلی ابن عروہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں جو حسین علیہ السلام کو دوست رکھتا ہے اس کو اللہ دوست رکھتا ہے"۔ ابن عساکر نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "جس نے حسین علیہ السلام سے محبت کی اس نے مجھ سے، محبت کی اور جس نے حسین علیہ السلام سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی"۔ صحیح بخاری، صحیح ترمذی، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم، سنن ابن ماجہ اور تاریخ ابن اثیر میں مرقوم ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں خداوند تو اسے دوست رکھ جو حسین کو دوست رکھے۔

دشمنان اہل بیت اور احادیث رسولؐ

صحیح ترمذی، مستدرک، تاریخ الکبیر، اسد الغابہ، الاصابہ اور کنز العمال میں مرقوم ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کیلئے فرمایا کہ "میری اس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے اور میری اس سے صلح ہے جو ان سے صلح کرے"۔

حافظ ابی عبداللہ، محمد بن عبداللہ المعروف بہ علامہ حاکم نیشاپوری اور البدایہ والنہایہ میں حدیث رسولؐ لکھی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا "ہماری اس سے جنگ ہے جو ان سے جنگ کرے اور جو ان سے صلح رکھے گا اس سے میری صلح ہے۔ حضرت زید بن ارقم نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے "جو بھی علیؑ یا فاطمہؑ یا حسنؑ یا حسینؑ سے جنگ کرے یا ان سے صلح رکھے اس کی صلح یا جنگ رسول اللہؐ سے ہے"۔

اسعاف الراغبین میں ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا "عنقریب ہم اپنے اہل بیت سے متعلق تمہاری آزمائش کریں گے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو"۔ جامعہ الصغیر میں یہ حدیث ہے۔ "جو میرے اہل بیت کو ستائے گا اس پر اللہ کا شدید غضب نازل ہوگا"۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "میری اس سے جنگ ہے جو میرے اہل بیت سے جنگ کرے اور اس کے ساتھ صلح ہے جو ان کے ساتھ صلح و امن سے رہے"۔ تفسیر ابن عربی میں حدیث رسالت مآبؐ ہے۔ "قیامت کے دن پروردگار عالم دشمنان اہل بیت کو اپنی رحمت سے مایوس کر دے گا اور ان کی آنکھوں کے درمیان یہ تحریر کیا جائے گا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس کر دیئے گئے اور دشمنان اہل بیت کافر مریں گے اور انہیں جنت کی خوشبوں سے محروم کر دیا جائے گا"۔ نور الابصار میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حسین علیہ السلام کا قاتل آگ کے ایک تابوت میں ہوگا۔ جتنا عذاب تمام دنیا والوں پر ہوگا اس کا نصف صرف اس پر ہوگا"۔

باب: ۴

حالات کا مشاہدہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں جو حالات تھے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے تقریباً بیس سال کے حالات و واقعات جو ۴۰ تا ۶۰ ہجری پیش آئے ان کا بغور مشاہدہ فرمایا۔ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ عراق کے جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کا دم بھرتے تھے وہ سچے دل سے ان کے ساتھ نہ تھے ان میں اکثر بے وفا تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ بنو امیہ کے دور حکومت میں بے دریغ دولت صرف کر کے حکومت کے استحکام کیلئے لوگوں کو خریدا گیا اور خاندان بنو ہاشم کی برگزیدہ ہستیوں سے مقابلہ کرنے میں مال و دولت ہی کو اپنا سب سے بڑا ذریعہ اور سہارا سمجھا گیا۔ اہل بیت رسول کو راہ سے ہٹانے کے لئے ارکان سیاست نے رشوت، مکر و فریب، قتل و غارت گری کو اپنا سہارا بنایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس بات کا بھی مشاہدہ کیا تھا کہ اس دور کے افسران بالا نے اپنے اختیارات کا صحیح استعمال نہیں کیا وہ عوام الناس پر کسی ظلم سے دریغ نہیں کرتے تھے حضرت علیہ السلام نے وہ وقت بھی دیکھا تھا جب آپ علیہ السلام کے والد گرامی قدر حضرت علی علیہ السلام راہ حق میں اپنے چند اصحاب باوفا کے ساتھ بحیثیت ہادی و رہنما تنہا نظر آتے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس زمانے کے حالات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپؑ کی اس زمانے کی زندگی کا زیادہ تر حصہ خاموشی اور گوشہ نشینی میں بسر ہوا۔ اس دور میں نہ آپؑ نے کسی سیاسی گروہ سے رابطہ کیا اور نہ حکومت کے حصول کیلئے کوئی منصوبہ بنایا اگر آپ کو دنیاوی حکومت کی تمنا ہوتی تو دستور زمانہ کے مطابق آپؑ بھی اس بیس سالہ عرصہ میں لوگوں کو حکومت کے حصول کے لئے آمادہ کر سکتے تھے اس لئے کہ آپ کا بحیثیت نواسہ رسولؐ اور صاحب علم و فراست نہایت بلند مقام تھا لیکن آپ علیہ السلام نے ایسا نہ کیا اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ آپ علیہ السلام کے پیش نظر کربلا کا وہ واقعہ تھا جس کے متعلق آپ کے نانا جناب رسولؐ خدا نے آپ علیہ السلام کو آگاہ کر دیا تھا لہٰذا آپ کی نظر میں دنیاوی اقتدار و سے کہیں زیادہ مستحکم اور دائمی منزل تھی جس کا تعلق بقائے دین سے تھا اس طرح آپ نے راہ خدا پر گامزن ہونے والوں کی تاریخ میں ایک عظیم باب کا اضافہ فرمایا اور راہ حق میں سب کچھ قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار تھے۔

یزید کے نام وصیت نامہ

ابی مخنف کے موافق جب معاویہ بن ابوسفیان پر شدت مرض کے سبب وقت مرگ قریب ہوا تو یزید جو شہر

حمص کا حاکم تھا موجود نہ تھا لہٰذا یزید کے نام ایک خط لکھا جس میں لکھا ''بیٹا میں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو اس پر عمل پیرا رہے گا تو ہمیشہ خوش وخرم رہے گا اہل شام سے تیرا گہرا تعلق ہے لہٰذا جوان میں سے تیرے پاس آئے اس کا احترام کرنا اور جو کوئی غیر حاضر ہو اس سے باخبر رہنا اور جب تیرے دشمن تجھے گھیر لیں تو اس وقت ان لوگوں کو مقابلے میں کھڑا کرنا نیز اہل عراق کے حالات ومعاملات پر اچھی طرح نظر رکھنا۔ اگر یہ لوگ یہ چاہیں کہ ہر روز ان کے حاکم کو تو معزول کرے تو اس پر عمل کرنا اس لئے کہ تیرے خلاف برسرپیکار ہونے سے روکنے کا یہی بہتر طریقہ ہے۔

بیٹا میں نے تیرے لئے بہت سے ممالک پر قبضہ کیا اور بہت سے لوگوں کو تیری خاطر کمزور اور ضعیف کر دیا۔ مجھے خوف ہے کہ یہ چار آدمی تیری بیعت نہیں کریں گے

(۱) عبدالرحمٰن بن ابی بکر (۲) عبداللہ بن عمر (۳) عبداللہ ابن زبیر (۴) حسین بن علی علیہ السلام

اس وصیت نامہ میں یہ بھی لکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ذہن میں وہ تمام خدشات ہیں جو تیرے دل میں ہیں۔

وصیت تحریر کرنے کے بعد خط کو بند کر کے ضحاک بن قیس فہری کو دیا اور ہدایت کی کہ یہ میرے بیٹے یزید کے حوالہ کرے۔

مقتل ابی مخنف کے موافق یزید بن معاویہ اپنے بالا خانہ پر تھا کہ اس کے کانوں میں رونے چلانے کی آوازیں سنائی دیں تو پیغام لانے والے سے کہنے لگا وائے ہو تجھ پر کیا معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے؟ اس نے کہا ہاں یہ کہہ کر یزید اشعار پڑھنے لگا ''ایلچی ایک کاغذ کا ٹکڑا بہت جلدی میں لایا کہ خوف سے میرا کلیجہ باہر آ گیا میں نے اس سے پوچھا تجھ پر وائے ہو۔ اس کاغذ میں کیا لکھا ہے؟ اس نے کہا خلیفہ بیماری سے مر گیا ہے۔ تین روز تک یزید گھر سے باہر نہیں نکلا چوتھے روز جب لوگوں کے درمیان آیا تو لوگوں کو سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ یزید سے تعزیت کریں یا مبارک باد دیں۔ عبداللہ بن ھمام السلولی نے یزید کو مخاطب کیا'' اے یزید ایسا انجام کسی اور کو نصیب نہیں ہوا ہے کہ تو نے اس حال میں صبح کی ہے کہ تمام لوگوں پر حاکم بن گیا ہے، تیری موجودگی سے معاویہ بن ابوسفیان کی موت کے بعد ہم نے جانشین پالیا ہے تمہارے خلاف ہم کوئی بات نہیں سنیں گے''

ضحاک بن قیس کا وصیت نامہ پہنچانا

مقتل ابی مخنف کے موافق معاویہ بن ابوسفیان نے وصیت نامہ بند کر کے ضحاک بن قیس فہری کے حوالے کیا یہ معاویہ بن ابوسفیان کے لشکر کا ایک سردار تھا اس کو ہدایت کی کہ یہ میرے بیٹے یزید کے حوالے کرے ضحاک کو وصیت نامہ حوالے کرنے کے فوراً بعد معاویہ بن ابوسفیان کی دنیا سے رخصتی ہو گئی یہ واقعہ پندرہ (۱۵) رجب ۶۰ ہجری کا ہے، جب ضحاک بن قیس یزید کے پاس پہنچا تو اس نے کہا خلیفہ مسلمین تجھ پر سلام ہو کہ تو خلیفہ بن گیا اور پہلے خلیفہ کی ذمہ داری تجھ پر آ گئی ہے اس لئے تجھے مبارک باد دینا چاہئے خداوند تعالیٰ تجھے اس مصیبت پر اجر عطا کرے یہ کہہ

کر معاویہ بن ابوسفیان کا سر بند وصیت نامہ اس کو دیا اور یزید نے اسے کھول کر پڑھا۔

یزید کے ناپاک عزائم

یزید کی یہ کوشش تھی کہ اسلامی اقدار کو پاؤں تلے روند کر حدود الٰہیہ کے نشانات مٹا کر داد عیش دی جائے اور آئین شریعت کو ناپاک عمل سے مسخ کیا جائے یہ چاہتا تھا مسلمانوں کے دلوں سے حرارت ایمانی کو ختم کیا جائے اور اہل بیت رسول کو راہ سے ہٹا کر اپنی مرضی کی شریعت رائج کرے وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ سنت رسولؐ پر عمل کیا جائے اور اہل بیت اطہار جو اسلام کی اصل روح تھے اور تقویٰ پر عمل پیرا تھے اور سنت رسول کی تعلیم دیتے تھے یزید اپنے ناپاک عزائم میں ان کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا تھا۔ جبکہ رسولؐ اللہ نے اپنی زندگی میں یزید کے اس قبیح عمل سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آگاہ کر دیا تھا۔

جیسا کہ البدایہ والنہایہ اور تاریخ الخلفاء میں ابودرداء سے روایت ہے کہ میں نے سید المرسلینؐ سے سنا کہ "بنی امیہ میں سے پہلا شخص یزید ہوگا جو میری سنت کو تبدیل کریگا" تاریخ الخلفاء میں عبداللہ بن حنظلۃ بن الغسیل سے روایت ہے کہ "ہم نے اس وقت یزید کی بیعت توڑی جس وقت کے ہمیں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں"۔

یزید کا وصیت نامہ پر عمل

بحار الانوار کے موافق معاویہ بن ابوسفیان نے پندرہ رجب ۶۰ ہجری کو اس دنیا سے رخصت کی اور وصیت نامہ میں اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کیا ابن شہر آشوب اور بحار الانوار کے موافق یزید نے ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو جو اس وقت معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے حاکم مدینہ تھا لکھا کہ "امام حسین علیہ السلام عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے فوراً بیعت لے لے" سر الشہادتین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں "جب یزید پلید مالک اور بادشاہ بنا ۶۰ ہجری میں تو اس نے بیعت لینے کے واسطے بہت سے ممالک کو خطوط لکھے اور عامل مدینہ ولید بن عقبہ کو لکھا جو مدینہ میں تھا کہ یہ بیعت لے حسین علیہ السلام سے لیکن حسین علیہ السلام نے انکار کیا یزید کی بیعت سے اس لئے کہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا"۔

ابن خلدون کے موافق "معاویہ بن ابوسفیان کے مرنے کے بعد بیعت خلافت کیلئے یزید کی پوری توجہ ان لوگوں سے بیعت لینے پر تھی جنہوں نے اسکی ولی عہدی کی بیعت سے معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں انکار کیا تھا"۔

کامل ابن اثیر نے لکھا ہے اطلاعی خطوط کے علاوہ ایک اور خط جس میں حاکم مدینہ کو تاکید کی تھی کہ "ان کو نہ چھوڑنا یہاں تک کہ بیعت کرلیں"۔ اس باب میں اعثم کوفی کے موافق یزید نے تاکید کی "اگر وہ بخوشی بیعت کرلیں تو بہتر ہے ورنہ ان سے بجبر بیعت لینا اور ان میں سے جو شخص بیعت نہ کرے اسے قتل کر کے سر میرے پاس روانہ کردو۔

مقتل ابی مخنف، ابن شہر آشوب اور بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ یزید نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو اس مضمون کا دوسرا خط لکھا ''جس وقت تو میرا یہ خط پڑھے تو عام لوگوں سے بیعت لے اور ان چار اشخاص عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، اور حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام سے خاص طور سے بیعت لینا۔ میرا یہ خط انہیں دکھانا جو بیعت پر آمادہ نہ ہو تو اس کا سر اس خط کے جواب کے ساتھ بھیج دینا''۔

حضرت امام حسین علیہ السلام دربار حاکم مدینہ میں

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ یزید کے دوسرے خط کے ملتے ہی ولید نے مروان بن حکم کو طلب کیا اور اس بارے میں اسکی رائے معلوم کی، تو مروان نے کہا ''حسین علیہ السلام اس ذلت کو قبول نہیں کرینگے اور نہ یزید کی بیعت کرینگے''۔

اس کے بعد اس نے کہا اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تمہاری طرح طاقت واختیار رکھتا تو میں فوراً حسین علیہ السلام کو قتل کر دیتا۔ اس کے بعد ولید نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا مقتل لہوف کی روایت کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام بنی ہاشم کے تیس جوانوں کے ہمراہ تشریف لائے ولید نے معاویہ بن ابی سفیان کی موت کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ بیعت خفیہ طور پر نہیں کی جاسکتی یہ سن کر مروان نے ولید سے کہا حسین علیہ السلام کی بات کو نہ مانو اور ان کا عذر قبول نہ کرو بلکہ ان کا سر تن سے جدا کردو۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر کہا لعنت ہو تجھ پر اے خطائے مادر تو میرے قتل کا مشورہ دیتا ہے۔ خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اور اس بات سے تو نے اپنے آپ کو ذلیل کیا اس کے بعد ولید سے مخاطب ہوئے ''ہم اہل بیت نبوتؐ اور مخزن سالت ہیں ہمارے گھر میں ملائکہ کی آمد ہوتی ہے خداوند عالم نے ہماری وجہ سے اپنی رحمت کو لوگوں پر وسیع کیا ہے۔ اور ہماری ہی وجہ سے اس رحمت کا اختتام ہوگا کیونکہ یزید فاسق، شرابی محترم لوگوں کا قاتل اور اعلانیہ گناہوں کا مرتکب ہے لہٰذا مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت کبھی نہیں کر سکتا تم صبح تک اس بارے میں بہتر سوچو اور میں بھی غور وفکر کرتا ہوں یہ باتیں تمام کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام باہر تشریف لے گئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ اور شہر ابن آشوب نے لکھا ہے کہ مروان نے ولید سے کہا ''تم نے میری نصیحت پر عمل نہیں کیا بلکہ میری نصیحت کے خلاف کام کیا خدا کی قسم اب کبھی حسین علیہ السلام پر دسترس نہ ہوگی''

مروان کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا جواب

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ''رات گزرنے کے بعد صبح حضرت امام حسین علیہ السلام حالات سے باخبر ہونے کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے مروان نے حضرت سے ملاقات کی اور کہا یا! ابا عبداللہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں میری نصیحت کو سنیں تاکہ سعادت پائیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تیری نصیحت کیا ہے؟ مروان نے کہا یزید بن معاویہ کی بیعت کرلیں کیونکہ یہ دنیا و آخرت کیلئے بہتر ہے۔ حضرت امام

حسین علیہ السلام نے فرمایا "انّا للہ و انّا الیہ راجعون" جب امت پیغمبر کی خلافت وبادشاہی یزید کے ہاتھوں میں ہوتو اب اسلام کو الوداع کہہ دینا چاہئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے جدامجد رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "الخلافۃ محرمۃ علیٰ آل ابی سفیان" ابوسفیان کے خاندان پرخلافت حرام ہے۔ایک طویل گفتگو کے بعد مروان غصہ کی حالت میں چلا گیا۔

عبداللہ ابن زبیر کا مدینہ سے نکلنا

شیخ مفید علیہ الرحمہ کے موافق شبینہ ستائیسویں ۲۷ رجب ۶۰ ہجری حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی دولت سرا میں رہے، اسی شب ابن زبیر نے خود کو بچانے کے لئے مدینہ سے مکہ کا رخ کیا۔مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے جب ولید نے عبداللہ بن زبیر کا پتہ چلایا تو معلوم ہوا انہیں ایسے دوستوں کی تلاش ہے جو بیعت سے انکار کرتے ہیں۔اس کے بعد ولید متواتر عبداللہ بن زبیر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیچھے اپنے کارندے بھیجتا رہا۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے ولید کو یہ پیغام بجھوادیا تھا کہ اتنی جلدی نہ کرے بلکہ خود بھی اس معاملہ میں غور کرے اور ہمیں بھی غور کرنے دے۔ عبداللہ بن زبیر نے بھی یہی کہلوایا کہ زیادہ جلدی ٹھیک نہیں مجھے مہلت دو تا کہ میں خود تمہارے پاس چلا آؤں۔لیکن ولید اپنی بات پر اڑا رہا اور لوگوں کو عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیجتا تھا جو آکر شور کرتے تھے کہ جلد امیر کے پاس حاضر ہو ورنہ ہم تمہیں قتل کردیں گے عبداللہ بن زبیر ان لوگوں سے پوچھتے کہ مجھ سے کیا کام ہے؟ تم پروائے ہو یہاں سے چلے جاؤ میں خود چلا جاؤں گا یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے جاتے تھے۔

ابی مخنف کے موافق یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر اپنے بھائی جعفر کے ہمراہ رات کے وقت تعقب کے خوف سے تمام رات بغیر کسی منزل کے چلتے رہے۔اگلی صبح ولید نے ان دونوں کے متعلق دوبارہ معلوم کیا تو کوئی پتہ نہ چلا تو کہنے لگا خدا کی قسم وہ دونوں مکہ کے علاوہ کسی اور طرف نہیں گئے۔لہٰذا خاندان امیہ کے کچھ لوگوں کو ان کے تعقب میں روانہ کیا لیکن طویل سفر کے باوجود ان دونوں کا پتہ نہ چلا آخر کار یہ لوگ واپس لوٹ آئے اور عبداللہ بن زبیر کے تعقب کا خیال چھوڑ دیا۔

....

باب: ۵

حضرت امام حسین علیہ السلام روضہ رسولؐ پر

بحارالانوار میں محمد بن ابو طالب موسوی کے موافق جب یزید پلید کا خط حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کی بابت ولید کے پاس پہنچا تو حضرت امام حسین علیہ السلام اس شب دولت سرا سے روضہ رسولؐ اللہ پر تشریف لائے اور عرض کیا۔ "السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں حسین علیہ السلام ہوں۔ آپؐ اپنی امت کو امانتاً میرے سپرد کر گئے تھے اور اپنا خلیفہ و جانشین بنا گئے تھے۔ آپؐ گواہ ہیں کہ ان لوگوں نے میری نصرت نہیں کی اور مجھے تنہا چھوڑ دیا اور میری حرمت کی کوئی رعایت نہ کی"۔ یہ فرما کر صبح تک اپنے جد بزرگوار کی مرقد پر مصروف عبادت رہے، آپ علیہ السلام یہاں رکوع و سجود بجالاتے رہے۔

کامل اور اعثم کوفی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام رات کو روضہ رسولؐ پر تشریف لائے۔ بقول اعثم کوفی حضرت علیہ السلام نے فرمایا: "السلام علیک یا رسول اللہ میں آپ کی فاطمہ علیہا السلام کا بیٹا اور آپ کا فرزند ہوں، جس کو آپؐ نے رحلت فرماتے وقت امت کے حوالے کیا تھا اور ان کو میری حرمت اور عزت کرتے رہنے کی وصیت فرمائی تھی نانا! ان لوگوں نے آپ کی وصیت کو بھلا دیا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا، میں آج کی رات آپؐ سے آپ کی امت کی شکایت کرتا ہوں اور جب میں آپؐ سے ملوں گا تو تفصیل عرض کروں گا۔" اس شب ولید نے ایک شخص کو حضرت کی دولت سرا پر بھیجا تا کہ دیکھے کہ حضرت مدینہ منورہ سے کوچ کر گئے یا نہیں کیونکہ حضرت اپنے نانا رسول اللہ کی قبر مطہر پر گئے ہوئے تھے لہٰذا آپؑ کو گھر میں نہ پایا اور ولید کو جا کر خبر دی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام گھر پر تشریف نہیں رکھتے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت دولت سرا تشریف لائے جب دوسری شب ہوئی تو دوبارہ روضہ رسولؐ پر تشریف لے گئے۔

مدینہ سے روانگی کی آخری شب روضہ رسولؐ پر

آخر مدینہ سے جدائی کی آخری شب آئی جب سورج اپنی آخری شعاعیں زمین پر بکھیر کر حسین علیہ السلام کی جدائی کے غم میں غروب ہو چکا تھا اور چاند اپنی مدھم روشنی دکھا کر ڈوب چکا تھا، رات کی تاریکی نے صحرائے عرب کو اپنے دامن میں چھپا لیا تھا۔ ہر طرف غم واندوہ اور مصیبت و آلام کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ جب ہر طرف سناٹا چھا گیا اور ساری دنیا محو خواب ہوگئی تو یادالٰہی میں راتیں بسر کرنے والے حسین علیہ السلام نے اس رات اپنی ماں جائی پیاری بہن حضرت زینب علیہا السلام کو مدینہ سے کوچ کی لرزہ خیز خبر سنائی۔ یہ رات مخدرات عصمت و طہارت اور خصوصاً جناب صغریٰ علیہا السلام کے لیے قیامت کی رات تھی، اس لیے کہ اب حضرت علی اکبر علیہ السلام حضرت علی اصغر علیہ السلام جناب قاسم علیہ السلام وعون و محمد اور چچا

عباس سے جدائی کی گھڑی قریب تھی۔ جناب صغریٰ بار بار اپنے شیر خوار بھائی کو سینے سے لگاتی تھیں اور حسرت و یاس سے مسافران کربلا کے چہروں پر نظر جمائے ہوئے تھیں۔ بدن لرز رہا تھا اور آنکھیں مسلسل اشک بار تھیں۔

امام علیہ السلام عرش عالی مقام نے اپنی بہن جناب زینب علیہا السلام اور بیٹی جناب سکینہ علیہا السلام سے فرمایا۔ مجھے مدینہ دیکھنا نصیب ہو کہ نہ ہو یہاں کی مقدس گلیاں اور درو دیوار پھر دیکھتا ہوں کہ نہ ہوں لہٰذا آج آخری بار نانا کے روضہ انور پر چل کر حاضری دے آئیں چادر تطہیر کی پروردہ جناب زینب علیہا السلام بنت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے سر پر چادر اوڑھی اپنے دونوں بچوں عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام کو ساتھ لیا آگے آگے حضرت امام حسین علیہ السلام تھے اور ان کے پیچھے بی بی زینب علیہا السلام روانہ ہوئیں شہزادہ دو عالم نے اپنی بیٹی سکینہ کی انگلی پکڑی پھر اس طرح نبی کے گھرانے کا یہ مختصر سا قافلہ روضہ رسولؐ کی آخری زیارت کے لیے روانہ ہوا ابھی خانوادہ رسالتؐ کے یہ نفوس گھر سے چلے ہی تھے کہ جناب زینب علیہا السلام کو اپنی مادر گرامی خاتون جنت جناب فاطمہ علیہا السلام کی وہ بات یاد آگئی جب آپ بچوں کے ساتھ اپنے والد سید کونین کی لحد اقدس پر اپنے جگر گوشوں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر آئی تھیں اور بی بی زینب سے کہا تھا۔ "بیٹی زینب علیہا السلام جس طرح آج میں رات کی تاریکی اور تنہائی میں بابا کے روضہ کی آخری زیارت کیلئے جارہی ہوں ایک دن اسی طرح تم اپنے نانا کے مزار پرنور پر حاضر ہوگی آج میرے ساتھ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں کل تمہارے ہمراہ عون و محمد ہوں گے۔"

روایت ہے کہ جناب زینب علیہا السلام نے روضہ اقدس جناب رسولؐ خدا کو بوسہ دیا اور اپنی چادر روضہ اقدس سے مس کی تا کہ غریب الوطنی میں جب جی گھبرائے تو اس چادر کے دامن سے اپنے نانا کی خوشبو سونگھ کر تسکین حاصل ہو لیکن افسوس کہ ظالموں نے یہ مقدس چادر بھی بی بی کے سر اطہر سے اتار لی راوی کہتا ہے اس کے بعد جناب سکینہ نانا کے روضہ سے لپٹ گئیں۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی چیخیں بلند ہوئیں۔ مقتل لہوف اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام روضہ رسولؐ پر تشریف لائے تو قبر رسولؐ پر ہاتھ رکھ کر بہت روئے آپ علیہ السلام نے حضرت رسولؐ خدا کو سلام کیا اور فرمایا۔ "یا رسولؐ اللہ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان میں مدینہ چھوڑ کر آپؐ کے سایہ رحمت سے اچانک جارہا ہوں میرے اور آپؐ کے درمیان جدائی پیدا کی جارہی ہے اور مجھے اس بات پر مجبور کیا جارہا ہے کہ میں یزید کے بیعت کروں جو شراب خور بدکار اور فاسق و فاجر ہے۔ اگر میں یزید کی بیعت کروں تو یہ کفر ہے اگر اس کی بیعت سے انکار کرتا ہوں تو یہ قتل کے درپے ہے۔ اے رسولؐ اللہ آپ پر میرا آخری سلام ہو۔ اسی دوران حضرت علیہ السلام کی کچھ دیر کے لئے آنکھ جھپک گئی آپ علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسولؐ خدا کھڑے ہیں اور آپ علیہ السلام پر سلام بھیج رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ "اے میرے فرزند تمہارے والد، ماں اور بھائی میرے پاس جنت میں ہیں اور ہم سب یہاں تمہارے مشتاق ہیں اے حسین ہمارے پاس آنے میں جلدی کرو اور اے! میرے فرزند حسین علیہ السلام تمہارے لئے ایسا درجہ ہے جو نور الٰہی سے آراستہ ہے جسے تم شہادت کے بغیر نہیں پا سکتے۔

اعثم کوفی کے موافق حضرت امام حسین جب روضہ رسولؐ پر دوسری رات دوبارہ تشریف لائے تو نماز پڑھی اور مناجات کی "اے اللہ یہ تیرے پیغمبر کی خاک ہے اور میں اس مٹی کا فرزند ہوں، مجھے جو حالات درپیش ہیں تو ان

سے آگاہ ہے تو میری حالت اور کیفیت سے بخوبی واقف ہے کہ میں نیکی کو عزیز رکھتا ہوں اور برائی سے بیزار ہوں اے رب ذوالجلال والاکرام اس خاک پاک کے طفیل اور اس ہستی کے واسطے جو اس تربت میں مدفون ہے مجھے اپنی اور اپنے رسولؐ کی کرامت عطا فرما اس کے بعد آپ علیہ السلام بہت روئے اور قبر مطہر پر سر رکھا آنکھ جھپک گئی۔ خواب میں نانا رسولؐ اللہ کو دیکھا کہ ان کے چاروں طرف فرشتے جمع ہیں اور رسولؐ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگالیا اور پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا ''اے حسین تم ایسے لوگوں کے ہاتھوں شہید کئے جاؤ گے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس وقت تم پیاسے ہو گے لیکن یہ ایک قطرہ پانی کا نہ دینگے۔ میرے پیارے حسین تمہارے ماں باپ میرے پاس ہیں یہ تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں اور بہشت میں تمہارے واسطے اعلیٰ درجات ہیں جو بغیر شہادت حاصل نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خواب ہی میں جواب دیا اے نانا! مجھے اپنے پاس رکھ لیجئے مجھے دنیا میں جانے کی حاجت نہیں۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا اے حسین تمہیں شہادت کی سعادت حاصل کرنا ہے۔

صاحب روضۃ الشہداء کے موافق پھر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی والدہ گرامی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کی قبر مبارک سے رخصت ہوئے۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں رات بھر حضرت امام حسین علیہ السلام ان مزارات سے وداع ہوتے رہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی قبر منور پر آئے تو نہایت افسردہ تھے۔ جناب زینب سرہانے کھڑی ہو گئیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام پائنتی کھڑے ہوئے اس وقت جناب زینب علیہا السلام کی ہچکی بندھ گئی اور حضرت کی چیخ بلند ہوئی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے ماں کی تربت پر سر رکھ دیا اور عرض کی اماں آپ کا بیٹا حسین علیہ السلام آخری سلام عرض کرنے حاضر ہوا ہے۔ اماں جس حسین علیہ السلام کو آپ نے چکی پیس پیس کر پالا اور جس حسین علیہ السلام کو جبرائیل نے جھولا جھلایا، آج اس حسین علیہ السلام پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اماں مدینہ چھوٹ رہا ہے ہم آپ کی قبر سے جدا ہو رہے ہیں لوگ ہمارے خون کے پیاسے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ماں کی قبر پر بہت گریہ کیا، آنسوؤں کے قطرے جب قبر پر گرے تو قبر جناب فاطمہ علیہا السلام لرز گئی اور آواز آئی میرے لال حسین صبر کرو کہیں شدت غم سے قبر نہ پھٹ جائے۔

محمد حنفیہ خدمت امام حسین علیہ السلام میں

بحارالانوار میں علامہ محمد مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام جب مدینہ سے روانہ ہو رہے تھے تو محمد حنفیہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا ''اے میرے برادر بزرگوار آپ علیہ السلام میرے لئے عزیز ترین خلائق ہیں اور میں آپ علیہ السلام کو بمنزلہ جان وچشم وقلب کے عزیز رکھتا ہوں، آپ بزرگ ترین اہل بیت رسالت، امام برحق اور پیشوا ہیں۔ آپ علیہ السلام کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ آپ علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لے جائیے اگر وہاں اطمینان حاصل ہو تو وہاں توقف فرمایئے اگر اہل مکہ بدسلوکی کریں تو بلا دیمن تشریف لے جائیں وہاں کے باشندے آپ علیہ السلام کے جد بزرگوار کے انصار اور آپ کے پدر عالی مرتبت کے شیعہ ہیں یہ رحم دل اور مہربان ترین

مردم ہیں ان کے شہر وسیع ہیں اگر وہاں آپ علیہ السلام کو اطمینان میسر ہو تو اقامت فرمایئے اور اگر وہاں بھی آپ علیہ السلام کو اطمینان حاصل نہ ہو تو جانب صحرا و کوہستان چلے جایئے گا یہاں تک کہ ایک شہر سے دوسرے شہر تشریف لے جائیں اور حالات کی بہتری کے منتظر رہیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ ہمارے اور فاسقوں کے درمیان حکم فرمائے''۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ کی یہ باتیں سن کر فرمایا۔''واللہ اے برادر''اگر میں کہیں جائے پناہ نہیں پاؤں گا تو بھی ہرگز یزید کی بیعت نہیں کروں گا''۔

ابن خلدون کے موافق محمد حنفیہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا''یزید کی بیعت سے روگردانی کر کے کسی اور شہر چلے جائیں۔ بقول کامل محمد حنفیہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا۔''جب تک ممکن ہو یزید کی بیعت نہ کیجئے۔ اعثم کوفی کے موافق محمد حنفیہ نے کہا۔'' آپ اپنے کو یزید اور اس کے شہروں سے جس قدر ممکن ہو دور رکھیں اور اگر لوگ بیعت کر لیں تو رسولؐ خدا کی سنت اور علی علیہ السلام مرتضیٰ کی سیرت کے ساتھ زندگی بسر کیجئے۔''حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ سے فرمایا۔''خدا کی قسم اگر ساری دنیا میں میرا ایک راستہ بھی نہیں ہوگا اور کہیں امن و امان نہیں پاؤں گا پھر بھی یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ میں اس وقت مکہ جانے پر آمادہ ہوں۔ بھائی بھتیجوں اور دوستوں کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں وہ سب اس امر میں مجھ سے متفق ہیں''۔

مقتل ابی مخنف کے موافق محمد حنفیہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔''میں آپ علیہ السلام کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام یزید سے دور رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا اس سے ٹکراؤ ہو جائے۔ آپ اپنی دوستی کے دعویداروں کو شہروں اور قصبوں میں بھیج کر لوگوں سے اپنے لئے بیعت لیں اگر لوگ ان کی دعوت پر آمادگی ظاہر کریں تو خدا کا شکر ادا کریں۔ اگر آپ علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی طرف رجوع کریں تو خداوند تعالیٰ اس وجہ سے آپ علیہ السلام کے فضل و کمال میں کمی نہیں کرے گا مجھے خوف ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کسی ایک شہر میں پہنچیں اور وہاں کے لوگ آپ کے خلاف محاذ قائم کر کے آپ علیہ السلام کو قتل کر دیں۔

محمد حنفیہ کے نام وصیت نامہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ کو جو وصیت فرمائی اس کی تفصیل ریاض القدس اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ کے نام اس مضمون کا وصیت نامہ تحریر فرمایا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وصیت نامہ ہے حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام کا اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بھیجے ہوئے پیغمبرؐ ہیں۔ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا وہ سب سچ ہے، بہشت و دوزخ برحق ہے قیامت ضرور آئے گی اس کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں، رب العزت تمام انسانوں کو روز قیامت قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔ میں ظلم یا فساد کی غرض سے سفر نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرے جانے کا مقصد نانا حضرت محمدؐ کی امت کی اصلاح کرنا ہے تاکہ نیکی کی ہدایت اور بدی کی

مخالفت کی شرائط لوگوں پر ظاہر کروں خدا حاکم الحاکمین ہے۔

جس نے میری باتیں قبول کیں تو بے شک اللہ حق کی قبولیت پر جزا دینے والا ہے اور اگر کسی نے میری باتیں فراموش کر دیں تو صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور اس گروہ کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ اللہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے برادر! یہ میری وصیت ہے خدا کے سوا کوئی توفیق دینے والا نہیں۔ میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں"۔

حضرت ام سلمہ کا تشریف لانا

صاحب خصائص الحسینیہ کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے سفر کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام سلمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں اور عرض کی "اے فرزند عراق جانے سے مجھے محزون و مغموم نہ کرو، میں نے تمہارے جد امجد سے سنا ہے کہ "میرا فرزند حسین علیہ السلام عراق میں شہید ہوگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا نانی! مجھے بھی خبر ہے، اس امر کی کہ مجھے وہ لوگ قتل کریں گے لیکن اس کا کوئی چارہ نہیں۔ حضرت ام سلمہ نے اس وقت بہت آہ و فغاں کی اور حضرت کو سپرد خدا کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مزید فرمایا۔ اے نانی! رضائے الٰہی یہ ہے کہ میں اس کی راہ میں کشتہ خاک و خون ہوں اور میرے عیال اور اطفال مذبوح ہوں اور مظلوم استغاثہ کریں اور کوئی ان کی فریاد کو نہ پہنچے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ جب جناب سید الشہداء علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت ام سلمہ ان کے پاس تشریف لائیں اور عرض کی اے فرزند گرامی! مجھے اپنے سفر سے غمگین نہ کریں کیوں کہ میں نے آپ علیہ السلام کے جد بزرگوار کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میرا فرزند دلبند حسین علیہ السلام مظلوم زمین کربلا پر شہید ہوگا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب ام سلمہ کی یہ گفتگو سن کر فرمایا مادر گرامی قسم بخدا میری شہادت لازم ہے اور مجھے عراق جائے بغیر چارہ نہیں۔ مجھے یہ خبر ہے کہ کس دن شہید ہوں گا، کون مجھے شہید کرے گا اور کس زمین پر مدفون ہوں گا مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کتنے میرے اہل بیت انصار اور اقربا شیعوں میں سے میری نصرت و رفاقت میں شہادت پائیں گے۔ حضرت نے جناب ام سلمہ سے مزید فرمایا کہ مادر گرامی! اگر آپ فرمائیں تو میں وہ زمین دکھا دوں جہاں میں قتل اور دفن کیا جاؤں گا اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے کربلا کی طرف اشارہ کیا تمام طبقات زمین کے پست ہو گئے اور زمین کربلا بلند ہوگی اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا مقام لشکر، شہادت گاہ، مقام دفن اور اپنے اصحاب کو دکھا دیا۔ حضرت نے مزید فرمایا یہ امر مقرر ہے کہ میں اور میرے فرزند و اقرباء شہید ہوں اور اہل بیت کو اسیر کیا جائے عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے شہر بہ شہر پھرایا جائے جب یہ بے کس نالہ و فریاد کریں تو کوئی دادرسی کو نہ پہنچے۔

حضرت ام سلمہ نے کہا اے فرزند گرامی! تمہارے جد امجد نے مجھے تمہارے مدفن کی مٹی دی تھی جسے میں نے ایک شیشی میں رکھا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا میں ہر حال میں شہید کیا جاؤں گا۔ اگر میں عراق نہ بھی روانہ ہوں تو

بھی نانا کی امت کے یہ لوگ مجھے زندہ نہیں رہنے دیں گے اور ہر حال میں شہید کریں گے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک زمین کربلا سے اٹھا کر حضرت ام سلمہ کو دی اور فرمایا مادر گرامی اسے بھی شیشی میں رکھ لیجئے جس دن یہ دونوں سرخ ہو جائیں تو یقین کیجئے گا کہ میں صحرائے کربلا میں شہید ہو گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

صاحب لہوف سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی کے باب میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا۔ آپ مکہ میں رہیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان پر واضح کیا کہ رسول اللہ نے جو امر انجام دینے کو فرمایا ہے میں اسے انجام دوں گا۔ ابن عباس حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھر سے واحسینا! کہتے ہوئے باہر آئے! اس کے بعد عبداللہ بن عمر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔ ''آپ علیہ السلام کے لیے بہتر ہے کہ آپ ان گمراہ لوگوں کی اصلاح فرمائیں اور ان سے جنگ نہ کریں۔ اس پر حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ ''تمہیں نہیں معلوم کہ یہ دنیا کی کس قدر پستی تھی کہ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کے سر کو نبی اسرائیل کی ایک حرام کاری کی مرتکب عورت کے سامنے بطور ہدیہ پیش کیا گیا لیکن تمہیں نہیں معلوم کہ نبی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک (۷۰) ستر انبیاء کو قتل کرنے کے بعد اپنے دنیاوی معاملات میں اس طرح مشغول ہوئے جیسے ان لوگوں نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ ان کے اس ظلم پر رب تعالیٰ نے انہیں سزا دینے میں جلدی نہ کی بلکہ مہلت دینے کے بعد ان سے سخت انتقام لیا۔ حضرت علیہ السلام نے مزید فرمایا۔ ''اے عبداللہ! رب کریم کے غیض و غضب سے ڈرو اور میری نصرت کرنے میں کوتاہی نہ کرو''۔

جناب عباس علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''بھیا عباس سامان سفر تیار کرو، مدینہ سے جدائی کا وقت آ گیا اور چاہنے والی بہن حضرت زینب علیہا السلام سے کہا ''ہم مدینہ چھوڑ رہے ہیں۔ اگر عبداللہ بن جعفر اجازت دیں تو آپ بھی ساتھ چلیں۔ یہ سن کر جناب زینب علیہا السلام کی نظروں میں سفر کا نقشہ پھر گیا۔ آپ جناب عبداللہ بن جعفر کی خدمت میں تشریف لائیں۔ جناب عبداللہ اس وقت شدید بیمار تھے۔ جناب زینب علیہا السلام نے کبھی اپنے شوہر سے کوئی سوال نہیں کیا تھا لیکن آج بھائی کی محبت سے مجبور ہو کر حضرت عبداللہ سے اجازت طلب کی وہ آنسو جو بھائی کے سامنے ضبط کیے تھے نکل آئے۔ جب مدینہ سے کوچ کی خبر محلہ بنی ہاشم میں مشہور ہوئی تو مدینہ کے گھروں سے عورتیں، بوڑھے اور جوان سب بے تابی کے عالم میں گھروں سے نکل آئے ایسا بین ہوا جیسے آج ہی رسولؐ اللہ رخصت ہوئے اور علی مرتضیٰ شہید ہوئے ہوں در و دیوار سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیر نگرانی جناب عباس علیہ السلام نے قافلہ کی روانگی کیلئے تمام انتظامات مکمل کیے اور جب مستورات عصمت و طہارت کی روانگی کا وقت آیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بنی ہاشم دور ہٹ جاؤ اور اہل حرم کو راستہ دو اس وقت اصحاب حسینی نے نظریں نیچی کر لیں اور دور ہٹ گئے اس دوران مخدرات عصمت و

طہارت گھر سے برآمد ہوئیں جو سرتا پا حجاب میں تھیں، ان کے چاروں طرف پردہ کا انتظام تھا۔ جناب عباس علیہ السلام، حضرت علی اکبر علیہ السلام اور خود حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی نگرانی میں سوار کررہے تھے۔ جناب عباس علیہ السلام نے نہایت ادب واحترام سے ایک ایک بی بی کو محمل میں سوار کیا۔ جناب زینب علیہا السلام، جناب ام کلثوم علیہا السلام، جناب سکینہ علیہا السلام اور دوسری صاحبزادیاں سوار ہوئیں۔ اس کے بعد ایک بی بی گود میں صغیر سن جناب علی اصغر کو آغوش میں لئے تشریف لائیں، ان کے چاروں طرف پردہ کیا ہوا تھا یہ باعظمت بی بی لیلیٰ تھیں، ان کو ہمشکل مصطفیٰ جناب علی اکبر علیہ السلام نے سوار کیا۔ اس وقت جناب علی اکبر کا چہرہ مثل آفتاب دمک رہا تھا، اس کے بعد حرم سرا سے جناب قاسم اپنی والدہ گرامی قدر کے ہمراہ تشریف لائے۔ اس کے بعد عورتیں اور بچے آتے رہے اور سوار ہوتے رہے پھر جناب عباس علیہ السلام نے گھوڑے کی رکاب تھامی اور حضرت امام حسین علیہ السلام سوار ہوئے اس کے بعد تمام جوانان بنی ہاشم سوار ہوئے۔ بحکم حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عباس علیہ السلام نے علم تھاما۔ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو ہر طرف آہ وفغاں سے فضاء سوگوار تھی اور اہل مدینہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی پر غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں بوقت رخصت مدینہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے درِ دولت سرا پر حاضر ہوا، یکا یک ایک جوان رعنا کے ہمراہ ایک معظمہ سرتاپا پردہ عفت وعصمت کے ساتھ گردن جھکائے تشریف لائیں اس وقت مجھ پر ایسا رعب وجلال چھایا کہ قوت گویائی صلب ہوگئی کچھ دیر بعد جب میں نے اپنے اوپر قابو پایا تو معلوم ہوا کہ یہ معظمہ جناب ام فروہ مادر جناب قاسم ہیں اور جوان رعنا حضرت قاسم علیہ السلام ہیں۔ شہزادہ جناب قاسم علیہ السلام نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا اور اپنی مادر گرامی کو نہایت ادب سے سوار کیا۔ اس کے بعد ایک بی بی جو سرتا پا چادر میں تھیں پُروقار اور نہایت اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں اتنے میں ایک حسین وجمیل جوان جن کے چہرہ کا نور چاروں طرف پھیل رہا تھا قریب محمل آئے اور ان معظمہ کو نہایت ادب سے سوار کیا۔ معلوم ہوا یہ جوان قمر بنی ہاشم جناب عباس علیہ السلام ہیں اور وہ بی بی جناب ام کلثوم علیہا السلام ہیں پھر ایک شہزادہ دوعالم کی شہزادیوں کے ہمراہ برآمد ہوئے جوان مخدرات عصمت وطہارت کو کنیزیں اپنے حلقے میں لیے ہوئے تھیں جن کو شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے سوار کرایا۔ اس وقت جناب سکینہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کو ایک رضائی میں لئے ہوئے تھیں۔ جب ایک معظمہ نہایت پُروقار جاہ وجلال کے ساتھ برآمد ہوئیں تو مدینہ کی عورتوں میں کہرام مچ گیا اس طرح نالہ وفریاد کی آوازیں بلند ہوئیں کہ قریب تھا کہ مدینہ کی بستی الٹ جائے گی۔ ان معظمہ علیہا السلام کے ہمراہ نوجوانان بنی ہاشم قریب محمل آئے اور ان کو بڑے احتشام سے سوار کیا معلوم ہوا یہ معظمہ ثانی زہرہ جناب زینب علیہا السلام ہیں اور ان کے ہمراہ جوانان ہاشمی، اولادِ عقیل، حضرت عون ومحمد علیہما السلام، شبیہ پیغمبرؐ جناب علی اکبر علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔

اس وقت مدینہ کی عورتیں اور بچے اس طرح رو رہے تھے کہ شہر کے درودیوار سے رونے کی آوازیں بلند تھیں جن کو سن کر دل پاش پاش ہورہے تھے لوگ چیخیں مار کر کہتے تھے اب کون ہمارا والی ومددگار ہوگا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان بزرگ وبرگزیدہ ہستیوں کے جانے کے بعد مدینہ ویران ہوجائے گا۔

انصارواقربا کی سوگواری

جب اہلبیت اطہار کا قافلہ مدینہ سے روانہ ہونے لگا تو ہر طرف آہ و بکا سے فضا سوگوار تھی انصار واقربا سب افسردہ تھے، جناب ام سلمہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر گریہ فرمارہے تھے۔ سب ایک دوسرے سے ملکر جدائی کے غم سے اشکبار تھے۔

سرکار دربندی نے اسرار الشہادہ میں اور آقائے محمد مہدی مازندرانی نے معالی السبطین میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک کم سن بچی جناب صغریٰ تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب مدینہ سے روانہ ہورہے تھے، اس وقت جناب فاطمہ صغریٰ علیہا السلام بیمار تھیں جنہیں ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کیا تھا۔ ریاض القدس اور مفتاح البکا کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ بخار کی حالت میں تھیں۔ لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گے اور آپ کو جناب ام سلمٰی کے سپرد کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب صغریٰ علیہا السلام کا ہاتھ جناب ام سلمہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا بیٹی تم اپنی نانی کے پاس رہو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ علیہا السلام کی تیمارداری کیلئے جناب عباس علیہ السلام کی والدہ حضرت ام البنین کو مدینہ میں رہنے دیا۔ جناب صغریٰ مدینہ کے اس گھر میں کسی طرح رہنے کو آمادہ نہ تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹی صغریٰ جنگلوں کا سفر ہے اور گرمی کا زمانہ ہے لہٰذا تمہیں بیماری کی حالت میں اس طویل سفر میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ اس وقت جناب صغریٰ علیہا السلام ایک ایک بی بی سے مل کر رورہی تھیں۔ ایک ایک بی بی نے جناب صغریٰ علیہا السلام کے سر پر ہاتھ پھیر کر الوداع کہا جب سب بیبیاں چلی گئیں تو جناب صغریٰ نے حضرت زینب علیہا السلام کا ہاتھ تھام کر کہا پھوپھی اماں آپ بتائیں یا نہ بتائیں لیکن مجھے پتہ ہے کہ بابا کا گھر اجڑ رہا ہے۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا صغریٰ علیہا السلام تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ تمہارے بابا کا گھر اجڑ رہا ہے۔ حضرت صغریٰ نے کہا ''پھوپھی اماں میں بیمار ہوں۔ بیماری کی حالت میں ساری رات جاگتی ہوں میں رات کے پچھلے پہر دیکھتی ہوں کہ آسمان سے ایک سیاہ برقعے میں بی بی آکر مکان کی چھت پر آہ وفغاں کرتی ہیں''۔ جناب صغریٰ علیہا السلام کا تڑپنا دیکھ کر جناب زینب علیہا السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا بھیا صغریٰ علیہا السلام کو اپنے ساتھ لے چلیں یہ آپ علیہ السلام کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ میں اس کی دیکھ بھال کروں گی آپ علیہ السلام کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی حضرت علیہ السلام نے فرمایا بہن زینب علیہا السلام ساتھ نہ لیجانے کی وجہ یہ ہے کہ میری باقی بیٹیاں کوئی آپ کی ہم شکل ہے کوئی میری شکل کی اور کوئی بابا کی شکل کی لیکن صغریٰ علیہا السلام اماں زہرا کی ہم شکل ہے میں نہیں چاہتا کہ یہ شام کے بازاروں اور درباروں میں بے ردا پھرائی جائے۔

ملائکہ اور جنات خدمت امام حسین علیہ السلام میں

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ محمد بن ابی طالب نے کہا کہ شیخ مفید نے اپنی سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا تو ملائکہ بصورت لشکر

ساماں حرب سے مسلح مع شمشیر و نیزہ ناقہ ہائے بہشت پر سوار آسمان سے نازل ہوئے اور حضرت کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہا ''اے حسین علیہ السلام آپ اپنے جد بزرگوار و پدر نامدار اور برادر عالی مرتبت کے بعد حجت خدا ہیں۔ اللہ نے اکثر جہادوں میں ہمیں آپ کے جد بزرگوار کی نصرت کیلئے بھیجا۔ اب آپ کی نصرت کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میرا وعدہ گاہ اور مشہد و مدفن زمین کربلا ہے۔ جب میں وہاں پہنچوں تو میرے پاس آنا ملائکہ نے عرض کیا ''اے حجت خدا ہمیں آپ کا جو حکم ہو ہم بجالائیں اگر آپ کو دشمن کا خطرہ ہو تو ہم آپ کے ہمراہ رہیں اور ان کے ضرر کا دفع کریں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جب تک میں اپنی منزل شہادت تک نہ پہنچوں یہ لوگ مجھے ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

ملائکہ کے بعد لشکر جنات سے بیشمار حضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے سید و سردار ہم آپ علیہ السلام کے شیعہ اور دوست دار ہیں، آپ علیہ السلام اپنے دشمنوں کے بارے میں جو حکم ارشاد فرمائیں ہم اسے بجالائیں گے اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ علیہ السلام کے دشمنوں کو اسی وقت ہلاک کردیں۔ اس سے قبل کہ آپ زحمت فرمائیں یا کسی طرح کا رنج و غم برداشت فرمائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کیا تم نے قرآن مجید میں یہ نہیں پڑھا کہ حق تعالیٰ نے میرے جد بزرگوار پر یہ آیت نازل فرمائی ''جس جگہ تم ہو گے موت تم کو ڈھونڈ لے گی یہاں تک کہ تم مضبوط قلعوں میں پوشیدہ رہو''۔ (سورہ النسا آیت ۷۸)

پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے محمد کہو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی روپوش ہو گے تب بھی وہ لوگ جن کے قتل ہونا مقدر ہوا ہے اپنی قتل گاہ تک پہنچ جائیں گے''۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۵۴)

''اگر میں اپنے گھر میں توقف کروں اور جہاد کو نہ جاؤں تو ان گمراہوں کا جو میرے دشمن ہیں کس چیز سے امتحان لیا جائے گا۔ کون میری قبر میں زمین کربلا پر مدفون ہوگا۔ وہ زمین کربلا جسے خدا نے ابتدائے آفرینش سے برگزیدہ کیا ہے اور شیعوں کے لیے جائے پناہ بنایا ہے اور دنیا و آخرت کے لیے مقام امن قرار دیا ہے۔ البتہ تم میرے پاس دسویں محرم کو آنا اس لیے کہ میں آخر روز عاشورا کے شہید ہوں گا۔ میرے بعد کوئی شخص میرے اہل بیت اور اقربا اور بھائیوں اور عزیزوں میں سے باقی نہ رہے گا اور میرا سر یزید کے پاس یہ لعین پہنچائیں گے۔ میری قدرت ان کو دفع کرنے کی تم سے زیادہ ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجت خدا خلق پر تمام کروں اور قضائے الٰہی پر راضی رہوں''۔

آغازِ سفر

بحار الانوار میں شیخ مفید علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے تو اس وقت اس آیت مبارکہ کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال میں ہے۔ تلاوت فرمار ہے تھے۔ **فخرج منھا** .... **السبیل** (سورۃ القصص ۲۱۔۲۲) ترجمہ: غرض جناب موسیٰ علیہ السلام وہاں سے امید و بیم کی حالت میں نکلے اور بارگاہ خدا میں عرض کی پروردگار مجھے ظالمین سے نجات دلا اور جب مدینہ کی طرف رخ کیا تو آپ

ہی آپ بولے مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ دکھادے"۔

تاریخ الخمیس کے موافق شتر سوار مکہ کی طرف جارہے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک پر یہ آیت جاری تھی۔ فخرج منها......من القوم الظلمین (سورۃ قصص آیت:۲۱) ترجمہ:غرض جناب موسیٰ علیہ السلام وہاں سے امید وبیم کی حالت میں نکلے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی پروردگار مجھے ظالمین سے نجات دلا"۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شارع عام سے روانہ ہوئے تو اہل بیت علیہم السلام نے عرض کی: مناسب یہ ہے کہ راہ غیر متعارف سے تشریف لے چلئے جس طرح عبداللہ بن زبیر نے راہ اختیار کی تاکہ اگر کوئی شخص آپ علیہ السلام کی تلاش میں آئے تو وہ آپ علیہ السلام کو نہ پاسکے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں سیدھے راستہ سے نہیں پھر سکتا۔

بقول اعثم کوفی حضرت امام حسین علیہ السلام کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل نے کہا"اگر ہم شارع عام سے علیحدہ ہو کر غیر معین راستہ سے عبداللہ بن زبیر کی طرح روانہ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ ولید کچھ آدمیوں کو ہمارے تعقب میں نہ بھیج دے۔اگر ہم شارع عام پر ہونگے تو باآسانی انہیں مل جائیں گے اور مشکلات درپیش آئیں گی"۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا"شارع عام اور سیدھے راستہ پر ہی چلنا بہتر ہے لہٰذا ہم اسی راستہ پر چلیں گے"۔

عبداللہ بن مطیع کی گفتگو

بقول اعثم کوفی امام حسین علیہ السلام نے چند فرسخ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ عبداللہ بن مطیع نے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہو کر کہا"اے فرزند رسولؐ میری جان آپ پر فدا ہو آپ علیہ السلام کا کہاں جانے کا ارادہ ہے اور کس غرض سے تشریف لئے جارہے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا فی الحال مکہ معظمہ جانے کا قصد ہے اور وہاں پہنچنے کے بعد اپنے معاملات پر غور کر کے جیسا مناسب ہوگا اس کے مطابق عملدرآمد کروں گا۔عبداللہ بن مطیع نے کہا خدا کرے آپ علیہ السلام کا ارادہ فلاح وسلامتی اور رائے کے مطابق ہو۔اگر آپ علیہ السلام کی اجازت ہو تو جو میرے دل میں ہے وہ عرض کروں۔حضرت نے فرمایا جو کہنا چاہتے ہو بیان کرو۔عبداللہ بن مطیع نے کہا"مکہ پہنچ کر آپ قیام فرمائیں اور اہل کوفہ پر بالکل بھروسہ نہ کریں۔آج آپ علیہ السلام سردار اور عرب کی اعلیٰ ترین شخصیت ہیں آپ خدا کے گھر میں قیام فرمائیں کوفیوں کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ان کے کسی قول واقرار کا بھروسہ ہے۔اگر آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تو تمام اہلبیت علیہم السلام ہلاک ہوجائیں گے"۔حضرت امام حسین علیہ السلام عبداللہ بن مطیع کی یہ گفتگو سن کر عبداللہ بن مطیع کو دعائے خیر دیکر آگے منزل کی طرف عازم سفر ہوئے۔

مقتل ابی مخنف میں عبداللہ بن مطیع کی گفتگو کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن مطیع نے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں عرض کیا۔"میں آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔آپ علیہ السلام جب مکہ تشریف لے جائیں تو مزید آگے سفر نہ

کریں بلکہ وہیں قیام فرمائیں وہ شہر حرم خدا اور لوگوں کیلئے امن کی جگہ ہے۔ وہاں آپ علیہ السلام اپنے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرتے رہیں اور جو کوئی آپ علیہ السلام کی ملاقات کیلئے آئے اس سے اپنی بیعت لیں، وہاں آپ علیہ السلام اپنے خطیب مقرر فرمائیں، جو آپ کے فضائل لوگوں پر واضح کریں اور لوگوں کو آگاہ کریں کہ آپ علیہ السلام کے جد رسولؐ خدا اور پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آپ دوسروں سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ علیہ السلام کوفہ کی طرف روانہ ہوں۔ یہ ایسا منحوس شہر ہے جہاں آپ علیہ السلام کے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام شہید ہوئے۔ لہٰذا آپ علیہ السلام مکہ معظمہ پہنچ کر حرم خدا سے باہر نہ جائیں۔ جب لوگ آپ علیہ السلام کے پاس آئیں تو آپ انہیں بیعت کرنے کی دعوت فرمائیں۔" حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "خدا تمہیں جزائے خیر دے" ابن خلدون کے مطابق عبداللہ بن مطیع نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا "جب تک حجاز کے لوگ آپ علیہ السلام سے استدعا نہ کریں اس وقت تک آپ علیہ السلام مکہ پہنچ کر بیت اللہ سے جدا نہ ہوں"۔

کامل ابن اثیر نے عبداللہ بن مطیع کی گفتگو کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا ہر جانب سے لوگ آپ علیہ السلام کو بلائیں گے لیکن آپ علیہ السلام حرم سے جدا نہ ہوں۔ آپ علیہ السلام سید عرب ہیں اگر آپ علیہ السلام نہ رہے تو ہم آپ علیہ السلام کے بعد غلام ہو جائیں گے"۔

اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ بقول اعثم کوفی جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکے کے قریب پہنچے اور پہاڑوں پر نظر پڑی تو حضرت علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔ ولمّا......تلقاء مدین......ءَ السَّبیل (سورۃ القصص آیت: ۲۲) ترجمہ: "اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدینہ کی طرف رخ کیا تو آپ ہی آپ بولے مجھے امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھا راستہ دکھادے"۔

....

باب: ٦

حضرت علیہ السلام کی مکہ معظمہ تشریف آوری

طبری اور شیخ مفید کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام ۳ شعبان ۶۰ ہجری یوم جمعہ مکہ معظمہ پہنچے۔ بقول اعثم کوفی ۶۰ ہجری کے شعبان کے مہینے کے چند روز باقی تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لائے۔ رمضان، شوال اور ذیقعد کے مہینوں میں مکہ میں قیام فرمایا۔

الاخبار الطوال کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کی آمد سے چند روز قبل عبداللہ بن زبیر کی آمد ہوئی اور لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی آمد کے ساتھ ہی لوگوں کی آمد آپ کے پاس شروع ہوئی۔ گو کہ یہ بات عبداللہ بن زبیر کو ناگوار ہوئی لیکن مصلحت وقت کے تحت عبداللہ بن زبیر نے بھی صبح و شام حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آنا شروع کر دیا ابن خلدون کے موافق جب کوفیوں کو یزید کی خلافت اور اس کی بیعت کے بارے میں معلوم ہوا اور ان کو پتہ چلا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں۔ تو شیعیان امیر المومنین علیہ السلام سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور چند لوگوں کی طرف سے جن میں سلیمان و مسیب بن محمد و رفاعہ و ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر وغیرہ شامل تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ ''آپ یہاں تشریف لائیں ہم لوگوں نے نعمان کے ہاتھوں پر یزید کی بیعت نہیں کی، نہ جمعہ میں اس کے ساتھ شریک ہوئے اور نہ عید میں۔ اگر آپ تشریف لے آئیں تو ہم اس کو نکال دیں گے۔''

مقتل لہوف، مقتل ابومخنف اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ تشریف لائے تو سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں لوگ جمع ہوئے اس موقع پر سلیمان بن صرد خزاعی لوگوں سے مخاطب ہوئے ''اے شیعو! تم تک معاویہ بن ابی سفیان کی موت کی خبر پہنچی اور یزید جانشین بنا تم سب یہ جانتے ہو کہ حسین بن علی علیہ السلام نے اس کی مخالفت کی ہے اور بنی امیہ کے ستم گاروں کے شہر سے بچنے کیلئے خانہ خدا میں پناہ لی ہے تم حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد بزرگوار کے شیعہ ہو اور آج حضرت علیہ السلام ہماری نصرت کے متمنی ہیں اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمنوں سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہو تو اپنی آمادگی کا اظہار کرو اور خط کے ذریعے ان کو اس بات کی اطلاع دو۔ اگر تم خوف زدہ ہو اور تم پر غفلت و سستی کا غلبہ ہے تو انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور انہیں طلب نہ کرو۔

یہاں سب کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے جائیں کہ حضرت کوفہ تشریف لائیں چنانچہ روساء اور مقتدر لوگوں نے خطوط لکھے اور عبداللہ بن مسمع اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ حضرت علیہ السلام کی خدمت

میں یہ خطوط روانہ کئے۔ یہ دونوں قاصد ماہ رمضان کی دسویں تاریخ حضرت کی خدمت میں مکہ معظمہ پہنچے۔ اس کے دو دن بعد اور خطوط لکھے گئے جو قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ کے ہاتھ روانہ کئے۔ یہ خطوط بھیجنے کے دو دن بعد اور خطوط لکھے گئے جو کہ بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ لے کر روانہ ہوئے۔ اس طرح بارہ ہزار خطوط حضرت کی خدمت میں بھیجے گئے جن میں حضرت علیہ السلام کی اطاعت کرنے اور جان و مال کی قربانی دینے کے وعدے کئے گئے تھے اور حضرت علیہ السلام سے کوفہ تشریف لانے کی التجا کی گئی تھی۔

ابصار العین فی انصار الحسین علیہ السلام کے موافق جن لوگوں نے مزید خطوط بھیجئے۔ ان میں حضرت حبیب ابن مظاہر، حضرت مسلم بن عوسجہ، سلیمان بن صرد، رفاعہ بن شداد، مسیب بن نجبہ، شیث بن ربعی، حجار بن حجر، یزید بن حارث بن ویم، عمرو بن الحجاج اور محمد بن عمران شامل تھے۔ ان خطوط لکھنے والوں میں سوائے حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت مسلم بن عوسجہ کے کسی نے بھی وعدہ وفا نہ کیا۔

اہل کوفہ کے خطوط

صاحبان سیر و تاریخ نے جو خطوط اہل کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھے اس خط کو سرفہرست مرقوم کیا ہے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے موافق اہل کوفہ کا پہلا قاصد دسویں رمضان ۶۰ ہجری کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا۔ مقتل ابی مخنف، مقتل لہوف اور بحار الانوار میں خصوصاً اس خط کا ذکر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت حضرت امام حسین علیہ السلام ابن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب ابن مظاہر، عبداللہ بن وائل، مومنین اور دیگر مسلمانوں کی جانب سے آپ علیہ السلام پر ہمارا اسلام ہو ہم خدا کی حمد بجالاتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن کو ہلاک کیا جو بغیر رضائے امت حاکم بنا تھا۔ مسلمانوں کے بیت المال کو غصب کیا اور نیک لوگوں کو تہہ تیغ کیا۔ اے فرزند رسول و پسر علی مرتضیٰ ہم آپ کے سوا کسی اور کو امام و پیشوا نہیں مانتے۔ آپ علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائیں ہم سب آپ کے فرمانبردار ہیں۔ نعمان بن بشیر حاکم کوفہ دارالامارہ میں مقیم ہے ہم اس کی نماز جمعہ و جماعت میں شریک نہیں ہوئے اور نہ عید کے دن اس کے پاس جاتے ہیں۔ جب آپ کی آمد کی خبر پہنچے گی تو ہم اسے انشاءاللہ کوفے سے نکال دیں گے۔ امید ہے کہ خداوند کریم آپ کے وسیلہ سے ہمیں راہ حق پر گامزن فرمائے گا۔

یہ خط عبداللہ ابن مسمع ہمدانی اور عبداللہ ابن وال کے ذریعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اور جلد پہنچنے کی تاکید کی۔ یہ خط رمضان کی دس تاریخ مکہ معظمہ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اس کے بعد قیس ابن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن شداد ارجی اور عمارہ ابن عبداللہ سلولی کو کوفہ کے روساء نے ڈیڑھ سو خطوط دیکر حضرت کے پاس روانہ کیا۔ ہر خط دو دو چار چار اشخاص نے مل کر تحریر کئے تھے سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے لکھا ہے اگرچہ اتنی بڑی

تعداد میں خطوط حضرت کو موصول ہوئے لیکن آپ نے تامل فرمایا اور ان کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن چھ ۶۰۰ خطوط آپ کے پاس پہنچے اور یہ سلسلہ جاری رہا اور چند روز میں بارہ ہزار خطوط اہل کوفہ کی جانب سے آپ کے پاس آئے اس باب میں شیخ مفید علیہ الرحمہ کے موافق ''پھر اہل کوفہ نے دودن کے بعد ہانی ابن ہانی اور سعد بن عبداللہ کا حضرت کی خدمت میں اس مضمون کا خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بعد حمد وسلام پیش ہے حضرت علیہ السلام آپ جلد تشریف لائیں ہم سب لوگ آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا ہم کسی کی طرف توجہ نہیں کرتے آپ جلد تشریف لائیے والسلام۔

مقتل لہوف اور بحار الانوار کے مواقف اہل کوفہ کی طرف سے آخری خط ہانی بن عروہ، سعید بن عبداللہ حنفی کے توسط سے حضرت کی خدمت میں پہنچا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت حسین علیہ السلام بن علی علیہ السلام

بعد سلام عرض ہے کہ ہم لوگ آپ کی مدد کے منتظر ہیں آپ کے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے یا بن رسول اللہ! آپ ہماری طرف جلد از جلد تشریف لائیں اس لئے کہ اب باغات سرسبز ہو چکے ہیں اور ان میں پھل پک کر تیار ہیں اور ہر طرف ہریالی ہے اور سبز پتوں نے درختوں کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا ہے، آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، آپ کی نصرت کے لئے ایک لشکر عظیم آمادہ ہے۔

اس خط کے موصول ہونے پر حضرت نے خط لانے والوں سے پوچھا یہ خط کن لوگوں نے لکھا ہے؟ تو قاصد وں نے جواب دیا۔ یابن رسول اللہ! مجھے آپ کی خدمت میں بھیجنے والے شیث بن ربعی حجاز بن حجر، یزید بن حارث، یزید بن اویم، عروہ بن قیس عمران بن حجاج اور محمد بن عمر بن عطارد ہیں۔

کوفیوں نے جو خطوط حضرت امام حسین علیہ السلام کو تحریر کئے اس ضمن میں ابو اسحق اسفرائنی نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ کی مشاورت میں یزید کی بے اعتدالیوں کا ذکر ہوا اور کہا گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو خلافت تحریر کی جائے کیونکہ خلافت الٰہی کا انہیں حق ہے وہ اللہ کو پہچاننے والے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے ہیں اور عدل وایمان والے ہیں آپ ظلم و بہتان کو ناپسند فرماتے ہیں۔ یزید یا کسی اور کی نسبت وہ ہم پر زیادہ مہربان ہیں۔ ان باتوں پر اتفاق کے بعد خط لکھا گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے قدرے تامل کے بعد خط پھینک دیا اور قاصد سے فرمایا چلے جاؤ اور کوئی جواب نہ دیا اور نہ کسی قسم کی بات کی قاصد ناکام واپس لوٹ گیا اور اہل کوفہ کے پاس آ کر تمام واقعہ بیان کیا خطوط کے اصرار پر ہر مرتبہ حضرت نے یہی کہا کہ میں مکہ سے باہر نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میری زندگی ختم ہو جائے اور میں اسی جگہ مر جاؤں مجھے خلافت کی کوئی ضرورت نہیں۔

ابو اسحق اسفرائنی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ایک دن حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ

ایک سوار آیا اور دروازے پر دستک دی آپ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کون ہے؟ آنے والے نے عرض کی یا ابا عبداللہ علیہ السلام میں ایک قاصد ہوں۔ حضرت نے اس کو اندر آنے کی اجازت فرمائی۔ وہ گھر میں داخل ہوا۔ اس نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر ایک خط نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کیا، جو اہل کوفہ نے بھیجا تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے کھول کر پڑھا تو اس میں یہ عبارت درج تھی۔

یا حسین! یزید بن معاویہ سخت ظلم وستم کر رہا ہے۔ لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ ان کے مال لوٹتا ہے۔ عبداللہ ابن زیاد بن مرجانہ نامی ایک شخص کو اس نے ہم پر حاکم مقرر کیا ہے، جو ایک جابر وستم گار اور غدار شخص ہے، اس کا ظلم تمام مملکت میں پھیل گیا ہے، وہ نیکی سے روکتا ہے اور برائی کا حکم دیتا ہے۔ یہ شراب پیتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا سر عام فسق و فجور کرتا ہے رعایا کو ظلم اور بلا ومصائب کا ہدف بنا رہا ہے۔ لوگوں کو ناحق قتل کرتا ہے اور بلا وجہ ان کے مال ضبط کرتا ہے کسی امر میں خدا کا لحاظ نہیں کرتا۔ رعایا سے عدل وانصاف اس نے روپوش کر رکھا ہے اور ظلم وطغیان عام کر دیا ہے۔ اے اباعبداللہ ہم قبل ازیں ایک ہزار کے قریب عرضیاں آپ کی خدمت میں بھیج چکے ہیں جن میں ہم نے التجا کی کہ آپ علیہ السلام تشریف لائیں ہم آپ کی نصرت واعانت کو آمادہ ہیں۔ یزید کو قتل کر کے آپ کے والد اور نانا کی خلافت آپ علیہ السلام کو دلائیں گے، پھر خواہ آپ خود خلیفہ بنیں یا اپنے اہل بیت میں سے کسی اور کو بنائیں ہم آپ کے نانا محمد مصطفیٰؐ کا واسطہ دیکر آپ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام ضرور تشریف لائیں اور خلافت پر اقتدار فرمائیں، اگر آپ نہ آئے تو کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور ہم آپ علیہ السلام پر دعویٰ کرینگے اور کہیں گے الٰہی حسین علیہ السلام نے ہم پر ظلم کیا تھا کیونکہ ہم پر ظلم ہوتا دیکھ کر یہ خاموش بیٹھے رہے اور تمام لوگ فریاد کریں گے کہ ہمارے پروردگار حسین علیہ السلام سے ہمارا بدلہ دلا تو اس وقت آپ علیہ السلام کیا جواب دیں گے اور خلق اللہ کے حقوق سے کس طرح سرخروئی حاصل کرینگے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خط پڑھا تو آپ علیہ السلام خلق اللہ کی مظلومی اور نانا کا واسطہ دینے کے سبب پریشان ہو گئے اور دل پانی پانی ہو گیا آپ فوراً اس عالم میں اٹھے کہ آپ علیہ السلام کے رخساروں پر اشک رواں تھے۔ اور دوات قلم اور کاغذ لے کر اہل کوفہ وعراق کو خط کا جواب تحریر فرمایا جبکہ اس سے قبل کوفیوں کے سینکڑوں خطوط آپ کے پاس آئے لیکن ان کی طرف توجہ نہ کی۔ آخری خط کا مضمون ایسا تھا کہ آپ علیہ السلام اتمام حجت کی خاطر ان کی ہدایت کے لیے آمادہ ہوئے حالانکہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ کوفی وفا نہ کریں گے۔

اعثم کوفی نے لکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کوفیوں کے خطوط پڑھ کر خاموش رہے۔ آپ علیہ السلام نے نہ تو قاصدوں سے کچھ فرمایا اور نہ حالات دریافت فرما کر خطوط کا جواب تحریر فرمایا۔ حضرت نے ان قاصدوں کو خوش کر کے واپس کیا انہوں نے کوفہ پہنچ کر تمام حال بیان کر دیا بڑے بڑے سردار یہ سن کر مکہ روانہ ہوئے اور حضرت علیہ السلام کو کوفہ تشریف آوری کی دعوت دی لیکن حضرت علیہ السلام نے انہیں بھی کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد مزید دو قاصد آئے یہ کوفیوں کے آخری خطوط تھے جن میں حضرت علیہ السلام کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی یہ خطوط ہانی بن ہانی سعد بن عبداللہ نے لکھے تھے۔ علامہ ابو اسحاق اسفرائنی تحریر فرماتے ہیں کہ کوفیوں نے جو خطوط لکھے تھے ان میں مرقوم

تھا کہ ہم بے امام ہیں آپ علیہ السلام اگر تشریف نہ لائے تو ہم خدا کے سامنے فریاد کریں گے کہ اے خدا ہم گمراہ ہو رہے تھے اور حضرت علیہ السلام موجود ہوتے ہوئے بھی ہم تک نہ پہنچے اور ہم فاسق و فاجر کی حکومت میں گمراہ ہو رہے تھے۔
نور العین کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب یہ خط پڑھا تو خوف خدا سے کانپ گئے اور کوفہ جانے کا نیکی اور ثواب کی امید میں عزم کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط اہل کوفہ کے نام

طبری کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کو اس مضمون کا خط روانہ کیا ''اے اہل کوفہ تمہارے آخری قاصد ہانی اور سعید کی معرفت تمہارے خط موصول ہوئے۔ ان خطوط میں تم نے جو کچھ لکھا ہے میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا تم میں سے اکثر نے لکھا کہ تمہارے درمیان کوئی امام نہیں آپ تشریف لائیں تو ہم حق پر جمع ہوں لہٰذا میں اپنے چچا کے فرزند قابل اعتماد اپنے عزیز کو روانہ کر رہا ہوں میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے حالات سے مجھے آگاہ کریں اگر انہوں نے مجھے تمہاری بابت تحریر کیا کہ صاحبان اختیار اور تم سب اس وعدہ پر قائم ہو جو تم نے اپنے خطوط میں کیا ہے تو میں عنقریب تمہارے پاس آؤں گا یہ بات جان لو کہ امام کی رضا اور مقصد کتاب الٰہی پر عامل ہونا۔ عدالت الٰہی کی پابندی کرنا، حق پر قائم رہنا اور اللہ کی رضا کے لئے خود کو وقف کرنا ہے۔

ابن خلدون کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان خطوط کے بارے میں لکھا۔ ''جو کچھ تم لوگوں نے مجھے لکھا ہے میں اسے سمجھ گیا میں اپنے چچا زاد بھائی اور معتمد ترین اہل بیت مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ یہ تمہارے طور طریقے دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے اگر تمہاری قوم کے روساء نے اتفاق کیا جیسا کہ تم لوگوں نے لکھا ہے کہ سب متفق ہیں تو میں عنقریب آجاؤں گا۔ امام وہی ہوتا ہے جو کتاب خدا پر عمل کرتا ہے، حق پر چلتا ہے اور عدل پر قائم ہو''۔

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے تمام خطوط کا مطالعہ کیا اور جواب تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسین علیہ السلام ابن علی کی جانب سے بزرگ مومنین کے نام۔ یہ خط ہانی اور سعید کی معرفت مجھ تک پہنچے ان دونوں کو آپ لوگوں نے سب سے آخر میں بھیجا۔ آپ لوگوں نے جو اس امر کا اظہار کیا کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو امام نہیں مانتے میں نے اس پر غور کیا اس خط میں جو تحریر کیا کہ مجھے اس لئے بلانے کی خواہش ہے تاکہ ہم اور آپ دین خدا پر متحد ہو جائیں اس رائے کے پیش نظر میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو جو میرے خاندان میں بہت معزز ہیں ان کو روانہ کر رہا ہوں انہیں اس امر پر معین کیا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی حسن نیت اور دیگر حالات سے مجھے باخبر کریں۔ انشاءاللہ میں بھی جلد پہنچ جاؤں گا۔

بحار الانوار کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ ''تمہارے بیشمار خطوط مجھ تک پہنچے ہانی اور سعید تمام نامہ بروں کے آخر میں تمہارے خطوط لائے تم نے یہ لکھا کہ تمہارے درمیان کوئی امام و ہادی نہیں آپ جلد آیئے

شاید حق تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق وہدایت پر جمع کرے۔لہٰذا تمہاری خواہش کے بہ موجب اپنے بھائی و معتمد اور پسر عم مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔اگر مسلم بن عقیل نے مجھے لکھا کہ تم سب ایک رائے ہو اور آپس میں متفق ہو تو میں انشاءاللہ بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

حضرت مسلم کی کوفہ روانگی

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خطوط بھیجے جن میں یہاں آنے کی درخواست کی تو حضرت نے جناب مسلم کو بلایا اور کوفہ سے جو قاصد عرضیاں لائے تھے ان میں قیس بن مسہر اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ مشامل تھے۔ان لوگوں کے ساتھ جناب مسلم کو روانہ کیا۔

حضرت مسلم کو ہدایت

اعثم کوفی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل سے فرمایا ''میں تمہیں کوفہ روانہ کر رہا ہوں وہاں جا کر دریافت کرنا کہ ان لوگوں کی زبانیں ان کی لکھی ہوئی تحریروں کے مطابق ہیں یا نہیں۔کوفہ میں ایسے شخص کے گھر میں اترنا جو سب سے زیادہ قابل اعتماد ہو اور ہماری دوستی میں ثابت قدم ہو وہاں کے لوگوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری کی ہدایت کرنا اور ان کے دل آل ابی سفیان کی طرف سے پھیر دینا، جب یہ معلوم ہو کہ ان کے اقرار سچے ہیں اور جو کچھ ان لوگوں نے لکھا ہے اور وعدہ کیا ہے اس کو پورا کریں گے تو مجھے اس کے بارے میں جلد لکھنا اور جو باتیں وہاں مشاہدے میں آئیں ان کی تفصیل لکھنا۔مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل مجھے اور تمہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا'' اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت مسلم ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔

ابی مخنف کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم سے فرمایا ''تقویٰ اختیار کرنا، رازداری سے کام لینا اور لوگوں سے محبت اور نرمی سے پیش آنا اور اگر لوگوں کو میری اطاعت پر متفق پانا تو مجھے جلد خبر دینا'' اس ہدایت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے نام ایک خط حضرت مسلم کے حوالہ کیا۔

مقتل لہوف اور بحارالانوار کے موافق اہل کوفہ کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا میں اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو جو میرے معتمد علیہ ہیں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔میں نے ان سے زبانی کہہ دیا ہے کہ وہ تمہارے پاس پہنچ کر تحریر کریں کہ تم سب میری اطاعت پر آمادہ و متفق ہو تو میں اس وقت آنے کا ارادہ کروں گا اور تم یقین جانو کہ امام وہی ہوتا ہے جو حق پر قائم بحق ہو۔حضرت مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے رخصت ہوتے وقت آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور بوقت جدائی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ابصار العین کے موافق حضرت مسلم مکہ سے ماہ رمضان کی آخری تاریخوں میں روانہ ہوئے اور مدینہ تشریف لائے مسجد نبوی میں نماز ادا کی اور اپنے گھر آ کر

اپنے عیال سے رخصت ہوئے۔ آپ نے اپنے دونوں فرزندوں حضرت محمد اور حضرت ابراہیم کو جن کی عمریں بالترتیب سات اور آٹھ سال تھیں اپنے ساتھ لیا اور دو آدمی قبیلہ قیس سے بطور راہ بر اجرت پر لئے تا کہ وہ راستہ بتائیں یہ دونوں تھوڑی دور چل کر راستہ بھول گئے اور پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے حضرت مسلم اپنے دیگر ہمراہیوں کے ساتھ چلتے چلتے ایک چشمہ تک پہنچے جس کا پتہ ان راہ بروں نے دیا تھا۔ وہاں پہنچ کر جناب مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس مضمون کا خط لکھا ''میں مدینہ سے دو راہ بروں کو ہمراہ لے کر چلا اتفاق سے وہ دونوں راستہ بھول گے اور پھرتے پھرتے شدت پیاس سے ہلاک ہو گے اور ہم لوگ چلتے چلتے ایک چشمہ پر پہنچے اور بچ گئے۔ جناب مسلم نے لکھا میں اس واقعہ کو فال بد خیال کرتا ہوں''۔ اس کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا: ''اے مسلم جہاں میں نے تم کو بھیجا ہے جاؤ اور کچھ وسواس نہ کرو یہ جواب ملتے ہی حضرت مسلم روانہ ہوئے اور طی کے چشمہ پر پہنچے وہاں منزل کی اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔

حضرت مسلم کی کوفہ آمد

حضرت مسلم منازل طے کرتے ہوئے کوفہ پہنچے اور جناب مختار بن ابی عبید اللہ کے گھر میں قیام فرمایا۔ اہل کوفہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی تحریر جو آپ علیہ السلام نے اہل کوفہ کے نام لکھی تھی پڑھ کر سنائی۔ اسے سن کر اہل کوفہ رونے لگے۔ عابس شاکری اور حبیب اسدی نے اٹھ کر خطبے پڑھے۔ نعمان بن بشیر انصاری جو اس وقت یزید کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا۔ جب اسے یہ خبر ہوئی کہ جناب مسلم یہاں آئے ہیں اور جناب مختار کے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں اور لوگ ان کی طرف رجوع کر رہے ہیں تو اسی وقت نعمان نے جامع مسجد میں آکر خطبہ پڑھا اور لوگوں کو نرمی سے یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا عبداللہ بن سعید حضرمی جو بنی امیہ کا حلیف تھا اور عمار بن عقبہ نے یزید کو سب حال لکھ دیا کہ نعمان بن بشیر حاکم کوفہ بہت کمزور ہے یا عمداً تساہلی کرتا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق غور کر۔ ادھر اہل کوفہ نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کرنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ تیس ہزار اور بعض روایات کے مطابق اس سے زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ ادھر جناب مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھ دیا کہ کوفہ میں ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے آپ کی بیعت کی ہے اور یہ آپ کی تشریف آوری کے مشتاق ہیں لہٰذا آپ جلد تشریف لے آئیں یہ خط عابس شاکری کے ہاتھ روانہ کیا۔

ادھر یزید کو جناب مسلم کی کوفہ میں آمد اور حاکم کوفہ کے نرم رویہ کا پتہ چلا تو اس نے اپنے مشیروں کو جمع کیا اور پوچھا کوفہ میں کس شخص کو بھیجا جائے تا کہ لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت سے روکا جاسکے سرجون معاویہ بن ابی سفیان کا غلام تھا۔ اس نے کہا ابن زیاد کو کوفہ بھیج دو۔ اس وقت شکائتی تحریر جو سرجون کے پاس تھی اس نے نکال کر یزید کو دکھائی۔ یزید نے اس وقت ابن زیاد کو لکھا کہ کوفہ بھی تیری حاکمیت میں دیا گیا۔ اب بصرہ اور کوفہ کا تجھے حاکم مقرر کیا جاتا ہے اور یہ حکم نامہ ابن زیاد کے پاس مسلم بن عمر باھلی لے کر بصرہ پہنچا۔

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو جو حاکم بصرہ تھا اسے خط لکھا کہ بصرہ کی حکومت کے علاوہ کوفہ کی حکومت بھی تیرے سپرد کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت مسلم کے حالات کے بارے میں خط لکھا۔ اور تاکید کی کہ حضرت مسلم کو گرفتار کر کے قتل کیا جائے اور اس حکم پر عمل کیا جائے۔ ابن زیاد یہ خط پڑھنے کے بعد فوراً کوفہ روانہ ہو گیا۔

مقتل ابی مخنف کے موافق یزید نے عبید اللہ کو دو ریاستوں بصرہ اور کوفہ کا حکمران مقرر کر دیا اور اسے لکھا'' میں تجھے دو ریاستوں کا حاکم مقرر کرتا ہوں تو صحیح راستہ اختیار کر اور میری نصیحت پر عمل کر'' بعد میں ایک خط میں یزید نے لکھا میرا خط ملتے ہی فوراً بغیر کسی سستی کے سفر پر روانہ ہو جا اور نسل علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ایک فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور مسلم بن عقیل کو قتل کر کے سر میرے پاس روانہ کر۔

حضرت مسلم کا جناب ہانی کے گھر قیام

حضرت مسلم کو جب ابن زیاد کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ حضرت مختار کے گھر سے حضرت ہانی بن عروہ کے گھر آ گئے حضرت ہانی بن عروہ اصحاب رسالت مآبؐ میں سے تھے ابن سعد کے موافق آپ کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ تھی۔ آپ سردار قبیلہ تھے اور ہزاروں پیادے اور سوار ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں ان کے حالات زندگی لکھے ہیں ان کی طاقت اور حشمت کے بارے میں لکھا ہے کہ چار ہزار سوار زرہ پوش اور آٹھ ہزار کی تعداد میں پیادے بوقت ضرورت قبیلہ سے باہر نکلتے تھے اور جب ان کے حلیف کندہ بھی ساتھ ہو جاتے تھے تو یہ تعداد تیس ہزار زرہ پوشوں کی ان کے ساتھ ہوتی جب حضرت مسلم حضرت ہانی کے گھر تشریف لائے تو شریک بن اعور بھی حضرت ہانی بن عروہ کے یہاں مقیم تھے اس وقت وہ بیمار تھے۔ انہوں نے حضرت مسلم سے کہا ابن زیاد میری عیادت کیلئے ضرور آئے گا۔ آپ اسے قتل کر دیجئے گا اور کوفہ آپ کے قبضہ میں ہو جائے گا اور بعد میں بصرہ کو بھی آپ کے لیے ہموار کر دوں گا۔

ابن زیاد شریک کی عیادت کو آیا تو جناب مسلم دوسرے کمرے میں چلے گئے اور ابن زیاد کی باتیں سنتے رہے۔ شریک نے پانی مانگا یہ جناب مسلم کے لیے اقدام اٹھانے کی اطلاع مقصود تھی۔ مگر حضرت مسلم اپنی جگہ سے نہ اٹھے اس کے بعد شریک نے شعر پڑھا جس کا مفہوم تھا موقع ہاتھ سے نہ جانے دو لیکن حضرت مسلم خاموش رہے ابن زیاد کے جانے کے بعد شریک نے کہا اتنا اچھا موقع آپ نے ہاتھ سے کیوں جانے دیا سفیر حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت مسلم نے فرمایا کسی شخص پر اچانک حملہ کرنا جائز نہیں اور مسلمان جنگ میں پہل نہیں کرتا مجھے یہ پسند نہیں کہ قتل کر کے اپنے میزبان کو مصیبت میں گرفتار کروں۔ شریک کی باتوں سے ابن زیاد کو اندازہ ہو گیا تھا کہ شریک نے قتل کی صلاح کر رکھی ہے۔ ابن زیاد کے جانے کے فوراً بعد شریک کا انتقال ہو گیا۔

ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دیکر دوستداران علی بن کر حضرت مسلم کا سراغ لگانے پر معین

کیا۔ کئی دن تک معقل حضرت مسلم کی تلاش میں رہا۔ ایک دن حضرت مسلم کو اس نے بہت زیادہ خضوع وخشوع کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا تو سمجھ گیا یہی حضرت مسلم ہیں۔

اس کے بعد معقل نے حضرت مسلم بن عوسجہ سے ملاقات کی اور کہا میں دوستدارانِ علی علیہ السلام میں سے ہوں، سنا ہے ایک مردِ حق کوفہ میں آیا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں ان سے ملاقات کر کے ان کی خدمت میں نذرانہ پیش کروں جب حضرت مسلم بن عوسجہ نے اس ملعون کی یہ گفتگو سنی تو اس کو حضرت مسلم کے پاس اس یقین سے لے گئے کہ یہ دوستدار امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میں سے ہے اس لعین نے حضرت مسلم سے ملنے کے بعد ابن زیادہ کو حضرت مسلم کی موجودگی کی اطلاع کر دی۔ طبری نے لکھا ہے کہ جب معقل نے جو ابن زیاد کا غلام تھا، ابن زیاد کو حضرت ہانی بن عروہ کے مکان میں حضرت مسلم کے قیام کی خبر دی تو ابن زیاد نے حضرت ہانی بن عروہ کو طلب کیا۔ آپ بے خوف ابن زیاد کے پاس آئے آپ کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ ابن زیاد قتل کرے گا۔ جب حضرت ہانی، ابن زیاد کے پاس پہنچے تو اس نے حضرت ہانی سے کہا تمہاری موت تمہیں یہاں تک لائی ہے۔

شہادت حضرت ہانی

جب حضرت ہانی ابن زیاد کے سامنے آئے تو اس نے کہا تم حضرت مسلم کو ہمارے حوالے کر دو حضرت ہانی نے جواب دیا ایسا ممکن نہیں یہ جواب سن کر ابن زیاد آپے سے باہر ہو گیا اور حضرت ہانی کے منہ پر کوڑے مارنے لگا جس سے آپ کا چہرہ شدید زخمی ہو گیا جب قبیلہ مذحج کے لوگوں نے حضرت ہانی کی آواز سنی تو قلعہ کو گھیر لیا۔ قاضی شریح قلعہ سے باہر آیا اور اس نے مذحج کے لوگوں سے کہا کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔ ابن زیاد نے ہانی کو قید کیا ہے گھبراؤ نہیں ان کو کچھ نہیں ہوگا جب قید و بند کی مصیبتیں حضرت ہانی کے ارادوں کو متزلزل نہ کر سکیں تو آپ کو حکم ملا حضرت مسلم بن عقیل کو پیش کر دو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ جناب ہانی نے فرمایا ہر مصیبت برداشت کرنے کو تیار ہوں لیکن حضرت مسلم بن عقیل جو میرے مہمان ہیں ان کو کسی صورت میں بھی سپرد نہیں کروں گا۔

جناب ہانی کا ضعیفی کے باوجود حوصلہ اتنا بلند تھا کہ کسی بھی جور وستم سے مرعوب نہ ہوئے حضرت مسلم کی گرفتاری کے بعد ابن زیاد نے حضرت ہانی کے قتل کا حکم دیا "ابصار العین کے موافق ان کی مشکیں باندھ کر اس بازار میں لے گئے جہاں بھیڑ بکریاں فروخت ہوتی تھیں لیکن آپ نے اپنی مشکیں جو بندھی ہوئی تھیں انہیں توڑ دیا اور فرما رہے تھے کوئی مجھے اس وقت ہتھیار لا دے تاکہ میں ان کو مار کر اپنے کو بچا سکوں مگر کسی نے کوئی مدد نہ کی اس کے بعد ابن زیاد کے سپاہیوں نے دوبارہ آپ کو پکڑ کر مشکیں باندھ دیں"

اس کے بعد آپ کو ایک ستون سے باندھ کر سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت سے سرشار اس مجاہد نے اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کیا لیکن ظلم وجور کے سامنے سر نہ جھکایا۔ جب جناب ہانی کے جسم پر کوڑوں کی بارش شروع ہوئی تو آپ بے ہوش ہو گئے اسی عالم میں ایک ترکی غلام نے آپ کا سر قلم کیا اور تن مبارک کو سولی

پر لٹکایا گیا یہ وقت حضرت ہانی پر کتنا گراں تھا کہ آپ اعدا کے نرغہ میں یک وتنہا تھے اور آپ کا کوئی مونس وغمخوار نہ تھا۔
مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ جب حضرت ہانی کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس دوران حضرت ہانی فرمارہے تھے میرا قبیلہ کہاں ہے اور میرے رشتہ دار کہاں ہیں؟ جلاد نے کہا اپنی گردن آگے لاؤ تو حضرت ہانی نے کہا خدا کی قسم میں اپنے قتل میں تیری مدد نہیں کر سکتا۔ بحار الانوار، مقتل لہوف، ابن خلدون اور اعثم کوفی کے موافق حضرت ہانی کے قاتل کا نام رشید تھا۔

بعد شہادت حضرت ہانی جناب مسلم کے حالات

مقتل لہوف کے موافق جب حضرت مسلم بن عقیل کو حضرت ہانی کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ان لوگوں کے ہمراہ جو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ ابن زیاد سے مقابلے کے لئے گھر سے باہر آئے اس وقت ابن زیاد نے دارلامارہ میں پناہ لی اور اس کے دروازے بند کر دیئے اس کے بعد ابن زیاد اور حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھیوں کے درمیان جنگ شروع ہوگئی اس دوران ابن زیاد کے ساتھی جو دارالامارہ میں تھے چھت پر گئے اور شام سے آنے والی فوجوں کی دھمکی دی جب رات ہوگئی تو جناب مسلم کے ساتھی رفتہ رفتہ منتشر ہو کر حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ گئے۔ صرف دس افراد حضرت مسلم کے ساتھ رہ گئے اور جب آپ نماز پڑھنے مسجد میں تشریف لائے تو وہ دس آدمی بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت مسلم چاہتے تھے کہیں راستہ مل جائے لیکن ہر طرف پہرہ تھا۔ آخر ایک شکستہ حال مسجد میں پناہ لی۔ جب رات ہوگئی تو مسجد سے باہر آئے بھوک و پیاس سے نڈھال تھے راستہ چلنا دشوار تھا۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی آپ ایک محلے میں پہنچے جہاں ایک ضعیفہ پر نظر پڑی ان کا نام طوعہ تھا۔ یہ اپنے دروازہ پر اپنے بیٹے کی منتظر تھیں حضرت مسلم نے طوعہ سے پانی طلب کیا تو انہوں نے پانی پیش کیا اور کہا فضاء بہت خراب ہے یہاں سے آپ جلد چلے جائیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا جس کا کوئی گھر نہ ہو وہ کہاں جائے طوعہ نے دریافت کیا آپ کون ہیں؟ حضرت مسلم نے فرمایا میں حضرت محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کا بھتیجا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا چچازاد بھائی ہوں یہ سن کر طوعہ کا دل بھر آیا اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ دی اور کہا یہ گھر آپ کا ہے طوعہ نے کھانا پیش کیا۔ آپ نے رات عبادت میں بسر کی۔ جب بستر پر لیٹے تو خواب میں دیکھا کہ جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرمارہے ہیں۔ ”مسلم کل تم ہمارے پاس ہوگے“۔

طوعہ کے بیٹے بلال نے طوعہ کو بار بار جاتے دیکھا تو ماں سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بار بار اٹھ کر جارہی ہو علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طوعہ نے چاہا کہ اس خبر سے اسے مطلع نہ کرے لیکن جب اس نے اپنی ماں کو بار بار حجرے میں آتے جاتے دیکھا تو بہ اصرار دریافت کیا تو طوعہ نے کہا کسی کو اطلاع نہ کرنا کہ یہاں حضرت مسلم موجود ہیں۔
لیکن انعام کی لالچ میں صبح ہوتے ہی بلال دار الحکومت میں ابن زیاد کے پاس پہنچا تو دیکھا ابن زیادہ روساء کوفہ کے ساتھ بیٹھا ہے اور حضرت مسلم کی تلاش کے بارے میں فکر مند ہے اور لوگوں سے ان کے بارے میں بات

کر رہا ہے۔ بلال نے اس وقت محمد بن اشعث کے کان میں کہا کہ مسلم کو میری ماں نے چھپایا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے جب بلال کو محمد بن اشعث سے سرگوشی کرتے دیکھا تو محمد بن اشعث سے پوچھا بلال کیا کہتا ہے؟ محمد بن اشعث نے بتایا کہ یہ بتا رہا ہے کہ مسلم اس کے گھر میں مخفی ہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے ابی مخنف کے موافق محمد بن اشعث کو پانچ سو سوار دیکر کہا جاؤ اور مسلم بن عقیل کو قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔

محمد بن اشعث پانچ سو مسلح فوجیوں کے ساتھ آیا اس وقت جناب مسلم مصلے پر مصروف عبادت تھے حضرت مسلم گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے مصلے سے اٹھے تو طوعہ ہاتھ جوڑ کر سامنے آئیں اور کہا مولا گھر سے باہر نہ جائیے جناب مسلم نے کہا میں نہیں چاہتا کہ تمہارے گھر میں فوج گھسے۔

حضرت مسلم لشکر کثیر کے مقابلے پر تنہا گھر سے باہر نکلے۔ آپ نے سینکڑوں کو تہ تیغ کیا باقی فوج وہاں سے بھاگ گئی۔ ابی مخنف نے لکھا ہے۔ اس وقت ایک سو اسی سواروں کو فی النار کیا۔ آخر ابن اشعث نے ابن زیاد سے مزید فوج طلب کرنے کو کہا تو اسنے مزید پانچ سو سوار بھجوائے دوبارہ جناب مسلم نے دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے بہت سوں کو ہلاک کر دیا ابن اشعث نے ابن زیاد سے مزید کمک چاہی تو ابن زیاد نے ابن اشعث کو پیغام بھیجا۔ تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے اور تیری قوم تجھے زندہ نہ چھوڑے۔ ایک نفر اتنے زیادہ لوگوں کو ہلاک کر رہا ہے جب اس ایک شخص نے اتنے زیادہ لوگوں کو ہلاک کر دیا تو اگر حسین علیہ السلام سے مقابلہ ہو جو اس ایک نفر سے زیادہ طاقتور ہیں تو تیرا کیا حال ہوگا؟ ابن اشعث نے جواب دیا شاید تو نے یہ سمجھا ہے کہ کسی بقال یا جولاہے سے لڑنے کیلئے بھیجا ہے۔

ابن زیاد نے پانچ سو سوار مزید روانہ کرتے ہوئے کہا۔ تم پر وائے ہو ان کو امان کا پیغام دو ورنہ وہ سب کو برباد کر دیں گے۔ جب مزید فوج پہنچی تو حضرت مسلم رجز پڑھتے جاتے تھے اور اکثر مد مقابل کو اٹھا کر اس شیر جری نے چھت پر پھینک دیا۔ آپ کی جرأت سے خوفزدہ ہو کر اشقیاء لکڑیاں جلا کر چھت سے آپ پر پھینکنے لگے۔ اس دوران تازہ دم فوج کا دستہ جناب مسلم پر ہر طرف سے حملہ آور ہوا اور کوٹھوں سے آگ اور پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ جب یہ لشکر کثیر جناب مسلم کو زیر نہ کر سکا تو اشقیاء نے مشورہ کیا اور ایک گڑھا کھود کر شاخوں اور پتوں سے ڈھانپ کر اوپر سے مٹی ڈال کر ہموار کر دیا اور مکر و فریب سے کام لیا۔ حضرت مسلم دشمن پر مثل شیر غضبناک حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اس گڑھے میں پاؤں پڑا اور سنبھل نہ سکے جب آپ گڑھے میں گر گئے تو ابی مخنف نے لکھا ہے کہ انہیں چاروں اطراف سے گھیر کر گڑھے سے نکال لیا۔ ابن اشعث ملعون نے جناب مسلم کے چہرہ پر تلوار سے ایسی ضرب لگائی کہ دندان مبارک شہید ہو گئے اور اہل لشکر انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لئے گئے۔

حضرت مسلم دربار ابن زیاد میں

ابو مخنف نے لکھا ہے محمد بن اشعث جناب مسلم کو لے کر جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچا تو ابن زیاد کو اس کی آمد کی اطلاع دی گئی اور محمد بن اشعث نے ابن زیاد کے پاس جانے کی اجازت چاہی اور اجازت ملنے پر تنہا حاضر ہوا اور

سارے معرکہ کا حال بیان کیا اور کہا میں مسلم کو امان دیکر لایا ہوں۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا میں نے تجھے امان دینے کی غرض سے نہیں بھیجا تھا بلکہ مسلم کی گرفتاری کیلئے بھیجا تھا یہ سن کر محمد بن اشعث خاموش ہوگیا۔

جناب مسلم قلعے کے دروازے پر ٹھہرے رہے۔ آپ پر پیاس کا غلبہ ہوا، آپ نے عمار بن عقبہ اور عمر بن حریث و مسلم بن عمرو الباہلی اور کثیر بن سہاب سے پانی طلب کیا۔ تو ان مفسدوں نے آپ کی شان میں گستاخی کی۔ اس وقت عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلمان کو اور عمارہ نے اپنے غلام قیس کو بھیجا یہ دونوں غلام کوزوں میں پانی لائے کاسہ جناب مسلم کے منہ میں لگا کر پانی ڈالنا شروع کیا تو اس میں خون مل کر سرخ ہوگیا دوسری بار بھی ایسا ہی ہوا تیسری بار جب جناب مسلم نے پیالہ منہ سے لگایا تو آپ کے اوپر کے دو زخمی دانت پیالے میں گر گئے۔ اس وقت جناب مسلم نے کہا الحمد اللہ اگر یہ پانی میرے رزق میں ہوتا تو میں پی سکتا تھا معلوم ہوا اب یہ میرا رزق نہیں ہے۔

اس کے بعد جناب مسلم کو دربار میں داخل کیا گیا آپ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا۔ سپاہیوں نے کہا امیر کو سلام کرو۔ ابن زیاد نے کہا رہنے دو یہ سلام کریں یا نہ کریں ان کو ہر حال میں قتل ہونا ہے۔

حضرت مسلم کی وصیت

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ حضرت مسلم کی وصیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے جناب مسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو جناب مسلم نے ابن زیاد سے کہا اگر تیرا یہی ارادہ ہے تو مجھے کچھ وصیت کر لینے دے۔ یہ کہہ کر آپ نے درباریوں کی طرف دیکھا تو آپ کی نظر عمر بن سعد پر پڑی تو آپ نے فرمایا میں تجھ سے وصیت بیان کرنا چاہتا ہوں میری وصیت کو علیحدہ آ کر سن لے اس ملعون نے وصیت سننے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے کہا بات سن لے دیکھ یہ کیا کہتے ہیں۔ یہ سن کر ابن سعد اٹھا اور حضرت مسلم کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے ایک گوشہ میں لے گیا اور ایسی جگہ بیٹھا کہ ابن زیاد دیکھتا رہے۔ جناب مسلم نے فرمایا اے ابن سعد جب سے میں کوفہ آیا ہوں میں نے سات سو درہم قرض لیے ہیں تو میری زرہ اور تلوار بیچ کر میرا قرض ادا کر دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میری لاش ابن زیاد سے لے کر دفن کر دینا اور تیسری وصیت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو میرے قتل کی خبر کر دینا اور حضرت کو منع کرنا کہ وہ جناب ادھر نہ آئیں کیونکہ میں نے حضرت علیہ السلام کو لکھا تھا کہ اہل کوفہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر ابن سعد وہاں سے اٹھا اور ابن زیاد سے اسنے بیان کیا کہ حضرت مسلم نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا مسلم کے سامان کا تجھے اختیار ہے تو اسے لے کر جو چاہئے کرے لیکن مسلم کی لاش کا مجھے اختیار ہے جو مناسب ہوگا کروں گا۔

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ حضرت مسلم نے ابن زیاد سے کہا "اگر تو نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے۔ تو اہل قریش سے کوئی فرد میرے پاس بھیج تا کہ میں اس سے وصیت کر سکوں۔ حضرت مسلم کی یہ گفتگو سن کر ابن سعد ان کے قریب آیا تو حضرت مسلم نے اس سے فرمایا میری پہلی وصیت یہ ہے کہ "خداوند تعالیٰ لاشریک ہے

حضرت محمدؐ اُس کے بندے اور رسولؐ ہیں اور حضرت علی علیہ السلام خدا کے ولی ہیں اور وصیت کے بارے میں فرمایا میری زرہ فروخت کر کے ایک ہزار درہم شہر والوں کو ادا کئے جائیں جو مجھ پر ان کے قرض ہیں اور میرے آقا حسین علیہ السلام کو خط لکھ دے کہ وہ یہاں تشریف نہ لائیں اس لئے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ وطن چھوڑ چکے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ بھی میری طرح مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں یہ سن کر عمر سعد نے کہا آپ کی خدا اور رسول کی شہادتوں کی بات پر ہم گواہ ہیں اس کے علاوہ زرہ بیچ کر قرض کی ادائیگی کا بھی ہمیں اختیار ہے کہ ہم اس پر عمل کریں یا نہ کریں۔ البتہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو آنے سے نہیں روکیں گے تا کہ وہ یہاں آئیں تو ان کو مصیبت و آلام میں مبتلا کریں اور موت کا مزا چکھائیں۔

شہادت حضرت مسلم

ابصار العین کے موافق جب حضرت مسلم اپنی وصیت بیان کر چکے تو ابن زیاد آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے عقیل کے بیٹے تم یہاں اس غرض سے آئے تھے کہ ملک میں فساد کرو۔ سب لوگ جو باتفاق ایک راہ چل رہے ہیں ان کو پراگندہ کرو اور تمہارا یہ ارادہ تھا کہ سب ایک دوسرے سے لڑیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا میں اس غرض سے ہرگز یہاں نہیں آیا بلکہ یہاں کے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تیرے باپ نے یہاں کے اچھے لوگوں کو قتل کیا اور ناحق ان کے خون بہائے جیسا سلاطین جہاں رعایا پر ظلم وستم کرتے ہیں وہ ظلم تمہارے باپ نے ان پر کئے لہٰذا ہم اسی غرض سے یہاں آئے ہیں کہ عدل وانصاف سے ان پر حکومت کریں اور قرآن کے احکام پر انکو چلائیں۔ ابن زیاد نے کہا اے مسلم تم ایسی بات کی خواہش کرتے ہو جس کے تم لائق نہیں۔ جناب مسلم نے فرمایا پھر اس کا لائق کون ہے ابن زیاد نے کہا امیر المومنین اس کا مستحق ہے اور لائق خلافت ہے۔ جناب مسلم نے فرمایا خداوند عالم ہی تمہارے اور ہمارے درمیان اس کا فیصلہ کرنے والا ہے کہ کون مستحق خلافت ہے۔ ابن زیاد نے کہا تم کو یہ گمان ہے کہ خلافت تم لوگوں کا حق ہے جناب مسلم نے فرمایا گمان کیسا ہم کو اس کا یقین ہے کہ خلافت ہم لوگوں کی ہے۔ ابن زیاد نے کہا میں تم کو اس طرح سے قتل کروں گا کہ آج تک اسلام میں کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا ہوگا جناب مسلم نے فرمایا جو تیرا دل چاہئے اسلام میں نئی بات پیدا کر اور مجھے جس برے طریقے سے چاہے قتل کر اور میرے ہاتھ پاؤں کاٹ جو کر سکتا ہے کر یہ سن کر ابن زیاد اور زیادہ برہم ہو گیا اور جناب مسلم امیر المومنین حضرت علی ابن طالب علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عقیل کو سخت سست کہنے لگا پھر جناب مسلم خاموش ہو گئے۔

ابن زیاد نے کہا مسلم کو کوٹھے پر لے جاؤ اور بکیر بن حمران احمری کو بلاؤ جس نے مسلم کو پہلے تلوار ماری تھی۔ ابن زیاد کے سپاہی جناب مسلم کو کوٹھے پر لے کر چلے اتنے میں بکیر بھی حاضر ہوا۔ ابن زیاد نے اس سے کہا اے بکیر مسلم کی گردن مار اور ان کا سر اور بدن دونوں کو کوٹھے سے نیچے پھینک دے جناب مسلم نے یہ سنکر محمد بن اشعث سے کہا اے محمد بن اشعث اٹھ اور تلوار پکڑ تو نے امان دی تھی تیری امان رسوا ہو رہی ہے اگر تو امان کی ضمانت نہ دیتا تو میں ہرگز

ان کے قابو میں نہ آتا۔ محمد بن اشعث نے یہ سن کر منہ پھیر لیا اور جناب مسلم تکبیر و تسبیح و تحمید کرتے ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے کوٹھے پر چلے گئے اور دعا کرتے تھے۔ اے اللہ درمیان ہمارے اور اس قوم کے حکم فرما جس نے ہم کو رسوا اور جھوٹا قرار دیا اور ہم پر ظلم کیا اس وقت آپ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی لیکن ان لعینوں نے نماز پڑھنے کی بھی مہلت نہ دی۔ بکیر وہاں پہنچا اور آپ کو قتل کر کے سر مبارک اور جسم اطہر نیچے پھینک دیا۔ جناب مسلم کی زبان پر آخری الفاظ "السلام علیک یا اباعبداللہ تھے۔ اسی عالم میں آپ کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

ابن زیاد نے بکیر سے پوچھا اے بکیر قتل کے وقت مسلم کیا کہتے تھے۔ اس نے کہا تسبیح پڑھ رہے تھے اور استغفار کرتے تھے۔ جب ان کو قتل کرنے کو قریب پہنچا اور میں نے کہا شکر خدا کا جس نے مجھے تم پر قابو دیا یہ کہہ کر میں نے تلوار سے ضرب لگائی مگر اس کا اثر نہ ہوا تو مسلم نے مجھ سے کہا دیکھا تو نے کہ تلوار نے مجھ پر کچھ اثر نہ کیا۔

صاحب ناسخ التواریخ کے موافق یہ سن کر ابن زیاد نے کہا مرتے وقت بھی مسلم نے یہ فخر کیا کہ تلوار نے ان پر اثر نہ کیا پھر ابن زیاد نے کہا مزید بیان کر کہ پھر کیا ہوا بکیر نے کہا جب دوسری ضرب میں نے لگائی تو انکا کام تمام ہوا۔ صاحب لہوف کے موافق حضرت مسلم ۸ ذی الحجہ کو شہید ہوئے اور اسی تاریخ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے۔

لاشوں کی بے حرمتی اور دفن

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اور احمد بن اعثم کوفی نے روایت کی ہے کہ بعد شہادت حضرت مسلم اور حضرت ہانی دونوں بزرگوں کی لاشیں کو چہ و بازار میں رسی باندھ کر کھنچوائی گئیں۔ کئی دن بعد قبیلہ مذحج نے ان لاشوں کو لے کر غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر متصل مسجد کوفہ کے دفن کیا۔ جناب ہانی کو بوجہ قرابت اور جناب مسلم کو بوجہ مہمانی کے دفن کیا۔

بقول ابو اسحٰق ابن زیاد کے آدمیوں نے جناب مسلم اور جناب ہانی کے جسموں کو بازاروں میں کھینچا اس کے بعد ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر ابن حبابہ اور زبیر ابن ارواح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیئے اعثم کوفی کے موافق بحکم ابن زیاد ہانی اور حضرت مسلم کی لاشیں سولی پر الٹی لٹکا دیں۔

ابی مخنف کے موافق جب اہل مذحج کو حضرت ہانی کی شہادت کی خبر ملی تو اہل قبیلہ نے ابن زیاد سے شدید جنگ کی۔ ابن زیاد کے حکم کے مطابق جناب مسلم اور حضرت ہانی کی لاشوں کو کوفہ کے بازاروں میں لوگ کھینچتے پھر رہے تھے۔ جب اہل مذحج نے یہ دیکھا تو لڑ کر جناب مسلم اور حضرت ہانی کی لاشوں کو اپنے قبضہ میں لے کر دونوں کو غسل و کفن دیا نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔

حضرت مسلم اور حضرت ہانی کی شہادت پر فرزدق کا مرثیہ

حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت پر عبداللہ بن زبیر اسدی نے فرزدق شاعر کا مرثیہ پڑھا۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس مرثیہ کے لکھنے والے ایک قول کے مطابق فرزدق ہیں اور بعض نے

لکھا ہے کہ اس مرثیہ کو سلیمان حنفی نے لکھا ہے۔

اس مرثیہ میں فرزدق نے حضرت مسلم اور حضرت ہانی کے فضائل بیان کیے ہیں اور قبائل کی حمیت کو جگانے کی کوشش کی ہے۔

مقتل ابی مخنف اور مقتل لہوف میں فرزدق کا مرثیہ مرقوم ہے جس میں فرزدق نے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کیا ہے۔ ''اے قبیلہ مذحج کے لوگوں اگر تمہیں یہ نہیں معلوم کہ موت کیا ہے تو بازار کوفہ میں حضرت مسلم اور حضرت ہانی کو آ کر دیکھو ایک وہ مرد شجاع ہے، جس کے چہرے کو تلواروں سے زخمی کیا اور دوسرے وہ مرد جری ہے کہ جس کو قتل کرنے کے بعد قصر کی چھت سے نیچے گرا کر شہید کیا گیا۔ ابن زیاد نے انہیں اسیر کیا اور دوسری صبح لوگوں کے لیے داستان بن گیا۔ اب ان دونوں شہیدوں کا ذکر ہر زبان پر ہے۔ اے لوگوں تم ایسے جسد کو دیکھو کہ موت نے جس کے رنگ کو متغیر کر دیا اور مظلوم کا خون ناحق بہا دیا۔ یہ جواں مرد عورتوں سے زیادہ حیادار تھا جو دو دھاری صیقل کی ہوئی تلوار سے بھی زیادہ قطع کرنے والا تھا۔ قبیلہ مذحج حضرت ہانی کے خون کے اس سے طلب گار ہیں، یہ وہ وقت تھا جب قبیلہ مراد کے لوگ حضرت ہانی کے گرد پھر رہے تھے کیونکہ ان کی جناب مسلم اور جناب ہانی سے دوستی تھی اور ایک دوسرے سے انکا حال دریافت کرتے تھے اور ان کے لئے فکرمند تھے۔

حضرت سلیمان بن زرّین

اسرار الشہادہ اور ابصار العین کے موافق حضرت سلیمان بن زرّین حضرت امام حسین علیہ السلام کے خاص غلام تھے۔ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطوط دے کر مکہ سے بصرہ کے قبائل کے پاس روانہ کیا تھا۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جن روساء بصرہ کے نام خطوط لکھے ان کی تعداد چھ تھی جن کے نام یہ ہیں (۱) مالک بن مسمع بکری (۲) احنف بن قیس تمیمی (۳) منذر بن جارود عبدی (۴) مسعود بن عمر و ازدی (۵) قیس بن الہیثم (۶) عمرو بن عبداللہ۔ اس خط کے بارے میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ ''حضرت امام حسین علیہ السلام نے بصرہ کے بزرگوں من جملہ یزید بن نہشلی اور منذر بن جارود عبدی کو خط لکھا جس میں انہیں اپنی نصرت اور اطاعت کے بارے میں تحریر کیا تھا۔''

ان خطوط میں کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی تھی تمام خطوط کا مضمون ایک تھا بحار الانوار، ابصار العین، سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور دیگر مفسرین و صاحبان سیر نے یہ خط نقل کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (از حسین ابن علی علیہ السلام)

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ خداوند عالم نے حضرت محمدؐ کو تمام مخلوق سے پسند فرما کر اپنی نبوت سے سرفراز کیا اور رسالت کے لئے منتخب کیا اور جب وقت آیا تو خدا نے ان کو دنیا سے اٹھا لیا۔ آپ جب تک دنیا میں رہے بندگان خدا کو ہدایت فرماتے رہے اور احکام خداوندی اس کے بندوں تک پہنچائے اور ہم حضرت رسولؐ

خدا کے اہل بیت ہیں ہم ان کے اولیاء و اوصیاء اور وارث ہیں ہم سے زیادہ کوئی اور آپ کی جانشینی کا حق دار نہیں ہے۔ لیکن لوگوں نے ہمارا یہ حق ظلم سے غلبہ حاصل کر کے لے لیا۔ لیکن ہم اس وجہ سے خاموش رہے کہ اسلام میں تفرقہ نہ پڑے اور جنگ و جدال نہ ہو۔ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ اصل مستحق اس منصب کے ہم ہیں کوئی دوسرا اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس اپنا قاصد اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں اور تم کو کتاب خدا اور سنت حضرت رسالت مآب کی طرف سے دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ اب سنت بالکل مردہ کر دی گئی ہے اور بدعت کو لوگوں نے زندہ و جاری کیا ہوا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات سن کر اس پر عمل پیرا ہوئے تو میں راہ ہدایت کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا رہوں گا۔

(والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)

جب یہ خطوط جو حضرت نے تحریر فرمائے تھے اہل بصرہ کے پاس پہنچے تو بعض لوگوں نے ان کو چھپا دیا اور بعض نے جواب دینے میں عذر کیا اور کچھ نے اطاعت کا وعدہ کیا۔

اعثم کوفی کے موافق منذر بن جارود کی بیٹی عبید اللہ کے نکاح میں تھی صاحب لہوف کے موافق اس کا نام بحریہ بنت منذر تھا۔ منذر ابن جارود کو گمان ہوا کہ یہ قاصد اور یہ خط مصنوعی اور جعلی ہے۔ جو ابن زیاد نے ہم لوگوں کے خیالات دریافت کرنے کو لکھا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یزید کی حکومت سے ہم راضی ہیں۔ یا ناراض یہ خیال کر کے منذر بن جارود نے حضرت سلیمان بن زریں کو جو یہ خط لائے تھے، مع خط کے ابن زیاد کے پاس پیش کر دیا یہ واقعہ اس دن کا ہے جس کی صبح ابن زیاد یزید کے حکم کے بموجب کوفہ کو جانے والا تھا۔ ابن زیاد نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھا تو اسی وقت جناب سلیمان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت حضرت سلیمان ایسے عالم غربت میں تھے کہ نہ کوئی مونس تھا نہ مددگار۔

مقتل ابی مخنف کے موافق منذر نے جب یہ خط پڑھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایلچی کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط پڑھا تو اسی وقت اس نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دے چنانچہ جلاد نے ایلچی کو شہید کر دیا۔"

مقتل لہوف کے مواقف جب صبح ہوئی ابن زیاد نے دارالامارہ سے باہر آ کر منبر سے خطبہ دیا اور لوگوں کو یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا اور اس کی اطاعت کرنے پر انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اعثم کوفی اور ابی مخنف نے روایت کی ہے کہ ابن زیاد منبر پر گیا اور لوگوں کو خوب ڈرایا دھمکایا اور کہا "خبردار یزید کی مخالفت نہ کرنا ورنہ بہت نقصان اٹھانا پڑے گا اس نے بتایا یزید کا یہ فرمان آیا ہے کہ اس نے کوفہ کی گورنری میرے سپرد کر دی ہے۔ کل میں کوفہ جاؤں گا۔ میں نے اپنے بھائی عثمان کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے تم سب اس کی عزت و اطاعت کرنا خدا کی قسم اگر کسی نے اس کی نافرمانی کی تو اس شخص کو مع اس شخص کے جو اس کا شریک ہوگا قتل کر دوں گا۔ نیز مخالفت پر کسی چھوٹی غلطی یا قصور پر بھی سخت سزا دوں گا۔"

حضرت قیس بن مسہر صیداوی

حضرت امام حسین علیہ السلام نے مقام حاجز سے اہل کوفہ کے نام اپنی روانگی کا خط لکھا تھا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں یہ خط قیس بن مسہر صیداوی اور بروایت دیگر عبداللہ بن یقطر کو دیکر جانب کوفہ روانہ کیا تھا روضۃ الشہداء اور روضۃ الصفا کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خط بطن الرمہ سے تحریر فرمایا۔ لہوف اور ابن خلدون کے موافق حاجز سے یہ خط اہل کوفہ کو روانہ کیا جس میں اپنی تشریف آوری کا حال لکھا تھا۔

یہ خط سلیمان ابن صرد خزاعی، مسیتب بن نجبہ، عبداللہ ابن وائل، رفاعہ بن شداد اور جماعت مومنین کے نام تھا۔ ابن خلدون کے موافق اس خط کے طرز کے مضمون کا خطبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر حر کے سامنے دیا تھا۔ نور العین اور خصائص الحسین علیہ السلام کے موافق اس خط کا مضمون یہ تھا۔

تم سب جانتے ہو کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ''جو شخص دیکھے ظالم بادشاہ کو جو حلال خدا کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہو، عہد خدا کو توڑتا ہو اور سنت رسولؐ کی مخالفت کرتا ہو اور اللہ کی مخلوق پر ظلم و جور کرتا ہو جو لوگ ایسے ظالم و جابر بادشاہ سے راضی ہوں اور اسکے قول و فعل سے انکار نہ کریں تو اللہ ان لوگوں کو اس ظالم بادشاہ کا شریک کار قرار دیگا۔''

تم لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اس جماعت بنی امیہ نے اللہ کی اطاعت سے روگردانی کی اور شیطان کی اطاعت اختیار کی اور بالاعلان فساد برپا کیا ملک خدا میں حدود خدا کو ضائع کیا اور مسلمانوں کا مال اپنے لیے مخصوص کیا اور احکام الٰہی کو حلال و حرام سے متغیر کر دیا۔ بالتحقیق میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں پیغمبرؐ خدا سے قرابت داری کے سبب۔

خطوط اور قاصد تمہاری جانب سے میرے پاس آئے تھے جس میں تم نے لکھا تھا کہ ہماری بیعت اس طرح کی ہے کہ کبھی تم ہم سے جدا نہ ہو گے اور تم نے لکھا تھا کہ ہم آپ کی نصرت کریں گے۔ اگر تم اپنی بیعت اور قول و فعل پر قائم رہے اور وفا کی اس امر پر تو رشد و ہدایت پاؤ گے۔ تمہارا اور تمہارے عیال کا حال میرے اور میرے عیال کی مثل ہوگا اور اگر اپنے اقرار پر قائم نہ رہے اور بیعت شکنی کی جو تم سے بعید نہیں کیونکہ میرے پدر بزرگوار اور برادر عالی وقار اور پسر عم مسلم سے بھی تم نے بے وفائی کی اور مغرور وہ ہے جو تم پر غرور کرے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اپنا اجر ضائع کرو گے اور راہ حق و ثواب سے منہ پھیر لو گے اور اپنا نقصان کرو گے۔ خدا تم سے بے نیاز ہے والسلام بحارالانوار میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس خط میں لکھا کہ مسلم بن عقیل کا خط مجھے ملا جس میں لکھا ہے کہ تم نے میری نصرت اور میرے دشمنوں سے حق طلبی پر اتفاق کیا ہے میں خداوند کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ ہم پر اپنا احسان کرے اور تمہاری نیک نیتی اور اچھے کردار پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آگاہ ہو کہ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو محکم اطاعت کرنا میری نصرت پہ مستعد رہو میں جلد پہنچنے والا ہوں۔ ابو مخنف نے اس خط کے آخری الفاظ یہ تحریر کئے ہیں۔ ''میں اپنے خاندان اور دوستوں کے ہمراہ تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ جیسے ہی میرا خط تمہیں موصول ہو تم اپنا ارادہ مجھے لکھ بھیجنا۔ والسلام''

صاحب لہوف کے موافق یہ خط لے کر جناب قیس جب قادسیہ پہنچے اور شہر میں داخل ہونا چاہا تو حصین بن نمیر جو ابن زیاد کے رفقاء میں تھا قیس بن مسہر کو راستہ ہی میں روک لیا اور جب اس نے تلاشی لینا چاہی تو جناب قیس بن مسہر نے خط پھاڑ دیا۔ حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا جب آپ ابن زیاد کے پاس گئے تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ تو حضرت قیس نے کہا میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے فرزند کا دوست اور شیعہ ہوں۔ ابن زیاد نے پوچھا تم نے امام حسین علیہ السلام کا خط کیوں پھاڑا۔ آپ نے جواب دیا۔ میں نے یہ خط اس لئے پھاڑا تا کہ تو اس کے مضمون سے واقف نہ ہو سکے۔ جب حضرت قیس سے پوچھا بتاؤ یہ خط کس کے نام تھا تو آپ نے کہا ایک جماعت کے نام تھا۔ جس کا مجھے علم نہیں۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم ان لوگوں کا نام نہیں بتاتے ہو جن کے نام یہ خط تھا تو منبر پر جا کر حسین علیہ السلام کو برا کہو۔

حضرت قیس یہ سن کر منبر پر گے اور کہا اے اہل کوفہ یہ یقین جانو کہ حسین علیہ السلام اس زمانہ میں تمام مخلوق خدا سے بہتر اور افضل ہیں آپ علیہ السلام رسولؐ اللہ کی بیٹی کے فرزند ہیں اور میں اس جناب کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں حاجز کی منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو چھوڑا ہے تم سب ان کی اطاعت کرو یہ کہہ کر حضرت قیس نے ابن زیاد پر لعنت کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر درود و سلام بھیجا۔ اس وقت ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو کوٹھے پر لے جاؤ اور وہاں سے نیچے گرا دو اس حکم کے ملتے ہی حضرت قیس کو لیجا کر کوٹھے سے نیچے گرا دیا۔ آپ جب زمین پر گرے تو جسم چور چور ہو گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے وفادار قاصد نے شہادت نوش فرمائی۔

مقتل ابی مخنف، مقتل لہوف اور طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ منزل ہجانات میں پہنچا تو حر کا لشکر آپ علیہ السلام کے ساتھ تھا اس وقت چار آدمی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کو طرماہ بن عدی لے کر آئے تھے اور نافع مرادی کا گھوڑا ان کے ساتھ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے اہل کوفہ اور اپنے قاصد کے بارے میں دریافت فرمایا تو ان لوگوں نے کوفہ کے حالات بیان کئے اور حضرت سے پوچھا آپ کے قاصد کا کیا نام ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''قیس بن مسہر صیداوی'' ان لوگوں نے بتایا کہ حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے جناب قیس سے کہا تم منبر پر جا کر حسین علیہ السلام کو برا کہو۔ جناب قیس نے ابن زیاد کی فرمائش کو پورا کرنے کے بجائے آپ علیہ السلام پر اور آپ کے والد ماجد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر درود و سلام بھیجا اور ابن زیاد پر لعنت کی پھر فرمایا۔ ''اے لوگوں! میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو مقام حاجز پر چھوڑ کر آیا ہوں میں تم لوگوں کی طرف انکا بھیجا ہوا قاصد ہوں تم لوگ حضرت حسین علیہ السلام کی مدد کیلئے تیار ہو جاؤ۔

ابن زیاد نے جناب قیس کی یہ تقریر سن کر حکم دیا کہ انکو قلعہ کے کوٹھے سے نیچے گرا دو حضرت قیس کو قلعہ کے بالا خانہ سے گرایا گیا اور ان کو اس طرح شہید کیا گیا یہ دردناک خبر سن حضرت امام حسین علیہ السلام بہت غمگین ہوئے اور گریہ فرمایا اور دعا فرمائی بار الہا ہم کو اور ان کو اپنے جوار رحمت میں ایک جگہ رکھ کیونکہ تو ہر شے پر قادر ہے۔

اعثم کوفی کو موافق حضرت قیس بن مسہر کی خبر شہادت سن کر حضرت امام حسین بہت رنجیدہ ہوئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہلال بن نافع نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی "یابن رسول اللہ آپ علیہ السلام کے نانا محمد مصطفیٰ ؐ کے تمام لوگ دوست نہ ہو سکے کچھ ہمیشہ دوست رہے اور کچھ منافق یہ لوگ بظاہر دوستی کے دعویدار تھے اور دلوں میں عداوت رکھتے تھے اور ایسا ہی کچھ آپؑ کے والد حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا کچھ لوگ آپ علیہ السلام کے اطاعت گزار دوست تھے اور اعانت سے پیش آتے تھے اور بعض صرف زبانی دعوے کرتے تھے۔ اب جو شخص بھی اپنے عہد کو توڑے۔ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو ان سے بے پرواہ کر دے۔ آپ علیہ السلام مشرق و مغرب جس سمت جانا چاہیں گے۔ ہم آپ کے شریک کار ہیں۔ اور ہرگز آپ علیہ السلام سے جدا نہ ہوں گے اور حکم الٰہی پر راضی رہیں گے ہمارا دوست صرف وہ شخص ہوگا جو آپ کو عزیز رکھے گا اور جو آپ علیہ السلام سے دشمنی کرے گا وہ ہمارا بھی دشمن ہوگا اس وقت حضرت نے ہلال بن نافع کے حق میں دعائے خیر کی۔

حضرت عبداللہ بن یقطر حمیری

ابن حجر عسقلانی کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن یقطر کا شمار اصحاب جناب رسالت مآبؐ میں ہے اور آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہم عمر تھے۔ ارباب سیر ناقل ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد جناب عبداللہ بن یقطر کو جناب مسلم کے پاس روانہ فرمایا اور جناب مسلم نے کوفہ پہنچ کر جو خط حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھا تھا اس میں کوفے کی بیعت اور اطاعت کا احوال تحریر تھا اور حضرت امام حسین کو کوفہ میں تشریف لانے کیلئے لکھا تھا۔ اس خط کا جواب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم کے نام تحریر فرمایا تھا جبکہ ابن قتیبہ اور ابن مسکویہ نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ "جن کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم کے روانہ ہونے کے بعد کوفہ بھیجا تھا۔ ان کا نام قیس بن مسہر صیداوی ہے اور عبداللہ بن یقطر تو حضرت مسلم کے ہمراہ گئے تھے۔ جب حضرت مسلم نے اہل کوفہ کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو عبداللہ بن یقطر کو فوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ حضرت علیہ السلام تمام حالات سے آگاہ ہو جائیں اور یہاں تشریف نہ لائیں"۔

حضرت عبداللہ بن یقطر جب قادسیہ پہنچے تو وہاں حصین بن نمیر جو ابن زیاد کی طرف سے لشکر کے ساتھ موجود تھا اور آنے جانے والوں کو گرفتار کر رہا تھا اس نے حضرت عبداللہ بن یقطر کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے حالات دریافت کرنا چاہے تو انہوں نے کچھ بتانے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے کہا قلعہ کی چھت پر جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو برا کہو اور جب نیچے اترو گے تو فیصلہ کروں گا کہ تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ نے کوٹھے پر جا کر لوگوں کو مخاطب کیا "اے اہل کوفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاصد ہوں تم اپنے وعدے کے مطابق ابن مرجانہ اور یزید کے مقابل آ کر حضرت کی مدد کرو یہ سننا تھا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قلعہ سے نیچے گرا دو۔ اس حکم کے ساتھ ہی لوگوں نے آپ کو قلعہ کی بلندی سے زمین پر گرا دیا۔ آپ کا

جسم زخموں سے چور چور ہو گیا اور ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ ابھی آپ میں کچھ جان باقی تھی کہ خصائص الحسین کی روایات کے مطابق عبدالملک بن عمیر اللخمی قاضی کوفہ نے چھری سے آپ کو ذبح کر دیا۔ جب لوگوں نے قاضی کے اس عمل پر ملامت کی تو اس نے کہا۔ میں نے عبداللہ کو اس لیے ذبح کیا تا کہ تکلیف سے نجات مل جائے۔ تاریخ کامل کے موافق قصر سے گرنے کے بعد ان میں کچھ جان باقی تھی کہ کسی دوسرے شخص نے ذبح کر دیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو جب منزل زبالہ میں خبر شہادت جناب مسلم وہانی اور عبداللہ بن یقطر پہنچی تو آپ نے جملہ اصحاب کو جمع کیا اور یہ دردناک خبر سنائی اور فرمایا اہل کوفہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا جس کو ہمارے ساتھ شہید ہونا ہو وہ رہے اور جو بغرض راحت وثروت ساتھ ہے وہ چلا جائے میں نے اپنی بیعت اٹھالی۔

خصائص الحسین علیہ السلام میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن یقطر کی خبر شہادت پہنچی اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو حالات سے آگاہ کیا تو جتنے اعرابی تھے وہ حضرت کے قافلہ سے جدا ہو گئے۔ صرف وہ لوگ ہمراہ رہے جو مکہ سے چلے تھے۔

حضرت عمارہ بن صلخب

صاحب ابصار العین لکھتے ہیں جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ تشریف لائے تو جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی تھی ان میں جناب عمارہ بن صلخب بھی شامل تھے۔ جب دوسرے لوگوں نے حضرت مسلم سے منہ پھیر لیا تو حضرت عمارہ بن صلخب ابن زیاد کے ڈرانے دھمکانے کے باوجود حضرت مسلم کے ساتھ رہے۔

جب حضرت مسلم کو ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا گیا تو آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے لایا گیا ابن زیاد نے ان سے دریافت کیا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے آپ نے بتایا میں ازدی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں ابن زیاد نے حکم دیا ان کو ان کے قبیلے میں لیجا کر قتل کر دو اس کے بعد ابن زیاد کے سپاہی ان کو قبیلہ ازد لے گئے اور وہاں تلوار سے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

عبدالاعلیٰ بن یزید الکلبی

علامہ شیخ محمد بن شیخ طاہر ساوی نجفی انصار العین میں لکھتے ہیں۔ عبدالاعلیٰ کوفہ کے رہنے والے تھے، آپ بڑے شہسوار اور بہادر تھے آپ مذہباً شیعہ تھے۔ جب حضرت مسلم کوفہ میں تشریف لائے تو آپ ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ شروع میں لوگوں نے حضرت مسلم کی حمایت کی بعد میں ابن زیاد کے خوف سے سب نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن عبدالاعلیٰ حضرت مسلم کی حمایت کرتے رہے۔ ان کو کثیر بن شہاب نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا ابن زیاد کو جب معلوم ہوا یہ حضرت مسلم کے ساتھ تھے تو انہیں قید کر دیا۔

جب حضرت مسلم کو ابن زیاد نے شہید کرا دیا تو اس نے عبدالاعلیٰ کو قید خانہ سے طلب کیا اور ان سے دریافت

کیا کہ کیا تم بھی مسلم علیہ السلام کے ساتھ ہم سے لڑنے آئے تھے۔ آپ نے جواب دیا میں صرف دیکھنے آیا تھا۔ ابن زیاد نے کہا تم قسم کھاؤ کہ حضرت مسلم کے ساتھ لڑنے نہیں آئے تھے۔ آپ نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے اسی وقت آپ کو قتل کرادیا اور یہ مردِ حق خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

واقعات وشہادت حضرت محمد وابراہیم

فرزندانِ حضرت مسلم بن عقیل جناب محمد اور جناب ابراہیم کے کوفہ میں پیش آنے والے واقعات وشہادت کے بارے میں اسرار الشہادہ، ریاض القدس معالی السبطین اور امالی شیخ صدوق میں تفصیل تحریر ہے۔ آقائے محمد مہدی مازندرانی نے معالی السبطین میں ناسخ سے روایت کی ہے کہ جب جناب ہانی گرفتار ہو کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے اورر جناب مسلم نے حضرت ہانی کا گھر چھوڑ دیا تو آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں جناب محمد اور جناب ابراہیم کو قاضی شریح کے سپرد فرما کر قاضی سے دونوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت فرمائی۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد ابن زیاد کو بتایا گیا کہ جناب مسلم کے دو کمسن بچے جناب محمد وابراہیم بھی جناب مسلم کے ساتھ تھے جن کو کہیں چھپا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ابن زیاد نے منادی کرادی کہ جس کسی کے پاس یہ بچے موجود ہیں اور اس نے ان کو اگر ہمارے حوالے نہ کیا تو اس کا قتل حکومت کی طرف سے جائز ہے۔

جب قاضی شریح نے یہ اعلان سنا تو ان بچوں کو بلایا اور نہایت نرمی سے گفتگو کی اور بے ساختہ گریہ کیا۔ بچوں نے قاضی سے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا آپ کے والد شہید ہو چکے ہیں۔ جب ان بچوں نے جناب مسلم کی شہادت کی خبر سنی تو ان کے سروں پر درد وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کیونکہ عالم مسافرت، کم سنی اور اس کے ساتھ زمانہ دشمن ہو چکا تھا۔ نہ کوئی مونس تھا، نہ ہمدرد۔ دونوں رونے لگے۔ قاضی نے تسلی دی اور کہا "شاید آپ دونوں کو معلوم نہیں کہ آپ کے والد کی شہادت کے بعد آپ دونوں کی گرفتاری کے احکام جاری ہو چکے ہیں اگر کسی جاسوس نے رونے کی آواز سن لی تو ابھی گرفتار ہو جائیں گے اور ساتھ ہی میں بھی گرفتار کر لیا جاؤں گا۔

قاضی کی یہ باتیں سن کر بڑے شہزادے نے درد بھری آواز میں کہا۔ ہمیں اپنے انجام کی خبر ہے۔ ہمیں موت کا خوف نہیں جلد یا بدیر ہمیں اپنے بابا سے ملنا ہے۔ کیونکہ آپ نے ہمیں اپنے گھر رکھا اور ہم نے کچھ روز تک آپ کا نمک کھایا ہے۔ لہٰذا آپ کے تحفظ کے پیش نظر ہم گریہ ضبط کریں گے۔ آپ ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ قاضی نے کہا بلاشبہ میں خود گرفتار ہونا نہیں چاہتا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آپ دونوں گرفتار ہوں اور اس ظالم کے ہاتھ آجائیں، اسلئے میں چاہتا ہوں کہ آپ دونوں کو کسی ایسے امین شخص کے حوالے کردوں جو آپ دونوں کو مدینہ پہنچادے۔

دونوں صاحبزادوں نے کہا آپ کی جیسی مرضی ہو قاضی شریح نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا میں نے سنا ہے کہ ایک قافلہ بیرون کوفہ رکا ہوا ہے۔ جو آج رات کسی وقت مدینہ روانہ ہوگا۔ تم خود جا کر ان دونوں شہزادوں کو قافلہ میں کسی صالح اور امین شخص کے سپرد کر کے واپس آجاؤ وہ انہیں مدینہ پہنچا دے گا۔ جب رات ہوگئی تو قاضی کا بیٹا

دونوں کواپنے ساتھ لے کر بیرون کوفہ آیااس وقت قافلہ کوچ کر چکا تھاالبتہ چاندنی رات میں قافلہ کا غبار نظر آرہا تھا۔

قاضی کا بیٹا ایک دو میل تک تو ان کے ساتھ چلا پھر کہا تم دونوں تیزی سے چلتے ہوئے قافلے میں شامل ہو جاؤ یہ کہہ کر قاضی شریح کا بیٹا واپس آ گیا یہ دونوں بھائی دوڑتے دوڑتے تھک گئے اور کچھ دیر ستانے کیلئے بیٹھ گئے کوفے کے کچھ لوگ جو یہاں سے گزر رہے تھے وہ ابن زیاد کا حکم سن چکے تھے وہ ان دونوں کو بے دردی سے پکڑ کر کوفہ لے آئے اور ابن زیاد کے حوالے کر دیا۔

ابن زیاد نے ان دونوں کو مشکور نامی زندان بان کے سپرد کر دیا اور یزید کو جناب مسلم کے فرزندوں کی گرفتاری کی اطلاع کر دی ابن زیاد نے زندان کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کو اچھی غذا اور ٹھنڈا پانی نہ ملے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا لہٰذا یہ دونوں بچے دن کو روزہ رکھتے اور شام کو دو عدد جو کی روٹیاں اور ایک پیالہ پانی ان کے لئے لایا جاتا یہاں تک کہ ایک سال اسی طرح گزر گیا۔ ایک دن ایک بھائی نے دوسرے سے کہا ہم ایک مدت سے قید ہیں آج جب زندان کا داروغہ آئے تو اسے ہم سے رسولؐ اللہ سے جو نسبت ہے اور آپؐ سے جو تقرب ہے اس سے آگاہ کریں شاید اس تعلق کے سبب یہ ہم پر رحم کھائے۔ رات کو جب زندان بان خوراک اور پانی کے ساتھ آیا تو چھوٹے بچے نے کہا! اے شیخ کیا تم محمدؐ کو جانتے ہو اس نے کہا میں انہیں جانتا ہوں وہ ہمارے رسولؐ اور پیغمبر ہیں پھر کہا کیا تم جعفر بن ابی طالب علیہ السلام سے واقف ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں اللہ نے انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہیں پرواز کرتے ہیں۔ پھر کہا کیا تم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو بھی جانتے ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں وہ ہمارے رسولؐ کے چچا کے بیٹے ہیں اور ان کے بھائی ہیں۔ پھر بچے نے زندان بان سے کہا ہم تمہارے رسول محمدؐ کے خاندان سے ہیں اور جناب مسلم بن عقیل بن ابی طالب کے فرزند ہیں، تم نے ہماری قید سخت کر رکھی ہے نہ ہمیں اچھی غذا دیتے ہو اور نہ ٹھنڈا پانی یہ سن کر زندان بان بچوں کے قدموں پر گر گیا۔

اور دونوں شہزادوں کے لئے در زندان کھول دیا اور اپنی انگوٹھی دی اور کہا آپ دونوں قادسیہ جا کر میرے بھائی کا پتہ معلوم کر کے اسے میری یہ انگوٹھی بطور علامت دکھا کر اپنا تعارف کرائیں وہ آپ کو مدینہ تک پہنچا دے گا۔

دونوں شہزادے قید خانہ سے باہر آئے کیونکہ راستہ سے ناواقف تھے لہٰذا ساری رات چلتے رہے جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ساری رات کوفہ کے گرد پھرتے رہے اب چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی دریا کے کنارے کھجوروں کے درخت تھے دونوں ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گے۔ ایک عورت پانی لینے آئی جب اسے پانی میں دو عکس نظر آئے تو اوپر دیکھا کہ درخت سے دو معصوم چاند جیسی حسین صورت معصوم بچے بے بسی کے عالم میں چمٹے ہوئے ہیں اس نے دونوں کو نیچے آنے کو کہا۔ دونوں شہزادے اس کی شفقت دیکھ کر نیچے اتر آئے۔ جب اس نے اپنی مالکہ کو ان کے بارے میں بتایا تو اس نے اس کنیز کو خوشی میں آزاد کر دیا۔ دونوں بچوں کو کھانا کھلا کر ایک کمرے میں سلا دیا۔

صبح کو ابن زیاد کو خبر ہوئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے تو اس نے اسے بلایا اور پوچھا میں نے جو قیدی تیرے حوالے کیے تھے وہ کہاں ہیں؟ مشکور نے کہا جب میں نے انہیں پہچان لیا تو چھوڑ دیا۔ ابن زیاد نے

پوچھا تم نے انہیں کیوں چھوڑا؟ مشکور نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ مسافرت میں ان کے باپ کو شہید کر کے انہیں یتیم کر دیا۔ وہ یتیم بچے تیرے لئے کیا خطرہ ہو سکتے تھے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا۔ تمہیں میری سزا کا خوف نہ تھا۔ مشکور نے کہا کسی غیرت مند انسان کو تیری سزا کا خوف نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے عذاب خدا اور ملامت سرور انبیاء کا زیادہ خوف ہے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تمہیں اتنا ہی خوف خدا ہے تو میری سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔ مشکور نے کہا جب میں نے انہیں رہا کیا تھا میں اس وقت سے سزا کیلئے تیار ہوں۔

یہ سنکر ابن زیاد نے جلاد کو بلایا اور کہا اسے پانچ سو کوڑے مار کر سر قلم کر دو۔ مشکور نے کہا اللہ و رسولؐ اور اہل بیت علیہ السلام کی محبت میں یہ سزا بہت کم ہے جب جلاد نے تازیانہ اٹھا کر مشکور کے برہنہ جسم پر مارا تو مشکور نے کہا "اے اللہ میں تجھ سے مدد، فراخی، سکون اور صبر چاہتا ہوں۔ تیرے نبی کی محبت میں قتل کیا جا رہا ہوں مجھ کو ان سے ملا دے"

یہ کہہ کر مشکور نے خاموشی اختیار کی اور جسم پر تازیانے برستے رہے۔ مشکور نے ہر تازیانے پر الحمد للہ کہا۔ آخر کار غش آ گیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو پانی مانگا، تو ابن زیاد نے منع کیا کہ اسے پانی نہ دو، اسے پیاسا ہی اپنے نبیؐ اور اہل بیت علیہ السلام کے پاس جانے دو۔

عمرو بن حارث سفارش کر کے مشکور کو اٹھا کر علاج کیلئے اپنے گھر لے گیا۔ جب انہیں غش سے افاقہ ہوا تو عمرو نے پانی دیا تو مشکور نے کہا بخدا میرے آقا نے مجھے پانی کا جام پلایا ہے، اب مجھے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس محب اہل بیت کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

جناب مسلم کے فرزند جس گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے اس گھر کے مالک کا نام حارث ابن عروہ تھا جب یہ ظالم گھر آیا تو نہایت بدحال تھا اس کی بیوی جو مومنہ تھی۔ اس نے پوچھا آج تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حارث نے کہا آج جب میں ابن زیاد کے دروازے پر کھڑا تھا تو منادی نے صدا دی جو شخص مسلم بن عقیل کے بچوں کو گرفتار کر کے لائے گا اسے نقد انعام دیا جائے گا اور اس کی کوئی ایک ضرورت حسب خواہش پوری کی جائے گی میں نے اسی وقت اپنا گھوڑا ان کے تعقب میں لگا دیا۔ سارا دن مارا مارا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ میرا گھوڑا گر کر جواب دے گیا۔ پھر میں پیدل ان کو تلاش کرتا رہا لیکن ان بچوں کا کہیں سراغ نہ ملا اس مومنہ نے یہ سن کر کہا خدا جانے تم لوگوں کی عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ معصوم بچے ابن زیاد کی حکومت کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر یہ تجھے مل جاتے تو تیرے لئے یہ کون سے فخر کی بات ہوتی۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ نہ قیامت کا خیال ہے نہ عداوت نبی کا۔

اس ظالم نے کہا زیادہ باتیں نہ بنا پتہ نہیں محمدؐ کون اور کیا وعدے کئے تھے، وعدے بھی ایسے جن کا تعلق دنیا سے نہیں مرنے کے بعد پتہ نہیں مرنے کے بعد ہماری سڑی ہوئی ہڈیاں اندر بھی ہوں گی یا نہیں۔ تجھے کیا معلوم اگر آج یہ دونوں مل جاتے تو ابن زیاد کی طرف سے سونے اور چاندی کے ڈھیر لگ جاتے اس نے کہا اب اٹھ اور کھانا لا یہ کھانا کھا کر سو گیا۔

دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے سو رہے تھے کہ بڑے شہزادے محمد کی آنکھ کھل گئی۔

آپ نے چھوٹے بھائی کو جگا کر کہا میں نے ابھی خواب دیکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں یہ ہماری آخری رات ہے اب ہم کبھی نہ مدینے جاسکیں گے نہ اپنی ماں سے مل سکیں گے۔ چھوٹے بھائی ابراہیم نے بانہیں بھائی کے گلے میں ڈال کر عرض کیا۔ وہ کیا خواب آپ نے دیکھا ہے۔ بڑے بھائی محمد نے کہا ابھی میں نے خواب میں نبیؐ کونین نانا علی علیہ السلام ماموں حسن علیہ السلام اور سیدہ زہرہ علیہا السلام کو دیکھا ہے۔ ہمارے بابا بھی ان کے ساتھ تھے کمسن ابراہیم نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

حارث نے جسے ابھی نیند نہیں آئی تھی۔ اس نے بیوی سے پوچھا یہ اندر کون ہے اور یہ کیسی آواز ہے۔ اس مومنہ نے کوئی جواب نہ دیا یہ جفا کار چراغ لے کر اٹھا کمرے کا دروازہ کھولا تو دیکھا دو شہزادے سہمے ہوئے ایک دوسرے کو گلے لگائے بیٹھے ہیں۔ اس نے پوچھا تم کون ہو اور یہاں کیا لینے آئے ہو؟ دونوں صاحبزادوں نے کہا ہم تیرے مہمان ہیں، تیرے نبی کی عترت اور مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔ یہ سن کر یہ غصہ سے بے آپ ہو گیا اور کہنے لگا۔ میں دن بھر تمہیں تلاش کرتا رہا۔ اس جستجو میں میرا گھوڑا ہلاک ہوا اور میں مرنے کی حد تک تھک گیا اور تم میرے ہی گھر میں پڑے مزے لے رہے ہو۔ اس نے ایک ہاتھ سے ایک کے اور دوسرے ہاتھ سے دوسرے کے بال پکڑے اور دونوں کو ایک جھٹکے سے کھڑا کیا۔ دونوں حسرت سے اس مومنہ کی طرف دیکھنے لگے۔ اس مومنہ نے اس ظالم کے ہاتھ پاؤں جوڑے منتیں کیں۔ اور کہا ذرا ان کی طرف دیکھ یہ کیسے معصوم اور حسین بچے ہیں ان کمسن بچوں نے تیرا اور تیرے امیر کا کیا بگاڑا ہے، یہ مسافر اور یتیم ہیں ابھی تو اپنے باپ پر روئے بھی نہیں ہیں لیکن اس سنگدل نے ایک بات بھی نہ سنی اور جب تشدد کرتے کرتے تھک گیا تو دونوں کے ہاتھ پس گردن سے باندھ کر زمین پر الٹا لٹا دیا اور کمرہ کا تالا لگا کر سو گیا۔ وہ مومنہ اس کے پاؤں چھو کر منتیں کرتی تھی لیکن یہ ظالم تلوار کی نوک سے اسے دھکیل دیتا تھا۔ صبح اٹھ کر اس نے اپنے غلام کو بلایا اور تلوار دیکر کہا جا دریا کے کنارے ان کے سر قلم کر کے لاشے دریا میں ڈال کر سر میرے پاس لے آتا کہ میں اپنا انعام حاصل کروں۔ غلام نے کہا اگر تیری غیرت ختم ہوگئی ہے تو کیا یہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص تیری طرح سنگ دل ہو گیا ہے اول تو ان کمسنوں کی مجبوری اور یتیمی ہی رحم کیلئے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ میں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر روز قیامت نبی کریم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اس شخص نے کہا تو غلام ہو کر مجھے بے ضمیر کہہ رہا ہے۔ اور میری نافرمانی کر رہا ہے اب نافرمانی کا مزا چکھ۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار کیا۔ یہ بیچارہ ان شہزادوں کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ جب حارث کی زوجہ اپنے بیٹے کو لے کر آئی تو یہ اس وقت غلام کا سر کاٹ رہا تھا۔ بیٹے نے کہا اس غلام نے تیرا کیا بگاڑا تھا یہ غلام ہونے کے علاوہ ہمارا رضاعی بھائی بھی تھا، اس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ غلام کا سر کاٹ کر بیٹے کی طرف پھینک کر کہنے لگا۔ یہ لے اپنے بھائی کا سر اس نے میری نافرمانی اور گستاخی کی اس کی یہی سزا تھی، یہ تلوار لے اور ان بچوں کو ساتھ لے کر دریائے فرات پر جا اور ان کے سر لے کر جلدی لوٹ آ۔ اس کے بیٹے نے کہا نہ میں ایسا کروں گا اور نہ تجھے ان بچوں پر مزید ظلم کرنے دوں گا۔ ان بچوں کو چھوڑ دے اتنے میں اس کی بیوی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے رسی لینا چاہی

اور کہا ظالم اب ان کو چھوڑ دے ان کا کیا قصور ہے، اگر تجھے انعام لینا ہی ہے تو ان کو ابن زیاد کے سپرد کر دے۔ وہ جو چاہے کرے۔ حارث نے کہا۔ اپنا ہاتھ رسی سے الگ کر لے۔ میں ان کے سر لے کر جاؤں گا۔ میں اگر ان کو زندہ لے گیا تو ان کے حامی ان کو مجھ سے چھین لیں گے۔ بیوی نے کہا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں اپنی زندگی میں اولاد رسول کو قتل ہوتا دیکھوں، اس ظالم نے تلوار کا وار کیا، وہ مومنہ زخمی ہو کر غش کھا کر گر گئی۔ جب اس کے بیٹے نے رسی پر ہاتھ ڈال کر بچوں کو چھڑانا چاہا تو اس ظالم نے تلوار سے اسے بھی شہید کر دیا۔

اس کے بعد یہ دونوں کو لے کر چلا ان بچوں کے سامنے جانثاروں کی لاشیں پڑی تھیں۔ بچوں نے کہا اگر تجھے قتل ہی کرنا ہے تو صبح کی نماز پڑھ لینے دے۔ اس نے کہا، اب نماز پڑھ کر کیا کرو گے۔ جنت میں اپنے بابا کے پاس جا کر پڑھ لینا، میرے پاس اتنا وقت کہاں ہے۔ دونوں کو دریائے فرات کے کنارے لا کر بڑے پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو چھوٹے نے اپنے کو بڑے بھائی پر گرا دیا اور کہا ظالم پہلے مجھے مار میں کس طرح اپنے بڑے بھائی کا لاشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہوں۔ اس نے جب چھوٹے پر وار کرنا چاہا تو بڑے بھائی نے چھوٹے کی ڈھال بن کر کہا اے سنگ دل کیا کبھی بڑے بھائی کے سامنے چھوٹے بھائی کو بھی کسی نے قتل کیا ہے۔ اس لعین نے بڑے بھائی کے گلوئے نازک پر وار کیا۔ تو لاشہ خاک و خون میں غلطاں تڑپنے لگا۔ اس ظالم نے تن سے سر جدا کر کے ایک طرف رکھ دیا اور جسم کو دریا میں ڈال دیا چھوٹے بھائی نے سر اٹھا کر اپنے دامن میں رکھا اور بوسہ دینے لگے اس ظالم نے جناب ابراہیم کے ہاتھ سے انتہائی بے رحمی سے محمد کا سر لے کر ایک طرف رکھ دیا اور جناب ابراہیم کے سر پر تلوار کا وار کیا اور یہ تڑپنے لگے اس نے جلدی سے سر جدا کیا اور تن دریا میں ڈال دیا دونوں سر تھیلے میں رکھ کر ابن زیاد کے پاس دارالامارہ آیا اور سر تھیلے سے نکال کر ابن زیاد کے سامنے منبر پر رکھ دیئے بعد میں ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان دونوں کے سروں کو دریائے فرات میں ڈال دیا جائے جب یہ سر سپرد دریا کئے گئے تو دریا سے یہ دونوں بے سر لاشیں ابھر آئیں اور سر اپنے جسم سے مل گئے اور دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر دریا میں غائب ہو گئے۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں روایت کی ہے کہ جب حارث نے بڑے شہزادے کی لاش دریا کے سپرد کی تو وہ پانی میں غائب ہو گئی۔ جب کمسن جناب ابراہیم کا لاشہ سپرد دریا کیا تو بڑے شہزادے کا لاشہ پانی سے برآمد ہوا اور پانی کو چیر کر چھوٹے کے لاشہ سے آکر مل گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی بانہوں میں لیا اور پانی میں غائب ہو گئے۔ علامہ حسین واعظ کاشفی روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو حضرت مسلم کے فرزندوں کے سر پانی میں ڈالنے کیلئے لایا تھا، اس کا نام مقاتل تھا روضۃ الشہداء اور خلاصۃ المصائب کے موافق اس نے دونوں سروں کو پانی میں ڈالنے کے بعد حارث ملعون کے مقتول غلام اور بیٹے کی لاشوں کو باب بنی خزیمہ میں دفن کر دیا تھا۔

....

باب: ۷

قصد سفرِ عراق

علامہ اربلی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مسلم بن عقیل وہانی ابن عروہ ومحمد ابن کثیراور فرزندان جناب مسلم کو قتل کرنے کے بعد عمر ابن سعد اور ابن زیاد کے مابین حکومت کرنے کا معاہدہ ہوگیا اور طے پایا کہ حر ابن یزید ریاحی کو سب سے پہلے دو ہزار سواروں سمیت روانہ کرکے حضرت امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کرایا جائے اور انہیں کوفہ لاکر قتل کردیا جائے۔

ایک طرف یزید اور اس کے ہمنوا حوس اقتدار میں جتلا تھے اور دوسری طرف حضرت امام حسین علیہ السلام رضائے الٰہی کے حصول کے لئے سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ تھے یہی وجہ تھی کہ جب آپ علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل کو روانہ کیا تھا تو ان کے ساتھ کوئی لشکر یا ہتھیار نہیں بھیجے، اس لئے کہ آپ علیہ السلام کا مقصد اقتدار پر قبضہ کرنا نہ تھا بلکہ آپ کا مقصد ہدایت اور دین کی ترویج تھا جس طرح آپ علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف آوری کا مقصد دین اسلام کی پیروی اور ہدایت تھا اسی طرح مکہ معظمہ سے عراق روانگی کے مقاصد بھی یہی تھے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پوری زندگی سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ علیہ السلام نے کبھی بھی دنیاوی اقتدار کے لئے لوگوں کو جمع نہیں کیا، اب اگر مکہ سے روانہ ہوئے اور مقصد لشکر کشی اور حصول اقتدار ہوتا تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر روانہ نہ ہوتے بلکہ آپ کا مقصد قیام امن کی ایک کوشش تھی اور ان تمام امور کا مقصد لوگوں کو راہ مستقیم پر چلانا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہمراہ بہت سی ایسی شخصیتوں کو اپنے ساتھ شامل نہ کیا جن کا اہل عرب پر کافی دبدبہ اور رسوخ تھا۔ ان میں عبداللہ ابن عباس، محمد حنفیہ اور عبداللہ ابن جعفر اور دیگر کئی معتبر شخصیتوں نے حضرت علیہ السلام کے ساتھ چلنے کی درخواست کی تھی لیکن آپ علیہ السلام نے ان کو ساتھ چلنے سے روک دیا۔ علامہ طبری لکھتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی جانب صرف اپنے اہل وعیال کو لے کر روانہ ہوئے۔ تاریخ ابن خلدون میں مرقوم ہے کہ حسین ابن علی علیہ السلام مع اپنے اہل بیت کے مکہ سے روانہ ہوئے جس میں عورتیں بچے اور مرد شامل تھے۔

کیونکہ مکہ میں قیام کے دوران آپ علیہ السلام کے پاس مسلسل خطوط آتے رہے جن میں التجا کی گئی تھی کہ آپ علیہ السلام تشریف لائیں ہم سب آپ کی آمد کی کے منتظر ہیں ان خطوط میں بار بار یہ جملہ دہرایا گیا کہ ہم بے امام ہیں اور گمراہیوں سے بچنے کیلئے آپ کی ہدایت کے متمنی ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس مسلسل اس مضمون کے خطوط آئے تو آپ نے اتمام حجت کے لئے قصد عراق فرمایا حالانکہ آپ علیہ السلام ان لوگوں کی بے وفائی سے واقف تھے۔ آپ کو معلوم تھا کہ ماضی میں ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے وفا نہ کی لیکن آپ کے پیش نظر اپنے نانا رسولؐ خدا

کی وہ احادیث تھیں، جن میں آپ کو واقعہ کربلا سے پہلے ہی آگاہ کیا گیا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان واقعات پر آمادگی کا اظہار فرمایا تھا یہی وہ عظیم مقاصد تھے جن کی وجہ سے حضرت علیہ السلام نے قصد عراق فرمایا۔

سورہ آل عمران پارہ ۴ رکوع ۷ آیت ۶ میں پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔ ''کہہ دو اے رسول کہ اگر تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو گے تو ضرور وہ لوگ اپنی خواب گاہوں کی طرف نکل پڑیں گے جن پر قتل ہو جانا واجب کیا گیا ہے۔''

حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر اپنے رب کا یہ حکم تھا اور آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب وہی لوگ ہیں جن کے لئے اللہ کے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے لہٰذا آپ ہر قربانی اور ہر امتحان کے لئے آمادہ تھے زمانہ حج میں حضرت کا حج کو عمرہ میں تبدیل کرنا یقیناً ہر مسلمان کیلئے لمحہ فکریہ تھا کہ وہ کیا حالات تھے کہ نواسہ رسولؐ یہاں سے بغیر حج کئے عراق کے لئے روانہ ہوئے دراصل حضرت امام حسین علیہ السلام یہ بات سب پر واضح کرنا چاہتے تھے کہ دین کے اصل وارث ہم ہیں اور ہر زمانے میں ہم نے بیت اللہ کی حفاظت کی ہے اور اب بھی اس کے استحکام کیلئے ہماری کوشش وسعی ہے۔

دراصل حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث پر عمل پیرا تھے کہ ''حسین علیہ السلام مجھ سے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔'' گویا اس حدیث کی روشنی میں بتا رہے تھے میرا ہر عمل مطابق رسولؐ خدا ہے۔ میرا قصد عراق اور کربلا میں شہادت عمل رسولؐ خدا کے مترادف ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو معلوم تھا کہ آپ کے عزیز واقربا اور انصار سب شہادت سے سرفراز ہوں گے اور اہل حرم عصمت وطہارت کو اسیر کیا جائے گا لیکن اس امتحان کے نتائج نہایت مفید ودائمی ہوں گے اور میری اس قربانی کے نتیجہ میں دین اسلام بچ جائے گا۔ لہٰذا امتحان کی منزل سے گزرتے ہوئے قصد عراق فرمایا۔ پہلی امتحان کی منزل نانا رسولؐ خدا کے روضہ کو چھوڑنا تھا، مدینہ جہاں بچپن کی یادیں اور بزرگوں کے حالات وواقعات حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیش نظر تھے لیکن آپ نے رضائے الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مدینہ چھوڑا۔ اب دوسرا امتحان مکہ معظمہ کو چھوڑنا تھا وہ بھی زمانہ حج میں لیکن آپ علیہ السلام کے نزدیک وہ مقاصد بہت اہمیت کے حامل تھے جو عظیم قربانی کے بعد حاصل ہونا تھے لہٰذا حضرت علیہ السلام نے قصد عراق فرمایا۔

قصد سفرِ عراق اور ملائکہ کی آمد

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ سید ابن طاوس علیہ الرحمہ نے واقدی اور زرارہ ابن صالح سے روایت لی ہے کہ ان دونوں کا کہنا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی سے تین روز قبل ہم نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! یا مولا اہل کوفہ کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کی طرف ہیں۔ حضرت نے یہ سن کر اپنے دست مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ہم نے ناگاہ دیکھا کہ آسمان کے در کھل گئے اور ملائکہ کی

فوجیں اس قدر زمین پر نازل ہوئیں کہ ان کا حساب اللہ کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا تھا پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''اگر مجھ کو ازروئے شہادت اور شوق ملاقات حضرت رسالت مآبؐ رضائے الٰہی اور اجر و ثواب کی تمنا نہ ہوتی تو یہ لشکر اعدائے دین سے جہاد کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اور میرے اہل بیت علیہ السلام اور میرے اصحاب اسی جگہ شہید ہوں گے کوئی فرد میری اولاد سے سوائے زین العابدین علیہ السلام کے نہ بچے گا اسی روایت کو دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے بھی تحریر کیا ہے۔

ابو جعفر بن محمد بن جریر طبری امامی کتاب دلائل الامامہ میں روایت کرتے ہیں کہ ابو محمد واقدی اور زرارہ کہتے ہیں ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفیوں کے بارے میں آگاہ کیا کہ کوفیوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے قتل پر آمادہ ہیں یہ سن کر حضرت نے اپنے دست مبارک سے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو آسمان کے حجابات کھل گئے اور بڑی تعداد میں فرشتے جن کی تعداد خدا کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا اگر خدا کی مشیت نہ ہوتی کہ میں زمین کربلا کے قریب ہوں اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرا اجر ضائع ہو جائے گا تو میں اللہ کے اس لشکر کی مدد سے اپنے دشمنوں سے جنگ کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے فرزند علی بن الحسین کے سوا میری اور میرے تمام ساتھیوں کی قتل گاہ کربلا ہے۔

شیخ مفید محمد بن نعمان اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو فرشتوں کی ایک جماعت جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی تھی۔ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئی کہ ان ملائکہ کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے اور بہشتی گھوڑوں پر سوار تھے یہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد سلام عرض کی اے حجت خدا کئی جنگوں میں آپ کے جدامجد جناب رسولؐ خدا کی ہمارے ذریعہ پروردگار عالم نے نصرت فرمائی تھی۔ اب آپ علیہ السلام کی خدمت میں نصرت کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرشتوں کی اس جماعت کو یہ جواب دیا کہ میں کربلا میں شہید کیا جاؤں گا۔ جب میں کربلا پہنچوں تو میرے پاس حاضر ہونا۔ فرشتوں نے کہا ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل کریں اگر آپ علیہ السلام کو اپنے دشمنوں سے کوئی خطرہ ہو تو ہم خدمت میں حاضر ہیں۔ حضرت نے فرمایا جب تک میں کربلا نہ پہنچ جاؤں اس وقت تک ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

مومن جنات کا حاضر ہونا

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے عراق روانگی کے وقت گروہ جنات آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ہم آپ کے شیعہ ہیں اور آپ کی نصرت کیلئے خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ علیہ السلام جو حکم چاہیں فرمائیں ہم بجالائیں گے۔ آپ اگر ہمیں حکم دیں تو ہم آپ علیہ السلام کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا جو میرے نانا جناب، رسولؐ خدا پر نازل ہوا۔ جس میں پروردگار عالم نے فرمایا ''لوگوں سے کہو کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھے

رہیں جن کے مقدر میں قتل ہونا ہے وہ ضرور قبروں تک پہنچ جائیں گے۔'' اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے فرمایا ''لہٰذا یہاں رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اگر میں گھر میں رہوں تو ان اشقیاء کا امتحان پروردگار عالم کس چیز سے لے گا۔ اور میری قبر میں کون جائے گا۔ خدا نے اس زمین کو روز ازل سے مقدس فرمایا ہے، ہمارے شیعوں کیلئے یہ پناہ گاہ ہے اور مقامِ امن دنیا و آخرت کے لیے قرار دیا ہے۔ البتہ تم میرے پاس دسویں محرم کو حاضر ہونا اس روز میں شہید ہونگا اور ہم میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا کلام سن کر جنوں نے عرض کیا۔ قسم بخدا ہم پر اگر آپ علیہ السلام کی اطاعت واجب نہ ہوتی تو آپ کی اجازت کے بغیر ہم اس سے پہلے کہ کوئی آپ کو نقصان پہنچائے آپ کے دشمنوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے حضرت علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم ہم اس سے زیادہ انہیں قتل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن ہمارا مقصد اتمام حجت ان پر تمام کرنا ہے۔ تاکہ جو لوگ بھی یہاں ہلاک ہوں وہ دلیل کے ساتھ اور جو سعادت کی منزل پر پہنچے وہ بھی دلیل کے ساتھ۔

محمد حنفیہ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں

مقتل لہوف اور صاحب خصائص سے روائت ہے کہ جب حضرت محمد حنفیہ کو خبر ہوئی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے روانہ ہو رہے ہیں تو آپ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملنے آئے۔ حضرت ناقہ پر سوار تھے اس کی مہار تھام کر عرض کی ''اے بھائی میں نے جو پہلے آپ سے عرض کیا تھا کیا آپ علیہ السلام نے اس پر غور فرمایا!۔ حضرت نے فرمایا'' میں نے اس پر بہت غور کیا ہے'' محمد حنفیہ نے عرض کی'' پھر آپ سفر کے ارادے میں اتنی جلدی کیوں فرما رہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خداؐ میرے پاس تشریف لائے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ ''اے حسین علیہ السلام جلد روانہ ہو جاؤ اللہ کی رضا کے لئے کہ تم شہید کیئے جاؤ'' یہ سن کر محمد حنفیہ رنجیدہ ہو گئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ محمد حنفیہ نے عرض کی آپ علیہ السلام کو جب جانا ہی ہے تو اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو کیوں لیے جا رہے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے رسولؐ اللہ نے خبر دی ہے کہ مرضی معبود یہی ہے کہ مخدرات عصمت وطہارت بھی قید ہوں۔ اسکے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ کو سلام کیا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔

بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جس شب کی صبح حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ روانگی کا قصد فرمایا اور اس کی خبر محمد حنفیہ کو پہنچی تو اس خبر دردانگیز کو سنتے ہی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ ''اے بھائی! آپ اہل کوفہ کے مکروفریب کی بابت جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے آپ کے پدر بزرگوار اور برادر عالی مرتبت کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپکے ساتھ بھی یہ بدسلوکی نہ کریں۔ اگر آپ مکہ معظمہ میں تشریف رکھیں تو یہاں زیادہ صاحب اکرام اور عزیز رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ کسی کو اعتراض بھی نہ ہوگا''۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے بھائی مجھے ڈر ہے کہ یزید مجھے مکہ معظمہ میں قتل کروا

دے اور مجھے یہ منظور نہیں کہ حرمت مکہ میرے یہاں رہنے سے ضائع ہو" محمد حنفیہ نے عرض کیا۔ "اے برادر آپ شہر یمن یا صحرا کی طرف تشریف لے جائیں تا کہ کوئی آپ علیہ السلام کو نہ پاسکے"۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا "اے بھائی تم نے جو کچھ کہا بجا ہے لیکن میں اس امر پر غور کروں گا۔" روایت ہے کہ جب محمد حنفیہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کیلئے آئے تو دوران گفتگو حضرت سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ جب آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو چکا ہے تو پھر ان مخدرات عصمت و طہارت کو ساتھ لے جانے کا کیا مقصد ہے۔ یہ سن کر جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا۔ "بھائی محمد آپ ہمارے بھائی کو جو ہمارے سرپرست اور مہربان ہیں انہیں اس طرح کا مشورہ کیوں دے رہے ہیں؟ یہ میرے جد بزرگوار کی نشانی ہیں، خدا کی قسم میں ان سے ہرگز جدا نہ ہوں گی اور میں ان کے ہمراہ وہاں جاؤں گی۔ جہاں یہ تشریف لے جائیں گے" حضرت امام حسین علیہ السلام نے محمد حنفیہ سے فرمایا۔ مخدرات اہل بیت علیہم السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کی اول وجہ یہ ہے کہ یہ مخدرات عصمت و طہارت میرے پاس رسولؐ اللہ کی امانت ہیں، دنیا اس قدر تیرہ و تاریک ہو چکی ہے کہ کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جسے میں یہ امانتیں سپرد کروں جب تک میں زندہ ہوں یہ میرے ساتھ ہیں دوسرے یہ کہ اللہ کی مشیت یہی ہے۔ حضرت کی یہ گفتگو سن کر محمد حنفیہ خاموش ہو گئے۔

عبداللہ ابن عباس خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں

جب عبداللہ بن عباس کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ روانہ ہو رہے ہیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ناسخ التواریخ اور بحار الانوار کے موافق عبداللہ بن عباس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا۔ "اے حسین علیہ السلام آپ پر میری جان قربان ہو اگر آپ کوفہ تشریف لئے جا رہے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ لے کر جائیں۔" حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "میں نے اپنے نانا رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لے کر جاؤں میں اس حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔

مناقب میں اس طرح مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ ابن عباس سے فرمایا میں اپنی بڑائی ظاہر کرنے یا ظلم و فساد کی غرض سے نہیں جا رہا ہوں بلکہ اسلئے جا رہا ہوں تا کہ اپنے نانا محمد مصطفیؐ کی امت کی اصلاح کروں ان لوگوں کو نیکی کا حکم دوں اور برائیوں سے روکوں۔ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی سیرت پر چلوں گا جو مجھے حق سمجھ کر قبول کریگا تو پروردگار عالم حق کا زیادہ سزاوار ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سے سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

عبداللہ بن عمر کا حاضر ہونا

لہوف اور بحار الانوار کی موافق عبداللہ بن عمر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور حضرت علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ علیہ السلام اہل ضلالت (یزیدیوں) سے صلح کر لیں۔ انہوں نے جنگ و جدال کا خوف بھی دلایا۔ حضرت

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ”کیا تم مرضی خدا کے خلاف دنیا کے بدترین عمل کو نہیں جانتے کہ حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کا سر بنی اسرائیل کے بدکاروں میں سے ایک بدکار کے پاس تحفہ کے طور پر بھیجا گیا۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ بنی اسرائیل صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک ستر (۷۰) انبیاء کو قتل کرتے تھے، پھر نہایت اطمینان سے اپنے بازاروں میں بیٹھ کر خرید و فروخت کرتے تھے، جیسے انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں؟ لیکن خدا نے ان پر عذاب نازل کرنے میں تعجیل نہیں فرمائی بلکہ ان کو مہلت دی۔ اس کے بعد ان سے زبردست انتقام لینے والے کی طرح انتقام لیا۔ اس بارے میں تم خدا سے ڈرو میری مدد و نصرت ترک نہ کرو۔

عمر بن عبدالرحمٰن کا حاضر ہونا

اعثم کوفی کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ کی ہجرت کا عزم کیا تو عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو جب خبر ہوئی تو حضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ ”اے فرزند رسولؐ میں نے کبھی آپ کی بھلائی اور نصیحت کو پوشیدہ نہیں رکھا، میں آپ علیہ السلام کی بھلائی کا خواہش مند ہوں۔ لہٰذا میری یہ صلاح شامل حال فرمائیں جو خالصتاً خیر خواہی پر معمول ہے اگر آپ علیہ السلام کی رائے میں یہ درست ہو تو اس پر عمل فرمائیں۔“ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تم جو میرے حق میں فلاح و بہبود سمجھتے ہو بیان کرو عمر بن عبدالرحمٰن نے کہا۔ ’میں نے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام نے عراق تشریف آوری کا عزم فرمایا ہے۔ مجھے آپ کے اس سفر سے اندیشہ ہے۔ کیونکہ اس شہر میں لوگ امیر و مالدار ہیں اور یہ سب مال و زر کے دلدادہ ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں کے عوام دولت کی منا میں امیروں کے ساتھ ہو جائیں اور آپ کے مخالف ہو جائیں۔ لہٰذا آپ اپنی زندگی کا خیال فرمائیں اور اس ہلاکت کے سفر سے بچیں۔ اس مقام حرم مکہ معظمہ میں فراغت سے قیام فرمائیں۔“ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ”یہ نصیحت تو بہت اچھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم نے از راہ ہمدردی اور شفقت دلی یہ بات کہی ہے اور اس میں تمہاری کوئی غرض شامل نہیں ہے لیکن خدائے بزرگ و برتر نے میرے ذمہ جو امر مقرر و معین فرمایا ہے۔ میں تمہاری نصیحت مانوں یا نہ مانوں وہ ٹل نہیں سکتا، موت ہر خیر و بد کے ساتھ خلقت کی باگ ڈور اس طور پر کھینچ رہی ہے کہ اس کے خلاف ہر کوشش رائیگاں جاتی ہے۔

کامل ابن اثیر نے یہاں ایک جملہ جو حضرت علیہ السلام نے فرمایا روایت کیا ہے ”تم نے نصیحت کی اور سچی بات کہی“۔

عبداللہ ابن زبیر کی گفتگو

مقتل ابو مخنف کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق روانہ ہو رہے تھے تو عبداللہ بن زبیر نے حضرت علیہ السلام سے کہا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہم نے خلافت کے منصب پر غیروں کو قابض ہونے کی اجازت کیوں دی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ”اہل کوفہ کے بزرگوں اور شیعوں نے مجھے خط لکھ

کر وہاں آنے کی درخواست کی ہے" حضرت علیہ السلام کا یہ کلام سن کر عبداللہ بن زبیر وہاں سے چلے گئے۔

کامل ابن اثیر کے بقول جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر ابن زبیر نے کہا " آپ علیہ السلام مکہ میں اقامت فرمائیں اور ہمیں اپنے امر کا والی کر دیجیے۔" اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔" میں ایسا نہیں کر سکتا" تاریخ طبری میں علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن زبیر آئے اور کہا مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ ہمارے مخالف کیوں ہیں۔ ہم مہاجرین کی اولاد ہیں اور امر خلافت کے حقدار ہیں مجھے آپ علیہ السلام بتائیں کہ آپ علیہ السلام کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا۔" میرا ارادہ ہے کہ میں کوفہ جاؤں وہاں سے میرے دوستوں نے بہت خطوط بھیجے ہیں اور میں خدا سے اس معاملے میں نیکی چاہتا ہوں" ابن زبیر نے کہا" اگر میرے وہاں اتنے دوست ہوتے تو میں اس کے باہر کبھی نہ رہتا۔"

بحار الانوار میں مرقوم ہے جب عبداللہ ابن زبیر حاضر خدمت ہوئے اور ترک سفر کا مشورہ دیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا" مجھے جناب رسالت مآبؐ نے حکم دیا ہے میں آپؐ کے حکم کی ہرگز مخالفت نہیں کروں گا۔"

حضرت عبداللہ بن جعفر کا خط اور اس کا جواب

اعثم کوفی کے موافق جب عبداللہ ابن جعفر کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی مکہ سے کوفہ روانگی کی اطلاع ملی تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔" مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ علیہ السلام کا ارادہ عراق تشریف لے جانے کا ہے۔ آپ علیہ السلام کا عراق جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام کو قسم دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام ہرگز عراق تشریف نہ لے جائیں بلکہ مکہ معظمہ ہی میں قیام فرمائیں۔ آپ کے اس ارادے سے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ آپ علیہ السلام کو شہید کر دیں گے اور آپ کے تمام عزیز و اقارب اصحاب اور متعلقین تباہ ہو جائیں گے۔ اگر خدانخواستہ وہاں آپ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو نور اسلام گم ہو جائیگا اور مسلمانوں کے دل جو آپ سے وابستہ ہیں شکستہ ہو جائیں گے۔ آپ اپنی جان پر رحم فرمائیں اور عراق تشریف نہ لیجائیں۔" حضرت عبداللہ بن جعفر کے خط کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔

" آپ کا خط مجھے موصول ہوا۔ جس طرح میرے لئے محبت و شفقت کا اظہار کیا ہے، اس کی بابت مجھے سب معلوم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے کہ چیونٹیوں کے بلوں میں بھی جا چھپوں تب بھی یہ قوم مجھے نہ چھوڑے گی اور وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالے گی اور مجھے قتل کرے گی۔ مجھے قتل کرنے میں یہ ایسی بے رحمی کریگی جیسی یہودیوں نے ہفتہ کے دن کی تھی"۔

....

باب: ۸

مکہ معظّمہ سے عراق روانگی

شیخ سلیمان القندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''جس دن حضرت مسلم کی کوفہ میں شہادت ہوئی اسی دن حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے آپ علیہ السلام نے طواف خانہ کعبہ وسعی اور تحصیل تحلیل احرام وغیرہ فرما کر اپنے حج کو عمرہ سے تبدیل فرمایا اس کے بعد مکہ سے روانہ ہوئے۔ اس لئے کہ حج تک آپ کا وہاں رہنا ممکن نہ تھا کیونکہ اس بات کا خوف تھا کہ آپ پر اس سے بھی زیادہ سختی کی جائیگی جس کے باعث مکہ معظمہ میں خصوصاً موسم حج کے زمانہ میں فساد واقع ہوگا۔ اس لئے کہ یہ امر واضح ہے کہ یزید نے شیاطین بنی امیہ میں سے تیس آدمیوں کو قافلہ حجاج کے ساتھ صرف اس امر کے لئے روانہ کر دیا تھا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو جس حال میں پائیں قتل کر دیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا چنانچہ جب لوگوں نے آپ علیہ السلام کو عراق جانے سے منع کیا تاریخ طبری کے موافق ''حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں ایک بالشت بھر مکہ کے باہر قتل کیا جاؤں تو وہ میرے نزدیک محبوب تر ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک بالشت اس کے اندر قتل ہوں۔ قسم بخدا اگر میں چیونٹی کے سوراخ میں چلا جاؤں تب بھی یہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر اپنے قتل کرنے کی خواہش کو پورا کریں گے۔ قسم بخدا میرے معاملہ میں یہ لوگ اسی طرح حدود خداوند تعالیٰ سے باہر ہو جائیں گے جس طرح یہودی بست (شنبہ) کے معاملہ میں ہوئے تھے۔''

شیخ مفید علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت مسلم نے روز سہ شنبہ آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ ہجری عراق میں خروج کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو مکہ معظمہ سے عراق روانہ ہوئے۔ بحار الانوار کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام تیسری شعبان ۶۰ ہجری کو مکہ معظمہ تشریف لائے۔ بقیہ ماہ شعبان و ماہ رمضان وشوال و ذیقعد اور آٹھویں ذی الحجہ تک بلاد طیبہ میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ علیہ السلام نے عبادت باری تعالیٰ میں اپنا وقت صرف کیا اس عرصہ میں شیعیان بصرہ وحجاز کا ایک گروہ حضرت کے پاس جمع ہو گیا۔ ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے عراق کے سفر کا ارادہ فرمایا۔ اس موقعہ پر طواف خانہ کعبہ بجالائے کوہ صفا ومروہ کے درمیان سعی فرمائی اور احرام حج کو عمرہ سے بدل کر اعمال عمرہ بجالائے کیونکہ حالات کے پیش نظر حج کرنا حضرت کیلئے ممکن نہ تھا لہٰذا عمرہ ادا کر کے عراق روانہ ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد شیخ مفید میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عراق روانگی کے باب میں تحریر فرماتے ہیں ''حضرت امام حسین علیہ السلام حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہو کر اپنے اہل وعیال کے ہمراہ عراق کی جانب

روانہ ہوئے راستے میں اپنے شیعوں سے نصرت طلب فرمائی آغاز سفر سے قبل اپنے ابن عم حضرت مسلم ابن عقیل کو لوگوں سے بیعت لینے کوفہ کی طرف روانہ کیا جب حضرت مسلم کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہر طرح کی نصرت و مدد کا وعدہ کیا لیکن کچھ دنوں بعد اہل کوفہ نے اپنا عہد و پیاں توڑ دیا اور حضرت مسلم کو دشمنوں کے درمیان یک و تنہا چھوڑ دیا۔ آخر کار حضرت مسلم شہید کر دیئے گئے اور اہل کوفہ عمر سعد کے ساتھ شامل ہو گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کربلا پہنچے اور وہاں حضرت کا محاصرہ کیا اور آپ علیہ السلام کو مدینہ یا کسی اور مقام میں جانے سے روکا آخر حضرت امام حسین علیہ السلام حالت مظلومیت میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے اہل کوفہ نے حضرت علیہ السلام کی خدمت اور انکے حق کی کوئی پرواہ نہ کی اور جو آپ علیہ السلام کے ساتھ عہد و پیاں اور بیعت کی تھی اسے توڑ دیا۔"

علامہ حلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت مسلم ابن عقیل کو اس لئے روانہ کیا تا کہ لوگوں سے آپ علیہ السلام کیلئے بیعت لیں۔ جب حضرت مسلم کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے بیعت کی اور اپنی وفاداری کا یقین دلایا لیکن کچھ وقت گزرنے کے بعد اہل کوفہ نے بیعت توڑ دی اور حضرت مسلم کو تنہا چھوڑ دیا آخر حضرت مسلم بے یار و مددگار شہید ہوئے اس کے بعد عظمت امام سے بے خبر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کوفہ سے کربلا آئے اور حضرت علیہ السلام کا یہاں محاصرہ کیا اور حضرت علیہ السلام کیلئے تمام راہیں بند کر دیں تا کہ وہاں سے کہیں نہ جا سکیں۔ انتہا یہ کی کہ حضرت پر پانی بند کر دیا۔ آخر آپ علیہ السلام اپنے انصار و اقربا کے ساتھ بھوکے پیاسے عالم مظلومیت میں شہید ہوئے۔

جناب آیت اللہ شہرستانی العظمٰی کی شہرہ آفاق کتاب نہضت الحسین علیہ السلام میں مرقوم ہے۔ "حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہل کوفہ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اپنے عم حضرت مسلم بن عقیل کو بیعت کیلئے اہل کوفہ کی طرف روانہ کرنا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے آپ کو منصب خلافت کیلئے پیش کیا، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے خود کو منصب خلافت کیلئے پیش کیا تو یہ بات حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور آپ علیہ السلام کے موقف سے تصادم نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت حالات اس نہج پر پہنچ چکے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر واجب تھا کہ آپ علیہ السلام قیام فرمائیں (اٹھ کھڑے ہوں) اور اس کیلئے جن شرائط اور اہل بیت کی ضرورت ہے، وہ سب حضرت امام حسین علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں"۔

امام شلنجی لکھتے ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام جو مکہ سے اپنے جملہ اعزاء و اقربا اور انصار و جانثاروں کو ہمراہ لے کر چلے ان کی تعداد ۸۲ تھی۔

روضۃ الشہداء کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اعزا و اقربا اور خیر خواہوں کو جمع کیا، بچوں اور عورتوں کیلئے محملیں تیار کیں اور اس دن جس دن حضرت مسلم بن عقیل شہید ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام مکہ سے روانہ ہوئے۔ علامہ محمد باقر مجلسی اور سید ابن طاوس علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تیسری ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو قبل وصولی شہادت حضرت مسلم بن عقیل مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے، وہی دن شہادت

حضرت مسلم کا تھا۔ صاحب نورالعین (ترجمہ خصائص الحسین) لکھتے ہیں کہ کربلا پہنچنے سے قبل جب خیمے نصب ہوئے تھے تو حضرت امام حسین علیہ السلام تمام اولاد اور برادران اہل بیت کو جمع فرماتے تھے اور ایک نظر سب کو ملاحظہ فرماتے تھے۔

اعثم کوفی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب قصد عراق فرمایا تو جس شخص کو اپنے ہمراہ لے جاتا تھا اسے اپنے ساتھ شامل کیا دس دس دینار سرخ اور ایک ایک اونٹ دیکر کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد اہل بیت اطہار کیلئے کجاوے درست کئے اور ترویہ کے وقت ۹ ذی الحجہ کو منگل کے دن مکہ سے روانہ ہوئے عزیز و اقربا دوست اور ملازم سب ملا کر ۸۲ آدمی آپ کے ہمراہ تھے تاریخ خمیس کے موافق اہل بیت اور دوسرے آدمی ملا کر ۷۰ ستر افراد قافلہ میں سوار تھے۔ ابن خلدون کے قول کے مطابق اس وقت حجاز کا گورنر عمر بن سعید بن العاص تھا۔ اسکے آدمیوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کوفہ جانے سے روکا اس پر کافی تکرار ہوئی روضۃ الصفا کے مطابق جب عمر بن سعید کو پتہ چلا تو اس نے اپنے سپہ سالار کو واپس بلا لیا۔

عراق روانگی پر حضرت علیہ السلام کا خطبہ

حضرت امام حسین علیہ السلام جب سرزمین مکہ معظمہ سے عراق کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ علیہ السلام نے نہایت روح پرور اور دل سوز خطبہ ارشاد فرمایا جو مقتل لہوف، بحارالانوار اور نورالعین ترجمہ خصائص الحسین علیہ السلام میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اس کی مرضی ہو وہی ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا اللہ کا درود و سلام ہر اس کے رسول پر، اولاد آدم کے گلے میں موت کا پٹا اس طرح پڑا ہے جس طرح جوان عورت کے گلے میں ہار ہوتا ہے، مجھے اپنے بزرگوں سے ملنے کا شوق ہے، میری قتل گاہ مقرر ہے جہاں میں پہنچنے والا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میرے جسم کے ٹکڑے صحرائے کربلا میں بکھرے ہونگے جن سے امت کے درندے اپنی بھوک مٹائیں گے۔

قدرت نے جو موت کا وقت لکھ دیا ہے اس سے کسی کو فرار ممکن نہیں مرضی معبود ہم اہلبیت علیہ السلام کی مرضی ہے ہم اللہ کی آزمائشوں پر صبر کرنے والے ہیں اور وہ ہمیں صابروں کے اجر سے سرفراز فرمائے گا۔ رسول اللہؐ اور ان کے اہلبیت جدا نہیں ہونگے۔ اور جنت میں ان کے ساتھ ہونگے جنہیں دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی اور آپ اپنا وعدہ جو ان سے کر چکے ہیں پورا کریں گے۔ جو اپنی جان ہم پر قربان کرنے کو تیار ہے اور خدا سے ملاقات کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر چکا ہے وہ ہمارے ساتھ چلے"۔

آغاز سفر

علامہ محمد باقر مجلسی نے سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور مقام تنعیم میں پہنچے وہاں سے روانہ ہوئے تو کعب ذات عراق پہنچے تو وہاں بشیر ابن غالب

اسدی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی جو عراق سے آیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ تو بشیر نے عرض کیا ان کے دل آپ کی طرف ہیں اور تلواریں بنو امیہ کی طرف حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ مرد اسدی سچ کہتا ہے۔

منزل ثعلبیہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا خواب

منزل تنعیم سے روانہ ہو کر جب حضرت امام حسین علیہ السلام بوقت ظہر ثعلبیہ تشریف لائے یہاں کچھ دیر آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ "اس وقت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہاتف غیبی مجھ سے کہہ رہا ہے آپ علیہ السلام جانے میں جلدی کر رہے ہیں اور موت آپ کو شہادت کی طرف لئے جا رہی ہے"۔

اعثم کوفی، روضۃ الشہدا اور لہوف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام جب منزل ثعلبیہ پر پہنچے تو آپ علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی اور تھوڑی دیر بعد بے چین اٹھے، جناب علی اکبر علیہ السلام نے پوچھا بابا آپ کی بے چینی کی کیا وجہ ہے۔ خدا آپ علیہ السلام کو ہر مصیبت و پریشانی سے بچائے حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ "بیٹا میں نے نیم خوابی کے عالم میں ایک سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا اس قافلہ والوں کے تعقب میں موت جا رہی ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ موت قریب ہے۔" یہ سن کر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے پوچھا بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے حضرت کا یہ جواب سن کر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے عرض کی "ہم حق پر ہیں تو موت کا کیا ڈر۔" (جناب علی اکبر علیہ السلام کا یہ سوال اس لیے تھا تا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جواب سے قیامت تک کیلئے یہ بات واضح ہو جائے کہ اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ حق پر قائم رہے اور یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے دراصل اہل بیت ہی حق ہیں)

روضۃ الشہدا کی روایت کیمطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا جواب سن کر حضرت علی اکبر علیہ السلام نے کہا "تو پھر کوئی پرواہ نہیں کہ ہم موت کی طرف جائیں یا موت ہماری طرف آئے۔ بقول اعثم کوفی جناب علی اکبر علیہ السلام کا کلام سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "اے فرزند تم نے دل خوش کر دیا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔" بروایت لہوف حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے فرزند خدا تمہیں وہ بہترین جزا دے جو باپ کی طرف سے فرزند کو دی جاتی ہے۔"

ابو ہرہ سے ملاقات

لہوف اور بحار الانوار میں مرقوم ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل ثعلبیہ پر رات بسر کی جب صبح ہوئی تو ایک شخص جس کی کنیت ابو ہرہ تھی کوفہ سے یہاں آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے بعدِ سلام عرض کیا "فرزند رسول کیا سبب ہوا کہ آپ علیہ السلام نے خدا کے حرم اور اپنے نانا کے روضہ مبارک کو چھوڑا۔"

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "افسوس اے ابو ہرہ بنی امیہ نے میرا مال غصب کیا میں نے صبر کیا۔ میری

عزت وآبرو پر حملہ کیا میں نے صبر کیا اب یہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں اسی لئے میں حرم خدا اور رسولؐ سے نکلا خدا کی قسم مجھ سے ایک سرکش اور باغی گروہ جنگ کرے گا۔ خدا ان کو ذلیل کرے گا اور ان کو تیز تلواروں سے فنا کرے گا اور ان پر ایک شخص کو مسلط کر دیگا، جوان کو رسوا اور ذلیل کرے گا یہاں تک کہ یہ قوم، قوم سبا سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیگی، جہاں ایک عورت حکومت کرتی تھی اور ان کے اموال اور ان کے خون کا فیصلہ کرتی تھی۔"

فرزدق کا خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہونا

منزل صفاح پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ شاعر اہل بیت فرزدق نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی عراق کی طرف روانگی کے بارے میں سنا تو پریشان ہو گئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرزدق سے کوفہ کے حالات دریافت فرمائے اور وہاں کے لوگوں کے بارے میں معلوم کیا تو فرزدق نے کہا۔ "اہل کوفہ کے دل آپ کے ساتھ ہیں اسلئے کہ آپ علیہ السلام حق پر ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ مال دنیا ان کے پاس ہے۔

یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تمام کام اللہ کے اختیار میں ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور ہمارے پروردگار کی تو ہر روز ایک نئی شان ہے اگر ہماری خواہشات کے مطابق اس کی مرضی ہے تو ہم اس کی نعمتوں پر اس کے شکر گزار ہیں اور شکر کی ادائیگی پر وہی مددگار ہے اور اگر مرضی معبود ہماری خواہشوں کی تکمیل پر نہیں تو جس کی نیت کا دارومدار حق پر ہو اور اس کے دل میں خوف خدا ہو وہ کبھی حق سے دور نہیں سمجھا جا سکتا۔

لہوف، خصائص الحسین اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرزدق سے ملاقات کے وقت یہ اشعار ارشاد فرمائے۔ "اگر دنیا کو اچھا تصور کیا جائے تو حقیقت میں مالک کا شرف وثواب اس سے زیادہ اعلیٰ ہے اور اگر رزق انسان کی تقدیر کے موافق ہو تو اس صورت میں انسان کا رزق کے حصول میں لالچ وطمع کم کرنا بہتر ہے۔ اگر تمام مال دنیا چھوڑ جانے کیلئے ہے تو ایسی صورت میں انسان بخل سے کام کیوں لے؟ اور اگر جسم موت ہی کیلئے بنائے گئے ہیں تو ان کیلئے راہ خدا میں موت افضل ہے دنیا کی زندگی سے"۔

حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملنا

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ سے علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جب منزل زبالہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم علیہ السلام کی خبر شہادت ملی اور آپ کا قافلہ آگے روانہ ہوا۔ اسی وقت فرزدق شاعر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعد سلام عرض کیا یا ابن رسولؐ اللہ آپ کوفہ کیوں تشریف لئے جا رہے ہیں؟ کوفیوں نے آپ علیہ السلام کے بھائی حضرت مسلم بن عقیل اور انکے ساتھیوں کو شہید کیا آپ علیہ السلام ان پر کیسے اعتبار کر رہے ہیں یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے مثل ابر باراں گریہ کیا اور فرمایا! خدا مسلم پر رحمت نازل کرے وہ

بہشت میں اللہ کی رحمت اور نعمت ابدی پر فائز ہوئے۔ ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کیا اب جو ہم پر ذمہ داری ہے وہ ہمیں پوری کرنا ہے۔

اعثم کوفی کے موافق حضرت مسلم بن عقیل کی خبر شہادت سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو دعائیں دینے کے بعد فرمایا "جو ان کا فرض تھا انہوں نے پورا کیا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی۔"

صاحب لہوف لکھتے ہیں منزل زبالہ میں حضرت مسلم علیہ السلام کی خبر شہادت جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو معلوم ہوئی اور اپنے اصحاب کو اس خبر سے مطلع کیا تو جو لوگ لالچ اور طمع کے سبب آپ کے ساتھ شامل ہوئے تھے وہ واپس چلے گئے اور صرف اصحاب اور اہل بیت علیہ السلام آپ کے ساتھ رہ گئے۔

صاحب روضۃ الصفاح کے موافق حضرت مسلم کی خبر شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کو منزل زرود سے روانگی کے بعد ملی اور خبر دینے والے نے کہا "ہم جس وقت کوفہ میں تھے کہ حضرت مسلم اور حضرت ہانی قتل کیے گئے اور میں نے دیکھا کہ ان کے پاؤں پکڑ کر لڑکے ان کی لاش کھینچتے پھر رہے تھے۔" کامل اور ابن خلدون کے قول کے مطابق یہ خبر منزل ثعلبیہ میں ملی۔

دختر جناب مسلم پر حضرت کی شفقت

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ منزل شقوق میں حضرت امام حسین علیہ السلام ایک جگہ تنہا تشریف فرما تھے کہ کوفہ سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اور اس سے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی۔ حضرت مسلم کی صاحبزادی جو ہر منزل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتی تھیں اس وقت بھی حسب معمول حضرت علیہ السلام کے پاس آئیں تو حضرت علیہ السلام نے معمول سے زیادہ نوازش فرمائی اور بچی کو غور سے دیکھتے رہے اور سر پر ہاتھ پھیرتے رہے جب دختر جناب مسلم نے یہ شفقت وعنایت دیکھی جو یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے تو یہ بات سمجھ لی کہ میں یتیم ہوگئی اب حضرت علیہ السلام سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور فرمایا بیٹی تم غم نہ کرو میں تمہارا باپ ہوں میری بہن زینبؑ تمہاری ماں ہیں میری لڑکیاں تمہاری بہنیں ہیں اور میرے لڑکے تمہارے بھائی ہیں۔ بچی کے رونے سے پسران جناب مسلم بن عقیل کو جناب مسلم کی شہادت کی خبر ہوگئی اور ان سب کی گریہ وزاری سے جناب مسلم کی خبر شہادت سے سب آگاہ ہوگئے۔

اعثم کوفی کے موافق حضرت مسلم بن عقیل کی ایک کم سن بچی حضرت رقیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ کے ساتھ تھیں یہ اپنے والد سے بہت زیادہ مانوس تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب حضرت مسلم بن عقیل کی خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے خیمہ عصمت وطہارت میں تشریف لائے اور حضرت مسلم کی صاحبزادی کو بلایا، سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا اور معمول سے زیادہ مہربان ہوئے یہ دیکھ کر بچی نے پوچھا۔ آج آپ اس قدر محبت وشفقت کیوں فرما رہے ہیں۔ کیا میرے بابا پردیس میں شہید ہوگے؟ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بے اختیار گریہ فرمایا اس طرح تمام اہل بیت کو جناب مسلم کی شہادت کی خبر ہوگئی اور رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔

مقتل ابومخنف میں منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل کی خبر شہادت سنی تو بہت مغموم ہوئے اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور وہاں سے اٹھ کر داخل خیمہ ہوئے۔ رقیہ بنت مسلم کو اپنے پاس بلایا اور اس یتیمہ کو اپنے سینے سے لگایا اور دست شفقت سر پر پھیرا اور بہت پیار کیا۔ یہ پیار و شفقت دیکھ کر بچی نے عرض کی، اے چچا ایسی شفقت سے مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی ہے اور میں یتیم ہو گئی۔ اس معصومہ کے یہ الفاظ سن کر حضرت کو تاب ضبط نہ رہا اور بے اختیار رونے لگے اور فرمایا ''اے نور نظر تمہارے باپ نے شہادت پائی اور اب تم مجھے اپنے باپ کی جگہ مہربان و شفیق سمجھو یہ سنتے ہی اس معصوم یتیمہ نے پر درد آہ و فریاد بلند کی۔ حضرت مسلم کی خبر شہادت سن کر اہل حرم اور دیگر مستورات نے پر درد آہ و فریاد کی اور حضرت مسلم کی صف ماتم بچھ گئی۔ زوجہ جناب مسلم کو سب بیبیوں نے دلاسہ دیا۔

لوگوں کا حضرت علیہ السلام کے قافلہ سے جدا ہونا

ابومخنف نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جس علاقہ سے گزرتے تھے لوگوں کی بڑی تعداد آپ کے ساتھ شامل ہو جاتی تھی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام مقام زبالہ میں پہنچے تو خدا کی حمد وثنا بیان کی حضرت محمدؐ کا ذکر کیا اور ان پر درود و سلام بھیجا اس کے بعد با آواز بلند ارشاد فرمایا! اے لوگو! میں نے تم سب کو اس لحاظ سے اپنے ساتھ شامل ہونے دیا تھا کہ عراق میرے اختیار میں ہے لیکن میرے پاس یہ خبر مصدقہ آئی ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا اور ہمیں بلانے والوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب تم سے جو کوئی بھی شمشیر و نیزہ سے شہید ہونے پر صبر کر سکے وہ ہمارے ساتھ چلے ورنہ اسی منزل سے واپس چلا جائے۔ ہماری طرف سے جو جانا چاہتا ہے اسے جانے کی اجازت ہے۔ حضرت کا یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے اور دائیں بائیں مڑ کر حضرت کے قافلہ سے جدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے ساتھ صرف انصار و اقرباء رہ گئے۔ جن کی تعداد ۷۹ اناسی تھی یہ وہ لوگ تھے جو آپ کے ساتھ مکہ معظمہ سے چلے تھے۔ حضرت نے لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔ ''مجھے معلوم تھا کہ یہ لوگ اس خیال سے میرے ساتھ شامل ہوئے ہیں کہ عراق میرے قبضہ میں ہے لیکن میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ لوگوں کو بے خبر رکھا جائے۔ لہٰذا ان پر ظاہر کر دیا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کیا حالات و حادثات پیش آنے والے ہیں''۔

علامہ شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی ابصار العین میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام منزل زبالہ میں پہنچے تو آپ علیہ السلام نے ایک تحریر نکالی اور اس کو سب اصحاب کے سامنے پڑھا اور فرمایا۔ ''دیکھو یہ دردناک خبر ہم کو ملی ہے کہ حضرت مسلم و حضرت ہانی اور حضرت عبداللہ بن یقطر کو شہید کر دیا گیا اور اہل کوفہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ لہٰذا اب جس کا دل چاہئے ہم سے جدا ہو جائے اور ہمیں چھوڑ کر چلا جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام سننا تھا کہ وہ لوگ جو مال اور جاہ و حشم کی لالچ میں آپ کے ساتھ شامل تھے ادھر ادھر چلے گئے اور صرف حضرت کے خاص جانثار اور اعزہ باقی رہ گئے۔

عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات

صاحب بحارالانوار علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل حاجز سے کوفہ کا رخ کیا تو وہاں ایک تالاب کے کنارے عبداللہ بن مطیع خیمہ زن تھا۔ جب عبداللہ بن مطیع کی نظر حضرت علیہ السلام کے چہرہ انور پر پڑی تو استقبال کے لئے یہ آگے بڑھا اور عرض کیا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ علیہ السلام یہاں کیوں تشریف لائے"؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے عبداللہ تم نے معاویہ بن ابوسفیان کے مرنے کی خبر سنی ہوگی اہل عراق نے مجھے بہت خطوط لکھے اور مجھے آنے کی دعوت دی ہے۔ عبداللہ ابن مطیع نے عرض کیا "یا ابن رسولؐ اللہ میں آپ علیہ السلام کو حرمت اسلام و حرمت عرب اور حرمت قریش کے لیے خدا کے واسطے یاد دلاتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے قتل سے یہ حرمت ضائع ہو جائے، اس لئے کہ حرمت اسلام و جملہ اہل اسلام آپ سے وابستہ ہیں۔ قسم بخدا اگر آپ سلطنت بنی امیہ کا ارادہ کریں گے تو یہ سب آپ علیہ السلام کو قتل کر دیں گے اور آپ کے بعد کسی مسلمان کے قتل سے نہیں ڈریں گے۔ اے حسین علیہ السلام آپ ہرگز کوفہ تشریف نہ لے جائیں اور بنی امیہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ حضرت نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور خدا کے جس حکم اور مرضی پر معمور تھے اس سے انکار نہیں فرمایا یہ وہ وقت تھا جب ابن زیاد نے بصرہ اور شام کی تمام راہیں بند کر دی تھیں کوئی شخص بصرہ و شام سے باہر نہیں جا سکتا تھا۔

ابن خلدون نے اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے "حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر عبداللہ ابن مطیع کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔ "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ علیہ السلام کہاں تشریف لئے جا رہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے کوفیوں کے خطوط اور اپنی روانگی کی بابت اس کو حالات سے آگاہ کیا۔ عبداللہ ابن مطیع نے تمام حالات سن کر عرض کیا "خدا کے واسطے اے حسین ابن رسولؐ اللہ آپ کوفہ کا ارادہ نہ فرمائیں یہ لوگ بہت وعدہ شکن ہیں۔ یہ اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرتے ہیں ان کے ہاتھوں اسلام کی بے حرمتی، قریش کی آبرو ریزی اور عرب کی عزت جاتی رہے گی اگر آپ علیہ السلام خلافت کی خواہش کریں گے تو یہ لوگ آپ کو شہید کر دیں گے"۔

حضرت زہیر ابن قین کا قافلہ سے ملنا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا کے سفر پر تھے تو کوفہ کے بزرگ و رئیس حضرت زہیر ابن قین نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ حج کیا۔ جب پتہ چلا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بغیر حج کئے روانہ ہوئے ہیں تو تیزی سے اپنے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ دونوں قافلے مل گئے لیکن حضرت زہیر بن قین نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلے سے الگ فاصلہ پر اپنا خیمہ نصب کرایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت زہیر بن قین کو پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت زہیر بن قین نے ملنے سے انکار کیا لیکن آپ کی زوجہ دیلم بنت عمرو نے

سمجھایا۔ کیا غضب ہے کہ فرزند رسولؐ ملنے کا پیغام پہنچائیں اور تم انکار کرو۔

اس کے بعد حضرت زہیر بن قین خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں تشریف لائے کچھ دیر گفتگو ہوئی واپس آئے تو بہت خوش تھے اور حکم دیا ہمارا خیمہ اصحاب حسین علیہ السلام کے قریب لگا دو اور اپنے ساتھیوں سے کہا جو شہید ہونا چاہتا ہے یہاں رہے ورنہ واپس چلا جائے۔ یہ سن کر زیادہ تر ساتھی الگ ہو گئے۔ حضرت زہیر بن قین نے اپنی زوجہ سے کہا میں تمہیں اپنی زوجیت سے آزاد کرتا ہوں تم واپس چلی جاؤ زوجہ نے کہا۔ میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گی اس پر زہیر بن قین نے کہا میں نہیں چاہتا کہ تم میرے بعد اس صحرا میں اسیر بلا ہو۔ زوجہ نے دریافت کیا کیا حسین یہاں تنہا ہیں؟ حضرت زہیر بن قین نے جواب دیا۔ حضرت علیہ السلام کے ساتھ ان کے حرم بھی ہیں۔ اس پر زوجہ نے کہا، پھر کیا غم کوئی اہل حرم رسولؐ کی نواسیوں علی علیہ السلام و فاطمہؑ کی بیٹیوں جناب زینبؑ وام کلثومؑ سے بڑھ کر نہیں۔

ابو مخنف نے حضرت زہیر بن قین کے ساتھیوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہم حضرت زہیر بن قین کے ہمراہ جب حج سے فارغ ہو کر کوفہ لوٹنے لگے تو راستہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ سے ملاقات ہوئی تو جب حضرت امام حسین علیہ السلام کسی مقام پر ٹھہرتے تو حضرت زہیر بن قین ان کے آگے چل کر اترتے اور جب حضرت آگے روانہ ہوتے تو حضرت زہیر بن قین پیچھے ٹھہر جاتے ایک ایسی منزل آئی کہ حضرت زہیر کو حضرت امام حسین علیہ السلام سے علیحدہ ٹھہرنے کا موقع نہ ملا تو جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمے لگائے گئے اسی جگہ ایک طرف حضرت زہیر اترے۔

جب ہم سب دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے ایک شخص نے آکر سلام کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام حضرت زہیر کو دیا کہ حضرت نے آپ کو یاد کیا ہے۔ یہ سنا تھا کہ ہم سب کے ہاتھوں سے نوالے گر گئے اور سکتہ طاری ہو گیا۔

ابن خلدون کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حضرت زہیر بن قین گئے تو وہاں کچھ دیر باتیں ہوئیں پھر واپس اپنے خیمہ میں آئے اور اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ جس کو میرے ساتھ چلنا ہے چلے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جا رہا ہوں، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ میں تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں اس کے بعد حسین بن علی علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں شہید ہوئے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ شیخ مفید علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زہیر بن قین نے اپنے اصحاب سے کہا جو شخص چاہے میرے ساتھ آئے، جسے منظور نہ ہو میں اسے یہاں سے جانے کی اجازت دیتا ہوں لیکن ایک واقعہ جو مجھے اس وقت یاد آیا ہے، وہ سن لو وہ یہ کہ رسولؐ اللہ کے زمانے میں ہم نے بعض نواحی سمندر میں لشکر اسلام کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کیا اور فتحیاب ہوئے بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جناب سلمان فارسیؓ نے اس وقت کہا۔ ''تم اس فتح و مال غنیمت سے جو تمہارے ہاتھ آیا ہے خوش ہوئے''، ہم نے کہا بے شک ہم خوش ہوئے پھر حضرت سلمان فارسی نے کہا لیکن جس وقت تم سید جوانان آل محمدؐ (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے زیر سایہ جہاد کرو گے تو آج جتنا مال پا کر خوش ہوئے ہو اس سے کہیں زیادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے خوش ہو گے۔ یہ کہہ کر حضرت زہیر بن قین نے اپنے رفقاء سے کہا ''میں تمہیں وداع کرتا ہوں اور خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ

کہہ کر حضرت زہیر بن قین خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے۔ اور حضرت کے ساتھ رہے یہاں تک کہ شہادت کی سعادت پر فائز ہوئے۔

روضۃ الصفا کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زہیر بن قین کو طلب کیا تو حضرت زہیر بن قین نے ملنے سے انکار کیا۔ اس پر ان کی زوجہ نے کہا سبحان اللہ پسر رسولؐ خدا بلائیں اور آپ انکار کریں یہ سن کر حضرت زہیر بن قین نوجوانان بہشت کے سردار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دیر بعد واپس آئے تو اپنا خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کے قریب لگوالیا۔ صاحب روضۃ الشہدا ان واقعات کے بعد ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت زہیر بن قین اپنی زوجہ کو طلاق اور ادائے مہر کے خیال میں تھے۔ ان کی زوجہ نے کہا "اے صاحب ہمت کیا تم چاہتے ہو کہ حضرت علی مرتضیٰ کے فرزند کی خدمت کرو میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ دختران فاطمہ زہراؑ کی ملازمت میں رہوں یہ کہہ کر دونوں باتفاق حاضر ہوئے۔

حضرت حرؒ راہ کوفہ میں

حضرت حرؒ کی شرافت اور جرأت کی اہل عرب میں بہت شہرت تھی آپ کوفہ کے رئیس تھے ابن زیاد نے آپ کو طلب کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ پر آمادگی چاہی اور ایک ہزار سواروں کا لشکر دیکر روانہ کیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ مع ابی مخنف اور ابن خلدون نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزل بطن عقبہ سے کوچ کیا اور موضع اشراف میں خیام حرم لگائے جب صبح ہوئی تو حضرت نے حکم دیا برتن اور مشکوں سے پانی سے بھر لیئے جائیں پانی بھرنے کے بعد قافلہ سفر پر روانہ ہو گیا۔ دوپہر تک راہ طے کی تھی کہ اچانک ایک شخص نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت نے پوچھا اس وقت اللہ اکبر کہنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا خرمے کے درخت نظر آرہے ہیں۔ یہ سن کر دوسرے لوگوں نے کہا قسم بخدا یہاں تو کبھی خرمے کے درخت نہیں دیکھے گئے۔ حضرت نے پوچھا تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں نوک ہائے نیزہ اور گھوڑوں کے کان دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا بخدا میں بھی یہ دیکھتا ہوں۔ کچھ دیر بعد لشکر کی سواریوں کی پرچھائیاں اس طرح نظر آئیں جیسے شہد کی مکھیوں کے جھنڈ ہوں حرؑ کے قافلے کے پہنچنے سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام قافلہ کے ہمراہ کوہ حسم تک پہنچ گئے اور اسی مقام پر خیمے نصب کئے گئے اور حر بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ گے۔

روضۃ الصفا کے موافق منزل سراسے آرام فرما کر بڑھے تھے کہ حرؑ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ تاریخ کامل کے مطابق یہ ملاقات بطن عقبہ کی گھاٹی کے بعد ہوئی۔ روضۃ الشہدا کی روایت کہ مطابق منزل سراب میں لشکر حرؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ سے ملا حرید براں صاحبان سیر کے مطابق سرا، سراب اور اشراف ایک ہی منزل کا نام ہے۔ اس وقت شدید گرمی تھی اور ظہر کا وقت تھا حر مع ایک ہزار کے لشکر کے حضرت علیہ السلام کے جانثاروں کے سامنے آکھڑا ہوا حضرت کے اصحاب سروں پر عمامے باندھے شمشیریں پکڑے کھڑے تھے۔

اعثم کوفی نے روایت کی ہے کہ جب حرؑ کا لشکر اترا تو حضرت نے اپنے قاصد کو بھیجا کہ دریافت کرے اس لشکر کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے بتایا اس لشکر کا سردار حر بن یزید ریاحی ہے۔

لشکرِ حرؑ کو سیراب کرنا

بحارالانوار میں تحریر ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس قیامت کی گرمی میں لشکر مخالف پر شدت پیاس کے آثار دیکھے تو حضرت علیہ السلام نے اصحاب کو حکم دیا کہ حر اور ان کے لشکر کو اور گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔ حضرت عباس اور اصحاب نے جوانانِ بہشت کے حکم کی تعمیل کی جناب عباس علیہ السلام، شہزادہ علی اکبر علیہ السلام، حضرت قاسم علیہ السلام، حضرت عون و محمد علیہ السلام اور انصار پانی پلانے پر متوجہ ہوئے۔ اہل لشکر کو پانی پلانا شروع کیا اور گھوڑوں کے سامنے پانی کے برتن رکھ دیئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک گھوڑا جب چار پانچ بار پانی سے منہ اٹھا لیتا اور اچھی طرح سیراب ہو جاتا تو کاسہ آب سامنے سے ہٹاتے تھے۔

علی ابن طعان محارابی کہتا ہے میں حرؑ کے ساتھ تھا اور سب کے بعد پہنچا شدت پیاس سے نڈھال تھا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا اپنا اونٹ بیٹھا دے۔ جب میں نے اونٹ بیٹھا دیا اور پانی پینے کا ارادہ کیا تو حالتِ اضطراب میں پانی مشک سے گر جاتا تھا۔ حضرت نے فرمایا دہانہ مشک کا ترچھا کر لیکن میں بدحواسی کے سبب یہ نہ سمجھ سکا کہ کس طرح مشک کے دہانے سے پانی پیوں۔ تب حضرت نے خود اٹھ کر مشک کا دہانہ میری طرف کر دیا اور میں نے پانی پیا اور اپنے جانور کو بھی پلایا۔

نمازِ ظہر اور حضرت علیہ السلام کا لشکرِ حرؑ سے خطاب

حر بن یزید ریاحی حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ سے ملنے کے بعد پورے راستے آپ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ حضرت کا قافلہ مقام ذی حشم پہنچا جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو حضرتؑ نے جناب حجاج بن مسروق کو اذان دینے کو کہا۔ بعد اذان موذن سے فرمایا۔ اقامت کہو اس کے بعد حرؑ سے مخاطب ہوئے تم چاہو تو لشکر کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھ لو۔ حرؑ نے کہا مولا میں اور اہل لشکر آپ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے ابو مخنف سے منقول ہے کہ جب نماز کا وقت ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور لشکر حرؑ دونوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد خدا کی حمد وثنا کی، اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ کا ذکر کیا ان پر درود بھیجا اور ارشاد فرمایا۔ ”اے لوگوں! میں اس وقت تمہارے پاس آیا ہوں جب میرے پاس تمہارے خطوط آئے۔ تم نے مجھے لکھا کہ آپ علیہ السلام جلدی آیئے آپ کا فائدہ ہمارا فائدہ ہے اور آپ کا نقصان ہمارا نقصان ہے۔ تم نے ہمیں لکھا کہ آپ کے علاوہ ہمارا کوئی اور امام نہیں اب اگر تمہیں ہمارا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور اس طویل وعریض زمین پر جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ اور حرا اپنے خیمے میں گئے اور حضرت حرؑ کے لشکری گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے ان کے

سائے میں میدان میں بیٹھ گے۔ بوقت نماز عصر حضرت نے کوچ کا حکم دیا۔ اذان عصر کہی گئی بعد نماز عصر حضرت علیہ السلام نے بعد حمد وثنا لشکر حر کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ "میں خود یہاں نہیں آیا تمہارے بلانے سے آیا ہوں۔" حر نے عرض کی۔ "اے مولا مجھے کچھ نہیں معلوم کہ کس نے آپ علیہ السلام کو عرضیاں لکھیں اور کس نے آپ کو بلایا ہے۔" حضرت نے عقبہ بن سعان کو حکم دیا کہ وہ خطوط حر کو دکھائیں۔ انہوں نے خطوط سے بھرے تھیلے حضرت حر کے سامنے کھول کر پھیلا دیئے حر نے یہ دیکھ کر کہا! میں نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا مجھے ابن زیاد کا حکم ہے کہ میں جہاں بھی آپ سے ملاقات کروں میں آپ سے جدا نہ ہوں اور آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دوں حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہیں۔ اس طرح مداخلت پر حضرت نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے تیرا ارادہ کیا ہے۔ حرؑ نے کہا اے مولا! کوئی اور شخص اس جگہ ہوتا اور میری ماں کا اس طرح نام لیتا تو میں اس کی ماں کا نام اسی طرح لیتا مگر مجبوری ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک بغیر تعظیم وتکریم اور درود وسلام کے بغیر نہیں لے سکتا ہوں۔

بحار الانوار میں ان واقعات کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حجاج ابن مسروق سے فرمایا اذان دیں۔ حجاج بن مسروق نے اذان ظہر کہی وقت اقامت حضرت خیمہ سے برآمد ہوئے اور دونوں لشکروں کے درمیان تشریف لائے حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور فرمایا "ایھا الناس میں بغیر تمہارے بلائے نہیں آیا ہوں بلکہ متواتر تمہارے قاصد میرے پاس پہنچتے رہے اور تم نے لکھا ہم بغیر کسی پیشوا اور امام کے زندگی گزار رہے ہیں آپ تشریف لائیں تو شاید پروردگار عالم ہمیں راہ حق پر یکجا کر دے۔" اب تم ایفائے عہد کو پورا کرو تا کہ میں تمہارے عمل سے اطمینان حاصل کروں اور اگر تم نے عہد و پیان توڑ دیا ہے اور میرے آنے سے ناخوش ہو تو میں جس طرف سے آیا ہوں واپس چلا جاؤں۔ آپ کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا اور یہ بے وفا خاموش رہے اس کے بعد حضرت نے موذن سے اقامت کے لیے فرمایا اور بعد اقامت حضرت نے فرمایا اگر تم چاہو تو اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھو۔ حر نے عرض کیا میں آپ کے پیچھے نماز ادا کروں گا۔ حضرت علیہ السلام نے دونوں لشکروں کو نماز پڑھائی بعد نماز دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ واپس چلے گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور اصحاب حسینی حضرت علیہ السلام کے گرد جمع ہو گئے۔ حر نے اپنے خیمہ میں قیام کیا اس وقت پانچ سو کا لشکر اس کی جمعیت میں تھا باقی لشکر علیحدہ صف آرا تھا تمام لشکر گھوڑے کی باگیں تھامے ان کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اسی طرح نماز عصر کا وقت ہوا تو حضرت علیہ السلام نے دونوں لشکروں کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور لوگوں کی طرف رخ کیا اور خطبہ ادا فرمایا خطبہ دینے کے بعد ارشاد فرمایا۔ "ایھا الناس اگر تم خوف خدا کرو اور حق کو پہچانو تو تمہارا یہ عمل خوشنودی خدا کا سبب ہوگا۔ علم وکمال عصمت وطہارت وجلال ہم اہلبیت رسالت مآب کا خاصہ ہے خلافت وامامت کے ہم سب سے زیادہ سزاوار ہیں۔ وہ گروہ جو بغیر حق کے حکومت وخلافت کرتا ہے اور تم اپنی جہالت اور کمتری کے سبب اس کو قبول کرنے پر پوری طرح آمادہ ہو اور تم نے جو کچھ مجھے لکھا تھا اس سے پھر گئے ہو اور میری آمد کو مکروہ سمجھتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔" یہ سن کر حر نے کہا مجھے ان خطوط کی بابت خدا کی قسم کچھ نہیں معلوم۔ حضرت نے عقبہ بن سمعان سے

فرمایا وہ تھیلے جن میں خطوط ہیں لے آؤ جب یہ تھیلے حرؑ کے سامنے ڈال دیئے تو حر نے کہا یہ خطوط جن لوگوں نے آپ کو لکھے ہیں۔ میں ان میں شامل نہیں ہوں مجھے ان کا کوئی علم نہیں۔

بحارالانوار اور مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ جب حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا مجھے امیر عبیداللہ ابن زیاد کا خط ملا ہے جس میں اس نے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ علیہ السلام پر سختی کروں اور ابن زیاد نے مجھ پر جاسوس مقرر کیئے ہیں تاکہ میں اس کے حکم پر عمل کروں۔ حر کی اس گفتگو کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے سامنے کھڑے ہوئے حمد وثنائے پروردگار بجالائے اور اپنے جد بزرگوار رسولؐ اللہ پر درود بھیجا اور ارشاد فرمایا ''اے لوگو! جو واقعات و حالات ہمارے سامنے پیش آئے تم ان کی حقیقت سے آشنا ہو دنیا بدل چکی ہے، اس نے ہم سے رخ پھیر لیا ہے اور برائیوں کو ظاہر کیا ہے، دنیاداروں نے نیکیوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ انسانی خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ اب اس دنیا میں کچھ بھی باقی نہیں رہا اب دنیا ایسی ہی ہے جیسے ایک برتن سے پانی نکالنے کے بعد اس میں صرف ایک قطرہ رہ جاتا ہے دنیا کی زندگی اب اتنی بدترین نظر آتی ہے۔ جیسے بنجر و شورزدہ زمین جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا، کیا تمہارے سامنے ایسا نہیں ہے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل سے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں مومن کے لیے یہی ایک راہ ہے کہ وہ راہ حق میں شہادت کا آرزومند ہو اور وہ اس طرح شہادت کی آرزو کرے جو اس آرزو کرنے کا حق ہے لوگو! میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور اسے اسی نظر سے دیکھتا ہوں میں ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو رسوائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا''۔

حضرت علیہ السلام کا یہ پراثر خطبہ سن کر حضرت زہیر ابن قین، حضرت ہلال بن نافع، حضرت بریر اور تمام اصحاب نے آپ کی تائید کی اور یہ عزم کیا کہ حضرت علیہ السلام کی نصرت میں جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے تو یہ ہمارے لیے سعادت ہے۔

حضرت حرؑ کا عقیدہ

حضرت حرؑ کو ابن زیاد نے ایک ہزار سواروں کے لشکر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی گرفتاری کیلئے بھیجا تھا حالات اور واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حر نے ہر موقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی حرمت اور آپ کے احترام کو ملحوظ رکھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ہر منزل پر حضرت کا احترام کرنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت حرؑ کے دل میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے عقیدت تھی۔ حضرت حرؑ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا یا اباعبداللہ مجھے آپ سے جنگ وجدال کرنے کا حکم نہیں ملا ہے بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں یہاں تک کہ آپ کو عبیداللہ کے پاس پہنچا دوں۔ خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہیں کہ کوئی ایسی بات یا عمل سرزد ہو جو آپ کو ناگوار ہو۔ میں مجبور ہوں کیونکہ میں حاکم کا مقرر کیا ہوا ہوں۔ مولا محکوم مجبور ہوتا ہے میں بحیثیت ماتحت حاکم وقت آیا ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ آپ سے جنگ کی نوبت آئے کیونکہ روز قیامت ہر ایک کو آپ کے نانا کی شفاعت کی ضرورت ہوگی۔ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے آپ کو اذیت پہنچے اور میرا

عمل آپ کو ناگوار گزرے اور دنیا و آخرت میں میری رسوائی ہو اور میں جناب رسولؐ خدا کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں۔ اگر میں عبیداللہ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل نہ کروں تو میں کوفہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔

آقا یہ دنیا بہت وسیع ہے میں پناہ مانگتا ہوں اس وقت سے جب روز قیامت آپ کے نانا کی شفاعت سے محروم رہوں لہٰذا یہی مناسب ہے کہ آپ یہاں سے کسی اور طرف چلے جائیں شارع عام کے بجائے کسی غیر معروف راستے سے کسی اور سمت تشریف لے جائیں میں عبیداللہ کو لکھ دوں گا کہ آپ علیہ السلام کسی اور طرف روانہ ہو گئے اور مجھے نہیں ملے۔ اگر آپ علیہ السلام نے ایسا کیا تو یہ بات میرے لیے روز قیامت امید شفاعت ہو گی۔ اس لیے کہ میں اس گناہ سے محفوظ رہوں گا جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے جب حضرت نے حر کی یہ گفتگو سنی تو حضرت نے یہ اشعار پڑھے، مرنے میں جواں مردوں کو عار نہیں، میں اپنا ارادہ پورا کروں گا جس نے نیکی کی نیت کی اور بحیثیت مسلمان جہاد کیا اور نیک لوگوں سے محبت کی اور خون خرابے کی مخالفت کی اور باغیوں کا ساتھ چھوڑا، اسے شرمندگی نہ ہو گی۔ پس اگر میں زندہ رہا تو مجھے کچھ ندامت نہ ہو گی اور اگر مر گیا تو میں اس پر شرمندہ نہ ہوں گا اور جو راہ خدا پر نہ چلے اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر عمر کو بسر کریگا۔"

شیخ ابن نما سے روایت ہے کہ جب حر کربلا جانے کو ابن زیاد سے رخصت ہوئے اور قلعہ سے باہر نکلے تو انکے پیچھے سے آواز آئی اے حر تجھے بہشت کی بشارت ہو حر نے مڑ کر، ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا تو حر نے کہا میں تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنے جا رہا ہوں۔ یہ مجھے جنت کی بشارت کس طرح مل سکتی ہے۔ لیکن جب حر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو اس آواز کا ذکر کیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "اے حر یہ تمہیں بشارت تھی کہ تم اب بہشتی ہو گے"۔

طرماح بن عدی کی آمد

ابن خلدون کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام مختلف منازل طے کرتے ہوئے عذیب پہنچے یہ وہ مقام تھا جہاں نعمان کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں کوفہ کے یہاں چار آدمی نظر آئے جو تیز رفتار اونٹوں پر سوار تھے اور نافع بن ہلال کے گھوڑے کے پیچھے تیزی کے ساتھ آرہے تھے ان کے ساتھ ان کے رہبر طرماح عدی بھی تھے۔ ابھی یہ سب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ حر نے کہا میں انہیں گرفتار کر کے کوفہ لوٹا دوں گا حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا کیونکہ یہ میرے ناصر و مددگار ہیں اگر تم نے ان کے آنے میں کوئی بھی رکاوٹ ڈالی تو اچھا نہ ہوگا۔ حر خاموش ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اہل کوفہ کا کیا حال ہے جن کو تم چھوڑ کر آئے ہو ان کا حال بیان کرو مجمع بن عبداللہ العامر نے عرض کیا کوفہ کے خواص کی رشوت خوری بڑھ گئی ہے۔ یہ دنیا کی لالچ میں گرفتار ہیں اور سب اس معاملے میں ایک زبان ہیں۔ باقی جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے۔ ان کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن تلواریں آپ علیہ السلام پر تلی ہوئی ہیں۔

اس کے بعد طرماح بن عدی نے کہا آپ کے ہمراہ بہت کم لوگ ہیں اور آپ کے مخالفین مثل ٹڈی دل ہیں صبح ہونے سے قبل کوفہ مثل دریا لوگوں سے امنڈ آئے گا۔ اگر آپ کسی محفوظ شہر جانا چاہیں تو ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں ہم آپ کو مقام آجا میں ٹھہرائیں گے ہمارے لئے یہ محفوظ مقام ہے جہاں کسی طرح کا ضرر نہیں وہاں سے آپ لوگوں کو دعوت دیجئے گا۔ آجا اور سلمٰی میں طے والے مقیم ہیں۔ خدا کی قسم اگر آپ ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیں گے تو دس دن بھی نہ گزریں گے کہ قبیلہ طے کے بہت زیادہ تعداد میں پیادے اور سوار آ کر جمع ہو جائیں گے اس وقت اگر کوئی آپ کے مقابلہ پر آئے گا تو صرف طے کی بیس ہزار تلواریں نیام سے نکل آئیں گی اور آپ کے سامنے یہ لوگ دشمنوں سے لڑیں گے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ تمہیں بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اب کچھ ایسے حالات ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان حائل ہو چکے ہیں جسکی وجہ سے لوٹ جانے پر قادر نہیں۔'' اسکے بعد طرماح اپنے اہل کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے قافلے کے ساتھ قصر بنی مقاتل پہنچے اور جہاں شام ہو گئی اور یہاں قیام فرمایا۔ نماز صبح پڑھ کر یہاں سے جلدی چلنے کا ارادہ کیا۔ حر نے روکنا چاہا اور چلتے چلتے نینوا تک پہنچ گئے۔ جہاں آپ اتر گئے۔

ابن زیاد کا خط حرؑ کے نام

نینوا میں ایک ناقہ سوار نے ابن زیاد کا خط حر کو دیا جس میں لکھا تھا اس خط اور قاصد کے پہنچتے ہی حسین علیہ السلام کو روک کر ایسے کھلے میدان میں ٹھہرانا جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی محفوظ مقام ہو۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک اس حکم پر عمل نہ ہو وہ تم سے جدا نہ ہو۔ یہ خط پڑھ کر حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا یہ خط آیا ہے۔ اور اس میں لکھا ہے کہ میں آپ علیہ السلام کو کھلے میدان میں ٹھہراؤں اور یہ قاصد اس وقت تک مجھ سے جدا نہ ہوگا جب تک میں اس حکم پر عمل نہ کرلوں لہٰذا آپ نینوا سے ایسے میدان میں رکیں جہاں نہ سایہ ہو نہ پانی حضرت نے فرمایا۔ ''تم ہمیں نینوا ہی میں رہنے دو مزید تکلیف نہ دو۔ ہمیں غاضریہ یا شفیقہ جانے دو تاکہ وہاں جا کر ہم قیام کریں۔'' حر نے کہا ''میں ایسا نہیں کرسکتا کیونکہ ابن زیاد نے ایک شخص کو اس امر کی مخبری کیلئے میرے ساتھ رکھا ہے۔''

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ جب حر کے پاس ابن زیاد کا قاصد آیا تو حر اپنے لشکر کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے آگئے اور آگے جانے سے روک دیا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا اے حر کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ راستہ تبدیل کر کے جو راستہ کوفہ اور مدینہ کو نہ جاتا ہو اس پر چلے جایئے؟ حر نے کہا میں نے یہی کہا تھا لیکن عبید اللہ ابن زیاد کا خط مجھے ملا ہے جس میں اس نے آپ کے ساتھ سختی سے پیش آنے کو کہا ہے اور مجھ پر جاسوس مقرر کئے ہیں تاکہ اس کے حکم پر عمل کروں۔ حضرت زہیر بن قین نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا۔ اے ابن رسول اللہؐ اس کے بعد جو شخص آئے گا، اس سے زیادہ سخت ہوگا۔ اس وقت اس سے لڑنا آسان ہے۔ حضرت نے فرمایا ''ہم جنگ کرنے میں سبقت نہیں کرسکتے۔'' حضرت کا یہ کلام سن کر حضرت زہیر بن قین نے کہا ''آپ ہمارے ساتھ ایک قریہ

میں تشریف لے چلیں جو ایک محفوظ مقام ہے اور یہ دریائے فرات کے کنارے واقع ہے اگر کوئی روکے گا تو ہم اس سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے اس مقام کا نام دریافت فرمایا تو حضرت زہیر بن قین نے عرض کیا اس کا نام کربلا ہے۔ حضرت نے یہ نام سن کر فرمایا، یہ زمین کرب وبلا ہے۔

صاحب کنز الاعمال کے موافق حضرت نے اس وقت فرمایا رسولؐ اللہ نے زمین کربلا کے بارے میں صحیح فرمایا تھا۔ مقتل ابی مخنف کے موافق صبح کی نماز پڑھتے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے سفر پر روانہ ہونے والے تھے کہ ایک شخص کوفہ کی سمت سے یہاں پہنچا تو لوگ اس سوار کی طرف متوجہ ہوئے اس نے آ کر حر کو سلام کیا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام نہ کیا اور حر سے کہا یہ ابن زیاد کا خط ہے۔ اس خط میں لکھا تھا۔ جیسے ہی میرا قاصد یہ خط لے کر ملے حسین علیہ السلام پر سختی کرنا یہ قاصد اس وقت تک تم سے جدا نہ ہوگا جب تک تم میرے اس حکم پر عمل نہ کرلو گے۔

باب: ۹

حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا آمد

ابومخنف سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام سرزمین کربلا پر پہنچے تو آپ علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم رک گئے۔ حضرت نے گھوڑے سے اتر کر دوسرا گھوڑا بدلا لیکن وہ بھی ایک قدم آگے نہ بڑھا اور اسی دوران حضرت نے یکے بعد دیگرے سات گھوڑے بدلے لیکن کوئی گھوڑا بھی یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھا آپ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو دریافت کیا اس جگہ کا نام کیا ہے لوگوں نے کہا اس جگہ کو غاضریہ کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اس مقام کا اس کے علاوہ کوئی اور بھی نام ہے؟ لوگوں نے کہا اس کو نینوا بھی کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اور کوئی نام؟ لوگوں نے کہا شاطی الصراط بھی کہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس کے علاوہ بھی کسی نام سے پکارتے ہیں؟ لوگوں نے کہا اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔ کربلا کا نام سن کر حضرت نے آہ سرد بھری اور فرمایا ''کرب وبلا'' پھر فرمایا یہیں اتر جاؤ یہی ہماری آخری خواب گاہ ہے۔ ہمارا خون اسی جگہ بہے گا۔ اور یہیں حرمت رسول اللہ پامال ہوگی۔ یہاں ہمارے مرد اور بچے ذبح کئے جائیں گے۔ یہیں ہماری قبریں ہوں گی اور لوگ یہاں زیارت کو آئیں گے۔ وقت رخصت نانا نے یہیں کا وعدہ لیا تھا اس کے خلاف کچھ نہیں ہوگا۔

ابومخنف نے مزید لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے اترے تو فرمایا ''اے دنیا تیری دوستی پر صد افسوس کہ تیرا کیسا عروج و زوال ہے۔ کتنے ہی اہل حق مارے جاتے ہیں لیکن زمانہ تغیر کو نہیں چھوڑتا ہر زندہ اپنے سفر پر رواں دواں ہے اور اس کے کوچ کا وقت عنقریب آنے والا ہے یہ تمام امور قدرت کے اختیار میں ہیں''۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہل وعیال کے ساتھ ۲ محرم ۶۱ ہجری کو وارد کربلا ہوئے علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ اور ابن خلدون کے موافق یہ دن پنجشنبہ کا تھا اور محرم ۶۱ ہجری کی دوسری تاریخ تھی۔ جب حضرت یہاں پہنچے تو یہاں کا وحشت ناک منظر دیکھ کر آپ علیہ السلام کی نظر میں وہ ہولناک منظر سامنے آ گیا جو دس محرم کو پیش آنے والا تھا۔ معالی السبطین میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ کربلا میں دو سو انبیاء اور دو سو نبی زادے دفن ہیں ان میں سے ہر ایک شہید تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے زمین کربلا پر قدم رکھتے وقت فرمایا یہی وہ مقام ہے جسے رب العزت نے میری شہادت گاہ کیلئے روز ازل سے تجویز فرمایا تھا۔ اس میدان کی طرف دیکھو جو حشر کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کی نشانیاں میرے نانا نے مجھ پر ظاہر فرمائی تھیں ہم اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں۔

صاحب نور العین نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیہ السلام نے یہاں نزول فرمایا تو ارشاد فرمایا ''یہی ہمارے قافلے کے اترنے کی جگہ ہے اسی جگہ ہمارا خون بہایا جائے گا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ہمارے حرم قید کئے

جائیں گے۔اس جگہ صاحبان عزوشرف کورسوا کیا جائے گا۔بخدا اسی جگہ میری رگیں کٹیں گی اور میری داڑھی خون سے رنگین ہوگی۔آسمان سے فرشتے میرے نانا رسولؐ خدا، والدہ گرامی اور بابا امیرالمومنین علیہ السلام کو پرسہ دیں گے اور گریہ وماتم کریں گے۔بخدا میرے نانا نے اسی جگہ کا وعدہ اللہ سے کیا تھا۔"

جب حضرت علیہ السلام نے سواری سے اتر کر زمین پر قدم رکھے تو زمین کربلا کا رنگ زرد ہوگیا۔آپ علیہ السلام نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور چہرہ انور پر ڈالی اور بیٹھ گئے۔ جناب عباس علیہ السلام اور جناب علی اکبر علیہ السلام سے مخاطب ہوئے اور فرمایا نشیبی جگہ تلاش کریں۔ جہاں مخدرات عصمت وطہارت کے خیام نصب کئے جائیں اس وقت جناب زینبؑ نے عرض کی بھیا بابا امیرالمومنین ہمیشہ جہاد کے لیے بلند جگہ منتخب کرتے تھے آپ نشیبی جگہ کا انتخاب کررہے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بہن بابا کی جنگوں اور میری جنگ میں فرق ہے۔ مجھے علم ہے رضائے الٰہی یہ ہے کہ میں دین بچانے کیلئے مع اہل وعیال اور انصار قتل کیا جاؤں۔ بہن نشیبی جگہ کا انتخاب اس غرض سے بھی کیا ہے۔تاکہ میری شہادت کے بعد بے حیا قوم اہل حرم پر نگاہ نہ ڈال سکے"۔ یہ سن کر جناب زینبؑ زاروقطار رونے لگیں اور غم سے نڈھال ہوگیں۔اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے جوانان بنی ہاشم بیٹوں، بھائیوں اور تمام انصار واقربا کو اپنے گرد جمع کیا اور سب پر حسرت کی نگاہ کی۔اس وقت غم کی گھٹا چھائی تھی سارا ماحول سوگوار تھا۔حضرت نے آسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا۔"پروردگار گواہ رہنا ہم تیرے محبوب حضرت ختمی مرتبت کی عترت ہیں۔بنی امیہ نے ہم پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے ہیں۔ہمیں حرم رسولؐ سے جدا کیا اور ہم پر ظلم وجفا کی۔اے پروردگار تو ہی ہمارے حقوق کا محافظ ہے۔ یہ سن کر اہل بیت رسولؐ نے آہ وبکا کی۔ حضرت ام کلثوم علیہا السلام فرماتی تھیں۔ بھیا ہمارا کلیجہ چھلنی اور دل خون ہورہا ہے کہ ہم کس ہولناک صحرا میں آپہنچے اس موقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا"بہن زینبؑ ایک مرتبہ بابا علی مرتضٰی علیہ السلام حسن علیہ السلام مجتبیٰ کی گود میں سر رکھ کر سوگئے۔ ایک عجیب خواب دیکھا جب نیند سے بیدار ہوئے تو زاروقطار رونے لگے۔ بھیا حسن نے بابا سے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک خونی طوفان ہے جس میں تمہارے بھائی حسین علیہ السلام غوطے کھارہے ہیں اور فریاد کررہے ہیں۔ھل من ناصر نا ھل من مغیث یغثنا لیکن فریاد کو کوئی نہ پہنچ سکا۔پھر میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا میرے پیارے بیٹے حسین علیہ السلام جب دل ہلا دینے والا واقعہ رونما ہوگا تو تم پر کیا گزرے گی۔" میں نے عرض کی باباجان انشااللہ آپ مجھے شکر گزار پائیں گے۔

خیموں کا نصب ہونا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ کربلا پہنچا شدید گرمی کا موسم تھا، جلتی ہوئی ریت پر خیمے نصب ہوئے اونٹ بیٹھائے گئے۔ حضرت قاسم علیہ السلام وعلی اکبر علیہ السلام اور عون ومحمد علیہ السلام نے پردہ کیا۔رسولؐ اللہ کی نواسیاں علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی بیٹیاں مخدرات عصمت وطہارت جوانان بنی ہاشم کی نگرانی میں خیموں میں داخل ہوئیں۔

اعثم کوفی کے موافق جب کربلا قافلہ پہنچا تو دریائے فرات کے کنارے اسباب اتارا گیا اور خیمے نصب ہوئے جملہ برادراور چچازاد بھائی سب کے اپنے اپنے خیمے لگے حضرت علیہ السلام کے خیمے کے گرد اصحاب واعزا کے خیمے لگائے گئے سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

مقتل لہوف میں سید ابن طاوس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب خیمے نصب ہو چکے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار صاف کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔"اے زمانے تیری دوستی ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ تیرا کام دوستوں کے ساتھ دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں صبح وشام تو نے اپنے دوستوں کی جماعت کو قتل کیا ہے اور یہ زمانہ کسی طور قناعت نہیں کرتا اس میں ہر زندہ موت کی طرف جارہا ہے اور ہر امر اللہ کے اختیار میں ہے میرا خدا ہر عیب سے پاک ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں"۔

یہ سن کر حضرت زینب علیہا السلام پریشان ہوگئیں اور کہا۔"اے بھائی آپ جو باتیں کر رہے ہیں یہ تو وہ شخص کرتا ہے جسے اپنے مرنے کا یقین ہو" حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا"حقیقت میں ایسا ہی ہونے والا ہے" جناب زینبؑ نے فرمایا بھائی کاش میں مرجاتی آپؑ اپنی شہادت کی خبر سنا رہے ہیں۔"اس وقت اہل حرم میں کہرام مچ گیا۔ عورتیں منہ پر طمانچے مارنے لگیں۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام نے آہ وفریاد کرتے ہوئے کہا۔اے! ابا عبداللہ آپ کے بعد بیکسی اور لاچارگی سے پناہ ہو۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے تسلی دی اور کہا۔"بہن راہ خدا میں صبر کرو ہر شخص کے لیے فنا ہے اور سب کو مرنا ہے"۔یہ سن کر جناب زینبؑ حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوئیں۔"بھائی کیا آپ اپنے آپ کو دشمن کی قید میں سمجھتے ہیں مجھے یہ بات بہت پریشان کر رہی ہے اور برداشت کرنا مشکل ہے۔اس وقت بی بی نے شدت غم سے بہت گریہ کیا اور منہ پہ طمانچے مارے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گیں۔

جب حضرت زینب کو ہوش آیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا جناب رسولؐ خدا اور بابا حضرت علی مرتضیٰ کے مصائب یاد دلائے تاکہ ان مصائب کے سامنے اپنے مصائب کم محسوس ہوں اور جناب زینبؑ کو سکون مل جائے۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جب میری پھوپھی جناب زینبؑ نے حضرت کے اشعار سنے تو رونے لگیں اور شدید رنج وغم کا اظہار کیا اور اپنی چادر سنبھالتے ہوئے غم واندوہ کی حالت میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا۔"اے میرے بھائی! اے میری آنکھوں کے نور اے انبیاء واوصیاء کے جانشین اور اے ہم زندہ رہنے والوں کی پناہ گاہ کاش مجھے موت آجاتی"۔

جناب زینبؑ کے یہ دردانگیز بین سن کر حضرتؑ نے بی بی کو تسلی دی اور فرمایا"یہ خدا کا فیصلہ ہے اور ہماری بازگشت اسی کی طرف ہے اس کے بعد حضرت نے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے خیمے ایک دوسرے کے قریب نصب کریں چنانچہ اصحاب نے اس حکم کی تعمیل کی۔

جناب زینبؑ وحضرت ام کلثومؑ کی گریہ وزاری سے حضرتؑ کے دل پر بہت اثر ہوا۔بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ کربلا پہنچ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہلبیت کو جمع کیا اور ان کو دیکھ کر گریہ کرتے رہے اور فرمایا۔"اے اللہ ہم تیرے نبیؐ

حضرت محمدؐ کی عترت ہیں ہمیں پریشان کیا گیا اور ہمیں اپنے وطن سے نکالا گیا۔ ہم اپنے نانا کے روضے سے دور کئے گئے۔
ہم پر بنی امیہ نے زیادتی کی اے اللہ ہمارے حق کا واسطہ ہماری خبر لے اور ان کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

کربلا پہنچ کر حضرت علیہ السلام کا خطاب

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کربلا پہنچ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "یہ جان لو کہ یہ لوگ میرے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والوں کو شہید کر دینگے۔ اور میرے اہل حرم کا سامان لوٹ کر ان کو قیدی بنائیں گے مجھے خوف ہے کہ اے میرے ساتھیوں کہ تم کہیں لاعلمی اور شرم وحیا اور مروت کے سبب ہمارے ساتھ رہو۔ میں تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت دیتا ہوں، جو اپنی جان خطرے میں ڈال کر ہماری مدد کرے گا وہ یقیناً ہمارے ساتھ جنت میں ہوگا اور عذاب الٰہی سے بچے گا۔ میرے نانا رسول اللہ نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ میرا فرزند حسین علیہ السلام زمین کربلا پر حالت مسافرت میں تنہا اور پیاسا شہید کیا جائے گا اور جس نے حسین علیہ السلام کی مدد کی اس نے میری مدد کی اور اس نے فرزند حسین علیہ السلام حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی مدد کی۔ اگر کسی نے صرف زبان سے مدد کی ہوگی تو وہ بھی روز قیامت ہماری جماعت میں ہوگا۔

اہل غاضریہ کو وصیت

کشکول بہائی اور زکر العباس کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے ساٹھ ہزار درہم میں ۱۶ مربع میل زمین خرید کر چند شرائط کے ساتھ انہی کو ہبہ کر دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اہل غاضریہ سے فرمایا۔ دنیا اور آخرت کی نیکی اسی میں مضمر ہے کہ میرے زائرین کے ساتھ رعایت کرنا، دس محرم کو اہل کوفہ مجھے اور میرے اصحاب کو شہید کر دیں گے اور مخدرات عصمت وطہارت کو قیدی بنائیں گے دو روز بعد میری لاش پر آنا میرے ٹکڑے ٹکڑے بدن کو ایک جگہ جمع کر کے دفن کر دینا۔ میری قبر کا نشان بنانا کیونکہ میری شہادت کے بعد ساری دنیا کے شیعہ یہاں پہنچیں گے اور گروہ در گروہ میری زیارت سے مشرف ہوں گے۔ جو دنیا و آخرت کی فلاح ونجات کا ضامن ہوگی۔ جب یہ زیارت کو آئیں تو ان کا استقبال کرنا اور میری قبر کی مجاوری کرنا۔ یاد رہے میرے زائرین کی تین دن ضیافت کرنا، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت کرنا، انتقال کر جائیں تو میری قبر کے جوار میں دفن کرنا۔ جب زیارت کر کے وطن کو واپس جانے لگیں تو احتراماً ان کے پیچھے پیچھے چلنا۔ پھر عورتوں سے مخاطب ہوئے اور یہ وصیت فرمائی یہ اشقیاء ہمارے قتل کے بعد عورتوں کو قیدی بنائیں گے کوئی رونے والا نہ ہوگا تم گریہ کرنا جوانوں اور بچوں سے فرمایا اگر تمہارے والدین غفلت برتیں تو تم تعمیل کرنا۔

عبید اللہ ابن زیاد کا خط

اعثم کوفی کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا آمد پر خیمے لگ چکے تو حر نے حضرت امام

حسین علیہ السلام کے خیموں کے برابر اپنا خیمہ لگایا اور عبید اللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا آمد سے مطلع کیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھا کہ اے حسین علیہ السلام میں نے سنا ہے کہ تم نے کربلا کے متصل قیام کیا ہے اور آج ہی یزید کا خط میرے پاس پہنچا ہے۔ جس میں حکم دیا ہے کہ جب تک میں بیعت نہ لوں بستر پر سوؤں نہ کھانے کا مزا چکھوں جب تک آپ علیہ السلام فرمانبرداری اختیار کر کے بیعت نہ کر لیں (معاذ اللہ) جب یہ خط حضرت کے پاس پہنچا آپ علیہ السلام نے پڑھ کر ایک طرف ڈال دیا اور کہا ''وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جو مخلوق کی رضا مندی کیلئے خالق کی ناراضگی اختیار کرے۔ عبید اللہ کے قاصد نے خط کا جواب مانگا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اس کا کچھ جواب نہیں۔ قاصد بغیر خط کے جواب کے واپس لوٹ گیا اور تمام واقعہ جا کر بیان کر دیا۔ ابن زیاد یہ سن کر غضبناک ہو گیا اور اپنے ملازموں اور دوستوں سے کہنے لگا حسین علیہ السلام کو جس طرح ہو سکے قتل کر دینا چاہئے۔ مطالب السئوول اور نور الابصار کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے کے بعد حر نے ابن زیاد کو حضرت علیہ السلام کے پہنچنے کی خبر دی تو ابن زیاد نے فوراً حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام خط ارسال کیا۔ جس میں لکھا تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ علیہ السلام سے یزید کی بیعت لوں یا آپ علیہ السلام کو قتل کر دوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس خط کا جواب نہ دیا اور اسے زمین پر پھینک دیا۔

حضرت علیہ السلام کا اپنے قول میں ثابت قدم رہنا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کی عمر ابن سعد سے کئی ملاقاتیں ہوئیں جس میں آپ علیہ السلام اپنے موقف پر قائم رہے کہ بیعت یزید کسی صورت میں منظور نہیں کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ راہ حق میں ہر مصیبت اور رنج و غم برداشت کرنے کو ہر وقت آمادہ نظر آتے تھے عقبہ بن سمعان کا کہنا ہے کہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے عراق تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا میں نے آپ کے وہ تمام خطبات سنے جو آپ علیہ السلام نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے دیئے۔ خدا کی قسم آپ علیہ السلام نے کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا۔

تاریخ کامل، تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر نے بھی ایسا ہی معنی و مفہوم کا مضمون تحریر کیا ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تین دن کی بھوک و پیاس میں یوم عاشور نرغہ اعدا میں جلتی ہوئی زمین پر اس عالم میں یک و تنہا کھڑے تھے کہ چہرہ اقدس پر چھ ماہ کے شیر خوار فرزند جناب علی اصغر علیہ السلام کا لہو، دل پر ہمشکل مصطفیٰ فرزند جناب علی اکبر علیہ السلام کی جدائی کا داغ عباس جیسے علمبردار بھائی کے بچھڑ جانے کا غم، بھائی کی نشانی جناب قاسم علیہ السلام کے ٹکڑے ٹکڑے بدن، بہن کی ضعیفی کا سہارا حضرت عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام کی جدائی کا غم اور مقتل میں انصار و اقرباء کی لاشوں کے باوجود آپ کے قدم راہ حق میں متزلزل نہ ہوئے، جس قدر آپ علیہ السلام امتحان کی منزل سے گزر رہے تھے اتنا ہی آپ علیہ السلام کا عزم بڑھتا جا رہا تھا اس منزل پر آپ علیہ السلام نے فرمایا ''مالک اگر تیرے دیدار عشق میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تب بھی

میرا دل تیرے سوا کسی اور کی طرف نہیں جھک سکتا"۔

کربلا میں لشکر یزید کی آمد

ابو مخنف کے مطابق سب سے پہلا دستہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے کربلا میں جنگ کرنے پہنچا اس کا علمبردار عمر سعد تھا اس دستہ میں چھ ہزار سوار شامل تھے اس کے بعد ابن زیاد نے شیث بن ربعی کو چار ہزار سواروں کا دستہ دے کر روانہ کیا پھر عمرو بن قیس کو چار ہزار سواروں کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ پھر سنان بن انس کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا اس طرح کوفہ میں اسی ہزار کی تعداد کربلا میں جمع ہوگئی اور کفار کی فوج نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے نزدیک خیمے نصب کئے۔

بنی اسد کو دعوت جہاد

روضۃ الشہداء میں یہ روایت مرقوم ہے کہ حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ اس علاقہ میں بنی اسد رہتے ہیں اگر آپ علیہ السلام کی اجازت ہو تو ان کو مدد کیلئے طلب کروں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اجازت فرمائی جناب حبیب ابن مظاہر روانہ ہوئے اور وہاں جا کر کہا۔ اے لوگو! نواسہ رسول کو دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے تم میرے عزیز ہو لہٰذا میں تمہیں نصیحت کرنے آیا ہوں اگر تم شفاعت رسولؐ کے مستحق ہونا چاہتے ہو تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کرو حضرت حبیب ابن مظاہر کی یہ بات سن کر عبداللہ بن بشیر نے کہا "میں پہلا شخص ہوں جو دعویٰ محبت کرتے ہوئے اس دعوت کو قبول کرتا ہوں" حضرتؓ حبیب ابن مظاہر نے عبداللہ بن بشیر کو مبارک باد دی اس کے بعد نوے آدمی مسلح ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ان میں سے کسی نے ابن سعد کو خبر کر دی اس نے ارزق شامی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ بنی اسد کے سواروں کو روکنے کیلئے بھیجا۔ فرات کے کنارے جنگ ہوئی بنی اسد کے کچھ لوگ شہید ہوئے بقیہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گئے۔

ابن زیاد کا آخری خط

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ خولی بن یزید حضرت سے بہت زیادہ بغض رکھتا تھا اس نے ابن زیاد کو ایک خط میں لکھا اے! امیر عمر سعد ہر روز حضرت علیہ السلام سے ملاقات کرتا ہے اسے حکم دے کہ وہ ذمہ داری میرے سپرد کرے یا میں تیری طرف سے اس کی خبر لوں۔

خولی کا یہ شکایتی خط ملتے ہی ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا جونہی تجھے میرا خط ملے حسین علیہ السلام کو ہدایت کر کہ وہ میری اطاعت کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان پر پانی بند کر دے میں یہود و نصاریٰ کو پانی کی اجازت دیتا ہوں لیکن حسین علیہ السلام اور ان کے خاندان پر پانی بند کرتا ہوں۔

روضۃ الشہداء اور دمعہ ساکبہ میں مرقوم ہے کہ محرم کی نویں تاریخ کو شمر کوفہ واپس گیا اور اس نے عمر ابن سعد کی شکایت کر کے ابن زیاد سے ایک سخت حکم نامہ حاصل کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام بیعت نہ کریں، تو انہیں قتل کر کے انکی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں اور یہ بھی تاکید کی اگر تجھ سے یہ نہ ہو سکے تو شمر کو ذمہ داری دے دے ہم نے اسے حکم کی تعمیل کیلئے حکم یزید دے دیا ہے۔

بندش آب

اعثم کوفی کے موافق ابن زیاد نے عمر سعد کو تاکید کی کہ دریائے فرات پر پہرے بیٹھا دے کہ حضرت علیہ السلام کی نظر تک پانی پر نہ پڑے۔ ابو مخنف کے مطابق جیسے ہی عمر سعد کو ابن زیاد کا خط ملا حجر بن حر کو چار ہزار کا لشکر دے کر حکم دیا کہ نہر غاضریہ پر پہرہ لگا دے اور حضرت پر پانی بند کر دے، اس کے علاوہ مزید چار ہزار کا لشکر شیث بن ربعی کو دے کر بندش آب کا حکم دیا۔ اس حکم کے ملتے ہیں آٹھ ہزار کا لشکر نہر کے چاروں طرف پھیل گیا۔

سر الشہادتین کے موافق ایک ایک سردار لشکر کے ساتھ پہنچنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ عمر سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادے دریائے فرات کے گرد حائل ہو گئے۔ بحار الانوار کے مطابق ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا کہ ایک قطرہ بھی پانی کا حضرت امام حسین علیہ السلام کے لب خشک تک نہ پہنچے اور پیاسے قتل ہوں یہ خط ملتے ہی اہلبیت رسالتؐ پر پانی بند کر دیا گیا اور ایک شخص کو بلا کر یہ منادی کرائی کہ اے پسر فاطمہ فرزند رسول خدا تمہیں اس پانی کا ایک قطرہ نصیب نہ ہوگا۔

ابو اسحٰق اسفرائنی کے موافق وہ جو ابن سعد کی مدد کے لیے آئے تھے۔ دریائے فرات اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی قیام گاہ کے درمیان جا اترے۔ عمر سعد نے حجر بن حر کو بلا کر ایک جھنڈا دیا اور دو ہزار سوار ساتھ کئے اور حکم دیا کہ فلاں راستہ کی حفاظت کرے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نہر فرات کا پانی پینے سے روکے۔ ابن ربعی کو ایک جھنڈا اور چا ہزار سوار دے کر دوسرے راستے پر تعینات کر کے حکم دیا کہ تم ادھر سے حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو پانی پینے سے روکنا یہ دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر آ کر پانی پینے سے روکتی رہیں۔

بندش آب پر حضرت علیہ السلام کا خطبہ

ابو اسحٰق اسفرائنی نے لکھا ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ نہر پر ابن سعد نے پہرہ لگا دیا ہے۔ اور ہر طرف لشکر کا ہجوم ہے تو آپ علیہ السلام ان لوگوں کے قریب گے اور تلوار ٹیک کر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ کیا تم لوگ مجھے جانتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہاں ہم آپ کو جانتے ہیں پھر فرمایا! میں کون ہوں؟ ان لوگوں نے کہا آپ حسین بن علی مرتضٰی علیہ السلام ہیں۔ پوچھا میرے نانا کون ہیں؟ کہا محمد مصطفیٰؐ۔ پوچھا میری ماں کون ہیں؟ کہا فاطمہ زہراؑ ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیہ السلام نے فرمایا تم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کیوں میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو اور کیوں پانی سے

رو کتے ہو جبکہ میرے والد ساقی کوثر ہیں، روز قیامت ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا۔ میرے نانا نے فرمایا ''حسن وحسین علیہ السلام جوانان جنت کے سردار ہیں۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''اے جن وانس کی جماعتوں میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' بخدا ہم ہی آنحضرتؐ کے عزیز اور اہل بیت ہیں۔

ان لوگوں نے حضرت کا کلام سن کر کہا ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں لیکن پیاسا مارے بغیر نہ چھوڑیں گے حضرت نے یہ سن کر فرمایا میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے ہر متکبر شخص سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر بندش آب ہوئی اور آٹھ ہزار کا لشکر نہر کے گرد پھیل گیا اور ہر طرف لشکر کا ہجوم تھا تو حضرت علیہ السلام اپنی سواری پر آئے اور با آواز بلند لوگوں کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ لوگو! خاموش ہو جاؤ، جب لوگ خاموش ہو گئے تو آپ حمد باری تعالیٰ بجالائے اور پیغمبرؐ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا لوگو! میرا حسب ونسب بیان کرو کہ میں کون ہوں؟ اسکے بعد اپنے حسب ونسب کا جائزہ لے کر یہ بتاؤ کہ میرا قتل تمہارے لئے کہاں تک جائز ہے؟ میں پیغمبرؐ خدا اور ان کی بیٹی کا فرزند ہوں، میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کا فرزند ہوں۔ تم لوگ یہ بتاؤ کیا حضرت حمزہ سید الشہداء میرے والد کے چچا نہ تھے اور حضرت جعفر طیار جو باغ جناں میں ہیں میرے چچا نہ تھے کیا میرے نانا رسولؐ خدا کا یہ فرمان میرے اور میرے بھائی حسن علیہ السلام کے بارے میں تم لوگوں تک نہیں پہنچا کہ ''حسن وحسین علیہ السلام نوجوانان جنت کے سرادر ہیں۔'' اور حضورؐ کا یہ فرمان کہ ''میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور اہل بیت۔ کیا تم میرے اس قول کی تصدیق کرتے ہو اگر نہیں تو جابر بن عبداللہ انصاری۔ ابوسعید خدری۔ سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو کہ انہوں نے میرے نانا سے یہ ارشادات سنے ہیں یا نہیں حضرت علیہ السلام کا یہ کلام سن کر شمر نے کہا آپ علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں میں یہ نہیں سمجھتا۔ میں ایک نسبت سے خدا کی عبادت کرتا ہوں۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے شمر کی یہ فضول بات سن کر کہا ''میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ایک نسبت سے نہیں بلکہ ستر نسبتوں سے کر رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ایسا جانور ہے کہ جو تو بول رہا ہے اس کی تجھے بالکل سمجھ نہیں ہے خدا نے تیرے دل پر مہر لگا رکھی ہے۔'' اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے فرمایا اے شیث بن ربعی، کثیر بن شہاب اور اے لوگوں کیا تم نے ہمیں یہ خط نہیں لکھے تھے کہ '' آپ علیہ السلام ہمارے پاس آئیں ہمارا نفع ونقصان آپ علیہ السلام کا نفع ونقصان ہے'' ان سب نے بیک زبان کہا ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا تھا۔

مقتل لہوف میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت کا یہ خطبہ اس طرح رقم کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام لشکر اعدا کے سامنے تشریف لائے اپنی تلوار کے سہارے کھڑے ہوئے اور با آواز بلند فرمایا۔ ''اے لوگوں میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم مجھے پہنچانتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہاں ہمیں معلوم ہے کہ آپ علیہ السلام فرزند رسولؐ خدا اور ان کے نواسے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ جناب رسولؐ خدا میرے جد امجد ہیں؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہے خدا کی قسم آپ علیہ السلام رسول

ُاللہ کے نواسے ہیں۔ پھر حضرت نے خدا کا واسطہ دے کر پوچھا۔ کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میرے والد علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں یہ علم ہے پھر خدا کا واسطہ دیکر پوچھا کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میری والدہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام دختر محمد مصطفیٰؐ ہیں؟ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یہ علم نہیں ہے کہ میری جدہ جناب خدیجہ بنت خویلا ہیں؟ جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ان لوگوں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کیا۔ حضرت حمزہ میرے والد کے چچا نہیں ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا خدا کی قسم ایسا ہی ہے حضرت علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت جعفر طیار میرے چچا نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں خدا کی قسم آپ درست فرما رہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جو تلوار میرے پاس ہے وہ رسولؐ خدا کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ میں تمہیں خا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں نہیں معلوم جو عمامہ میرے سر پر ہے رسولؐ خدا کا ہے؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم جانتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب سے زیادہ صاحب علم اور بردبار تھے اور ہر مسلمان مرد و عورت کے مولا و امیر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم آپ علیہ السلام درست فرماتے ہیں ہمیں معلوم ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا پھر کیوں تم میرا خون بہانا حلال سمجھ رہے ہو؟ حالانکہ میرے والد ساقی کوثر ہیں جن کے ہاتھوں میں روز قیامت پرچم اسلام ہوگا۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں سب کچھ علم ہے۔ لیکن جب تک آپ علیہ السلام پیاسے جان نہ دے دیں ہم آپ علیہ السلام کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

مخدرات عصمت وطہارت کا گریہ

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے بندش آب کے حکم پر دریا کے چاروں اطراف لشکر یزید کا نرغہ دیکھا اور اعدا کے سامنے اتمام حجت کیلئے خطبہ دیا تو سید ابن طاوس علیہ الرحمہ کے موافق آپ علیہ السلام کی بیٹیوں اور بہن حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ نے رونا شروع کر دیا اور منہ پیٹنے لگیں، گریہ و ماتم کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی جناب عباس علیہ السلام اور لخت جگر حضرت علی اکبر علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں جا کر تسلی دیں مجھے اپنی جان کی قسم انہیں اس کے بعد بہت رونا ہوگا۔

اسی رات حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب چند ایسے اشعار پڑھے جن سے دنیا کی ملامت، اسکی ناپائیداری اور بے وفائی کا شکوہ ظاہر ہوتا تھا۔ یہ اشعار حضرت نے دو تین بار پڑھے۔ جناب زینبؑ یہ اشعار سن کر بہت زیادہ غمزدہ ہوگئیں اور نوحہ و ماتم کرتی ہوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچیں شدت غم سے منہ پر طمانچے مارے اور بیہوش ہوگئیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خواب

دمعہ ساکبہ کے موافق نویں محرم کی شام آنے سے پہلے شمر کی تحریک سے ابن سعد نے حملہ کا حکم دیا اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں تشریف فرما تھے آپ علیہ السلام کو حضرت زینبؑ نے پھر حضرت عباس علیہ السلام نے دشمن کے آنے کی اطلاع دی حضرت علیہ السلام نے فرمایا "ابھی مجھ پر غنودگی تھی کہ میں نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے حسین! تم کل میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ بعد عصر (نومحرم) لشکر عمر سعد سوار ہو کر جانب حضرت امام حسین علیہ السلام روانہ ہوا اس وقت حضرت درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ سر مبارک زانو پر رکھ کر سو گئے تھے۔ جب حضرت زینب علیہا السلام نے لشکر اعدا کا شور وغل سنا تو پریشانی کے عالم میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئیں دیکھا کہ حضرت علیہ السلام آرام فرما رہے ہیں۔ آپ نے کہا بھائی! یہ اشقیاء کا غل آپ سنتے ہیں۔ یہ لوگ قریب آپہنچے ہیں۔ حضرت نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا! ابھی میں نے جناب رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اے حسین علیہ السلام تم عنقریب میرے پاس آؤ گے۔

جب حضرت زینبؑ نے یہ خبر سنی تو اس وحشت اثر خبر سے آپ بہت رنجیدہ ہوئیں منہ پیٹ کر آہ وفریاد بلند کی۔

بروایت سید ابن طاوس علیہ الرحمہ حضرت امام حسین علیہ السلام زمین پر بیٹھ گئے اور آپ علیہ السلام کو نیند آ گئی۔ چند لمحوں بعد بیدار ہوئے اور اپنی بہن جناب زینبؑ سے فرمایا۔ اے بہن زینبؑ ابھی میں نے خواب میں اپنے نانا رسولؐ خدا اور اپنے والد علی مرتضیٰ علیہ السلام اور اپنی ماں فاطمہ زہراؑ اور اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا ہے۔ اے حسین علیہ السلام کل تم ہمارے پاس ہو گے۔ جناب زینبؑ نے یہ بات سنتے ہی اپنے منہ پر طمانچے مارے اور با آواز بلند گریہ کیا۔

ایک شب کی مہلت

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام سے فرمایا اے برادر! اگر ہو سکے تو لڑائی کل تک پر موقوف رہے آج کی رات ان سے کہو ہمارے قتال سے باز رہیں تا کہ اس شب ہم اپنے پروردگار کی عبادت کریں یہ تمام شب نماز، دعا، استغفار اور تلاوت میں بسر کریں کیونکہ خدا جانتا ہے کہ میں ہمیشہ نماز، تلاوت، استغفار اور دعا کا مشتاق رہا ہوں یہ سن کر حضرت عباس علیہ السلام منافقین کے پاس گئے اور ایک رات کی مہلت طلب کی۔ عمر سعد نے ایک شخص کو جناب عباس علیہ السلام کے ہمراہ خدمت امام عالی مقام میں بھیجا جب وہ حاضر ہوا۔ اس نے حضرت علیہ السلام سے کہا آج شب کی مہلت دی ہے۔ کل اگر اطاعت امیر کریں گے تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں گے ورنہ قتل کریں گے یہ کہہ کر یہ شخص واپس چلا گیا۔

مقتل لہوف میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ سپاہ ابن زیاد جنگ شروع کرنے میں بہت جلدی کر رہی ہے اور وعظ ونصیحت کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔ تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت عباس علیہ السلام سے

فرمایا۔ جیسے بھی ممکن ہو لشکر اعدا کو جنگ کرنے سے روکو تا کہ آج کی رات میں نماز ادا کر سکوں اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن سے کس قدر لگاؤ ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام آئے اور ان لوگوں سے ایک شب کی مہلت کی درخواست کی عمر بن سعد نے خاموشی اختیار کی یعنی ایک شب کی مہلت پر رضا مند نہ تھا۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ ترک و دیلم کے قبیلے سے بھی ہوتے تو ہم ان کی درخواست قبول کر لیتے حالانکہ یہ آل محمد ہیں۔ اس کے بعد ایک شب کی مہلت کی درخواست قبول کر لی۔

ناسخ التواریخ اور روضۃ الشہدا کے مطابق ایک شب کی مہلت ملنے کے بعد اگر چہ جنگ نہ چھڑی لیکن عمر سعد کا لشکر وہیں اترا گویا حضرت امام حسین علیہ السلام کا چھوٹا سا لشکر اس وقت سے فوجی محاصرہ میں آچکا تھا۔

باب: ۱۰

شب عاشور

ابن خلدون کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس کا مضمون یہ تھا
''میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر اور پوشیدہ کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش و چشم و قلوب عطا کیا۔ قرآن کی تعلیم اور سمجھ عطا فرمائی پس ہم تیرے شکر گزار ہیں۔ اما بعد میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ کسی کو ان سے بہتر جانتا ہوں اور میرے اہل بیت سے زیادہ کوئی نیک اور نہ ان سے کوئی شخص زیادہ رشتہ کا لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آگاہ ہو جاؤ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ اعدا مجھ سے ضرور جنگ کریں گے۔ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں جس کا جس طرف جی چاہے چلا جائے۔ میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے لیکن مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ہمراہ لے لے۔ تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے گا اور اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف منتشر ہو کر چلے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچائے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر یہ مجھے پالیں گے تو دوسرے کی جستجو نہ کریں گے۔''

بقول طبری شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''یہ لوگ صرف میری جان کے دشمن ہیں لہٰذا تم لوگ رات کی تاریکی میں یہاں سے چلے جاؤ''

کامل ابن اثیر، ارشاد مفید، لہوف، مقتل خوارزمی سب نے لکھا ہے کہ شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور بنی ہاشم سے خطاب میں فرمایا ''میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں خدا تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم اس تاریک رات میں اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ یہ قوم صرف میری جان کے در پے ہے تم میری طرف سے آزاد ہو، تم پر اب میرا کوئی عہد و پیاں نہیں''۔

شب عاشور اصحاب و اقربا کا عزم

شب عاشور جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ یہ سن کر جناب عباس علیہ السلام فرزندان جناب مسلم بن عقیل، جناب مسلم بن عوسجہ، حضرت زہیر بن قین اور حضرت سعید بن عبداللہ سب نے فرمایا ''ایسی زندگی پر لعنت ہے جو آپ علیہ السلام کے بعد باقی رہے''

جناب مسلم بن عوسجہ نے کہا ''اے فرزند رسولؐ اگر ہم نے آپ کی نصرت سے منہ پھیر لیا تو روز محشر ہم خدا

کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے بخدا جب تک ہم دشمنوں کے سینوں میں نیزے پیوست نہ کر دیں اور اپنی تلواروں سے ان کے ٹکڑے نہ کر دیں اس وقت تک آپ علیہ السلام سے جدا نہ ہونگے، جب تک ہمارے ہاتھوں میں تلواریں ہیں ہم ان کمینہ صفت دشمنوں سے جنگ کریں گے، اگر خالی ہاتھ ہو جائیں گے تو ان پر سنگ باری کر کے انہیں ہلاک کریں گے۔ ہم اس وقت تک لڑیں گے جب تک آپ علیہ السلام پر اپنی جانیں قربان نہ کر دیں۔

حضرت مسلم بن عوسجہ کے بعد سعد بن عبداللہ حنفی نے کہا "اے حسین قسم بخدا ہم آپ علیہ السلام کو تنہا نہیں رہنے دیں گے اگر ہم ستر مرتبہ قتل ہو کر پھر زندہ کئے جائیں پھر بھی آپ کی نصرت سے منہ نہ موڑیں گے۔" حضرت زہیر بن قین نے کہا "اگر مجھے ہزار بار قتل کیا جائے اور دوبارہ زندگی پاؤں تو بھی آپ علیہ السلام کی نصرت کرتا رہوں گا" حضرت ہلال نے کہا "مولا جب تک میری تلوار آپ کے دشمنوں کو قتل کر سکی اور میرا گھوڑا انہیں روند سکا میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔" یہ سن کر حضرت علیہ السلام نے ہلال بن نافع کو دعا دی۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام خیمے میں تشریف لائے تو حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا۔ "بھائی آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کا امتحان لے لیا یا نہیں۔" حضرت علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام کو اطمینان دلایا۔

ابو مخنف نے ضحاک بن عبداللہ سے روایت کی ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور فرمایا۔ "میں تم پر سے بیعت اٹھاتا ہوں جو جانا چاہے چلا جائے" تو سب رفقاء نے کہا۔ "ہم آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر ہرگز نہیں جائیں گے۔" اس وقت حضرت زہیر بن قین نے کہا۔ "اگر آپ کی رفاقت میں ہم ہزار مرتبہ قتل کئے جائیں، لاش جلا دی جائے اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دی جائے اس کے بعد زندہ کیا جاؤں تب بھی یہ حسرت رہے گی کہ دوبارہ زندہ کیا جاؤں اور آپ علیہ السلام کی نصرت کرتا رہوں یہاں تک کہ دنیا سے جاؤں"۔

شب عاشور جب دوسری بار حضرت علیہ السلام نے اصحاب اور اعزا سے فرمایا "یہ میری جان کے دشمن ہیں تم لوگ چلے جاؤ تو سب نے قدموں پر جان نثار کرنے کا عزم کیا۔ طبری کی موافق تمام اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ یہ ممکن نہیں کہ ہم آپ سے جدا ہوں۔ ہم اپنی جانیں آپ پر فدا کر دیں گے اس کے بعد جب ہم قتل ہو جائیں گے تو اپنا فرض ادا کر چکے ہوں گے۔" بحار الانوار، ابو مخنف، مقتل لہوف، ابن الوردی، جلاء العیون اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ شب عاشور جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا "تم سب یہاں سے جا سکتے ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے کیونکہ ان لوگوں کو میرے سوا کسی اور سے غرض نہیں ہے"۔ یہ سن کر آپ علیہ السلام کے اعزا اور انصار نے عرض کیا "کیا ہم آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے جائیں تا کہ آپ علیہ السلام کے بعد زندہ رہیں۔ خدا ہمیں ہرگز یہ دن نہ دکھائے۔"

وسائل مظفری کے مواقف "اس موقع پر حضرت علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جنت دکھا دی"۔

شب عاشور اولاد جناب عقیل سے خطاب

بحار الانوار اور مقتل لہوف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے اولاد حضرت عقیل بن ابی طالب سے

فرمایا۔ ''اے اولادِ عقیل! مسلم بن عقیل کی شہادت اور قربانی تمہارے لیے کافی ہے لہٰذا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جناب عقیل کی اولادوں نے مل کر جواب دیا۔ ''سبحان اللہ اے آقا و سردار اگر ہم آپ علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے جائیں تو لوگ کیا کہیں گے؟ اور ہم انہیں کیا جواب دیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ و سردار چچا اور ان کی اولاد کو مصیبت کے وقت تنہا چھوڑ دیا اور ان کی حمایت میں ایک تیر بھی نہ چلایا اور نہ نصرت میں تلوار چلائی اور نہ مصیبت و آلام کے وقت ان کی خبر گیری کی۔ قسم بخدا! ہم ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ ہم آپ علیہ السلام پر اپنی جانیں اپنا مال اور اپنی اولاد کو قربان کر دیں گے''۔

حضرت زہیر بن قین کی حضرت عباس علیہ السلام سے گفتگو

جب شب عاشور کی نصف شب گزر چکی تو حضرت زہیر بن قین ''خیمہ حضرت عباس علیہ السلام پر آئے اور آواز دی حضرت عباس خیمہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت زہیر نے کہا مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے، اسے بیان کرنا چاہتا ہوں آپ تھوڑی دور چلیں۔ دونوں بہادر گھوڑوں پر روانہ ہوئے۔ جناب زہیر نے گفتگو شروع کی ''اے عباس علیہ السلام جب خاتون جنت کا انتقال ہوگیا تو مولائے کائنات نے اپنے بڑے بھائی جناب عقیل سے کہا کسی بہادر خاندان کی پرہیز گار بی بی کا انتخاب کرو کہ خدا مجھے بہادر بیٹا عطا کرے جو میرے حسین علیہ السلام کے کام آئے اے! عباس علیہ السلام اسی دن کے لئے مولا نے آپ کو رکھوایا تھا۔ دیکھئے نصرت حسین علیہ السلام میں کوئی کمی نہ ہو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عباس علیہ السلام نے جوش شجاعت میں جو انگڑائی لی تو رکابوں کے تسمے ٹوٹ گئے اور کہنے لگے ''اے زہیر تم مجھے شجاعت دلا رہے ہو۔ تم حسین علیہ السلام سے بہت محبت کرتے ہو میں تو اپنے کو انکا غلام کہتا ہوں کل دیکھنا اگر آقا نے اذن دیا تو ان فوجوں کو دارالعمارہ سے ٹکرا دوں گا۔''

شب عاشور آل رسولؐ پر شدت غم

شب عاشور مخدرات عصمت و طہارت کیلئے اپنے پیاروں سے جدائی کی آخری رات تھی۔ رات کا تہائی حصہ بہن بھائی نے الوداع کہتے گزارا حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا۔ ''بہن سکینہ علیہا السلام، سجاد علیہ السلام، باقر اور تمام بچوں کا خیال رکھنا، انکی ہر طرح سے حفاظت کرنا بہن ہر ظلم پر صبر کرنا اور خدا کی رضا پر راضی رہنا''۔

حضرت زینب علیہا السلام بیمار کربلا کے سرہانے آئیں اور ان کی بلائیں لیں جب آپ بچوں کو پیاس سے مضطرب دیکھتیں تو ان کو تسلی دیتیں۔ جب آپ بھائی کے خیمہ میں آتیں تو گلے میں بانہیں ڈال کر گریہ فرماتیں۔ اس رات جناب زین العابدین علیہ السلام ساری رات شدت علالت کے سبب بے سکون رہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے تھے میں شب عاشور نہایت تکلیف میں تھا میری پھوپھی زینب علیہا السلام میری تیمارداری میں مصروف تھیں اسی اثناء میں نے بابا کی زبان سے چند اشعار سنے جن میں ذکر شہادت اور دنیا کی بے ثباتی کا ذکر تھا میں یہ اشعار سن کر زار و قطار رونے لگا۔ اور ان

اشعار کو بار بار پڑھتا تھا جب پھوپھی زینبؑ نے یہ اشعار سنے تو اپنی جگہ سے اٹھیں اور بابا کے خیمہ کی طرف بڑھیں۔ اس وقت آپ نہایت پریشانی کے عالم میں تھیں سر کی چادر خاک پر کھنچتی جاتی تھی اور آپ نالہ وفریاد کر رہی تھیں۔ دنیا کی بے وفائی اور ناامیدی پر بہت افسردہ تھیں اور فرماتی تھیں۔ کاش مرنے سے پہلے موت آجاتی اور ستم رسیدہ بہن یہ دردانگیز کلمات نہ سنتی بھیا آج ایسا لگتا ہے کہ آج ہی کے دن اماں زہراؑ، بابا علیؑ شیر خدا اور بھائی حسن مجتبیٰ اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔“

جناب زینبؑ کی یہ رقت انگیز باتیں سن کر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ”بہن برداشت کا ہونا ضروری ہے“ جناب زینبؑ نے فرمایا ”کاش مدینہ ہوتا اور میں وطن میں ہوتی“ حضرت زینبؑ کے یہ الفاظ سن کر حضرت امام حسینؑ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اب وطن جانا محال ہے۔ بہن یہ بات آپ سے پوشیدہ نہیں کہ جس پرندہ کو بحیثیت اسیر آشیانہ ملے اور اسے کسی قسم کی فکر نہ ہو اور کوئی تکلیف نہ دی جائے تو وہ آشیانہ میں رہتا ہے، یہ اس کا وطن نہیں ہوتا۔ یہ سن کر شدت غم سے ستم رسیدہ بہن اپنا منہ پیٹنے لگیں اور اتنا روئیں کہ غش کھا کر گر پڑیں۔ بہن کا یہ حال دیکھ کر حضرت امام حسینؑ اپنی جگہ سے اٹھے، بہن کا سر آغوش میں لیا۔ شب عاشور ایک لحہ کیلئے بھی حضرت کو یہ گوارا نہ تھا کہ بہن کو غمزدہ دیکھیں مگر بعد شہادت جب حضرتؑ کا لاشہ اقدس صحرا میں بے گوروکفن آلودہ خاک و خوں تھا تو بہن لاش پر اس طرح پہنچیں کہ تپتی ہوئی ریت پر لاشہ تھا اس وقت بے اختیار فریاد کر رہی تھیں ہائے مظلوم بھائی کیا اماں فاطمہ زہراؑ نے چکی پیس کر اسی دن کے لیے پالا تھا۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں جب شب عاشور بابا پھوپھی زینبؑ کو تمام وصیتیں کر چکے تو انہیں اپنے کاندھے کا سہارا دیئے ہوئے میرے سرہانے لائے اور میرے قریب بٹھا کر میری تیمارداری کی تاکید فرمائی اس کے بعد رنج وملال کے عالم میں اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔

شیخ جعفر شوستری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں شب عاشور ام المصائب جناب زینبؑ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ کل بہن بن بھائی کے ہو جائے گی اور زندگی کی خوشیاں ختم ہو جائیں گی تو بھائی کے پاس اس طرح آئیں کہ بے قراری کے سبب چادر زمین پر گر گئی تھی۔ آپ نے حضرتؑ سے عرض کیا بھائی کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آج ایسا لگتا ہے جیسے میری ماں فاطمہؑ، میرے بابا علیؑ اور میرے بھائی حسنؑ کا انتقال ہو گیا۔ اے! میرے بزرگوں کے جانشین۔ اے! باقی رہنے والوں کے ملجا و ماویٰ۔ بھیا! سب بزرگ رخصت ہو گئے کیا اب آپ بھی چاہتے ہیں کہ رخصت ہو جائیں جب حضرتؑ نے بہن کو اس حال میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا بہن کیا کروں اب کوئی چارہ کار میرے لئے ممکن نہیں۔ حضرت کا یہ کلام سن کر جناب زینبؑ نے عرض کی بھائی! جب آپ اپنے کو اسیر ومجبور ظاہر کرتے ہیں تو یہ اظہار میرے دل کو سوزاں کرتا ہے اور میری محبت کو شدید کرتا ہے۔ یہ کہہ کر جناب زینبؑ منہ پیٹنے لگیں اور پیشانی کے بل گریں اور چیخ مار کر بیہوش ہو گئیں۔ حضرت امام حسین بہن کو ہوش میں لائے اور صبر کی تلقین فرمائی۔

صاحبان صبر ورضا کی عبادت

شب عاشور صاحبان صبر ورضا کی آخری رات تھی۔ایک طرف بندش آب کے سبب تشنگی سے سب سینہ فگار تھے۔دوسری طرف لشکر اعدا کا نرغہ تھا۔روضۃ الشہداء کے موافق اس عالم میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اعزا و انصار کو حکم دیا کہ ''سب خیموں میں جا کر عبادت میں معروف ہو جائیں۔'' آپ علیہ السلام کے اس فرمان کے ساتھ ہی خیموں سے تسبیح وتہلیل اور قرآن کی تلاوت کی آوازیں آنے لگیں۔یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہوا جناب علی اکبر علیہ السلام نے اذان دی حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز باجماعت پڑھائی۔حضرت نے تمام انصار واقربا کو جمع کیا اور فرمایا۔ ''میں خدا کی بہترین ثناء کرتا ہوں۔رنج وخوشی ہر حال میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔بارالہا میں تیرا شکر گزار ہوں کہ ہمارے گھر نبوت عطا فرمائی اور ہمیں علم قرآن عطا کیا اور دین و مذہب سمجھایا اور ہمیں حق شناس،سماعت وچشم بینائی اور اطاعت گزار دل عنایت فرمایا اے!اللہ ہمیں اپنے اطاعت گزاروں میں شمار فرما۔''

بعد حمد وصلوٰۃ کے ارشاد فرمایا اے میرے دوستوں اور عزیزوں تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے جیسے تم باوفا اور نیک سیرت انسان ہوا یسے صاحب کردار اصحاب کسی کو نہ ملے۔شب عاشور حضرت کی تمام رات عبادت ونصیحت میں گزری۔

مقتل لہوف کے موافق راوی کہتا ہے کہ اس رات حضرت امام حسین علیہ السلام نے یوں گزاری کہ ان کی مناجات کی صدائیں سنی جارہی تھیں۔کچھ اصحاب حالت رکوع میں،کچھ حالت سجود میں اور کچھ حالت قیام میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور عبادت الٰہی اور اپنے معبود کی حمد وثناء میں بسر کی۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے پروردگار عالم سے اپنا تعلق ان الفاظ میں بیان فرمایا۔''ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے''۔

حضرت بریر کا پانی لانا

شب عاشور بچوں کی تشنگی بڑھتی جارہی تھی،بیبیاں بچے جناب زینب علیہا السلام کے گرد جمع ہو کر فریاد کررہے تھے۔شیخ جعفر ابن نما علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ بچوں کی پیاس حضرت بریر سے دیکھی نہ گئی اپنے ساتھیوں سے کہا ایسا نہ ہو کہ عترت رسول پیاس سے ہلاک ہو جائے لہٰذا تم میرے ساتھ چلو اور پانی کی کچھ سبیل کریں۔حضرت بریر ہمراہ چار اصحاب کے جانب نہر فرات روانہ ہوئے محافظ نہر راستہ روکنے لگے اور پوچھا تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا میں بریر ہوں اور شدت پیاس کے سبب آیا ہوں محافظوں نے کہا پہلے ہم اپنے سردار سے پوچھ لیں پھر پانی میں اترنا جب اس افسر کو خبر دی گئی اور اس نے حضرت بریر کا نام سنا تو یہ اسحاق نامی افسر جس کی حضرت بریر سے قرابت تھی اس نے اجازت دے دی۔حضرت بریر ساتھیوں کے درمیان فرات میں اترے اور ذریت رسول کی پیاس یاد کر کے رونے

لگے اور موجیں مارتے دریا کو دیکھ کر ساتھیوں سے کہا۔ پیاسوں کی تشنہ لبی یاد کرو اور جلد مشک بھرو کیونکہ اطفال حسینؑ تشنہ لبی سے فگار ہیں۔ تقاضا وفاداری یہ ہے کہ اس وقت تک پانی نہ پینا جب تک ان پیاسوں کو سیراب نہ کرلو۔ جب حضرت بریر نے مشک میں پانی بھرلیا تو محافظ نے کہا۔ کیا نہر میں اترنا کافی نہ تھا کہ تم مشک بھر کر لئے جارہے ہو اس نے اس امر کی اطلاع اپنے افسر کو دی جس نے حکم دیا کہ پانی یہاں سے نہ جانے پائے اگر یہ اصرار کریں تو قتل کردو۔ حضرت بریر نے اہل لشکر سے کہا ہم نے ایک بوند پانی بھی نہر سے نہیں پیا ہے کیونکہ رسول خداؐ کے اہل حرم پیاسے ہیں۔ اشقیاء نے حضرت بریر کو گھیر لیا۔ حضرت بریر اور آپ کے رفقاء نے مشکیزہ زمین پر رکھ کر ریگ صحرا سے ڈھک دیا تا کہ اس پر کوئی تیر نہ لگے۔ کچھ دیر بعد ایک ساتھی کاندھے پر مشک لے کر چلا اور حضرت بریر اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشک کی حفاظت میں مصروف تھے۔ کہ اشقیاء نے نرغہ کیا اور مشک پر تیر برسانے لگے، ناگاہ کاندھے پر رکھی ہوئی مشک کے تسمہ پر ایک تیر لگا جس سے گردن وشانہ اس جری کا مجروح ہوا خون لباس پر جاری ہو کر پاؤں تک پہنچا۔

جب اس محب حسین نے دیکھا کہ مشک محفوظ ہے تو خدا کا شکر ادا کیا کہ میری گردن مشک کیلئے سپر بن گئی ۔حضرت بریر نے اعدا سے باآواز بلند کہا وائے ہو تم پر آل ابوسفیان کے مددگاروں اتنا فتنہ برپا نہ کرو۔ جب یہ آواز اصحاب حسین علیہ السلام تک پہنچی جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے گرد جمع تھے تو ایک بزرگ نے کہا شاید بریر سے پانی کیلئے تکرار ہوگئی ہے۔ حضرت کی اجازت سے چند سوار مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ دشمن کو پسپا کیا جب حضرت بریر مشک لائے تو عرض کیا۔ اے آل رسولؐ یہ پانی حاضر ہے جب بچوں نے یہ آواز سنی تو ایک دوسرے کو اطلاع دیتے ہوئے مشک پر اس طرح گرے کہ کسی نے مشک کو سینے سے لگایا اور کسی نے اپنا سر اس پر رکھ دیا۔ جب بچوں نے مشک پر ہجوم کیا تو مشک کا تسمہ ٹوٹ گیا اور سارا پانی بہہ گیا تشنہ لب بچوں نے حضرت بریر کو آواز دی ہائے۔ اے بریر یہ پانی بہہ گیا۔ یہ سن کر حضرت بریر نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا ہائے افسوس تشنہ لبی آل رسولؐ کی، ہائے میں کیا کروں یہ بچے پیاسے رہ گئے۔

ابن نما روایت کرتے ہیں کہ حضرت سکینہؑ بنت حسین علیہ السلام فرماتی ہیں جب خیموں میں ایک بوند پانی نہ تھا مشکیں خشک تھیں نو محرم کو عین مغرب کے وقت مجھے سخت پیاس لگی تو میں نے پھوپھی زینبؑ کے پاس جا کر اپنی پیاس کی شدت کا ذکر کیا میں نے دیکھا کہ پھوپھی زینبؑ میرے شیر خوار بھائی علی اصغر علیہ السلام کو نہایت پریشانی کے عالم میں ہاتھوں پر سنبھالے کبھی اٹھتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی ہیں۔ اس وقت علی اصغر علیہ السلام مثل ماہی بے آب تڑپ رہے تھے اور کسی طرح نہیں بہلتے تھے۔ پھوپھی زینب فرمارہی تھیں ہائے اصغر علیہ السلام تمہاری صدائے گریہ پھوپھی کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت سکینہؑ فرماتی ہیں میں بھی زارو قطار رونے لگی پھوپھی اماں نے میرے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے اپنی پیاس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس وقت بھیا علی اصغر علیہ السلام کا پیاس سے تڑپنا دیکھا نہیں جاتا تھا۔

اس روز تمام بچوں پر پیاس کا غلبہ تھا پانی کا کسی خیمہ میں ایک قطرہ نہ تھا مایوسی کی حالت میں پھوپھی زینب سلام اللہ علیہا تقریباً بیس بچوں کو اپنے خیمے میں لے کر پہنچیں اور زارو قطار گریہ کررہی تھیں۔ جب بابا کے باوفا

صحابی حضرت بریر ہمدانی کو بچوں کی تشنگی کا حال معلوم ہوا تو سر پر خاک ڈالی اور خود کو زمین پر گرا دیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے۔ کیا تمہاری وفا کا تقاضا یہی ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کی بیٹیاں اور بچے پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں اور ہم بیٹھے رہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہم ان پر اپنی جانیں فدا کر دیں گے اس ولولہ انگیز اور پر اثر گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ چار آدمی مشک اٹھا کر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ فرات پر تعینات لشکر نے للکارا تو جناب بریر نے فرمایا خیام حسینی میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہے۔ بچے اور بڑے پیاس سے نڈھال ہیں ہم پانی لینے کی غرض سے آئے ہیں۔ کافی جدوجہد کے بعد حضرت بریر اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرات میں داخل ہوئے لیکن کسی نے پانی نہ پیا اصحاب باوفا نے کہا ہم اہل بیت کے بچوں تک پہنچنے سے پہلے پانی نہ پئیں گے۔ حضرت بریر نے مشک اپنے ایک ساتھی کے کاندھے پر رکھنے کو کہا اور خود اس کی حفاظت کرنے لگے۔ اشقیاء نے تیراندازی شروع کردی ایک تیر جو مشک کے نشانے پر تھا اس سے اس جانثار کا بازو چھلنی ہوگیا لیکن مشک محفوظ رہی پھر حضرت بریر مخاطب ہوئے "اے اولاد سفیان اور ان کے مددگاروں کس قدر ظلم پر آمادہ ہو" کافی جدوجہد کے بعد مشک خیمہ تک پہنچی۔ حضرت بریر نے بچوں کو آواز دی کہ بچوں پانی تمہارے لیے آگیا۔ پیاسے بچے یکایک مشک پر گرے تو مشک کا تسمہ کھل گیا اور سارا پانی بہہ گیا حضرت بریر نے سر پیٹ لیا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہا ہائے بچوں کی پیاس نہ بجھ سکی۔

شب عاشور جناب فاطمہؑ مقتل میں

ہدایۃ السعد میں یہ دل خراش روایت مرقوم ہے کہ شب عاشور ایک شخص نے عالم رویا میں دیکھا کہ ایک معظمہ کمر بستہ صحن کربلا میں جاروب دے رہی ہیں اور خاروخاشاک ہٹا رہی ہیں اور زمین کو ہموار کر کے اس پر پانی چھڑک رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے عرض کی۔ اے مخدومہ آپ کون ہیں اور یہ اہتمام کس لئے فرما رہی ہیں۔ ان معظمہ نے جواب دیا۔ میں فاطمہ زہراؑ ہوں۔ کل میرا فرزند حسین علیہ السلام مظلوم اس زمین پر خون میں غلطاں ہوگا۔ اس لیے میں اس زمین کو صاف کر رہی ہوں۔ تاکہ خاروخاشاک ان کے بدن نازنیں کو اذیت نہ پہنچائیں۔

اذان جناب علی اکبرؑ

اللہ کے پسندیدہ نفوس جن کو روز عاشورا شہادت کیلئے منتخب کیا تھا ان عظیم ہستیوں نے شب عاشور اللہ کے حضور تکبیر وتہلیل رکوع وسجود تسبیح وذکر الٰہی اور تلاوت قرآن میں بسر کی۔ جب صبح کی سفیدی نمودار ہونے کو تھی تو نگہبان دین حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرزند ہمشکل مصطفیؐ جناب علی اکبر علیہ السلام سے کہا بیٹا آج تم اذان دو حضرت علی اکبر علیہ السلام نے جب اذان شروع کی تو اصحاب واعزا میں کہرام مچ گیا اور یہ اذان اتنی پراثر تھی کہ ہر دل بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود انتہائی خضوع کے ساتھ مائل نماز تھا۔ گو کہ لشکر حسینی کے موذن حجاج بن مسروق جعفی تھے

لیکن شب عاشور کی اذان فجر حضرت علی اکبر علیہ السلام سے دلوانے کا مقصد یہ تھا کہ لعینوں تک یہ پیغام پہنچ جائے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام جو صورت و سیرت میں رسول اللہؐ سے نہایت مشابہ ہیں آج ان کی اذان سن کر نماز پڑھنے والے صرف حسین علیہ السلام اور ان کے اعزا و اقربا ہیں۔ اذان کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں انتہائی خشوع و خضوع سے نماز ادا کی گئی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ابھی مصلے ہی پر تھے کہ (۸۰۰۰۰) اسی ہزار کے لشکر میں حملہ آور ہونے کے آثار ظاہر ہوئے۔

....

باب: ۱۱

صبح عاشور

حضرت امام حسین علیہ السلام نے روز عاشور کا آغاز دعاؤں سے کیا اور رشد و ہدایت کے ذریعہ اتمام حجت کرتے رہے۔ آپ کے نصیحت آمیز خطبات فصاحت و بلاغت اور ہدایت کے حد کمال پر ہیں۔ آپؑ تاریخ عالم کے واحد نا صح و خطیب ہیں جو بھوک و پیاس کی شدت، مخدرات عصمت و طہارت کی فکر اور دشمن کی کثرت کے باوجود پورے عزم و استقلال کے ساتھ خطبوں کے ذریعے اتمام حجت فرماتے رہے جس سے شان امامت ظاہر ہوتی ہے۔

روضۃ الشہدا اور ملا کاشفی کے موافق جب صبح کا ابتدائی حصہ ظاہر ہوا تو آسمان سے آواز آئی۔ ''اے اللہ کے بہادر سپاہیوں تیار ہو جاؤ موقعہ امتحان اور وقت موت آرہا ہے۔''

صبح صادق کا ظہور ہوا تو اللہ کے منتخب عبادت گزاروں نے نماز صبح کا ارادہ کیا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے اذان دی، ایسی روح پرور اذان کہ روز ازل تا ابد ممکن نہیں۔ روضۃ الشہدا میں ہے کہ جیسے ہی آثار صبح ظاہر ہوئے اذان ہوئی اصحاب جمع ہوئے سب نے تیمم کر کے سنت ادا کی اور باجماعت فرض ادا کیا۔

صبح عاشور نمودار ہوئی جس کے دامن میں ہر لحہ امتحان و آزمائش کا پیش خیمہ تھا۔ اس صبح کا آغاز جس طرح ہوا اس کے بارے میں ابو مخنف نے لکھا ہے۔ ''شب عاشور ختم ہوئی حضرت امام حسین علیہ السلام نے اذان و اقامت کے بعد اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ بعد نماز اپنے نانا کا عمامہ سر پر رکھا اپنے والد کی تلوار لی اس طرح دشمن کے لشکر کے سامنے تشریف لائے اور مخاطب کیا۔ ''اے لوگوں میری بات سنو! یہ دنیا فانی ہے یہ لوگوں کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ لوگو! تم اسلامی شریعت سے واقف ہو قرآن پڑھتے ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول و امین ہیں اور تم ان کے فرزند کو ظلم اور دشمنی سے قتل کے درپے ہو۔ تمہارے سامنے فرات موجیں مار رہا ہے اس سے یہودی عیسائی چرند پرند سب سیراب ہو رہے ہیں لیکن جگر گوشہ رسولؐ شدت پیاس سے قریب ہلاکت ہے۔'' یہ سن کر لعینوں نے کہا۔ اے حسین! اپنا کلام مختصر کریں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو ایک قطرہ پانی نہ ملے گا بلکہ شربت موت گھونٹ گھونٹ کر کے پئیں گے۔

جانثاران حسینؑ کی صف آرائی

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں اور طبری تاریخ طبری میں لکھتے ہیں۔ کہ ''نماز صبح کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے صف آرائی فرمائی کل ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادہ حضرت کے ہمراہ تھے۔ حضرت زہیر بن قین کو میمنہ کی کمان

دی، حضرت حبیب ابن مظاہر کو میسرہ پر مقرر فرمایا اور علم اپنے بھائی حضرت عباس کے ہاتھ میں دیا"۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ ترتیب اس طرح مرتب فرمائی کہ اہل بیت اطہار کے خیمے پشت کی جانب تھے اور خیموں کے پیچھے آگ روشن کردی تا کہ پشت سے دشمن خیموں پر حملہ نہ کر سکے۔

مقتل ابی مخنف نے لشکر کی ترتیب کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زہیر بن قین کو بیس سواروں کے ساتھ میمنہ پر اور ہلال بن نافع کو بیس سواروں کے ہمراہ میسرہ میں کھڑا کیا اور باقی اصحاب قلب لشکر میں کھڑے ہوگئے۔ عورتوں اور بچوں کو خیموں کے اندر رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علیہ السلام کے افسر مشیر ہلال بن نافع بجلی تھے سر الشہادتین کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ جنگ کریں گے تو آپ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کے لشکر کے گرد خندق کھودیں اور صرف ایک راستہ رکھا جائے جس سے نکل کر جنگ کی جائے۔ کامل ابن اثیر کے موافق حضرت نے اصحاب کے خیموں کا معائنہ کیا اور حکم دیا کہ خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کردیں۔ دشمن سے جنگ کے وقت ایک طرف سے خیموں کے آگے سے مخاطب ہوں کہ خیمے داہنے بائیں اور پیچھے رہیں۔ جلاء العیون اور الاخبار الطوال کے موافق صبح صادق طلوع ہوئی تو صاحبان صدق نے نماز صبح کا تہیہ کیا۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام نے اذان کہی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے نماز باجماعت پڑھائی۔ اللہ کے سچے بندے ابھی مصلے ہی پر تھے کہ ۸۰ ہزار کے لشکر میں حملہ آور ہونے کے آثار ظاہر ہوئے امام مصلے سے اٹھے اور بہترین جانبازوں پر مشتمل لشکر کی جنگی تقسیم اس طرح فرمائی کہ میمنہ پر ۲۰ بیس بہادر اور میسرہ پر بیس بہادر بقیہ قلب لشکر پر معین فرمائے، میمنہ کے سردار حضرت زہیر بن قین، میسرہ کے حضرت حبیب ابن مظاہر اور علمدار لشکر حضرت عباس علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا نے لاکھوں کے مقابلے میں اتنا چھوٹا لشکر نہیں دیکھا جس میں بچے، جوان، بوڑھے اور شیر خوار بچہ بھی شامل ہو۔

لشکر ابن سعد کی صف آرائی

ابن سعد نے عاشور کی صبح اپنا لشکر مرتب کیا لشکر کا افسر عمرو بن حجاج کو بنایا سواروں کا افسر عزہ بن قیس کو بنایا اور پیادوں پر سبث بن ربعی کو مقرر کیا اور جھنڈا اپنے غلام زید کو دیا۔

مقتل ابی مخنف کے موافق عمر سعد لعین نے اپنے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور لشکر کی صف بندی اس طرح کی کہ شمر بن ذالجوشن کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ میمنہ پر اور **خولی بن یزید الاصبحی** کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ میسرہ پر اور باقی لشکر کو درمیان میں تعینات کیا۔ سر الشہادتین کے موافق عمر سعد کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑنے وہی لوگ آئے تھے جن لوگوں نے آپ علیہ السلام کو خط لکھے تھے اور بیعت کی تھی۔

شہید اعظم کے موافق لشکر کی صف آرائی اس طرح کی گئی میمنہ عمر بن حجاج الزبیدی، میسرہ شمر ذی الجوشن، افسر رسالہ عروہ بن قین، افسر پیادہ شیث ربعی، جھنڈا بردار زید اور سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص کو مقرر کیا۔

بارگاہ الٰہی میں حضرت علیہ السلام کی دعا

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے جب عمر سعد لشکر کی صف بندی سے فارغ ہوا اور نہایت بے حیائی سے اپنا لشکر لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے سامنے آیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب ان ظالموں کی بے حیائی مشاہدہ فرمائی تو دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا فرمائی۔ مزید براں یہ دعا بلاغتہ الحسین علیہ السلام اور ابصار العین میں بھی مرقوم ہے۔ ''بار الہا ہر رنج و مصیبت پر مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ ہر مصیبت جو مجھ پر نازل ہوئی اس مصیبت کے وقت تو ہی میرا آسرا ہے کتنی ایسی مصیبتیں آئیں جن میں دل کمزور ہو گئے اور حیلہ و تدبیر کے راستے بند ہو گئے دوستوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور دشمن اس مصیبت کے وقت شاد ماں ہوئے لیکن میں نے صرف تیری ہی طرف رجوع کیا اور تجھی سے فریاد کی تیرے سوا سب سے بے نیاز ہو کر صرف تجھ سے لو لگائی ہر مصیبت و رنج و غم کو تو نے ہی دفع کیا بے شک تو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر نیکی و حاجت کا مرکز امید ہے''۔

حضرت بریر کا خطاب

بحار الانوار کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے چند اصحاب کے ساتھ لشکر یزید کی طرف تشریف لائے حضرت بریر آپ علیہ السلام کے سامنے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے فرمایا لشکر یزید سے گفتگو کریں۔ حضرت بریر آگے بڑھے اور لشکر یزید کو مخاطب کیا لوگو! ''خدا سے ڈرو اگر تم سے کہا جائے کہ حضرت محمد تمہارے پس پشت کھڑے ہیں اور یہ ان کی ذریت ان کی بیٹیاں اور ان کے اہل حرم ہیں تو بتاؤ تمہارے پاس کیا جواب ہے۔ تم اہل بیت رسولؐ کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔'' دشمنوں نے جواب دیا۔ ''ہم چاہتے ہیں کہ ان کو عبید اللہ ابن زیاد کے حوالے کریں وہ ان کے ساتھ جیسا چاہے گا سلوک کرے گا۔'' حضرت بریر نے فرمایا۔ ''کیا تم کو یہ منظور نہیں کہ یہ لوگ جس جگہ سے آئے ہیں وہیں لوٹ جائیں۔ اے کوفیو! تم پر تف ہے کیا تم اپنے خطوط اور اپنے عہد و پیمان کو جو تم نے کئے تھے اور ان پر خدا کو گواہ بنایا تھا وہ سب بھول گئے تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت کو بلایا اور یہ گمان کیا کہ تم ان کی حفاظت میں اپنی جانوں تک کی بازی لگا دو گے لیکن وہ تمہارے پاس آ گئے تو تم ان کو ابن زیاد کے حوالے کرنا چاہتے ہو تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے، تم نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے خدا تم کو روز قیامت سیراب نہ کرے۔ کتنی بری قوم ہو تم لوگ۔ دشمنوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا'' اے بریر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' حضرت بریر نے جواب دیا'' خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تم سے زیادہ بصیرت عطا فرمائی اے خدا میں تیری بارگاہ میں اس قوم کے برے افعال سے برأت چاہتا ہوں۔'' یہ سن کر لشکر یزید نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی اور اسکے بعد حضرت بریر واپس آ گئے۔

حضرت زہیر بن قین کی اعدا کو نصیحت

ابو مخنف نے علی بن حنظلہ بن اسد شامی سے روایت کی ہے کہ علی بن حنظلہ سے کثیر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ جب ہم حضرت امام حسین علیہ السلام سے مقابلہ کے لئے نکلے تو حضرت زہیر بن قین جو ہتھیار لگائے تھے گھوڑے پر سوار ہماری طرف آئے اور با آواز بلند کہا ''اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو ہر مسلمان پر اپنے بھائی کی نصیحت واجب ہے جب تک ہماری تلواریں نہ چل جائیں ہم سب ایک مذہب وملت ہیں لیکن جب جنگ شروع ہوجائے گی تو فرقوں میں تقسیم ہوجائیں گے یہ خدا کی طرف سے ہمارا امتحان ہے کہ ہم رسولؐ کی ذریت کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں اور اب یزید کو چھوڑ کر اہل بیت کی اطاعت کرو تمہیں یزید اور ابن زیاد سے ضرر کے سوا کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ یہ دونوں تمہارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے جیسا کہ حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ کے ساتھ کیا۔''

مزید براں ابن خلدون نے بھی حضرت زہیر بن قین کی لشکر اعدا کے سامنے تقریر کو اس مضمون کے ساتھ لکھا ہے۔ ''حضرت زہیر بن قین کی نصیحت کے جواب میں اشقیاء نے حضرت زہیر بن قین کو برا کہا۔ ابن زیاد اور اس کے باپ کی تعریف کی اور کہا جب تک ہم تمہارے سردار حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل نہ کردیں ہم مع لشکر یہاں سے نہیں جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت زہیر بن قین نے کہا اگر تم حضرت کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے تو حضرت علیہ السلام کے قتل سے باز آجاؤ یہ سن کر شمر بے حیا نے آپ کی طرف تیر پھینکا اور حضرت زہیر کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا۔ اے زہیر چپ رہو خدا تم کو موت دے۔ حضرت زہیر نے اس کو جواب دیا۔ میں تجھ سے بات نہیں کرتا تو جانور ہے، خدا تجھ کو واصل جہنم کرے۔ اس کے بعد با آواز بلند لشکر سے مخاطب ہوئے تم لوگ شمر اور اس کے ساتھیوں کے کہنے میں مت آؤ، تم آل رسولؐ اور ان کے ساتھیوں کا خون مت بہاؤ اگر تم نے ان کو قتل کیا تو تمہیں رسولؐ اللہ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ حضرت زہیر نصیحت فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا پیغام دیا کہ آپ علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ اے زہیر اب تم چلے آؤ جس طرح مومن آل فرعون نے اپنی قوم کو نصیحت کی تھی اسی طرح تم نے آج نصیحت کی ہے۔ یہ پیغام ملتے ہی حضرت زہیر وہاں سے واپس آگئے ابن اثیر کے موافق جب حضرت زہیر بن قین لشکر اعدا سے کہہ رہے تھے اللہ کے بندوں اس گروہ کو رسولؐ اللہ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جو ان کے اہل بیت کا خون بہائے گا اور ان کے اعوان وانصار کو قتل کرے گا۔ حضرت زہیر ابھی مزید کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو واپس بلالیا۔ ابو مخنف نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت زہیر بن قین کی اس گفتگو کے بعد شمر ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ پر حملہ کیا اور حضرت علیہ السلام کے خیمہ پر نیزے لگائے اور کہا آگ لاؤ تا کہ ان خیموں کو جلادوں۔ اہل بیت اطہار یہ سن کر بے چین ہوگئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا اے! شمر بے حیا تو خیموں میں آگ لگانا چاہتا ہے تا کہ میرے اہل بیت جل جائیں، خدا تجھے جہنم میں جلائے۔ اس وقت حضرت زہیر بن قین نے شمر پر حملہ کیا اور خیمہ کے پاس سے ہٹادیا۔ ابو عزہ ضبابی اور زوقربا کو اس وقت حضرت زہیر نے قتل کردیا۔

لشکر ابن سعد کا پہلا حملہ

انصار الحسین کے موافق جب صبح عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے خطبہ دیا اور ہر طرح سے لشکر اعدا کو سمجھا چکے تو ناقہ بٹھا دیا اور عقبہ بن سمعان نے اونٹ باندھ دیا۔ اس وقت جب لشکر اعدا نے حملہ کیا تو حضرت علیہ السلام نے جناب رسالت مآب کا گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا طلب فرمایا، سر پر آنحضرت کا عمامہ رکھا، ذوالفقار ہاتھ میں لی اور لشکر کے سامنے آ کر ارشاد فرمایا۔ "رسولؐ اللہ نے ہم کو بہشت کا سردار بنایا ہے میرے جسم پر سب کچھ رسول اللہ کا ہے سب نے اقرار کیا بیشک یہ سب کچھ رسولؐ اللہ کا ہے اور آپ ان کے نواسے ہیں حضرت علیہ السلام نے فرمایا! اس اقرار کے بعد بھی تم میرے قتل پر کیوں آمادہ ہو۔ ان لعینوں نے جواب دیا ہمارے حاکم کا حکم ہے کہ آپ علیہ السلام کو زندہ نہ چھوڑیں اس خطبے کے بعد آپ علیہ السلام نے ایک بار پھر ان لوگوں کو حق کی تلقین کی اور خوف خدا دلایا لیکن ان سنگ دلوں پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ظہر کی نماز سے پہلے حضرت نے خطبات کے ذریعے، لشکر ابن سعد کو سمجھانے کی کوشش کی تا کہ حجت تمام ہو جائے اس کے بعد ابن سعد نے جنگ کا حکم دیا۔

سالم اور یسار یہ دو ملعون لشکر ابن سعد سے میدان میں آئے اور اچانک حملہ کر دیا اور جنگ شروع ہو گئی۔ حسینی جانثاروں کے جوش و جذبہ کو دیکھ کر عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی۔ تم لوگ ایک ایک کر کے ان کے مقابلے پر جاؤ گے تو سب مارے جاؤ گے سب مل کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کرو اس وقت شمر نے بائیں جانب سے حضرت کے لشکر پر حملہ کیا اور عمر سعد نے دائیں طرف سے حملہ کیا اور تیر اندازوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی اس حملے میں تقریباً پچاس اصحاب و اعزا شہید ہوئے۔

اس باب میں مقتل لہوف کے مطابق عمر بن سعد لشکر سے نکل کر سامنے آیا اور جب حضرت کے اصحاب کی طرف تیر پھینک چکا تو بلند آواز میں اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "تم لوگ امیر کے پاس جا کر اس بات کی گواہی دینا کہ سب سے پہلا تیر پھینکنے والا میں ہوں، اس کے بعد عمر سعد کے لشکر کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ "تم پر اللہ کی رحمت ہو موت کی طرف پیش قدمی کرو کہ اس کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ اس قوم کی طرف سے تیر ہمیں جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیہ السلام کے اصحاب نے دلیری سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ چند اصحاب شہید ہو گئے۔ اس منزل پر مقتل ابی مخنف کے مطابق شمر نے غضبناک ہو کر اپنے سپاہیوں سے کہا سب مل کر حملہ کرو اور ان سب کو ہلاک کر دو اس کے ساتھ ہی تمام سپاہی دائیں بائیں پھیل گئے اور لشکر حسین علیہ السلام پر ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں فوج عمر سعد سے اس طرح تیر چلے جیسے بارش ہو رہی ہو۔ اس وقت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا خدا تم پر رحمت کرے تم بھی لڑنے مرنے پر تیار ہو جاؤ اس لئے کہ اب اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ یہ تیر ہماری طرف اس قوم کے قاصد ہیں۔ جو پیام موت لائے ہیں

اس وقت اصحاب حسینی ایک گھنٹے تک ان لعینوں سے لڑے یہاں تک کہ حضرت کی ایک جماعت قتل ہوگئی۔ تاریخ کامل، طبری اور بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ جنگ مغلوبہ کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثار حضرت علیہ السلام کے ہمراہ دشمن کے مقابل آئے اور بیشمار لعینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ان بھوکے پیاسے بہادر شیروں نے لشکر اعدا کو درہم برہم کر دیا جس سے ان سپاہیوں اور ان کے افسروں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے عروہ بن قیس نے عمر ابن سعد کو پیغام بھیجا کہ جلد لشکر روانہ کرے، جس میں خصوصاً تیرانداز شامل ہوں اس لئے کہ ان مختصر علوی بہادروں نے ہمارے لشکر کا برا حال کر دیا ہے۔ بحارالانوار کے مطابق عمر ابن سعد نے پیغام ملتے ہی ۵۰۰ کمانداروں کو حصین بن نمیر کے ہمراہ عروہ بن قیس کی کمک میں بھیج دیا۔ ان مکاروں نے پہنچتے ہی تیر بارانی شروع کر دی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کئی ساتھی شہید ہو گئے اور تقریباً کل کے کل پیادہ ہو گئے۔

روز عاشور نماز ظہر

مقتل ابی مخنف، بحارالانوار اور ابن اثیر سے روایت ہے کہ روز عاشور دوران جنگ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو ابوثمامہ صیداوی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے! مولا ہم سب کو شہید تو ہونا ہی ہے۔ لہٰذا عظیم شہادت کے موقع پر نماز کے دوران ہی خداوند تعالیٰ کے حضور ہماری حاضری ہو اور یہ ہماری آخری نماز ہوگی۔ جی چاہتا ہے آپ کی امامت میں نماز ظہر ادا کی جائے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''خدا تم پر رحمت نازل کرے۔'' یہ وہ وقت تھا جب مسلسل تیر حسینی جانثاروں کی طرف آ رہے تھے۔

اصحاب نے حضرت کی امامت میں صفیں باندھ لیں۔ حضرت زہیر بن قین اور حضرت سعید بن عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے سینہ سپر بن کر کھڑے ہو گئے آنے والے تیروں کو اپنے سینوں پر روکنے لگے۔ ان مجاہدوں نے کوئی تیر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لگنے نہ دیا بلکہ کوشش تھی کہ اصحاب و اقربا میں سے کسی کے کوئی تیر لگنے نہ پائے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی، حضرت زہیر بن قین کچھ تیر تلوار سے قطع کر دیتے اور کچھ اپنے سینے پر روکتے لیکن حضرت سعید کے سامنے جو تیر آتا بڑھ کر اپنے سینے پر روکتے یہاں تک کہ سینہ تیروں سے چھلنی ہو گیا اور ادھر نماز تمام ہوئی اور سعید بن عبداللہ زمین پر گرے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو آخری سلام کیا اور عازم بہشت ہوئے۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب سعید بن عبداللہ تیر کھاتے کھاتے نڈھال ہو کر زمین پر گرے تو کہہ رہے تھے۔ ''خدایا اس ظالم قوم پر قوم عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما اور اپنے پیغمبر کو میرا اسلام پہنچا اور جو زخم میرے جسم پر لگے ہیں ان سے رسولؐ اللہ کو مطلع فرما کیونکہ میرا مقصد تیرے پیغمبرؐ کی نصرت اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن عبداللہ کے زخمی جسم کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں کے زخموں کے علاوہ تیرہ (۱۳) تیروں کے پھل بدن میں پیوست تھے۔

لشکر اعدا کے سامنے حضرت علیہ السلام کا خطاب

اعثم کوفی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے گروہ اعدا کے سامنے آ کر لشکر کوفہ پر نظر ڈالی دیکھا عمر سعد سرداران لشکر کے درمیان کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا ''الحمد للہ کہ دنیا فانی ہے اور یہ نیست و نابود ہونے والی ہے، یہاں نیک اور برے سب گزر جاتے ہیں۔ یہاں محنت اور راحت کسی کو دوام نہیں۔ نیک بخت وہ ہے جو دنیا کی نمائش اور فضول چیزوں کی طرف مائل نہیں ہوتا اور وہ شخص بدنصیب ہے جو فنا ہونے والی چیزوں کی خواہش رکھتا ہے اور اس کی وفاداری پر بھروسہ کرتے ہوئے سمجھتا ہے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی۔ حضرتؑ نے باآواز بلند نصیحتیں کیں اور نیکی کی تاکید فرمائی۔ عمر سعد نے حضرت کی نصیحت کو سن کر کہا ان کا کلام قطع کرو کیونکہ یہ ایسے باپ کے بیٹے ہیں کہ اگر انہیں اس طرح بولنے دو گے تو دن رات اسی میں گزر جائے گا اور بولنے سے نہ رکیں گے۔

....

باب: ۱۲

حضرت حرؑ کی آمد

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تین بار خطبات سے دشمنوں کو سمجھانے کی کوشش کی حضرت حرؑ پر اس کا بہت اثر ہوا۔ جب آپ نے دیکھا لشکر عمر سعد جنگ کی تیاری میں مصروف ہے اور تمام لشکر حضرت علیہ السلام کے قتل کے در پے ہے تو آپ کے ضمیر نے آواز دی حق کا ساتھ دیا جائے۔

حضرت حر نے عمر ابن سعد کے پاس جا کر کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ حسین علیہ السلام جیسی عظیم الشان شخصیت سے جنگ کر رہا ہے یہ سنکر وہ لعین کہنے لگا خدا کی قسم ہم نہ صرف جنگ کریں گے بلکہ ان کے سر اور ہاتھوں کو بدن سے جدا کریں گے۔ حضرت حر نے کہا ایک بار تم اپنے فیصلے پر غور کر لو۔ عمر سعد کہنے لگا تمام تر اختیارات حکومت کو حاصل ہیں حضرت حر نے بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن یہ باز نہ آیا۔

جب حضرت حر کو یہ یقین ہو گیا کہ لشکر عمر سعد پوری طرح آمادہ جنگ ہے تو ان کا چہرہ زرد ہو گیا اور دل کا اضطراب چہرہ سے عیاں تھا۔ کسی نے کہا اے حر تمہارا یہ کیا حال دیکھ رہا ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی کسی بہادر کا نام پوچھتا تو میں تمہارا ہی نام لیتا۔ حضرت حر نے کہا ”میں اس وقت اپنے کو جہنم اور بہشت کے درمیان پا رہا ہوں“۔

حضرت حر نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔ ”حضرت امام حسین علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کا حضرت حر پر بہت اثر ہوا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس جا کر اس کا آخری ارادہ معلوم کیا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے“۔

جب حضرت حر خیام حسینی کے قریب پہنچے تو تسبیح و تقدیس کی آوازیں سنائی دیں تو ایمان کی حرارت بڑھنے لگی۔ آپ کی بےچینی میں اس وقت اور زیادہ اضافہ ہوا جب خیموں سے العطش العطش کی آوازیں سنائی دیں۔ آپ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور منہ چھپائے ہوئے تھے آپ نے ہاتھوں پر تلوار رکھی اور معافی کی درخواست کی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بھیا عباس حر کے استقبال کیلئے بڑھو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا! اے حر تم ایسے وقت آئے ہو کہ میں تمہیں پانی بھی نہیں پلا سکتا۔

جناب زینبؑ کو جب حر کی آمد کی خبر ہوئی کہ ناصر و مددگار بن کر آئے ہیں تو آپ نے دعائیں دیں اور حر کو سلام بھیجا تو حضرت حر نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ جب حضرت حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا میں معافی کا خواستگار ہوں تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ”نہ صرف تمہاری توبہ قبول ہوئی بلکہ روز قیامت تم آل رسولؐ کے

ساتھ مقام پاؤ گے۔ طبری کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے حر کو معافی دے کر جنت کی بشارت دی۔ دمعہ ساکبہ میں ہے کہ جب جناب حر خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے تو ان کے ساتھ آپ کے فرزند بھی تھے۔

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت حر نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند مجھ میں خدا کے عذاب اور جہنم کی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اگر ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا تو کل رسول اللہؐ کو اپنا مخالف بنائیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرتؑ کس طرح مدد طلب کر رہے ہیں اور کوئی فریاد کا سننے والا نہیں۔ بیٹا آؤ حضرت کی طرف چلیں اور ان کی حفاظت کی خاطر دشمن سے لڑیں شاید اس عمل سے ہمیں شہادت کی سعادت حاصل ہو جائے بیٹے نے کہا ہم دل و جان سے رضامند ہیں۔ اس طرح حضرت حر اپنے فرزند کے ہمراہ خدمت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔

مقتل لہوف اور بحار الانوار میں یہ روایت منقول ہے کہ قرۃ کا بیان کہ جب حضرت حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھنا شروع کیا تو مہاجر بن اوس بن ریاحی نے پوچھا اے حر کیا لشکر حسین علیہ السلام پر حملہ کرنا چاہتے ہو حضرت حر نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ حر کا سارا بدن کانپ رہا ہے۔ میں نے کہا حر تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم لڑائی کے خوف سے کانپ رہے ہو۔ میں نے تمہاری یہ حالت تو کسی معرکہ میں نہ دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے اگر کوئی پوچھتا کہ کوفہ میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو میں تمہارے سوا کسی اور کا نام نہ لیتا۔ نہیں معلوم اس وقت تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ حضرت حر نے کہا۔ اے مہاجر بن اوس اس وقت بہشت اور جہنم دونوں میرے سامنے ہیں سوچتا ہوں دونوں میں سے کسے اختیار کروں قسم بخدا میں بہشت کے سوا کچھ اور اختیار نہ کروں گا۔ چاہے میرا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور آگ میں جلایا جاؤں یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گئے۔

شہادت حضرت حر

روضۃ الشہداء کے مطابق جب حضرت حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد چاہی تو حضرتؑ نے فرمایا ”اے حر تم ہمارے مہمان ہو صبر کرو کہ کوئی دوسرا جائے“ جب حضرت حر نے بہت اصرار کیا تو آپ کو اجازت دی بقول ابو اسحٰق اسفرائنی جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حر کو اجازت دی تو فرمایا ”اے حر خدا تمہارے اس جذبے کی قدر کرے“۔

اجازت ملنے کے بعد حضرت حر در خیمہ پر آئے اور کہا ”السلام علیکن یا اھل بیت نبوۃ“۔ اے عترت خدا میں وہی مجرم ہوں جو دوران سفر خوف زدہ کرتا رہا اور یہاں لایا۔ میں اپنی خطاؤں پر نادم ہوں میں آپ کے در پر معافی کی بھیک مانگنے آیا ہوں، میں اپنے آقا حضرت امام حسین علیہ السلام سے رن میں جانے کی اجازت لے چکا ہوں، آپ سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ خدارا میری تقصیر معاف فرمائیے۔ اے! بنت علی درگاہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام میں میری شکایت نہ کیجئے گا۔ حر کا یہ کلام سن کر خیام اہل بیت میں نالہ و فغاں کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت

حر نے بے اختیار اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے کہا۔ ''کاش میں گونگا ہوتا اور آپ کے در پر یہ باتیں نہ کرتا جس کو سنکر آپ کو صدمہ پہنچا'' روایت کے مطابق اہل بیت حسین علیہ السلام کے خیام سے حر کے لیے دعائیہ کلمات کی صدائیں بلند ہوئیں۔ صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں حر اس وقت میدان میں آئے جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے پچاس رفقاء شہید ہو چکے تھے۔ ابو مخنف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملنے کے بعد جب حضرت حر میدان کارزار میں آئے تو فرمایا۔ ''اے اہل کوفہ اے دغا بازوں اور مکاروں تم نے خطوط بھیج کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بلایا کہ تم ان کی مدد کرو گے لیکن جب حضرت علیہ السلام تمہارے پاس تشریف لائے تو تم لوگوں نے ان سے بے وفائی کی اور ان پر ظلم کیا اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا، تم لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو اتنی وسیع اور عریض زمین پر کسی بھی سمت جانے سے روکا وہ یک وہ تنہا تمہارے نرغہ میں ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت پر پانی بند کر دیا ہے تم نے اپنے نبیؐ کے اہل بیت اور ذریت کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ خدا تم کو روز قیامت پیاس کی شدت میں سیراب نہ کرے''۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت حرؑ نے دنیا کی بے وفائی پر بہت گریہ کیا۔ اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ ''میں حر ہوں اور مہمان نوازی میں مشہور ہوں، میں تمہاری گردنوں سے اپنی تلوار کو لہو پلاؤں گا۔ میں اس شخصیت کی طرف سے جو اس بلند زمین میں تمام اترنے والوں سے افضل ہیں میں تم کو ہلاک کروں گا اور ہرگز کچھ خوف نہ کروں گا۔''

روضۃ الشھداء کے موافق ابن سعد نے صفوان بن حنظلہ کو جو ایک نامی گرامی سوار تھا اس کو اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ حضرت حر کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کو قتل کر دے۔ صفوان ظاہری شان سے سامنے آیا۔ حضرت حر نے اسے دیکھ کر کہا ''صفوان تیری ہنرمندی اور عقلمندی سے عجب ہے کہ تو یزید کے نسب اور ناپاکی کو جانتے ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی پاکیزگی اور پاک زادگی سے واقف ہو کر آمادہ جنگ ہے۔ صفوان نے کہا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں اور ابن زیاد بھی واقف ہے لیکن مال و دولت اور جاہ یزید کے پاس ہے۔ ہم لوگ سپاہی ہیں ہمیں گھوڑا، اسلحہ، مرتبہ اور منصب درکار ہے، تقویٰ و طہارت علم و فضیلت سے کیا فائدہ حضرت حر نے کہا'' تو حق کو پہچان کر اسے چھپاتا ہے'' اس کے بعد جب یہ مد مقابل ہوا تو حضرت حر کا نیزہ صفوان کا سینہ چیر گیا تو صفوان کے تین بھائیوں نے ایک ساتھ حضرت حر پر حملہ کیا۔ حضرت حر نے سامنے والے کو زمین سے اٹھایا اور ایسا پٹخا کہ وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ دوسرے کو تلوار سے قتل کیا، تیسرا جب بھاگنے لگا تو آپ کے سنان نیزہ نے اسے چن لیا۔ حضرت حر کی یہ جرأت دیکھ کر کسی میں تنہا مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت حر جب دشمن کے لشکر کے درمیان پہنچے تو شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ لشکر کو درہم برہم کر دیا آپ داد شجاعت لے رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا پے ہو گیا تو آپ ثابت قدمی کے ساتھ پیادہ جنگ میں مصروف ہو گئے۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ یزید بن سفیان تمیمی نے جب حضرت حر کو لشکر عمر بن سعد سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جانے کی خبر سنی تھی تو اس نے کہا تھا قسم بخدا اگر میں حر کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے دیکھ

لیتا تو ضرور ان کو نیزہ مارتا۔ جب حضرت حر کا گھوڑا دوران جنگ شدید زخمی ہوگیا اور آپ پیادہ جنگ کر رہے تھے اس وقت حصین بن تمیم تمیمی نے یزید بن سفیان تمیمی سے کہا تجھے حر سے لڑنے کی بڑی آرزو تھی، جا اب مقابلہ کر یہ سن کر یزید بن سفیان بڑھا اور حضرت حر سے کہا اب میرے مقابلہ پر آؤ۔ حضرت حر اس سے مقابلہ کو بڑھے۔ حصین کا بیان ہے میں یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ حر نے آنِ واحد میں اس کا کام تمام کر دیا۔

ابو مخنف نے ایوب بن مشرحی سے روایت کی ہے کہ حر میدان میں گھوڑا دوڑا رہے تھے اور لشکر پر حملہ کر رہے تھے کہ میں نے ان کے گھوڑے کو تیر مارا گھوڑا تیورا کر مع حر زمین پر گرا اور حر اس وقت اس سے الگ ہو گئے اور ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے مثل شیر لڑتے رہے۔ ایوب بن مشرحی کہتا ہے۔ اس وقت حضرت حر کی تلوار ہر طرف متحرک تھی اور یہ شعر ان کی زبان پر تھا ''اگر تم نے میرا گھوڑا بیکار کر دیا تو کیا ہوا۔ میں شریف باپ کا بیٹا ہوں اور خوفناک شیر سے زیادہ بہادر ہوں۔''

جب حضرت حر زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی حر کی آواز سن کر حضرت تیزی سے ان کی طرف بڑھے جب حضرت حر کے سرہانے پہنچے تو سر اٹھا کر زانوئے اقدس پر رکھا۔ حر کے سر کو معراج ملی۔ اس وقت حضرت حر کی پیشانی سے خون جاری تھا۔ حضرتؑ نے ایک رومال پیشانی پر باندھا اور فرمایا ''اے حر تمہاری ماں نے تمہارا کتنا اچھا نام رکھا تھا بیشک تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے حر کے رومال باندھا گویا بتا رہے تھے کہ اے حر میں تمہیں کفن تو نہیں دے سکتا لیکن میں یہ رومال باندھ رہا ہوں۔ اے حر آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی مادر گرامی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ہاتھ کا رومال آپ کی پیشانی پر باندھا۔

صاحب روضۃ الصفا کی روایت کے مطابق حضرت حرؒ نے چالیس سوار اور پیادوں کو قتل کیا اس کے بعد آپ شہید ہوئے۔ ابو اسحٰق اسفرائنی نے حضرت حرؒ کے ہاتھوں مارے جانے والوں کی تعداد پانچ سو بتائی ہے۔ روضۃ الاحباب کے مطابق حضرت حرؒ کو قصور ابن کنانہ نے شہید کیا۔ ارشاد میں ہے کہ ایوب مسرح نے ایک کوفی کی مدد سے شہید کیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سر الشہادتین میں لکھا ہے کہ حضرت حر کی شہادت کے ساتھ ان کے برادر، بیٹا اور غلام شہید ہوئے۔

علی بن الحرُ الرّیاحی

کاشفی کے موافق جب حضرت حرؒ شہید ہو گئے تو علی بن حرُ کے دل میں محبت پدری نے جوش مارا اور عقل نے جذبہ شہادت کو ابھارا علی بن حرؒ کے دل و دماغ میں اضطراب پیدا ہوا اور گھوڑے کو پانی پلانے کیلئے ظاہر کرتے ہوئے لشکر عمر ابن سعد کو چھوڑ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کیا۔ جب چلے حضرت حرؒ شہید کے قدموں سے اپنی آنکھوں کو ملا جب حضرت علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپ کی قدم بوسی کی اور اجازت طلب کر کے میدان میں

آئے۔ایسی جنگ کی کہ دشمن کو حیران کر دیا۔ یہاں تک کہ دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حجر بن حرؑ

ابواسحٰق اسفرائنی نے حضرت حر کے فرزند حجر بن حر کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے کہ ابن سعد کے لشکر سے ایک سوار نکلا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا" اے ابو عبداللہ میں حجر بن حر ہوں، میں آپ علیہ السلام کے سامنے شہید ہونا چاہتا ہوں۔ حجر بن حر نے ابن سعد کی فوج پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے ایک سو بیس سپاہی قتل کر دیئے یہاں تک کہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے حضرت حر نے اپنے فرزند کی شہادت پر فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے میرے بیٹے کو شہادت کا درجہ عطا کیا۔ اس کے بعد حضرت حر نے کہا مولا میرا بیٹا آپ کے سامنے شہید ہوا، اب میں بھی آمادہ شہادت ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے حر ٹھہرو میں تمہارے فرزند کی لاش لاتا ہوں یہ کہہ کر آپ علیہ السلام نے مخالفین پر حملہ کیا اور آٹھ سو مخالفین کو قتل کیا اور حجر کی لاش خیمہ کے سامنے اٹھا لائے۔ مائتین کی روایت کے مطابق حضرت حر لشکر عمر سعد سے نکل آنے کے بعد حجر بن حر بھی لشکر عمر سعد سے نکل آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے دشمن سے جنگ کی اجازت طلب کی اور لشکر سعد پر حملہ کیا گھمسان کی جنگ ہوئی ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ ان کی لاش اٹھائیں مگر دشمنوں نے مزاحمت کی بالآخر آٹھ سو دشمنوں کو قتل کر کے حجر بن حر کا لاشہ خیمہ تک لے آئے۔

ابو مخنف نے جناب حر کے فرزند کا نام لئے بغیر اس طرح تحریر کیا ہے کہ حضرت حر توبہ کی قبولیت کے بعد اپنے فرزند کو میدان میں لے کر آئے اور بیٹے سے کہا بیٹا! ان ظالموں پر حملہ کرو۔ فرزند حر نے یہ سنتے ہی میدان میں جا کر شدید جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا اور مقابلہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہو کر شہادت پائی۔ حضرت حر نے بیٹے کی شہادت پر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا" خدا کا شکر ہے کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جان قربان کرنے کی سعادت بخشی"۔

جب فرزند حضرت حر کی شہادت ہوئی تو حضرت حر فرزند کی لاش کو اٹھانے میدان میں جانے لگے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا حر ٹھہر جاؤ، بیٹے کی میت کو باپ نہیں اٹھاتا میں جا رہا ہوں حضرت فرزند حر کے سرہانے تشریف لائے اور اپنے زانو پر سر رکھا اور نہایت رنج و غم کے عالم میں سر پر دست شفقت پھیرا۔

حضرت حر کے بھائی کی شہادت

روضۃ الشہداء میں حضرت حر کے بھائی جن کا نام مصعب تھا، ان کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔ آپ حضرت حر کے ساتھ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں آئے اور لشکر اعداء پر حملہ کیا اور نہایت بہادری سے جنگ کی اور کئی لعینوں کو ہلاک کیا اور شہادت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت حرؑ کے غلام کی شہادت

ریاض الشہادت میں حضرت حرؑ کے غلام قرۃ کی شہادت کا بیان ہے۔ حضرت حرؑ کے غلام قرۃ حضرت حرؑ کے ساتھ خدمت امام میں آئے اور نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں میدان کارزار میں جا کر کئی اعدا کو قتل کیا اور شہادت پائی۔

ابو ثمامہ عمرو صیداوی

جناب ابوثمامہ کا نسب نامہ صاحبان سیر و تاریخ نے اس طرح لکھا ہے۔ ابو ثمامہ عمرو بن عبداللہ بن کعب الصامد بن شرجیل بن شراحیل بن عمرو بن جیثم بن حاشد بن جشم بن حیرون بن عوف بن ہمدان ہمدانی صامدی۔

جناب ابوثمامہ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ محبان اہل بیت میں بڑی عظمت اور وقار کے حامل تھے آپ حضرت امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے۔ آپ نہایت شجاع اور اچھے شہسوار تھے۔ ہتھیاروں کی شناخت میں آپ کو بہت دسترس حاصل تھی۔ آپ حضرت امیر المومنین کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، جب حضرت امیر المومنین علی ابن طالبؑ کی شہادت ہوئی تو آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کی مستقل خدمت میں رہے۔ آپ کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے۔

جب یزید تخت نشین ہوا تو ہر طرف ظلم و جور کا راج شروع ہو گیا اور کوفہ کے حالات عوام الناس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئے تو آپ نے ایک خط کے ذریعہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ حضرت کوفہ تشریف لائیں اور لوگوں کے ناصر و مددگار بن جائیں۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں تشریف لائے تو جناب ابوثمامہ ان کے ساتھ شامل ہو گئے جب اہل کوفہ نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو آپ نے روپوشی اختیار کر لی۔ ابن زیاد نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن اپنی کوشش میں ناکام رہا۔

حضرت ابوثمامہ حضرت علیہ السلام کی نصرت کیلئے کوفہ سے روانہ ہوئے راستے میں ان کی ملاقات حضرت نافع بن ہلال سے ہوئی اور دونوں کربلا اور مکہ کی راہ میں کسی منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے جب ابن سعد کربلا پہنچا تو اس نے کثیر بن عبداللہ جو نہایت مکار و حیلہ ساز اور جنگجو تھا اس کو بلا کر کہا تو جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کر کہ آپ کے یہاں آنے کا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا اگر تو کہے تو میں ان کو قتل کر دوں اور اس پر ابن سعد نے کہا تو صرف ان کے آنے کے مقاصد دریافت کر کے مجھے بتا۔

جب یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھنے لگا تو حضرت ابوثمامہ نے اسے آتا دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کی مولا یہ بڑا فتنہ پرور، شریر، حیلہ ساز، مکار اور قتال ہے۔ یہ آپ علیہ السلام کی طرف آ رہا ہے یہ کہہ کر حضرت ابوثمامہ اسکے قریب آئے اور جب اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو حضرت

ابوثمامہ نے اس سے کہا پہلے تو تلوار رکھ دے اس کے بعد حضرت کے پاس جانا وہ اس بات پر رضامند نہ ہوا اور اس نے کہا میں قاصد ہوں اور اس طرح ہتھیار کے بغیر خالی ہاتھ ہو جاؤں گا اور اگر تمہیں یہ منظور نہیں تو بغیر پیغام پہنچائے واپس چلا جاؤں گا۔ اس پر حضرت ابوثمامہ نے کہا تجھے جو پیغام دینا ہے حضرت علیہ السلام کو دیدے لیکن میں تیری تلوار کا قبضہ اپنے ہاتھ سے پکڑے رہوں گا لیکن وہ اس بات پر بھی راضی نہ ہوا۔ تب حضرت ابوثمامہ نے کہا۔ پھر ایسا کر جو پیغام دینا ہے مجھے بتادے، میں اس کا جواب لا کر تجھے دے دوں گا لیکن میں اس طرح تجھے حضرت علیہ السلام کی خدمت میں نہیں جانے دوں گا۔ کیونکہ تو فاجر و فاسق ہے لیکن وہ کسی بات پر رضامند نہ ہوا اور حضرت علیہ السلام کو ابن زیاد کا پیغام پہنچائے بغیر واپس چلا گیا۔ اس کے واپس آنے کے بعد ابن سعد نے قرہ بن قیس تمیمی کو یہ پیغام دیکر روانہ کیا۔

ابومخنف نے لکھا ہے کہ روز عاشورا جب ہنگام جدال وقتال گرم تھا اور حضرت ابوثمامہ نے دیکھا کہ دوپہر ڈھل چکی ہے اور غروب آفتاب قریب ہے تو حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ "مولا میری جان آپ علیہ السلام پر فدا ہو اب دشمن آپ کے بہت قریب آچکے ہیں جب تک میں زندہ ہوں کسی کی یہ مجال نہیں جو آپ علیہ السلام سے تعارض کرے، میری یہ آرزو ہے کہ نماز ظہر آپ کے پیچھے پڑھ کر شہید ہوں"۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔ "خدا تمہیں عبادت گزاروں میں شمار کرے"۔ مقتل ابی مخنف کے مطابق جب نماز ظہر کا وقت آیا تو جناب ابوثمامہ نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "مولا ہم عنقریب شہید ہو جائیں گے نماز کا وقت آپہنچا ہے۔ ہم آپ علیہ السلام کی ایمان افروز اقتداء میں نماز ادا کریں میرے خیال میں یہ ہماری آخری نماز ہوگی ممکن ہے ادائیگی نماز کے دوران ہی خداوند تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔" حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے۔

اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت ابوثمامہ سے فرمایا "اعدا سے کہو لڑائی روک لیں تا کہ ہم نماز پڑھ لیں جناب ابوثمامہ نے لشکر اعدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "ہم جتنی دیر نماز پڑھیں جنگ روک دو" اس پر حصین بن تمیم نے کہا تمہاری نماز قبول نہیں ہے یہ سن کر حضرت حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا اے بدبخت تجھ جیسے شراب خور کی نماز تو قبول ہو اور نواسہ رسول کی قبول نہ ہو۔

بعد ادائیگی نماز حضرت ابوثمامہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی "مولا اب میری یہ آرزو ہے کہ میں بھی اپنے ساتھیوں سے جا کر مل جاؤں خدا مجھے وہ وقت نہ دکھائے کہ آپ سے دنیا خالی دیکھوں" حضرت امام حسین علیہ السلام نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا "تم جاؤ ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے آکر ملتے ہیں۔ حضرت ابوثمامہ میدان کارزار میں آئے اور نہایت جرأت سے جنگ کرتے رہے ہر مدمقابل سے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو گئے۔ اس وقت قیس بن عبداللہ صائدی نے آپ کو شہید کیا۔

ضرغامہ بن مالک تغلبی

آپ کا نام اسحٰق اور لقب ضرغامہ تھا جس کے معنی شیر کے ہیں۔ آپ نہایت شجاع اور دلیر تھے آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے جانثار صحابی حضرت مالک کے فرزند تھے اور ابراہیم بن مالک کے بھائی تھے۔ اہل بیت پر جانثاری کا جذبہ حضرت ضرغامہ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ نے کوفہ میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی جب حضرت مسلم کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا تو یہ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے آکر مل گئے۔ روز عاشورا حضرت ضرغامہ نہایت شجاعت سے لڑتے ہوئے بعد نماز ظہر شہید ہوئے۔ علامہ دربندی کے موافق آپ نے پانچ سو سواروں کو قتل کیا اس کے بعد شہادت پائی۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ

جناب عبدالرحمٰن کا نسب نامہ صاحبان سیر نے اس طرح بیان کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الکذن بن ارحب بن دعام بن مالک بن معاویہ بن صعب بن رومان بن بکیر الہمد انی الارحبی۔

حضرت عبدالرحمٰن تابعین میں سے تھے آپ بڑی عزت و شہرت کے حامل تھے اور شجاعت میں آپ کا بڑا نام تھا۔ جو لوگ کوفے سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس خطوط لیکر آئے تھے ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بھی شامل تھے۔

ابو مخنف کی روایت کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب حضرت مسلم کو کوفہ روانہ فرمایا تو ان کے ساتھ جناب عبدالرحمٰن قیس اور عمارہ بن عبید السلولی بھی تھے لیکن بعد میں جناب عبدالرحمٰن حضرت مسلم کو کوفہ پہنچا کر پھر مکہ معظمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آگئے اور مستقل حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ حضرت کے ساتھ کربلا آئے جب روز عاشور شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور نہایت بہادری سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ میدان کارزار میں جناب عبدالرحمٰن بن عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ اے قوم اشقیاء میں عبدالرحمٰن ہوں، میرے باپ عبداللہ اولاد بنی یزن سے ہیں اور دین میرا دین حسن و حسین علیہ السلام ہے۔ میں تمہیں قتل کروں گا۔ میرے وارثل جوانان یمن کے ہیں، تمہیں قتل کر کے اپنے پروردگار سے نصرت اور فرزند رسول خدا سے نجات کا امیدوار ہوں"۔

عمرو بن خالد الاسدی الصیداوی

جناب عمرو صیداوی محبان اہل بیت سے تھے۔ آپ ولائے اہل بیت میں کامل اور صاحب معرفت تھے۔

آپ نہایت خلیق اور وفادار تھے ان کا شمار کوفہ کے شرفاء میں تھا۔ جب مسلم بن عقیل سفیر حضرت امام حسین علیہ السلام کوفہ میں تشریف لائے تو جناب عمرو صیداوی حضرت مسلم کے ساتھ تھے لیکن جب اہل کوفہ نے بے وفائی کی اور حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا تو آپ روپوش ہو گئے اور ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔

جب آپ کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ تشریف لا رہے ہیں اور منزل حاجز تک پہنچے ہیں تو اس وقت آپ کے اپنے غلام جن کا نام سعد تھا ان کو اپنے ساتھ لیا اور کوفہ سے حاجز کو روانہ ہو گئے، جب آپ کوفہ سے چلے تو آپ کے ساتھ چار افراد اور بھی شامل ہوئے جن کے نام مجمع الصائدی۔ عائذ بن مجمع، جنادہ بن الحرث اور واضح الترکی ہیں۔ اس طرح عمرو بن خالد اور جناب سعد کو ملا کر کل تعداد چھ بنتی ہے۔ یہ تمام لوگ طرماح بن عدی طائی کے ہمراہ ان کے ہم سفر ہوئے جو اپنے اہل و عیال کے لیے طعام کی فکر میں کوفہ آئے ہوئے تھے۔ طرماح ان کو غیر معروف راستے سے لے کر روانہ ہوئے اور نہایت عجلت اور تیزی سے راہ چلتے رہے کیونکہ ان نگہبانوں کا خوف تھا جو ابن زیاد کی طرف سے جگہ جگہ مقرر کئے گئے تھے تا کہ کوئی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ جا سکے۔ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قریب پہنچے تو طرماح بن عدی نے نہایت خوش الحانی سے اشعار پڑھے یہاں تک کہ منزل ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نہایت ادب و احترام سے حاضر ہوئے اور حضرت علیہ السلام کو سلام عرض کیا اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "قسم بخدا چاہے ہم شہید ہو جائیں اور چاہے فتحیاب ہوں ہم ہر حال میں خدا سے اچھائی کی امید رکھتے ہیں۔

ابومخنف نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو حر بن یزید ریاحی جو حضرت کے قافلے کو گھیرے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں کو آتے دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا مولا! یہ لوگ تو آپ علیہ السلام کے ساتھ نہیں آئے تھے لہٰذا میں ان سب کو قید کروں گا یا ان کو کوفہ بھیج دوں گا اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ ممکن نہیں کہ تم ایسا کرو کیونکہ یہ ہمارے انصار و اعوان ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہیں جو حال ہمارا ہوگا وہی انکا بھی ہوگا۔ اور اے! حر تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک ابن سعد کا حکم نہیں آتا تم ہم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرو گے حر نے خدمت امام میں عرض کی۔ اے! مولا یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے تھے بلکہ یہ ابھی آئے ہیں، لہٰذا یہ سب اس وعدہ سے استثنا ہیں اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے حر یہ میرے اصحاب ہیں۔ گویا میرے ساتھ ہیں۔ اگر تو وعدہ خلافی کرے گا تو ہم اس وقت تجھ سے لڑیں گے اس کے بعد حر خاموش ہو گئے اور ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہ کہا۔

روز عاشور جب لشکر یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں کے سامنے جنگ کرنے پر آمادہ ہوا تو یہ سب محبان حسین علیہ السلام جو طرماح کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں نصرت کیلئے آئے تھے، سب نے ایک ساتھ تلوار کھینچ کر حملہ کیا اور ابن سعد کے لشکر میں گھس گئے، یہاں تک کہ ابن سعد کے لشکر سے لڑتے لڑتے جب یہ لوگ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تو ایک بار پھر لشکر ابن سعد پر زخمی حالت میں حملہ کیا۔ اور دیر تک لڑتے رہے

یہاں تک کہ ان سب نے ایک ہی جگہ شہادت پائی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سب کیلئے رحمت کی دعائیں فرمائی سید ابن طاوس علیہ الرحمہ نے عمرو بن خالد کی شہادت کے باب میں لکھا ہے کہ بعد شہادت حضرت جون، عمرو بن خالد صیداوی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں نے محکم ارادہ کیا ہے کہ میں آپ کے جانثاروں میں شامل ہو جاؤں اور آپ کو اہل بیت اطہار کے درمیان بے یارو مددگار شہید ہوتے نہ دیکھوں ان کا یہ جذبہ دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے عمرو تم چلو میں کچھ ہی دیر بعد تم سے آملوں گا'' حضرت کا یہ کلام سن کر جناب عمرو بن خالد نے لشکر ابن سعد پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

سعد غلام عمرو بن خالد

ابصار العین کے مطابق سعد عمرو بن خالد اسدی صیداوی کے غلام تھے، آپ باہمت دلیر اور شریف النفس انسان تھے آپ اپنے آقا عمرو کے ساتھ منزل عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

آپ کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ میدان کارزار میں زخمی ہونے کے باوجود لڑتے رہے یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اپنے آقا عمرو بن خالد کے ساتھ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ آپ کی یہ فضیلت ہے کہ زیارت ناحیہ میں آپ کا ذکر ہے۔

مجمع بن عبداللہ العائذی

انصار العین کے مطابق مجمع کا نسب نامہ یہ ہے مجمع بن عبداللہ بن مجمع بن مالک بن ایاس بن عبد مناۃ بن عبید اللہ بن سعد العشیرۃ المذحجی العائذی۔

حضرت مجمع کے والد جناب عبداللہ حضرت رسولؐ خدا کے صحابی تھے اور حضرت مجمع حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے، ان کے بیٹے کا نام عائذ ہے۔ حضرت مجمع اور آپ کے فرزند جناب عائذ حضرت عمرو بن خالد صیداوی کے ساتھ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے روانہ ہوئے تھے اور مقام عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حر نے ان کو خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہونے سے روکنا چاہا تھا۔ حضرت علیہ السلام کے یہ کہنے پر کہ یہ ہمارے انصار ہیں ان کو حضرت علیہ السلام کے قافلہ میں شامل ہونے دیا۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت علیہ السلام نے ان سے کوفہ کے لوگوں کے حالات دریافت کئے اور معلوم کیا کہ ان لوگوں کے خیالات اور ارادے کیا ہیں۔ ان لوگوں نے کہا اے مولا ابن زیاد نے کوفہ کے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور پیسے دے کر سرداروں اور عوام کو آپ کے خلاف کر دیا ہے۔ یہ

سب آپ سے آمادہ جنگ ہیں۔ اور عام غریب لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں یزید کے ساتھ ہیں اس کے ساتھ ہی حضرت علیہ السلام نے دریافت کیا تمہیں اگر ہمارے قاصد کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو بتاؤ۔ اس پر انہوں نے کہا مولا ان کا نام کیا ہے حضرت نے فرمایا ان کا نام قیس بن مسہر ہے۔ جناب قیس کا نام سن کر ان لوگوں نے بتایا حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت مجمع بن عبداللہ روز عاشورا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے ایک ہی جگہ ایک ساتھ شہید ہوئے۔

عائذ بن مجمع بن عبداللہ

جناب عائذ بن مجمع بن عبداللہ المذحجی الصائدی اپنے والد جناب مجمع اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام سے بمقام عذیب ہجانات آ کر ملے حضرت حر نے جب روکنا چاہا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ ہمارے انصار ہیں حضرت کے سمجھانے پر حضرت حر نے انکو آنے دیا۔

صاحب حدائق کے مطابق عائذ بن مجمع اس پہلے حملے میں شہید ہوئے جو لشکر شام نے کیا تھا صاحب حدائق کے علاوہ دیگر مورخین کا بیان ہے کہ حملہ اولیٰ کے بعد یہ اپنے والد کے ساتھ دوسرے چار لوگوں کے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں ایک ساتھ شہید ہوئے۔

جنادہ بن الحرث

جناب جنادہ بن الحرث المذحجی کا تعلق قبیلہ مذحج کی ایک شاخ سے تھا آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب خاص میں سے تھے آپ اہل بیت کے ناصر و وفادار تھے جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں تشریف لائے تو آپ ان کے ساتھ شامل رہے اور ان کی حمایت کرتے رہے لیکن جب اہل کوفہ نے ان کے ساتھ بے وفائی کی اور بیعت سے پھر گئے تو جناب جنادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے کوفہ سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ عمرو بن خالد صیداوی اور مزید لوگ شامل ہو گئے اور یہ سب حضرات منزل عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے جا ملے۔ جب حر کے لشکر نے انہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس جانے سے روکا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا اے حر ان کو نہ روکو یہ سب ہمارے انصار ہیں حر نے کہا یہ تو بعد میں آئے ہیں لہٰذا آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا تم اپنے وعدہ پر قائم رہو کہ میرے انصار و اقربا کا راستہ نہیں روکو گے۔ حر حضرت کی بات سے قائل ہو گئے۔ چنانچہ یہ سب حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قافلہ میں شامل ہو گئے اور منازل طے کرتے ہوئے کربلا پہنچ گئے۔

ان سب نے یہ عزم کیا تھا کہ جب تک زندہ رہیں گے حضرت کی حمایت کرتے رہیں گے روز عاشورا جناب جنادہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو مقام عذیب ہجانات سے شامل ہوئے تھے لشکر یزید میں گھس گئے اور نہایت دلیری

سے لڑتے رہے یہ جری مسلسل جنگ کر رہے تھے اور یزیدی یلغار پر مسلسل حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ ایک ہی جگہ سب نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے۔

ابصار العین میں مرقوم ہے کہ روز عاشور جب لڑائی شروع ہوئی تو جناب جنادہ جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ عذیب ہجانات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہوئے تھے یہ سب ایک ساتھ لشکر شام میں گھس گئے اور لڑنا شروع کیا ان سب کو لشکر شام نے گھیر لیا، جب حضرت عباس علیہ السلام نے یہ دیکھا تو آپ میدان میں تشریف لائے اور ان سب کو لشکر اعدا کے نرغہ سے نکال لیا۔ ان سب نے حضرت عباس علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی اب ہم زندہ واپس نہیں جائیں گے اس لئے کہ ہم جب تک زندہ ہیں ان سے لڑیں گے اور پھر لشکر پر حملہ شروع کر دیا اور سخت جنگ کی اور ایک ہی جگہ یہ سب شہید ہوئے۔

واضح الترکی

جناب واضح الترکی حرث سلیمانی مذحجی کے غلام تھے۔ واضح الترکی بڑے بہادر اور جانثار تھے۔ آپ قاری قرآن تھے۔ حدائق وردیہ کے مطابق آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اپنے مالک کے فرزند جن کا نام جنادہ تھا ان کے ساتھ عذیب ہجانات کے مقام پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ نے پاپیادہ جنگ کی۔ بہادری سے جنگ کرتے رہے اور جب زخمی ہو کر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی آپ کی آواز سنتے ہی حضرت امام حسین علیہ السلام بہت جلد ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان پر موت کے آخری لمحات تھے حضرت نے ان کو اپنے گلے لگا لیا۔ اس وقت آپ نے کہا میرے مثل کون ہو سکتا ہے کہ نواسہ رسولؐ میرے رخسار پر اپنے رخسار رکھے ہوئے ہیں یہ جملہ ادا کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس جانثار نے دار دنیا سے جنت کو کوچ کیا۔

عمرو بن عبداللہ

جناب عمرو بن عبداللہ ہمدانی الجندعی، جندع قبائل ہمدان سے ایک قبیلہ کا نام ہے اس نسبت سے آپ کے نام کے ساتھ جندعی لکھا جاتا ہے۔ عمرو بن عبداللہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے کربلا آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

روز عاشور نہایت دلیری سے جنگ کی حدائق وردیہ لکھتے ہیں کہ جب آپ لڑتے لڑتے بہت زخمی ہو گئے تو اس وقت ایک لعین نے آپ کے سر پر تلوار لگائی اس کا زخم اتنا شدید تھا کہ آپ زمین پر گر گئے۔ جب آپ زخموں سے چور زمین پر تشریف لائے تو ان کے قبیلے والے جو لشکر ابن سعد میں تھے وہ ان کے پاس آئے اور انہیں میدان سے اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کے سر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ مسلسل ایک سال تک اس کی وجہ سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی طاقت جواب دے گئی جسکی وجہ سے صاحب فراش ہو گئے اور اسی زخم کے سبب آپ کی شہادت ہوئی۔

سپہر کاشانی، علامہ مجلسی اور فاضل اربلی کے مطابق آپ کی شہادت جنگ مغلوبہ میں ہوئی۔ حضرت امام عصر صاحب الزمان علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

حلاس بن عمرو ازدی الراسبی و نعمان بن عمرو ازدی الراسبی

ابصار العین کے موافق جناب حلاس اور نعمان بن عمرو دونوں حقیقی بھائی تھے اور دونوں کا تعلق قبیلہ ازدی کی ایک شاخ راسب سے تھا، دونوں کوفہ کے رہنے والے تھے یہ دونوں بھائی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ یہ دونوں ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے جب معلوم ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام سے صلح ممکن نہیں ہے تو رات کو ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں میں شامل ہو گئے اور روز عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوئے۔

الحاج بن بدر التمیمی

حضرت حجاج بن بدر بصرہ کے رہنے والے تھے ان کا تعلق قبیلہ بنی سعد و بنی تمیم سے تھا۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقیدت مند تھے، ان کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا کا شہر چھوڑ دیا ہے۔ تو آپ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ حضرت کی خدمت میں جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت مسعود بن عمر کے نام ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں ان کو نصرت کی دعوت دی تھی جب ان کو یہ خط ملا تو بنی تمیم، بنی حنظلہ، بنی سعد اور عامر کو جمع کر کے ان لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے آمادہ کیا اور ایک خط قبیلہ بنی تمیم و بنی سعد کے باہم مشورے سے حضرت مسعود بن عمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام تحریر کیا جس میں لکھا تھا ”حضرت علیہ السلام کا فرمان میرے نام پہنچا جو کچھ اس میں ارشاد ہوا کہ ہم آپ کی نصرت و حمایت کریں اور ثواب ابدی اور خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔ آپ بے شک حجت خدا ہیں جس سے زمانہ خالی نہیں رہ سکتا۔ آپ شجر نبوت و امامت کی شاخ ہیں۔ بسم اللہ آپ علیہ السلام تشریف لائیں، ہم سب قبیلہ بنی تمیم و بنی سعد آپ کی نصرت و حمایت کو جان و دل سے بخوشی تیار ہیں۔

حضرت مسعود بن عمر نے یہ خط جناب حجاج بن بدر کے حوالہ کیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیں۔ جناب حجاج بن بدر یہ خط لے کر روانہ ہو گئے۔ اور کربلا میں حضرت کی خدمت میں پہنچ کر یہ خط پیش کیا۔ حضرت نے یہ خط پڑھ کر حضرت حجاج بن بدر کو دعا دی کہ اے! حجاج خدا تم کو ہر خوف سے بچائے اور تم کو عزت دے اور روز قیامت پیاس کی شدت میں تمہیں سیراب کرے۔

اس وقت سے جناب حجاج حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ان کے ساتھ رہے آپ کی شہادت کے بارے میں اکثر مقاتل میں لکھا ہے کہ آپ ظہر سے قبل ہونے والے حملے میں شہید ہوئے جو حضرت کے لشکر پر ابن

سعد نے کیا تھا۔ جبکہ صاحب حدائق وردیہ کے مطابق ظہر کے بعد آپ میدان میں آئے اور دشمن سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

عبداللہ ابن عمیر الکلبی

جناب عبداللہ کا نسب نامہ یہ ہے "عبداللہ بن عمیر عباس بن عبد قیس بن علیم بن حباب الکلبی العلیمی" جناب عبداللہ بن عمیر کوفہ میں قیام پزیر تھے، آپ نہایت شریف النفس، بہادر اور اہلبیت کے محب تھے۔

ابو مخنف اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ جب کوفہ میں لشکر کربلا کی روانگی کیلئے نخلیہ میں جمع ہو رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمیر نے یہ لشکر جمع ہوتے دیکھا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ لشکر یہاں کیوں جمع ہو رہا ہے تو لوگوں نے بتایا یہ لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو رہا ہے یہ سن کر جناب عبداللہ ابن عمیر نے کہا میری ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کاش میں کسی ایسے جہاد میں شریک ہوں جس میں میرا مقابلہ مشرکین سے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ نبیؐ کے نواسہ سے برسرپیکار ہوں ان سے لڑنا مشرکین سے لڑنے سے زیادہ موجب اجر و ثواب ہے۔
اس کے بعد آپ گھر آئے اور تمام واقعہ اپنی زوجہ جناب ام وہب کو سنایا اور کہا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے جاؤں گا اور اپنی جان نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کر دوں گا۔ اس مومنہ نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنا تو کہا سبحان اللہ کتنا نیک ارادہ ہے، آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ زوجہ کی رضامندی سے جناب عبداللہ بن عمیر کو بڑا اطمینان ہوا کہ یہ مومنہ بھی آل رسول کی فدائی ہے۔

جب رات ہوئی تو عبداللہ بن عمیر اپنی مومنہ زوجہ کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوئے اور آٹھ محرم کی شب خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پہنچ گئے۔ روز عاشورا سب سے پہلے ابن زیاد ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف تیر مارا اور کہا لوگوں گواہ رہنا کہ حسین علیہ السلام کی طرف پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔ اس کے بعد ابن سعد کے کمانداروں نے اصحاب حسینی علیہ السلام کی طرف تیر برسانا شروع کر دیئے۔ اس دوران ابن سعد کے دو غلام یسار اور سالم ابن سعد کے لشکر سے نکلے اور آواز دی کون ہے جو ہم سے آ کر جنگ کرے جب یہ آواز حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت بریر ہمدانی نے سنی تو میدان میں جانے لگے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے حبیب و بریر تم ابھی میدان میں نہ جاؤ اس وقت جناب عبداللہ بن عمیر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے درخواست کی مولا مجھے ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ جناب عبداللہ نہایت بلند قامت، کشادہ سینہ اور جوان رعنا تھے حضرت علیہ السلام نے ان کو دیکھ کر فرمایا "میں چاہتا ہوں ہر ایک کو اپنے ہم درجہ کے مقابل لڑنا چاہئے غلام سے غلام، آزاد سے آزاد، لیکن اے عبداللہ اگر تمہارا دل چاہتا ہے کہ ان سے لڑو تو جاؤ تمہیں اجازت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملتے ہیں عبداللہ میدان میں آئے آپ کو دیکھ کر ابن سعد کے غلاموں نے دریافت کیا تم کون ہو؟ حضرت عبداللہ نے اپنے نام اور نسب سے ان کو آگاہ کیا۔ ان دونوں نے کہا ہم تو چاہتے

تھے حبیب یا بریرہم سے لڑنے آئیں ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ یسار جو آگے کھڑا تھا اور سالم اس کے پیچھے تھا۔ جناب عبداللہ نے یسار سے کہا اے ولدنا جائز تجھے لڑنے سے غرض ہے یا یہ کہ کون آئے اور کون نہ آئے تم سے جو بھی لڑنے آئے گا وہ ہر طرح سے تم سے بہتر ہوگا تو اس قابل نہیں ہے کہ ان کی تیغ سے ہلاک کیا جائے تیری روح اور تن کے فیصلے کے لیے میری تلوار کافی ہے۔ یہ کہہ کر جناب عبداللہ نے اپنے مقابل یسار کے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ یہ دیکھتے ہی سالم جو پیچھے کھڑا تھا اس نے جناب عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ اسی لحہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب نے آواز دے کر آگاہ کیا کہ دیکھو سالم حملہ کر رہا ہے جناب عبداللہ نے اس طرف کچھ دھیان نہ دیا اور اچانک جب سالم نے تلوار کا وار کیا تو جناب عبداللہ نے بائیں ہاتھ پر اس کا وار روکا جس سے آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ اس کے بعد آپ نے سالم پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ سالم ہلاک ہوگیا۔

ان دونوں کو ہلاک کرنے کے بعد حضرت عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے "اگر تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے ہو تو یہ جان لو کہ میں کلبی کا بیٹا ہوں میرا خاندان اور قبیلہ علیم ہے میں صاحب قوت اور شدت ہوں میں لڑائی میں کمزور اور عاجز نہیں ہوں"۔

جناب عبداللہ کی زوجہ جناب ام وہب میدان کارزار کا یہ منظر دیکھ کر چوب خیمہ لے کر میدان کی طرف آئیں اور کہا۔ "عبداللہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اسی طرح آلِ رسولؐ کے سامنے ان کے دشمنوں سے لڑتے رہو۔ زوجہ کی آواز سن کر آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور چاہتے تھے کہ یہ خیمہ کی طرف لوٹ جائیں لیکن انگلیوں کے کٹ جانے اور داہنے ہاتھ میں تلوار کے قبضہ پر خون جم جانے کے سبب کہنیوں کے سہارے کوشش کر رہے تھے کہ خیمہ آلِ اطہار تک پہنچا دیں۔ یہ دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام میدان میں تشریف لائے اور فرمایا "تم دونوں پر خدا ہماری حمایت کرنے پر اجر عطا فرمائے اور جناب ام وہب سے فرمایا" خدا تم پر رحمت نازل کرے عورتوں پر جہاد واجب نہیں اس لیے جا کر خیمہ میں اہل بیت کے ساتھ بیٹھو۔" حضرت امام حسین علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد جناب ام وہب اسی وقت بلا عذر خیمہ میں پلٹ آئیں۔

ابو جعفر طبری نے لکھا ہے کہ عمر بن حجاج زبیدی نے حضرت علیہ السلام کے لشکر کے دائیں جانب حملہ کیا تو حضرت علیہ السلام کے لشکر نے اسے روکا اور حملہ آوروں کو نیزوں سے ہٹا دیا اور شمر نے حضرت کے لشکر کے بائیں طرف حملہ کیا اس کو بھی اصحاب حسینی نے ہٹا دیا۔ جناب عبداللہ کلبی اس وقت لشکر کے بائیں حصہ میں تھے انہوں نے اس حملہ کے دفع کرنے میں زبردست شمشیر زنی کی جس سے ابن سعد کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اتنے میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی التیمی بن تیم ثعلبہ نے حضرت عبداللہ کلبی پر حملہ کیا اور دونوں نے مل کر انہیں شہید کیا۔

ابو مخنف سے روایت ہے کہ لشکر ابن سعد کے داہنے اور بائیں ہر طرف کی فوج سواروں اور پیادوں نے مل کر ایک دم حضرت امام حسین علیہ السلام پر حملہ کیا اور حضرت کے اکثر اصحاب اس حملہ میں شہید اور زخمی ہوئے جناب عبداللہ کلبی بھی اس حملہ میں شہید ہوئے۔

روضۃ الشہداء میں لکھا ہے کہ ”جب یسار و سالم میدان میں آئے تو حضرت بریر اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے میدان میں جانا چاہا لیکن حضرت نے انہیں روکا اور اس وقت حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی آگے بڑھے اور عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ مجھے جنگ کی اجازت دیجئے۔ حضرت علیہ السلام نے ان کی طرف دیکھا کہ ایک گندمی رنگ کا دراز قد، قوی بازو، کشادہ سینہ ایک شخص ہے، جس کے چہرہ سے شان مبازرت ظاہر ہو رہی ہے تو حضرت نے فرمایا یہ ان دونوں غلاموں کو قتل کرے گا اور انہیں جنگ کی اجازت دی۔ جناب عبداللہ پیادہ ان دونوں کی طرف بڑھے دونوں نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے تم جاؤ اور بریر یا زہیر ابن قین کو بھیجو جناب عبداللہ نے کہا اب تم اس قابل ہو گئے ہو کہ سرداران لشکر اور مبازران دلاور کو بلانے کی جرأت کرو تمہیں قتل کرنے والا مثل تمہارے غلام ہونا چاہئے اگر ہم پیاسے نہ ہوتے تو تم سے جنگ کرنا ہمارے لئے باعث شرم ہوتا۔ یسار نے غصہ میں آکر جناب عبداللہ کو نیزہ مارا جسے آپ نے روکا اور تلوار کا وار کیا کہ وہ گھوڑے سے گرا جناب عبداللہ اس کی طرف تیزی سے متوجہ ہوئے تا کہ اسکا کام تمام کردیں اسی اثنا سالم پشت کی طرف آیا اور جناب عبداللہ پر تلوار مارنا چاہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے لوگوں نے جناب عبداللہ کو ہوشیار کیا لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ کی اور اپنی تلوار یسار کے سینہ پر رکھ کر زور دیا کہ تلوار کی نوک، اس کی پشت سے نکل آئی اس وقت سالم کی تلوار آپ کے سر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ جناب عبداللہ نے ہاتھ آگے بڑھایا جس سے آپ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عبداللہ نے اس کی ذرا پرواہ نہ کی اور یسار کے سینے سے تلوار نکال کر سالم کے پاس پہنچے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کردیا یہ دیکھ کر ابن زیاد کے غلاموں نے جناب عبداللہ کو گھیر لیا اور آپ بہت سے لعینوں کو قتل کر کے شہید ہو گئے۔“

وہب بن عبداللہ کلبی

روضۃ الصفا اور روضۃ الشہداء میں آپکا نام وہب بن عبداللہ کلبی لکھا ہے۔ جناب وہب کی والدہ کا نام قمر بتایا گیا ہے۔ ابن خلدون نے عبداللہ بن عمیر کلبی کی جنگ کے بارے میں لکھا ہے جس میں عبداللہ بن عمیر کلبی کی زوجہ کا نام ام وہب لکھا ہے جناب قمر کی کنیت ام وہب تھی جو جناب وہب بن عبداللہ کلبی کی والدہ تھیں، جناب وہب اپنی ماں کے اکلوتے اور چہیتے فرزند تھے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث میں پڑھا ہے کہ جناب وہب پہلے نصرانی تھے، آپ اپنی والدہ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ روضۃ الشہداء کے مطابق جناب وہب کی شادی کو صرف تیرہ روز ہوئے تھے اور آپ مع اپنی زوجہ اور ماں خیام حسینی میں تھے۔ جنگ شروع ہو چکی تھی۔ روضۃ الشہداء کے مطابق جناب قمر جناب وہب کے پاس گئیں اور کہا ”اے فرزند باوجود اس محبت کے جو مجھے تم سے ہے میں چاہتی ہوں کہ تم جگر گوشہ مصطفیٰؐ کے بارے میں غور کرو کہ کس طرح کربلا میں بے وفاؤں کے نرغہ میں ہیں۔ میری یہ تمنا ہے کہ تم حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان فدا کردو تا کہ روز قیامت وہ تم سے راضی ہوں، اے جان مادر

اب جا کر اپنا سر حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کر دو۔ مردان راہ حق کی طرح ہوا و ہوس دنیا کو ترک کر دو۔'' روضۃ الصفا کے مطابق یہ سن کر جناب وہب نے جواب دیا ''اے مادر گرامی میں ایسا ہی کروں گا خدا نے چاہا تو حضرت علیہ السلام کی نصرت میں ذرا بھی کمی نہیں کروں گا۔ مجھے فرزند رسولؐ پر جان نثار کرنے میں کوئی عذر نہیں یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام کے قدموں میں گر کر رن کی اجازت چاہی، ماں نے سفارش کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت وہب سے مخاطب ہوئے ''اے وہب ابھی تمہارے مرنے کے دن نہیں ہیں ضعیف ماں کی خدمت کرو'' لیکن ماں اور بیٹے کے بار بار اصرار پر حضرت نے رن میں جانے کی اجازت دے دی۔

بحار الانوار کے مطابق جب حضرت وہب کلبی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت رخصت جہاد طلب کی۔ اس وقت مادر وہب نے کہا ''اب اٹھو اور ابن رسولؐ اللہ کی نصرت کرو۔'' حضرت وہب نے کہا میں ہرگز حضرت علیہ السلام کی نصرت میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ لیکن اگر مجھے اجازت ہو تو میں اپنی زوجہ سے رخصت ہو لوں۔ اس کے بعد آپ اپنی زوجہ کے پاس آئے اور کہا حضرت امام حسین علیہ السلام دشمنوں میں گھر گئے ہیں اور آپ تنہا ہیں میں چاہتا ہوں آپ علیہ السلام پر اپنی جان نثار کروں تاکہ روز قیامت رضائے الٰہی اور شفاعت رسولؐ سے محروم نہ رہوں جناب فاطمہؑ کی خوشنودی اور حضرت علی مرتضیٰ کی مدد میرے شامل حال رہے یہ سن کر زوجہ وہب نے کہا ہزار جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر صدقے کاش عورتوں پر جہاد واجب ہوتا تو میں اپنی جان حضرت پر فدا کرتی اس کے بعد جناب وہب اپنی زوجہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں آئے اور کہا مولا میں نے اسے آپ کے سپرد کیا مولا آپ اسے مخدرات عصمت وطہارت کے حوالہ کر دیں۔ یہ کہہ کر میدان میں آئے۔

بحار الانوار کے موافق میدان کارزار میں آپ نے یہ رجز پڑھا۔ ''اے اشقیاء کوفہ و شام اگر تم میرے حسب ونسب، شرافت اور بزرگی سے واقف نہیں ہو تو جان لو کہ میں وہب ابن حباب کلبی ہوں تم جلد مرے دبدبہ اور دلاوری کو میدان جنگ میں دیکھو گے کہ میں تم سے شہیدان راہ حق کا کیسا قصاص لیتا ہوں جو تمہارے ظلم وستم سے درجہ شہادت پر پہنچے ہیں۔ میں ہر مصیبت اور تکلیف کو دفع کرتا ہوں۔ قبل اس کے کہ وہ نازل ہو۔ تم لوگ میرے جہاد کو معمولی نہ سمجھو۔''

ابو مخنف نے آپ کے رجز کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ''اگر تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے ہو تو جان لو کہ میں کلبی کا بیٹا ہوں، میرے بازو نہایت قوی ہیں، میں میدان جنگ میں کاری ضرب لگانے والا ہوں۔ جنگ میں مرنے سے نہیں ڈرتا، روز قیامت میرا مقام بہشت میں ہوگا، اگرچہ میں کم عمر ہوں لیکن مجھے اپنے اللہ پر بھروسہ ہے، میرے مولا میرے لیے کافی ہیں اور وہی ہماری کفایت کرنے والے ہیں۔''

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جناب وہب نے ۱۹ سوار اور ۱۲ پیادے واصل جہنم کیے۔ مادر وہب نے جب اپنے فرزند کو نرغہ اعدا میں دیکھا تو عمود خیمہ لے کر میدان کی طرف یہ کہتے ہوئے آئیں۔ ''اے وہب تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں، بیٹا ان اشقیاء سے حمایت حسین میں آخری دم تک جنگ کرتے رہنا۔'' جب جناب وہب نے اپنی ماں کو میدان کارزار میں دیکھا تو کہا۔ ''اے مادر گرامی خیمے میں واپس لوٹ جائیں۔'' مادر وہب نے اس وقت بیٹے

کا دامن تھام کر کہا۔ ''اب میں تمہارے ساتھ مروں گی''۔ مادر وہب کو میدان میں دیکھ کر حضرت علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا ''خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے کہ تم دونوں نے نصرت اہل بیت میں کوئی کمی باقی نہ رکھی! اے زن صالح خدا تجھ پر اپنی رحمت کرے۔'' اس کے ساتھ ہی خیمہ میں واپس جانے کو کہا حکم امام سے مادر وہب واپس آ گئیں۔

مقتل لہوف اور بحار الانوار کے مطابق دشمن پر شدید حملہ کرنے کے بعد حضرت وہب اپنی ماں اور زوجہ کے پاس واپس آئے اور ماں سے عرض کی۔ اے ماں! کیا آپ مجھ سے راضی ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم حضرت امام حسین علیہ السلام پر شہید نہ ہو جاؤ بیٹا جاؤ اور نواسہ رسولؐ پر اپنی جان قربان کرو تا کہ روز قیامت تمہیں ان کے جد امجد کی شفاعت نصیب ہو۔

مقتل لہوف کے مطابق حضرت وہب دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹے اور جنگ شروع کی۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کٹ کر جسم سے جدا ہو گئے یہ دیکھ کر ان کی زوجہ چوب خیمہ لیکر میدان میں آئیں اور جناب وہب سے کہتی تھیں۔ ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں حرم اہل بیت رسولؐ خدا کی نصرت میں جنگ کرو۔'' جناب وہب نے چاہا کہ انہیں خیمہ کی طرف لوٹا دیں لیکن زوجہ نے ان کا دامن مضبوطی سے پکڑ کو کہا میں واپس نہیں جاؤں گی۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا تمہیں اہل بیت کی حمایت کرنے کی جزا دے خیمہ کے طرف لوٹ جاؤ پھر زوجہ وہب واپس آ گئیں۔

بحار الانوار میں لکھا ہے جب جناب وہب شہید ہو گئے تو ان کی زوجہ بیتابانہ دوڑتی ہوئی آئیں اور جناب وہب کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیا اور جناب وہب کی پیشانی سے خاک وخون صاف کرنے لگیں۔ جب زن وہب پر شمر لعین کی نظر پڑی تو اس نے اپنے غلام کو ان کے قتل کا حکم دیا اس شقی نے ایک عمود آہنی اس مومنہ کے سر پر ایسا مارا کہ اپنے شوہر سے ملحق ہو گئیں۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں زوجہ وہب وہ پہلی عورت ہیں جو لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئیں۔ بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ ان ظالموں نے جناب وہب کا سر تن سے جدا کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا۔ مادر جناب وہب نے اپنے فرزند کا سر اٹھا کر گود میں لے لیا اور اسے بوسے دیئے پھر لشکر مخالف کی طرف پھینک دیا اور ایک شقی کو اپنے فرزند کے سر سے ہلاک کیا۔ اسی واقعہ کے ذیل میں ابی مخنف نے لکھا ہے کہ جب دشمن نے جناب وہب کلبی کا سر تن سے جدا کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینکا تو جناب وہب کلبی کی ماں نے سر قاتل کی طرف اتنے زور سے پھینکا کہ اس کے لگنے سے قاتل ہلاک ہو گیا۔

بریر بن خضیر ہمدانی

جناب بریر ہمدانی کا تعلق بنو مشرق کے قبیلہ ہمدان سے تھا۔ آپ نہایت عابد و زاہد، دیندار و شجاع اور شریف النفس بزرگ تھے۔ آپ بے مثل حافظ و قاری تھے۔ آپ کا لقب سید القراء تھا۔ معالی السبطین میں لکھا ہے کہ آپ تابعین اصحاب میں تھے اور عابد شب زندہ دار تھے، کوفہ کے اکثر قاری آپ کے شاگرد تھے۔ صاحب ابصار العین

لکھتے ہیں۔ صاحبان سیر و تاریخ کے مطابق ''جب جناب بریر کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ تشریف لائے ہیں تو جناب بریر کوفہ سے مکہ روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک کہ شہادت پائی'' شب عاشور بچوں کی پیاس سے متاثر ہو کر حصول آب کیلئے آپ کی جدو جہد اہل بیت اطہار سے محبت اور وفاداری کا ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ جس کا ذکر شب عاشور کے باب میں کیا جا چکا ہے۔

جب حضرت بریر حضرت امام حسین علیہ السلام کی اجازت سے میدان میں تشریف لائے تو حضرت کے ۶۹ سال کے مجاہد نے جب اشقیاء کو للکارا تو ان کے دل ہل گئے بحار الانوار کے موافق جب جناب بریر بن خضیر جہاد کی غرض سے میدان میں آئے تو آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے ''میں بریر ہوں اور میرے والد خضیر ہیں میں کچھار سے نکلا ہوا ہو شیر جری ہوں کہ شیران نر میری آواز سے لرز جاتے ہیں۔ میرے حسب و نسب اور شرافت سے نیکی کی راہ پر چلنے والے واقف ہیں۔ میں تمہیں اپنی تلوار سے بے خوف ہو کر قتل کروں گا بریر سے ہمیشہ اسی طرح کے امور خیر انجام پزیر ہوتے ہیں۔''

حضرت بریر یہ رجز پڑھتے ہوے حملہ کر رہے تھے اور لشکر اعدا کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے تھے۔ اے! قاتلان مومنین میرے قریب آؤ۔ تم پر وائے ہو۔ قاتلان اولاد اصحاب بدر۔ اے! قاتلان اصحاب رسولؐ میرے قریب آؤ اے! قاتلان اہلبیت قریب آؤ اس وقت یزید بن معقل ملعون جو قبیلہ بنی عیسرہ بن ربیعہ میں سے تھا لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت بریر سے تکرار کرنے لگا۔ اس نے جناب بریر سے کہا اے بریر میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہی پر ہو جناب بریر نے اس سے کہا۔ آؤ ہم دونوں مباہلہ کرلیں جو کاذب ہو وہ دوسرے کی تلوار سے مارا جائے، اس کے ساتھ ہی یزید بن معقل نے ایک وار جناب بریر پر کیا جو بے اثر رہا۔ پھر جناب بریر نے اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ خود کو کاٹتی ہوئی اس کے دماغ تک در آئی اور یہ شقی واصل جہنم ہوا۔

مقتل لہوف میں یہ روایت اس طرح مرقوم ہے۔ ''اس دوران ایک زاہد و عابد جن کا نام بریر ابن خضیر تھا میدان میں آئے ان کے مقابلہ پر یزید بن معقل آیا اور دونوں میں یہ طے ہوا کہ ایک دوسرے سے مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ جو بھی باطل کی راہ پر ہو خدا اسے دوسرے کے ہاتھوں ہلاک کرے۔ اس کے بعد دونوں جنگ میں مصروف ہو گے اور جناب بریر نے یزید بن معقل کو قتل کر دیا۔

یزید بن معقل کے جناب بریر کی تلوار کی ضرب سے تلوار اس کے سر میں پیوست ہو گی تھی۔ جناب بریر نے اس کے سر سے تلوار نکالنے کے بعد دوبارہ لشکر اعدا پر حملہ کیا۔ آپ مصروف جنگ تھے کہ آپ کو دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی نے آپ پر حملہ کر دیا آپ نے اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے اس وقت رضی بن منقذ عبدی نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ اسے آ کر حضرت بریر سے بچالیں۔ اس کی آواز سن کر کعب بن جابر بن عمر وازدی دوڑتا ہوا آیا کہ حضرت بریر پر حملہ کرے۔ صاحب ابصار العین روایت کرتے ہیں کہ عفیف بن زہیر کہتا ہے کہ میں نے کعب کو منع کیا اور کہا۔ اے بدبخت یہ جناب بریر ہیں جو مسجد میں ہم کو قرآن پڑھایا کرتے تھے لیکن اس

نے ایک نہ سنی اور جناب بریر کی پشت پر نیزے سے وار کردیا۔اسی اثنا کعب نے نیزہ آپ کی پشت سے کھینچا تو نیزہ کا پھل حضرت بریر کی پشت میں رہ گیا۔اورآپ گر پڑے اس لمحے کعب نے حضرت بریر کو تلوار کے مسلسل وار کر کے شہید کردیا۔بحارالانوار میں ہے حضرت بریر نے دوران جنگ تیس شقی واصل جہنم کیے۔اعثم کوفی اور روضۃ الشہدا میں لکھا ہے کہ حضرت بریر کے قاتل کا ایک پسر عم عبید بن جابر تھا وہ قاتل سے کہنے لگا تو نے بریر کو قتل کیا جو خواص اہل مقربان خدا میں سے تھے۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت بریر کی شہادت پر نہایت رنج وغم کا اظہا کیا حضرت بریر کتنے باعظمت اور بزرگ و برتر تھے اس کا اندازہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے جو روضۃ الشہدا میں مرقوم ہیں۔''بریر خدا کے بندگان صالحین میں تھے''۔

مسلم بن عوسجہ اسدی

جناب مسلم بن عوسجہ کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے''مسلم بن عوسجہ بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن حزیمہ ابو جمل اسدی سعدی۔

حضرت مسلم بن عوسجہ نہایت شریف النفس عابد وزاہد اور دلیر تھے۔آپ کا شمار اصحاب رسولؐ خدا میں ہوتا ہے۔علامہ ابن سعد نے اپنے طبقات میں لکھا ہے کہ مسلم بن عوسجہ صحابی تھے،اکثر اسلامی جنگوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت مسلم بن عوسجہ نے بھی اہل بیت سے محبت اور عقیدت کی بنا پر حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں تشریف لانے کے لئے خط لکھا تھا جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ تشریف لائے تو حضرت مسلم بن عوسجہ اہل کوفہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت لیتے تھے آپ نے جناب مسلم بن عقیل کی بھرپور مدد کی مذحج کے چار قبائل تمیم،ہمدان،کندہ اور ربیعہ آپ کے ساتھ تھے۔انکے افسر فوج جناب مسلم بن عوسجہ تھے ابن زیاد نے مکرو فریب دھمکی اور طمع سے سب کو متفرق کردیا اور ان سب نے جناب مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔جب حضرت مسلم جناب مختار کے گھر سے جناب ہانی کے گھر میں منتقل ہو گئے اس وقت شریک بن اعود بھی بحالت بیماری جناب ہانی کے گھر میں موجود تھے۔

ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر کہا کہ وہ جناب مسلم کا پتہ لگائے اور یہ رقم اس مقصد میں صرف کرے معقل غلام جامع مسجد کوفہ گیا وہاں جناب مسلم بن عوسجہ کو نماز پڑھتے دیکھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نہایت مکروفریب سے کہنے لگا میں محبان اہل بیت سے ہوں آپ حضرت مسلم بن عقیل سے ملاقات کرادیں میں انہیں ہدیہ دینا چاہتا ہوں جب اس لعین سے جناب مسلم بن عوسجہ نے جناب مسلم کی ملاقات کرائی تو اس نے ابن زیاد کو جناب مسلم کی موجودگی کی خبر پہنچادی۔

جب حضرت مسلم بن عقیل اور جناب ہانی شہید ہو گئے۔تو جناب مسلم بن عوسجہ ایک مدت تک مخفی رہے یہاں تک کہ مع اہل وعیال کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کربلا حاضر ہوئے۔ابو مخنف سے روایت ہے

کہ جب نویں محرم کی شام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور اعزہ کو جمع کر کے فرمایا تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں کیونکہ ان اشقیا کا مقصد مجھے قتل کرنا ہے اعزہ میں سے جناب عباس علیہ السلام نے عرض کی ''اے! مولا ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا ہم کو آپ کے بعد باقی نہ رکھے۔'' اور اصحاب میں سے حضرت مسلم بن عوسجہ نے کھڑے ہوکر عرض کی مولا ہم آپ کو چھوڑ کر خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ قسم بخدا ہم آپ سے جدا نہ ہونگے جب تک ہمارے نیزے ان دشمنوں کے سینوں سے پار نہ ہو جائیں جب تک ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے ہم لڑتے رہیں گے جب ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہونگے تو ہم پتھروں سے اشقیاء کو ماریں گے اگر ہم بعد قتل دوبارہ زندہ کیے جائیں اس کے بعد پھر قتل ہوں اور پھر زندہ ہوں اور جلا دیئے جائیں اس طرح ستر بار ایسا ہی ہو تو بھی ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے، آپ پر قربان ہوکر ہمارا قیام ایسی جگہ ہوگا جس سے بہتر اور پائیدار کوئی اور جگہ نہیں ۔ جناب مسلم بن عوسجہ کے بعد دوسرے انصار و اقربا نے بھی اسی طرح سے اقرار عہد وفا کیا۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے شب عاشور خیموں کے گرد آگ روشن کرنے کا حکم دیا تو شمر لعین نے خندق کے قریب آ کر پکارا۔ اے حسین قیامت سے پہلے آگ اپنے لیے جلائی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا تھا بدبخت قیامت کی آگ کا تو تو سزاوار ہے۔ جب جناب مسلم بن عوسجہ نے شمر کی بدکلامی سنی تو چاہا کہ شمر کو تیر لگائیں مگر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان کو منع فرمایا اور جناب مسلم بن عوسجہ سے فرمایا اے! مسلم بن عوسجہ میں یہ نہیں چاہتا کہ لڑائی کی ابتدا ہماری طرف سے ہو۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جس وقت جنگ شروع ہوئی تو لشکر ابن سعد کا دہنا حصہ جس کا افسر عمرو بن حجاج زبیدی تھا اس نے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے بائیں حصہ پر حملہ کیا اس حصہ کے افسر جناب زہیر بن قین تھے اور فرات کی جانب سے یہ حملہ لشکر ابن سعد نے کیا تھا اس وقت جناب مسلم بن عوسجہ بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے بائیں حصہ میں تھے، اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہ نے ایسی تلوار چلائی اور معرکہ کیا کہ کسی نے کبھی ایسا معرکہ نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا اپنے ہاتھ میں آپ کے تلوار تھی اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''اگر میرا حال دریافت کرنا چاہو تو میں صاحب استقلال ہوں اور قبیلہ بنی اسد سے ہوں جو مجھ سے دشمنی کرے گمراہ کافر ہے۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ ''جب حضرت مسلم بن عوسجہ نے جنگ شروع کی تو شامی فوجیں اپنے اپنے جواں مردوں کے پیہم مارے جانے سے سہم گیں اور ہر شخص حضرت مسلم بن عوسجہ سے مقابلے پر جانے سے جی چرا رہا تھا۔ عمر بن سعد نے چلا کر کہا اے لوگوں تمہارے مقابلے پر یہ آدمی کوئی شیر نہیں کہ تمہیں میدان جنگ میں جاتے ہی پھاڑ ڈالے گا۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اتنی کثرت کے باوجود ہمت ہار رہے ہو دیکھو ایک ایک کر کے لڑنے نہ جاؤ بلکہ ایک گروہ کی شکل میں ایک ساتھ حملہ کرو۔ عمر بن سعد کی اس رائے کو لعینوں نے پسند کیا اور سب نے مل کر حملہ کیا۔

حضرت مسلم بن عوسجہ نہایت بہادری سے جنگ کر رہے تھے کہ مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبداللہ بن خشکارہ بلخی نے مل کر حضرت مسلم بن عوسجہ پر حملہ کیا اس وقت میدان میں اسقدر گرد اڑی کہ کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ جب غبار جنگ بیٹھا تو معلوم ہوا کی حضرت مسلم بن عوسجہ زخمی ہو کر زمین پر گر گے ہیں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو آپ علیہ السلام میدان میں تشریف لائے اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہ میں کچھ جان باقی تھی اس وقت حضرت علیہ السلام نے فرمایا! اے مسلم تم پر خدا رحمت نازل کرے اور یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ:۔ان میں سے بعض شہید ہوئے اور بعض شہادت کے منتظر ہیں اور انہوں نے خدا کے عہد کو تبدیل نہیں کیا۔'' یہ آیت پڑھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت مسلم بن عوسجہ کے اور قریب گئے اور حضرت علیہ السلام کے سامنے حضرت مسلم بن عوسجہ نے اپنی جان بارگاہ خداوندی میں پیش کر دی، بحارالانوار میں بروایت محمد ابن ابی طالب موسوی تحریر ہے کہ جب حضرت مسلم بن عوسجہ زمین پر گرے اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام، حضرت حبیب ابن مظاہر کو اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان میں کچھ جان باقی تھی۔اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا'' اے مسلم خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے تم نے اپنا فرض ادا کیا اور شہادت کے درجے پر فائز ہوئے اب ہم بھی تمہارے بعد آتے ہیں'' اس موقع پر حضرت حبیب ابن مظاہر نے کہا'' اے مسلم ابن عوسجہ! میں آپ کو جس حال میں دیکھ رہا ہوں یہ میرے لئے بہت دشوار ہے۔اب آپ کو جنت کی بشارت ہو'' حضرت مسلم بن عوسجہ نے نقاہت بھری آواز میں کہا'' خدا آپ کو بخیر و خوبی شہادت دے'' حضرت حبیب ابن مظاہر نے کہا'' اے! مسلم اگر میں عنقریب آپ سے ملنے والا نہ ہوتا تو میں کہتا جو وصیت چاہیں مجھ سے کریں۔حضرت مسلم بن عوسجہ نے کہا'' میری وصیت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت آخری دم تک کریں'' اور حضرت پر اپنی جان قربان کردیں جناب حبیب ابن مظاہر نے کہا میں آپ کی وصیت پر عمل کروں گا اور آپ کی آرزو کو پورا کروں گا۔اسی اثنا حضرت مسلم بن عوسجہ کی روح بہشت کی جانب پرواز کر گئی۔

تاریخ کامل کے موافق جناب مسلم بن عوسجہ نے اشارہ سے جناب حبیب ابن مظاہر کو وصیت کی۔جب آپ شہید ہو گئے تو آپ کی کنیز نے بین کیا یا سیداہ ابن عوسجہ۔جب یہ آواز لشکر ابن سعد میں پہنچی تو لعین خوش ہو کر چلائے ہم نے مسلم بن عوسجہ کو مار ڈالا۔علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں حضرت مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں صرف ۳۲ اصحاب باقی رہ گئے تھے روضۃ الصفا میں مرقوم ہے کہ جب جناب مسلم بن عوسجہ کے گھوڑے سے گرتے وقت اصحاب عمر سعد نے غل کیا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو مارا تو شیث بن ربعی نے یہ سن کر غل کرنے والوں کو گالیاں دیں اور کہا تم ایسے شخص کے مارنے پر فخر کر رہے ہو جس نے جنگ آذربائیجان میں صف آرا ہونے سے قبل چھ مشرکین کو قتل کیا تھا۔صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عوسجہ نہ صف یہ کہ شجاع تھے اور لشکر آرائی میں ماہر تھے بلکہ چند قرآن (لکھ کر) جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کئے تھے اور جناب امیرؑ نے ان کو اپنا بھائی فرمایا تھا۔

ایک نوجوان کی شہادت

صاحب بحارالانوار، ابومخنف اور دیگر مورخین نے اس واقعہ کو ''ایک نوجوان کی شہادت'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ لیکن شہید کا نام نہیں لکھا۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت مسلم بن عوسجہ کے فرزند تھے۔

جب حضرت مسلم بن عوسجہ شہید ہو چکے تو اس فرزند کی ماں (حضرت مسلم بن عوسجہ کی زوجہ) نے اپنے فرزند کو آخری بار پیار کیا اور کہا میرے فرزند جاؤ اور اپنے باپ کی طرح دین کیلئے جہاد کرو اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان نچھاور کر دو۔ بیٹے نے ماں کو سلام کیا اور اس شان سے میدان کی طرف روانہ ہوئے کہ سر پر عمامہ اور کمر میں پٹکا تھا۔ آپ کی کمر میں بندھی ہوئی تلوار زمین پر خط کھینچتی ہوئی جا رہی تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک کمسن بچہ میدان کی طرف جا رہا ہے۔ اس نوعمر کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ کس کا فرزند ہے اسے تیروں اور تلواروں میں نہ جانے دو۔'' یہ فرزند جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا۔ ''بیٹا کہاں جا رہے ہو۔'' بچے نے کہا۔ ''مولا میں آپ کے دشمنوں سے لڑنے جا رہا ہوں۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بیٹا ابھی تم کمسن ہو، جہاد ابھی تم پر واجب نہیں ہے۔'' آپ نے پوچھا۔ ''تم کس کے فرزند ہو۔'' بچے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''آقا میرا باپ یہی ہے۔ جس کی میت آپ کے سامنے ہے۔'' حضرت نے اس معصوم کی زبان سے یہ سن کر اس یتیم بچے کو کلیجے سے لگا لیا۔ اور فرمایا۔ ''بیٹے تمہارے باپ نے حق وفا ادا کر دیا۔ بیوہ ماں کیلئے اتنا ہی غم بہت ہے۔ اب تم خیمے میں واپس چلے جاؤ۔ تاکہ تمہاری ماں تمہارے سہارے اپنی زندگی بسر کر سکے۔

آپ وہیں سر جھکائے کھڑے رہے اور کہا مولا میری ماں نے یہ تلوار میری کمر میں باندھی ہے۔ اتنے میں درِ خیمہ سے آواز آئی۔ میرے آقا حسین علیہ السلام بیوہ کا یہ ناچیز ہدیہ قبول فرمائیں۔ ماں کی تمنا ہے کہ یہ اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کر دے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ یہ فرزند میدان میں آئے تو اعدا نے ان کو نرغے میں لے لیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے آواز دی۔ اے فرزند کی ماں تیری گود اجڑ گئی۔ جب حضرت علیہ السلام اس معصوم کا لاشہ خیمہ میں لائے تو کہرام مچ گیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بوقت جہاد اس صاحبزادے نے یہ اشعار پڑھے۔ ''میرے امیر حسین علیہ السلام ہیں، آپ کتنے اچھے امیر ہیں، یہ وہ ہیں جو نبیؐ بشیر و نظیر کے دل کا سرور اور علیؑ و فاطمہ علیہا السلام ان کے والدین ہیں۔ کیا تمہارے علم میں ان کی کوئی نظیر ہے۔ ان کے چہرہ پر ایسا نور ہے جیسے دوپہر کو نور آفتاب اپنے شباب پر ہوتا ہے، یہ ایسے ضیائے پرنور ہیں جیسے درخشاں ماہتاب''۔ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور جنگ کرتے تھے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ اس معصوم کا سرانور ان ظالموں نے لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا جسے ان کی ماں نے اٹھا لیا اور کہا ''اے میرے فرزند میرے دل کا سرور، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک

خوشا حال کہ تم نے اپنی جان کو فرزند رسولؐ پر فدا کیا یہ کہہ کر اپنے فرزند کی سر لشکر اعدا کی طرف پھینک دیا ایک ملعون اس کی ضرب سے ہلاک ہو گیا اور اس معظمہ نے عمود خیمہ اٹھا کر لشکر مخالف پر حملہ کیا اور یہ اشعار پڑھے۔" میں ایک ضعیف عورت ہوں اگر چہ میرا جسم سبب ضعیفی کمزور ہے لیکن اے اشقیاء میں تمہیں شدید ضرب سے قتل کروں گی اور فرزند فاطمہ کی حمایت کروں گی یہ کہہ کر اس ضعیفہ نے مقابلہ کیا اور دو لعینوں کو خاک زمین پر گرا دیا۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اس زن نیک اعتقاد کو میدان سے واپس لاؤ۔ حضرت نے اس مومنہ کے حق میں دعا کی۔

امیہ بن سعد طائی

حضرت امیہ بن سعد طائی تابعی تھے اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں تھے۔ آپ نے کوفہ میں آ کر قیام کیا اور مستقل یہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔

جب امیہ ابن سعد کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کے شہر سے روانہ ہو چکے ہیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کیلئے آپ کوفہ سے روانہ ہوئے اور نو محرم سے پہلے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بقول سروی امیہ بن سعد طائی روز عاشورا کے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

بشر بن عمر الکندی

حضرت بشر تابعی تھے۔ آپ کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا۔ آپ حضر موت کے رہنے والے تھے آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سچے جانثار تھے۔ بشر اپنے فرزند محمد کے ساتھ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت وحمایت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔

ابصار العین کے موافق داودی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب روز عاشورا لڑائی شروع ہوئی اور حضرت بشر میدان میں جانے لگے اس وقت ان کو یہ خبر ملی کہ ان کے فرزند کو یزید کی فوج نے رے کی سرحد پر قید کر لیا ہے۔ حضرت بشر نے جب یہ خبر سنی تو کہا مجھے اپنے بیٹے کے قید ہونے کی کوئی فکر نہیں میں خود اپنے کو اور اپنے بیٹے کو خدا سے لوں گا۔ اب بیٹے کے قید ہونے کے بعد مجھے دنیا میں زندہ رہنا گوارا نہیں ہے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ گفتگو سنی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بشر خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم یہاں سے جا کر اپنے بیٹے کو چھڑا لو۔ اس پر جناب بشر نے کہا۔ مولا میں اس حال میں آپ کو دشمنوں میں چھوڑ کر چلا جاؤں یہ ممکن نہیں۔ مولا میں اگر ایسا کروں تو مجھے بھیڑیے اور شیر کھا لیں۔ حضرت بشر کا یہ جذبہ ایمانی دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر تم وہاں نہیں جا رہے ہو تو پانچ برد یمانی جن کی مالیت ایک ہزار اشرفی ہے لے کر اپنے بیٹے محمد کو جو تمہارے ساتھ ہے روانہ کرو کہ وہ جا کر اسے چھڑانے کی کوشش کرے۔ اسکے بعد حضرت نے پانچ برد یمانی حضرت بشر کو عطا کیے حضرت بشر کی شہادت کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے آپ دس محرم کو حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

بکر بن الحی التیمی

بقول صاحب حدائق وردیہ، ابصار العین اور دیگر مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت بکر بن الحی ابن سعد کے لشکر میں کوفہ سے کربلا آئے تھے اور روز عاشورا جب لڑائی شروع ہوئی تو بکر بن حی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آ کر شامل ہو گئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

جابر بن حجاج تیمی

حضرت جابر بن حجاج کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ بہت بہادر اور بہترین شہسوار تھے۔ علامہ شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی لکھتے ہیں کہ صاحب حدائق نے تحریر کیا ہے کہ حضرت جابر بن حجاج کربلا میں آ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور روز عاشورا ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر جو پہلا حملہ کیا تھا آپ اس حملہ میں شہید ہوئے۔

جبلہ بن علی الشیبانی

حضرت جبلہ بن علی الشیبانی کا تعلق کوفہ سے تھا۔ آپ کی شجاعت کی بڑی شہرت تھی جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ تشریف لائے تو آپ ان کے ساتھ رہے۔ جب دوسرے لوگوں نے آپ کو تنہا چھوڑ دیا تو شدید مشکلات کے باوجود جبلہ بن علی الشیبانی آپ کے ساتھ رہے۔

جب ابن زیاد نے ظلم وجور سے حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا تو حضرت جبلہ حضرت مسلم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔ ابصار العین میں ہے کہ سروی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ پہلا حملہ جو ظہر سے قبل ہوا تھا اس میں شہید ہوئے۔

جنادہ بن کعب

ابصار العین کے مطابق حضرت جنادہ بن کعب بن الحرث الانصاری الخزرجی مکہ معظمہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ کے ساتھ اہل وعیال بھی تھے۔ یوم عاشورا آپ کی شہادت حملہ اولیٰ میں ہوئی۔

جندب بن حجیر الکندی الخولانی

حضرت جندب حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں تھے محبان اہلبیت میں ان کا خاص مقام تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ چھوڑ رہے ہیں تو فوراً حضرت کی نصرت کے لئے روانہ ہو گئے اور حضرت حر

کے پہنچنے سے قبل حضرت کے قافلہ سے ملحق ہو گئے۔ خدمت حضرت امام عالی مقام میں آ کر اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا اس وقت سے ہمہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مصروف رہے۔ حضرت جندب بن حجیر کی شہادت کے بارے میں صاحب حدائق نے لکھا ہے کہ آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

جوین بن مالک

حضرت جوین بن مالک بن قیس بن ثعلبۃ التیمی کو جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب صلح کی کوئی صورت باقی نہیں رہی اور ابن سعد کا لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام سے آمادہ جنگ ہے تو آپ ابن سعد کے لشکر سے معہ قبیلہ تیمی کے لوگوں کے شب عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر حضرت کے جانثاروں میں شامل ہو گئے۔ علامہ سروی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر پر جو پہلا حملہ ہوا اس میں حضرت جوین بن مالک شہید ہوئے۔

حرث بن امرالقیس

حضرت حرث بن امرالقیس الکندی کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔ آپ اکثر جنگوں میں شریک ہوئے آپ بڑے زاہد و عابد اور بہادر تھے، آپ لشکر ابن سعد کے ہمراہ کوفہ سے کربلا آئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے لشکر ابن سعد کی صلح ممکن نہیں تو آپ لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آ گئے۔

ابصار العین میں صاحب حدائق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

حرث بن نبہانی

حضرت حرث بن نبہانی حضرت حمزہ علیہ السلام کے غلام تھے۔ آپ بہت بہادر اور جانباز تھے۔ جب حضرت حمزہ علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو آپ حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آ گئے اور حضرت امیر کی خدمت میں دن گزارے۔

بعد شہادت مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ اس طرح حضرت حرث بن نبہانی کو حضرت حمزہ علیہ السلام، حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی غلامی کا شرف حاصل رہا۔ حضرت حرث مدینہ سے کربلا تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ رہے اور یوم عاشورا آپ کی شہادت پہلے حملے میں ہوئی۔

حباب بن عامر بن کعب

حضرت حباب بن عامر بن کعب تیمی نے کوفہ میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی

تھی۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کو لوگوں نے تنہا چھوڑ دیا اور اس کے بعد ابن زیاد نے شہید کر دیا تو حضرت حباب کوفہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہونے کیلئے روانہ ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کربلا پہنچنے سے پہلے حضرت کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ سروی کی روایت کے مطابق حضرت حباب بن عامر کی شہادت پہلے حملہ میں ہوئی۔

نعیم بن العجلان

حضرت نعیم بن العجلان محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین کے جانثار صحابی تھے آپ کے دو اور بھائی حضرت نضر اور حضرت نعمان تھے یہ دونوں بھی حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شامل تھے یہ تینوں بھائی بہت اچھے شاعر تھے۔ یہ تینوں بزرگ ہستیاں جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھیں، ان تینوں نے جنگ صفین میں بڑی شجاعت اور مردانگی کا ثبوت دیا۔

انصار العین کے موافق حضرت نضر اور حضرت نعمان واقعہ کربلا سے پہلے وفات پا گئے۔ حضرت نعیم حیات تھے اور آپ کا قیام کوفہ میں تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق تشریف لائے تو حضرت نعیم جو محبت اہل بیت میں سرشار تھے جب آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات سے باخبر ہوئے تو کوفہ سے عراق خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

زاہر بن عمرو الکندی

حضرت زاہر بن عمرو نہایت بہادر اور طاقتور پہلوان تھے۔ آپ اہل بیت اطہار کے اطاعت گزار تھے۔ آپ ہمہ وقت محبت اہل بیت میں سرشار رہتے تھے محبان اہل بیت میں انکا بڑا مقام ہے، آپ کے پوتوں میں جناب محمد بن سنان حضرت امام رضا علیہ السلام اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے احادیث کے راوی تھے۔ جناب محمد بن سنان کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

جناب عمرو بن الحمق حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے مشہور صحابی تھے۔ حضرت زاہر بن عمرو کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ زیاد ابن ابیہ اور حباب عمرو بن الحمق کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں سخت اختلاف ہو گیا جس کے سبب زیاد بن ابیہ نے آپ کو معاویہ بن ابی سفیان کے حوالہ کر دیا۔ جب معاویہ بن ابی سفیان نے جناب عمرو بن الحمق کو گرفتار کیا تو زاہر بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے جناب عمر و بن الحمق کو قتل کرا دیا اور جناب زاہر کو چھوڑ دیا ۶۰ ہجری کو جناب زاہر جب حج کو آئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر ملاقات کی سعادت حاصل کی اور وہیں سے حضرت علیہ السلام کے ساتھ کربلا آئے۔ ابصار العین کے موافق آپ روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

جناب زاہر وہ باعظمت جانثار حسین ہیں کہ آپ کا تذکرہ حضرت امام حجت علیہ السلام نے بالخصوص دو مقامات پر

کیا ہے۔زیارت ناحیہ میں اور زیارت رجبیہ میں جناب زاہر کی یہ عظمت ہے کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے ان کو بالخصوص سلام کیا ہے۔

زہیر بن سلیم الازدی

جناب زہیر بن سلیم کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔آپ کو اس قبیلہ میں بہت نمایاں حیثیت حاصل تھی۔آپ عمر ابن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ابصار العین کے موافق جب آپ نے دیکھا کہ لشکر عمر سعد ہر حال میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے آمادہ جنگ ہے اور صلح کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو آپ شب عاشور لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔عمر سعد نے جو پہلا حملہ کیا تھا اس میں شہید ہوئے۔

سعد بن حرث

جناب سعد بن حرث حضرت علی علیہ السلام کے غلام تھے۔بعد شہادت حضرت علی علیہ السلام آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حق وفا ادا کرتے رہے۔جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت زہر دغا سے ہوئی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔
حضرت سعد بن حرث یوم عاشورا پہلے حملے میں شہید ہوئے۔جناب ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ ریاض الشہادت میں اور دیگر مورخین نے کتب مقاتل میں ان کا ذکر کیا ہے۔

شبیب غلامِ حرث بن سریع

جناب شبیب حرث کے غلام تھے۔آپ بہت بہادر تھے،آپ اپنے آقا حرث اور سیف کے ساتھ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور خدمت امام میں حق وفا ادا کرتے رہے۔
شہر ابن آشوب نے لکھا ہے کہ کربلا میں ظہر سے پہلے جو حملہ ہوا اس میں جو اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوئے اسی حملہ میں حضرت شبیب بھی شہید ہوئے۔

عبداللہ بن بشر

جناب عبداللہ بن بشر خثعمی بہت بہادر اور اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔آپ کی اپنے زمانے میں بڑی شہرت تھی،آپ کے والد بشر کا تذکرہ اکثر جنگوں میں ملتا ہے۔جناب عبداللہ شروع میں ابن سعد کے لشکر میں شامل تھے لیکن نویں محرم سے پہلے آپ ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو گئے اور یوم عاشور انماز ظہر سے پہلے جو حضرتؑ کے لشکر پر حملہ ہوا تھا اس میں جناب عبداللہ بن بشر کی شہادت ہوئی۔

عبداللہ بن عروہ بن حراق غفاری اور عبدالرحمٰن بن عروہ بن حراق غفاری

جناب عبداللہ بن عروہ اور جناب عبدالرحمٰن عروہ دونوں بھائی تھے ان دونوں حضرات کا شمار کوفہ کے شرفا میں ہوتا تھا۔ بہادری، سخاوت اور شرافت ان کا وصف تھا۔ آپ دونوں کے دادا حضرت حراق حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے۔ انہوں نے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ شرکت کی تھی۔ ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ جب اصحاب نے یہ محسوس کیا کہ ہر طرف سے دشمن حملہ آور ہے اور حضرت کو ہم نہ بچا سکیں گے تو اصحاب امام حسین علیہ السلام نے حضرت کے سامنے اپنی جانثاری کا فیصلہ کیا کیونکہ حضرتؑ کے یہ جانثار یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان میں سے کوئی زندہ بچے اور حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو جائیں۔ لہٰذا ہر ایک کی یہ خواہش تھی پہلے وہ شہید ہو۔

جب معرکہ شدت اختیار کر گیا۔ اور چاروں طرف سے ظلم و ستم کی آندھیاں چلنے لگیں تو اس وقت حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمٰن حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے معالی السبطین کے موافق باری باری حضرت امام حسین علیہ السلام کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ ''السلام علیک یابن رسول اللہؐ'' حضرت امام حسین علیہ السلام نے جواب سلام فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دونوں نے حضرت علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ مولا ہم جب تک زندہ ہیں دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت ملتے ہی دونوں نے ایک ساتھ میدان کا رخ کیا اور بہادری سے لڑتے رہے یہ ایسے قادر الکلام تھے کہ رجز کا ایک مصرع ایک بھائی پڑھتے تھے تو دوسرا مصرع دوسرے بھائی لگا دیتے تھے۔ (جب موت سامنے ہو اس وقت ذہن کی یہ بیداری اپنی مثال آپ ہے۔) آپ دونوں کے رجز کا ماحصل یہ تھا ''بنی غفار و بنی خندف اور بنی نزار سب جانتے ہیں کہ ہم فاجروں سے لڑ رہے ہیں۔ اے قوم آل اطہار کی مدد کرو ان سے مصیبتوں کا دفع کرو''۔

دونوں بھائیوں کی زبان پر یہ رجز تھا اور مصروف جنگ تھے، دشمن مسلسل ان پر حملے کر رہے تھے یہاں تک کہ دونوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں شہید ہو گے۔

سروی نے لکھا ہے جناب عبداللہ حملہ اولی میں شہید ہوئے ان کے بعد جناب عبداللہ الرحمٰن جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ بحار الانوار کے موافق عبدالرحمٰن بن عروہ نے بعد مقاتلہ شہادت پائی آپ معرکہ قتال میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''بہ تحقیق بنی غفار و قبیلہ خندف اور بنی نزار کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں قتل کروں گا۔ فجار کو اپنی تلوار آبدار کے وار سے۔ اے میری قوم! دور کرو اولاد رسولؐ سے دشمن کے شر کو شمشیر و نیزہ سے''۔

یزید بن ثبیط العبدی البصری، عبداللہ بن یزید بن ثبیط اور عبیداللہ بن یزید ثبیط

یزید بن ثبیط محبان اہلبیت میں سے تھے ان کا شمار اپنی قوم و قبیلہ کے شرفا میں کیا جاتا تھا۔ علامہ طبری نے روایت کی ہے کہ ماریہ منقذ عبدی کی بیٹی شیعہ تھیں۔ ماریہ کا مکان شیعوں کی نشست گاہ تھا، وہاں لوگ جمع ہو کر صلاح

ومشورے کیا کرتے تھے۔

یزید بن ثبیط کو جب معلوم ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ چھوڑ رہے ہیں تو انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس بات کا عزم کیا کہ وہ اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت و جانثاری میں رہیں گے ان کے دس بیٹے تھے ان میں سے جناب عبداللہ اور جناب عبیداللہ نے اپنے والد کی راہ پر چلنے کا فیصلہ کیا اور ان کی رائے پر عمل کرنے کو تیار ہو گئے۔

یزید بن ثبیط نے ماریہ کے گھر میں سب کو جمع کیا اور اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور لوگوں سے پوچھا تم میں سے کون کون میرے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں چلنے کو تیار ہے ان سب نے جواب دیا کہ ہم ابن زیاد کے خوف کے سبب یہ ارادہ نہیں کر سکتے۔ اس پر یزید بن ثبیط نے کہا میں تو ضرور جاؤں گا چاہے مجھے کتنی ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے اور کتنی ہی سختیاں کیوں نہ اٹھانا پڑیں۔

لوگوں نے آپ کے ساتھ چلنے سے انکار کیا لیکن یزید بن ثبیط اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مکہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ عامر اور عامر کے غلام سالم، سیف بن مالک اور ادہم بن امیہ یہ چار نفوس مزید ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان حضرات نے جنگلوں کی راہ اختیار کی۔ کیونکہ ابن زیاد نے تمام راستوں پر فوج تعینات کر دی تھی۔ تا کہ کوئی شخص آنے جانے نہ پائے قطع منازل طے کرتے ہوئے یہ سب اس وقت مکہ معظمہ پہنچے جب حضرت امام حسین علیہ السلام ابھی مکہ ہی میں تھے۔ یہ لوگ یہاں رکے اور آرام کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہو گئے جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا قیام تھا۔

جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا حضرت خود ان کے آنے کی خبر سن کر ان سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے ہیں یہ سن کر یہ سب اپنی قیام گاہ پہنچے تو دیکھا کہ حضرت علیہ السلام وہاں ان کے انتظار میں تشریف فرما ہیں سب نہایت ادب واحترام سے حضرت علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے کہا سلام ہو آپ پر یا ابن رسول اللہ حضرت نے جواب سلام دیا۔ ان لوگوں نے کہا خدا کا فضل و رحمت ہم پر ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے۔

یہ لوگ نہایت ادب سے حضرت کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنے آنے کا سبب ظاہر کیا۔ حضرت علیہ السلام نے ان کو دعائے خیر دی اسکے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی قیام گاہ تشریف لے گئے اسی وقت یہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمہ وقت حضرت کے ساتھ رہے۔ اور عاشور کے دن حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے شہید ہوئے۔ علامہ سروی نے جناب یزید بن ثبیط کے دونوں فرزندوں کے بارے میں لکھا ہے کہ عبداللہ اور عبیداللہ پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

عامر بن مسلم العبدی اور سالم عامر بن مسلم العبدی کے غلام

جناب عامر بن مسلم شیعیان حضرت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میں تھے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں اپنے غلام سالم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکہ سے حضرت علیہ السلام

کے ہمراہ کربلا تشریف لائے۔زیارت ناحیہ میں جناب عامر بن مسلم العبدی اور جناب سالم کی شہادت کا ذکر ہے۔
صاحب حدائق کی روایت کے مطابق روز عاشورا جناب عامر جناب سالم کے ساتھ حملہ اولی میں شہید ہوئے۔

ادہم بن امیۃ العبدی

ابصار العین کے موافق حضرت ادہم کا تعلق بصرہ سے تھا لیکن کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ماریہ کا مکان جہاں محبان اہل بیت جمع ہوتے تھے یہ بھی وہاں شرکت فرماتے تھے۔جس وقت یزید بن ثبیط نے یہاں اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مکہ معظمہ جائیں گے تو آپ نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا تھا اور جلد ہی یزید بن ثبیط کے ہمراہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔روز عاشور آپ حملہ اولی میں شہید ہوئے۔

سوار بن منعم نہمی

سوار بن منعم حابس بن ابی عمیر بن نہم الہمد انی النہمی ہمدان کے رہنے والے تھے۔آپکے نام کے ساتھ نہمی انکے دادا کے نام کی نسبت سے لگایا جاتا ہے۔سوار بن منعم روز عاشورا سے پہلے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کے جانثاروں میں شمولیت اختیار کی اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ آپ روز عاشورا حملہ اولی میں شہید ہوئے۔
حدائق وردیہ کے موافق جب سوار بن منعم زخمی ہو کر گرے تو ان کو زخمی حالت میں اہل لشکر ابن زیاد کے پاس لے گئے ابن سعد نے ان کے قتل کا حکم دیا اس پر آپ کی قوم نے ابن سعد سے سفارش کر کے ان کو چھڑا لیا اور اپنے پاس رکھا۔آپ نے اپنی قوم کے پاس رہتے ہوئے چھ ماہ بعد شہادت پائی۔زیارت ناحیہ میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے آپ کہ شہادت پر نہایت رنج وغم کا اظہار فرمایا ہے۔"سلام اس زخمی پر جن کو قید کیا گیا۔جن کا نام سوار بن ابی عمیر نہمی تھا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالرب

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالرب انصاری الخزرجی محبان اہل بیت میں سے تھے۔آپ کا اخلاص اہل بیت کے ساتھ مثالی تھا۔حدائق وردیہ کے موافق آپ نے قرآن کی تعلیم حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کی تھی آپ کی تعلیم و تربیت اور پرورش بھی حضرت علی علیہ السلام نے فرمائی تھی۔
آپ کو صحابی رسولؐ اور صحابی حضرت علی علیہ السلام ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ حدیث غدیر کے راوی اور شاہد تھے۔اسماء الرجال زہبی کے موافق آپ حدیث غدیر کے راوی اور شاہد تھے۔
ابن عقدہ نے محمد بن اسماعیل بن اسحٰق راشدی سے اور اسماعیل نے بوسایط خود اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ مقام رحبہ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے لوگوں سے قسم دیکر پوچھا کہ جس نے رسالت

مآبؐ سے روز غدیر خم حدیث ''جس کا میں مولا اس کے علی مولا ہیں'' فرماتے ہوئے سنا ہو وہ اٹھ کھڑا ہو اور جس نے یہ حدیث نہ سنی ہو وہ نہ اٹھے۔ امیر المومنینؑ کا یہ ارشاد سن کر جو صحابہ کھڑے ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔ ابوایوب انصاری ،ابوعمر بن ابوعمرو بن محصن ، ابوزینب، سہیل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، عبداللہ بن ثابت حبشی بن جنادہ السلولی، عبید بن عازب، نعمان عجلان الانصاری، عبدالرحمٰن بن عبدرب الانصاری۔

ان صحابہ نے بیک وقت یک زبان کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم سب نے غدیر خم میں سرور کائنات کو یہ فرماتے سنا ہے۔ آپؐ نے یہ کلمات فرمائے تھے۔ **الاانّ اللہ ولیّی وانا ولّی المومنین. الافمن کنت مولاہ فعلی مولاہُ اللھمّ وآل من والاہُ دعًا دمن عاداہُ واحبَّ من احبہٗ وابغض من البغضہ وعنً منُ اعانہ.**

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس حدیث اور واقعہ کو مذکورہ صحابہ کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ جناب عبدالرحمٰن مکہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت علیہ السلام کی اطاعت گزاری میں مصروف رہے یہاں تک کہ روز عاشورا پہلے حملہ میں شہید ہوئے علامہ سروی نے لکھا ہے کہ آپ بہت سے لوگوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔

عمر بن ضبیعہ بن قیس

جناب عمر بن ضبیعہ قیس الضبعی بہت مشہور شہسوار اور شجاع تھے، لشکر ابن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے۔ جب آپ کو ابن سعد کی ایمان دشمنی اور اہل بیت سے عداوت کا یقین ہو گیا تو لشکر ابن سعد سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشور پہلے حملے میں شہید ہوئے ابصار العین کے مطابق ''عمر بن ضبیعہ بن قیس نامی شجاع و شہسوار تھے لشکر ابن سعد میں کربلا آئے تھے بعد میں ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روز عاشور پہلے حملہ میں آپ کی شہادت ہوئی''۔

مسعود بن الحجاج التیمی اور عبدالرحمٰن بن مسعود بن الحجاج

جناب مسعود بن الحجاج التیمی اور آپ کے فرزند عبدالرحمٰن بن مسعود بن الحجاج دونوں بہت بہادر و شجاع تھے اور شیعیان حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں سے تھے۔ یہ ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہو گئے اور حق رفاقت ادا کرتے ہوئے حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ علامہ سروی کے موافق یہ دونوں باپ بیٹے پہلے حملے میں شہید ہوئے''۔

عمار بن سلامہ الدالانی

حضرت عمار بن سلامہ بن اللہ بن عمران بن راس بن دالان ابوسلامتہ الہمدانی الدالانی نہایت بہادر اور صاحب کردار انسان تھے آپ کے حالات کے بارے میں علامہ کلبی اور ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابوسلامہ حضرت

رسالت مآبؐ کے صحابی تھے آپ کو حضرت رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل تھا۔علامہ ساوی نے روایت کی ہے کہ جناب عمار بن سلامہ امیر المومنین کے اصحاب میں تھے۔ظہری کی روایت ہے کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شامل تھے اور جنگ جمل، صفین اور نہروان میں شریک تھے۔ جب حضرت امیر المومنینؑ نے منزل ذی قار سے بغرض جنگ بصرہ کوچ فرمایا تو حضرت ابو سلامہ نے امیر المومنینؑ سے عرض کی تھی کہ مولا آپ بصرہ جا کر کیا کریں گے۔اس پر امیر المومنین نے فرمایا تھا۔''میں وہاں لوگوں کو خدا کی اطاعت کی دعوت دوں گا اور ان کی ہدایت کروں گا اگر ان لوگوں نے یہ باتیں نہ مانیں تو ان سے جنگ کروں گا۔''یہ سن کر ابو سلامہ نے کہا تھا کہ''جو خدا کی طرف بندوں کو بلائے اور ہدایت کرے اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا''۔

صاحب حدائق وردیہ اور سروی کے موافق عمار بن سلامہ پہلے حملے میں مع دیگر اصحاب حسینی شہید ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ عمار بن سلامہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور کربلا میں جب پہلا حملہ لشکر اعدا کی طرف سے ہوا تو دیگر اصحاب کے ساتھ شہید ہوئے۔

عمار بن حسان الطائی

جناب عمار بن حسان کا شجرہ حسب ونسب اس طرح مرقوم ہے۔عمار بن حسان بن شریح بن سعد بن حارثہ بن لام بن عمرو بن ظریف بن عمرو بن ثمامہ بن ذہل بن جذعان بن سعد بن طی الطائی۔

جناب عمار بن حسان اہل بیت کے خاص جانثاروں میں تھے،آپ نہایت بہادر اور شریف النفس انسان تھے۔ آپ کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔آپکے والد جناب حسان حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے یہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے جو جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

حضرت عمار کی ساتویں پشت میں آپ کے پوتے جناب عبداللہ بن احمد بن عامر بن سلیمان بن صالح بن وہب بن عمار تھے جو فقہ اہل بیتؑ کے عالم تھے اور راویان حدیث میں تھے۔آپ کی تصانیف میں کتاب قضایائے امیر المومنین علیہ السلام قابل ذکر تصنیف ہے۔اس کتاب میں حضرت امیر المومنین نے جو فیصلے مقدمات کے کیے ہیں وہ سب تحریر ہیں۔ جناب عبداللہ نے اپنے والد بزرگوار جناب احمد بن عامر سے بواسطہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایات بیان کی ہیں۔ جناب عمار حضرت امام حسین علیہ السلام کی رفاقت میں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور آپؑ کے ہمراہ کربلا آئے روز عاشورا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

قاسط بن زہیر بن حرث تغلبی، کردوس بن زہیر بن حرث تغلبی اور مقسط بن زہیر بن حرث تغلبی

جناب قاسط، کردوس اور مقسط تینوں آپس میں بھائی تھے ان تینوں کو حضرت علی علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔تینوں بھائی نہایت بہادر وامیر تھے۔ابصار العین کے موافق یہ تینوں جنگ جمل، صفین اور ہنروان میں

حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جنگ میں شریک تھے۔ ان کے جنگی کارنامے مشہور ہیں خصوصاً جنگ صفین میں انہوں نے بڑا معرکہ سر کیا بعد میں یہ تینوں کوفہ میں آ کر مقیم ہو گئے۔

جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا تشریف لے گئے ہیں تو یہ تینوں بھائی کوفہ سے روانہ ہوئے اور کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ تینوں جانثارانِ حضرت امام حسین علیہ السلام حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

قارب بن عبداللہ الدئلی

ابصار العین کے موافق جناب قارب حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ آپ کی والدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیز تھیں۔ عبداللہ الدئلی نے ان سے نکاح کیا تھا جن سے جناب قارب پیدا ہوئے۔

جناب قارب مدینہ سے حضرت کے ہمراہ مکہ آئے اور وہاں سے حضرت کے ہمراہ کربلا آئے۔ ابن زیاد کا پہلا حملہ جو ظہر سے کچھ قبل ہوا تھا اس میں آپ کی شہادت ہوئی۔

قاسم بن حبیب

جناب قاسم بن حبیب بن ابی بشر الازدی کا شمار کوفہ کے نامور شہسواروں میں کیا جاتا تھا۔ آپ ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے، بعد میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں شامل ہو گئے آپ کی شہادت ابن سعد کے پہلے حملہ میں ہوئی آپ کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام نے آپ کا ذکر زیارت ناحیہ میں فرمایا ہے۔

کنانہ بن عتیق التغلبی

جناب کنانہ بن عتیق کی کوفہ میں بڑی شہرت تھی۔ آپ کی شرافت اور نیک نامی کا بہت چرچا تھا۔ آپ زبردست پہلوان ہونے کے ساتھ عابد و زاہد اور نامور قاری بھی تھے قرآن کریم کی قرأت میں آپ کا بڑا نام تھا۔

جناب کنانہ بن عتیق کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ سروی کے مطابق آپ کی شہادت حملہ اولیٰ میں ہوئی۔

مسلم بن کثیر

جناب مسلم بن کثیر الاعرج الازدی الکوفی کا تعلق تابعین میں ہوتا ہے آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب میں شامل تھے، آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ مختلف جنگوں میں حصہ لیا تھا۔

جناب مسلم بن کثیر کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مع اپنے اہلبیت عازم سفر ہیں تو کوفہ سے

حضرت علیہ السلام کی نصرت کیلئے روانہ ہوئے اور کربلا پہنچنے سے قبل قافلہ حسینی سے جاملے اور خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حضوری کا شرف حاصل کیا۔ علامہ سروی کے مطابق روز عاشورا ابن سعد کے پہلے حملے میں شہید ہوئے۔

منجح بن سہم

جناب منجح بن سہم حضرت امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اعزا کے ساتھ مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لائے تو جناب منجح بھی ان کے ساتھ تھے۔ روز عاشورا بڑی دلیری سے جنگ کی اور لشکر ابن سعد کے نامور پہلوانوں سے مقابلہ کیا روایت ہے کہ آپ جنگ کی ابتدا میں شہید ہوئے حسان بن بکر حنظلی ان کا قاتل تھا۔ جناب منجح کا ذکر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعا زیارت ناحیہ میں مرقوم ہے۔

نصر بن ابی نیزر

جناب نصر بن ابی نیزر حضرت علی علیہ السلام کے غلام تھے۔ آپ کے والد جناب نیزر کا تعلق سلاطین عجم سے تھا۔ جناب نیزر کو رسولؐ اللہ نے پالا اور ان کی پرورش فرمائی جناب نیزر نہایت وفادار اور خلیق تھے۔ جناب رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد آپ دختر رسولؐ خدا جناب سیدہ علیہا السلام اور انکی اولاد کی خدمت میں رہے۔

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ''میری یہ تحقیق ہے کہ نیزر نجاشی کی اولاد میں سے تھے۔'' جب حضرت نیزر کم سن تھے اس وقت آپ کو دین اسلام سے بہت رغبت پیدا ہوئی۔ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا مبرد کے علاوہ دیگر مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نصر کے والد ابو نیزر سلاطین عجم کی اولاد میں سے تھے۔ اور کسی نے آپ کو جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا تھا۔ بعد وفات رسالت مآب آپ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں رہے اور آپ کے نخلستان میں کام کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کے کنواں کھودنے اور اس کے وقف کا حال روایت کیا کرتے تھے۔

علامہ مبرد نے کامل میں کنواں کھوانے کی حدیث کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ ابو نیزر کہتے کہ میں چشمہ ابو نیزر اور بغیبغہ کے نخلستان میں کام کیا کرتا تھا کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام وہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ ''اے ابو نیزر تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے''۔ میں نے عرض کی۔ ''مولا ہے تو لیکن آپ کے لائق نہیں''۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ ''جو کچھ ہے وہی لا دو''۔ حضرت نے اٹھ کر چشمہ میں ہاتھ دھوئے اس کے بعد جو میں لایا تھا۔ آپؑ نے نوش فرمایا۔ اس کے بعد ریت سے ہاتھ مل کر اس چشمہ سے دھوئے۔ اس کے بعد آپ چشمے میں اترے اور اسے کھودنا شروع کیا تا کہ زیادہ پانی نکلا کرے اور چشمہ زیادہ وسیع ہو جائے۔ آپ دیر تک کھودتے رہے پھر واپس آئے آپ کے چہرہ مبارک پر پسینہ تھا پھر دوبارہ چشمہ میں داخل ہوئے دفعتہً پانی موٹی دھار سے نکلنا شروع ہو گیا۔ آپ چشمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''میں نے اس چشمہ کو فقرائے مدینہ پر وقف کیا اس پر خدا کو گواہ کرتا

ہوں۔" اس کے بعد ایک کاغذ پر یہ مضمون تحریر فرمایا۔ "بندہ خدا علی امیر المومنینؑ نے وقف و حبس کیا چشمہ ابی نیزر اور چشمہ بغسیغہ کسی کو اس کے فروخت اور ہبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، ہاں اگر حسنینؑ کو ضرورت ہو تو وہ بیع اور ہبہ کر سکتے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کو اس کا اختیار نہیں"۔

ابصار العین کے موافق جناب نیزر کے فرزند جناب نصر جو مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں رہے یوم عاشورا حملہ اولی میں شہید ہوئے۔

جابر بن عروہ غفاری

معالی السبطین میں محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عروہ غفاری صحابی رسولؐ تھے۔ آپ جنگ بدر میں رسولؐ اللہ کے ساتھ تھے۔ رسولؐ اللہ کے بعد آپ گوشہ نشین ہوگئے، آپ اتنے ضعیف تھے کہ آپ کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے اور آپ کی کمر جھک چکی تھی آپ نے ابرو پر ایک پٹی باندھی اور کمر کو کس کر حضرت سے اجازت طلب کی۔ آپ کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "اے سن رسیدہ اللہ آپ کی کوششوں پر آپ کو جزا دے۔" جب آپ میدان میں آئے تو رجز خوانی کی اور اسی سے زیادہ یزیدیوں کو واصل جہنم کر کے جام شہادت نوش کیا۔"

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت عون کے بعد جابر جو جنگ بدر اور اسلام کی دوسری جنگوں میں رسولؐ اللہ کے ہمرکاب تھے حضرت کی خدمت میں آئے آپ کی بڑھاپے کے سبب پلکیں جھکی ہوئی تھیں انہیں آپ نے باندھا جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آکر اجازت طلب کی تو انہیں دیکھ کر حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے مرد بزرگ اللہ آپ کو اس عمل کی جزائے خیر عطا فرمائے"۔

اس کے بعد آپ میدان میں تشریف لائے اور یہ رجز پڑھا "بنو غفار، خندف اور بنی نزار جانتے ہیں کہ میں احمد مختار کی مدد کر رہا ہوں۔ اے قوم تم بھی مرد صالح کی مدد کرو جن پر خالق خود درود و سلام بھیجتا ہے۔" اس کے بعد حملہ کر کے اسی (۸۰) کافروں کو ہلاک کیا اور جام شہادت نوش کیا۔

سعید بن عبداللہ

جناب سعید بن عبداللہ الحنفی محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ نہایت عابد و زاہد اور بڑے بہادر تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں جو قاصد حاضر ہوئے تھے ان میں جناب سعید بن عبداللہ بھی تھے۔ ان خطوط میں لوگوں نے اپنی عقیدت اور جانثاری کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا۔ آپ علیہ السلام یہاں تشریف لائیں یہاں بہت بڑی تعداد میں لوگ آپ کی ہدایت اور اطاعت کے منتظر ہیں اور جانثاری کے لئے تیار ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان خطوط کے جواب میں لکھا تھا۔ "تمہارے قاصد ہمارے پاس پہنچے۔ آخر میں سعید بن عبداللہ اور ہانی بن عروہ تمہارے خطوط لے کر حاضر ہوئے تم لوگوں نے خطوط میں مطلب واضح کیا ہے

کہ تم لوگ بغیر امام کے وہاں ہو اس لئے میں آؤں اور تمہاری ہدایت کروں اور احکام الٰہی بتاؤں لہٰذا میں اپنے چچازاد بھائی اور معتمد خاص جناب مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، اگر تم لوگ متفق ہو تو یہ مجھے تمہارے اور روساء اور اشراف وسرداروں کے مفصل حالات سے آگاہ کریں گے اور میں عنقریب آجاؤں گا۔ یہ خط جناب مسلم کی روانگی سے قبل جناب سعید اور جناب ہانی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا۔

حضرت مسلم کی کوفہ آمد پر لوگوں نے عزت واکرام کا اظہار کیا تھا اور اطاعت و وفاداری کے وعدے کئے تھے یہ دیکھ کر حضرت مسلم نے جناب سعید بن عبداللہ کی معرفت حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط بھیجا تھا۔ جس میں لکھا تھا کوفہ کے حالات سازگار ہیں جب سے جناب سعید خط لیکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اسکے بعد سے حضرت کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔

ابو جعفر طبری نے لکھا ہے۔ حضرت مسلم جب کوفہ میں پہنچے اور جناب مختار کے گھر میں ٹھہرے تو لوگوں نے خطبے پڑھنا شروع کیے تو سب سے پہلے عابس نے خطبہ پڑھا تھا پھر حضرت حبیب ابن مظاہر نے اور تیسرا خطبہ جناب سعید بن عبداللہ نے پڑھا تھا۔ اس خطبہ میں آپ نے کہا تھا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں قربان کردوں گا۔

جب شب عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ یہ لوگ میری جان لینے کے درپے ہیں۔ اس موقعہ پر جناب سعید بن عبداللہ نے کہا تھا۔ مولا میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں آپ کی محبت میں قتل کردیا جاؤں اور پھر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا پھر مجھے جلا کر میری خاک ہوا میں اڑادی جائے اور ستر بار ایسا ہی ہو پھر بھی میں آپ سے جدا نہیں ہونگا۔ شب عاشورا جناب سعید بھی دوسرے اصحاب کی طرح ساری رات مصروف عبادت رہے۔

روز عاشورا جب نماز ظہر کا وقت آیا۔ تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس طرح نماز ادا فرمائی کہ آپ کے آدھے جانثار مصروف جنگ تھے اور آدھے نماز میں شریک تھے یہ فقہی مسئلہ ہے کہ دوران جنگ اسی طرح نماز ادا کی جائے جب آدھے لوگ نماز ادا کرلیں تو باقی لوگ نماز ادا کریں اور جو نماز ادا کر چکیں وہ دشمن سے مقابلہ کریں۔

جس وقت نماز کی صف بندی ہوئی جناب سعید بن عبداللہ فوج کے اس حصہ میں تھے جہاں لشکر ابن سعد لڑ رہا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قریب اس کا لشکر آ گیا تھا اس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حضرت علیہ السلام کے قریب آنے میں کامیاب ہو جائینگے تو جناب سعید حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیہ السلام کی طرف آنے والے ہر تیر کو اپنے سینے، منہ، ہاتھوں، گردن اور پہلو پر روکتے تھے لیکن کوئی تیر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف نہیں جانے دیتے تھے۔ جب بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا۔ تو آپ زمین پر گر پڑے اور بارگاہ الٰہی میں فرما رہے تھے۔ ''اے پروردگار ان لوگوں پر عاد وثمود کی طرح لعنت فرما جیسے تو نے ان پر لعنت کی تھی۔ اے اللہ میرا اسلام حضرت رسول خدا پر پہنچے اور مجھے جو زخموں سے تکلیف ہے اس سے جناب رسولؐ خدا کو مطلع فرما کیونکہ میرا

مقصد رسولؐ اللہ کی ذریت کی نصرت کرنا اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے۔آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا"یا ابن رسولؐ اللہ کیا میں نے حق ادا کر دیا یا نہیں۔حضرت نے فرمایا"بیشک تم نے جو ہمارا حق تھا وہ ادا کر دیا اور اے سعید بہشت میں جاتے ہوئے تم میرے آگے ہوگے۔"یہ سن کر جناب سعید مطمئن ہو گئے اور روح پرواز کر گئی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مقتل لہوف میں لکھتے ہیں کہ جب جناب سعید بن عبداللہ تیروں سے نڈھال ہو کر زمین پر گرے تو فرما رہے تھے۔"اے خدا اس ظالم قوم پر عاد و ثمود کی طرح لعنت فرما اور میرا اسلام اپنے پیغمبر کو پہنچا اور جو زخم میرے جسم پر لگے ہیں۔ان کو اس سے مطلع فرما میرا مقصد تیرے پیغمبر کی نصرت اور تیری خوشنودی حاصل کرنا ہے۔یہ کہتے ہوئے آپ دنیا سے رخصت ہوئے جب جناب سعید کے زخموں کا مشاہدہ کیا گیا تو تلواروں اور تیروں کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیروں کے پھل آپ کے بدن میں پیوست تھے۔علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ سعید بن عبداللہ حنفی بوقت ادائیگی نماز ظہر حضرت امام حسین کے سامنے کھڑے تھے اور جو نیزہ و تیر لشکر مخالف سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آتا تھا اسے حضرت تک نہیں پہنچنے دیتے تھے بلکہ اسے اپنے جسم پر روک لیتے تھے۔یہاں تک کہ تیروں اور نیزوں کے زخموں سے چور زمین پر گر پڑے اس وقت آپ کہہ رہے تھے۔"خداوند لعنت کر ان ظالموں پر مثل عاد و ثمود کے،خداوندا میرا اسلام اپنے پیغمبر کو پہنچا اور انہیں آگاہ فرما کہ میں نے ان کے فرزند کی نصرت کی تو مجھے اپنی رحمت کا امیدوار کر،صاحب بحار الانوار نے یہ بھی لکھا ہے کہ علاوہ زخمہائے نیزہ و شمشیر انکے بدن سے تیرہ (۱۳) تیر نکلے۔

سیف بن مالک العبدی البصری

حضرت سیف بن مالک محبان اہل بیت میں تھے ماریہ کا مکان جو محبان اہل بیت کی آماجگاہ تھا یہاں اکثر صلاح مشورے ہوا کرتے تھے، اس میں سیف بن مالک بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لائے اور ماریہ کے مکان میں صلاح و مشورے ہوئے کہ کون کون حضرت کی نصرت کیلئے آمادہ ہے تو آپ نے بھی وہاں شرکت فرمائی۔انصار العین میں مرقوم ہے کہ جناب سیف بن مالک یزید بن ثبیط کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے اور حضرت علیہ السلام کے ساتھ رہے۔روز عاشورا بعد نماز ظہر آپ نے ابن زیاد کے لشکر سے نہایت بہادری سے جنگ کی اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

نافع بن ہلال الجملی

جناب نافع بن ہلال بن نافع بن جمل بن سعد العشیرہ بن مذحج المذحجی الجملی کے متعلق معالی السبطین میں محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ بعض مورخین نے آپ کا نام ہلال ابن نافع لکھا ہے نافع دادا کے نام پر تکرار سمجھ کر کاٹ دیا ورنہ آپ کا نام نافع ابن ہلال ہے۔

جناب نافع بن ہلال نہایت شریف النفس اور بہادر مرد میداں تھے۔تیر اندازی میں آپ کو کمال کی مہارت

تھی۔آپ راوی حدیث، قاری قرآن اور منشی کامل تھے۔آپ کو حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب خاص ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ نے جنگ جمل، صفین اور نہرواں میں شرکت فرمائی تھی۔آپ کوفہ حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت سے پہلے روانہ ہو گئے تھے اور راہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر حر کے آنے کے بعد خطبہ پڑھا تھا جس میں فرمایا تھا۔جسے ہمارے ساتھ جان دینا ہو وہ ہمارے ساتھ رہے ورنہ چلا جائے میں بخوشی جانے کی اجازت دیتا ہوں۔اس کے جواب میں پہلے عزیزوں نے خطاب کیا۔اس کے بعد اصحاب میں سب سے پہلے حضرت زہیر بن قین نے کہا تھا کہ مولا جب تک ہم زندہ ہیں آپ سے جدا نہ ہونگے۔ان کے بعد جناب، نافع بن ہلال اپنی جگہ سے اٹھے اور عرض کی۔مولا آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے نانا حضرت رسولؐ خدا یہ نا کر سکے کہ سب مسلمانوں کو دلوں میں ان کی محبت ہو جائے ان لوگوں میں کچھ لوگ مدد کا وعدہ کرتے تھے اور دل سے آنحضرتؐ کے خلاف تھے اور آپ کے والد ماجد کے ساتھ بھی لوگوں کا رویہ یہی رہا۔کچھ نے تو اطاعت جان و دل سے کی اور جس نے آپ کے والد سے جنگ کی اس سے جنگ کر کے ان لوگوں نے اپنی جانیں قربان کیں اور کچھ لوگ مخالف ہی رہے۔اے مولا آج آپ کے لئے بھی ہمارے خیال میں یہی حال ہے جو بھی آپ کی بیعت توڑے اور خوف زدہ ہوا اپنے لئے برا کرے گا اور وہ نقصان ضرور اٹھائے گا۔مولا آپ جس طرف بھی مشرق یا مغرب کسی سمت جائیں ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور آپ کی حفاظت کریں گے۔خدا کی قسم جو ہمارے مقدر میں لکھا ہے ہمیں اس کا خوف نہیں۔اور نہ ہمیں موت کا کوئی ڈر ہے۔ہم اپنی رائے میں اور ارادے میں پختہ ہیں،آپ کے دوست کے دوست اور دشمن کے دشمن ہیں۔

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ جب عمرو بن قرظہ انصاری حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت وحمایت میں شہید ہو گئے تھے تو ان کا بھائی ابن سعد کے لشکر میں تھا یہ لشکر سے باہر آیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہنے لگا۔اے حسین علیہ السلام آپ نے میرے بھائی کو فریب سے اپنے ساتھ رکھا (معاذ اللہ) اور قتل کرا دیا۔اس بے ادب کی گستاخانہ گفتگو سن کر حضرت نافع نے اس پر حملہ کر دیا۔اس پر ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گر گیا۔ابن سعد کے لشکر والے اسے اٹھا کر لے گئے۔جو لوگ اسے بچانے آئے تھے ان سب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا اس وقت حضرت نافع نے سب کو مار کر بھگا دیا۔

شیخ مفید اور صاحب مناقب نے روایت کی ہے کہ جناب نافع معرکہ جہاد میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔"اے اہل کوفہ میں نافع بن ہلال ہوں، میرا دین دین علی علیہ السلام سے ہے اور دین علی علیہ السلام دین رسولؐ ہے" اس وقت قبیلہ بنی قطیعہ سے مزاحم ابن حرث حضرت نافع بن ہلال کے مقابلہ پر آیا تو حضرت نافع بن ہلال اس پر تلوار لے کر اس طرح جھپٹے کہ اس ملعون نے بھاگنا چاہا لیکن بچ نہ سکا۔حضرت نافع کا وار ایسا کاری تھا کہ وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج نے اپنے لشکر والوں کو آواز دی کیا تم جانتے ہو کس شیر کے مقابلے میں جا رہے ہو خبردار ہو جاؤ کہ جوان

کے مقابلہ پر جائے گا مارا جائے گا۔لہٰذا ایک بار ملکر اس پر حملہ کرو اور تیر برساؤ آپ مصروف جنگ تھے یہاں تک کہ سب تیر جو آپ کے پاس تھے ختم ہو گئے تو تلوار سے جنگ شروع کی۔ جب ابن سعد کے لشکر نے دیکھا کہ اس شیر پر قابو پانا مشکل ہے تو سب نے ملکر ایک ساتھ آپ پر حملہ کر دیا اور اس مرد جری پر چاروں طرف سے پتھر اور تیر برسائے اور آپ کو نرغے میں لے کر آپ پر تیروں اور پتھروں سے وار کئے جس کے سبب آپ کے دونوں بازو ٹوٹ کر شکستہ ہو گئے اس وقت شمر بے حیا اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے قریب آیا اور ان کی مدد سے ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ابن سعد نے کہا نافع تم نے یہ کیا کیا کہ اپنی جان کو ختم کیا اس پر حضرت نافع نے جواب دیا خدا خوب جانتا ہے کہ جان دینے سے میرا مقصد کیا ہے۔ایک شخص نے حضرت نافع کا خون داڑھی پر بہتے دیکھا تو کہا یہ تمہارا خون بہہ رہا ہے۔ اس پر حضرت نافع نے کہا مجھے اپنی جان کا افسوس نہیں اگر میرے بازو پتھروں اور تیروں کے حملے سے شکستہ نہ ہوتے تو تم لوگ مجھے کسی صورت پکڑ نہیں سکتے تھے۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ حضرت نافع نے اپنے تیروں پر اپنا نام لکھا ہوا تھا روضۃ الشہداء کے موافق آپ کے ترکش میں اسی (۸۰) تیر تھے، ان میں سے کوئی تیر خالی نہ گیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو آپ نے تلوار سے جنگ شروع کی۔ ابی مخنف نے روایت کی ہے کہ حضرت نافع نے ستر آدمیوں کو قتل کیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے آپ لڑتے لڑتے زخمی حالت میں تھے کہ ان کے بازو ٹوٹ گئے آپ زخموں سے بے حال تھے کہ ان پر لعینوں نے ہجوم کیا، شمر ذی الجوشن آپ کو ابن سعد کے پاس لے گیا۔ اس وقت آپ کے چہرے سے خون کے فوارے جاری تھے عمر سعد یہ دیکھ کر مسکرایا تو حضرت نافع نے کہا اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم مجھ کو ہرگز نہیں پکڑ سکتے تھے۔

حضرت نافع کی اس گفتگو کے بعد شمر نے ابن سعد سے پوچھا اب کیا حکم ہے میں ان کو قتل کر دوں۔ ابن سعد نے کہا تو ان کو لایا ہے تیرا دل چاہئے تو ان کو قتل کر دے شمر نے جب تلوار قتل کے ارادہ سے نکالی تو حضرت نافع نے کہا اے شمر! اگر تو مسلمان ہوتا تو ہرگز میرا خون اپنی گردن پر لے کر خدا کے سامنے روز قیامت نہ جاتا میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری موت تجھ جیسے شریر کے ہاتھوں مقرر فرمائی اس کے ساتھ ہی شمر لعین نے آپ کو تلوار کے وار سے شہید کر دیا۔

بحار الانوار میں لکھا ہے کہ جب حضرت نافع کا ترکش خالی ہو گیا تھا تو آپ نے اپنا ہاتھ قبضہ شمشیر پر رکھا اور یہ رجز پڑھا۔ ''اے قوم میں فرزند بجلی ہوں اور میرا دین علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کا ہے آج قتل کیا جاؤں تو یہی میری آرزو ہے اسلئے کہ مجھے اجر ملے گا میرے اعمال صالح کا'' یہ رجز پڑھ کر آپ نے میدان کارزار میں تیرہ لعینوں کو واصل جہنم کیا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ اس کے آگے مزید لکھتے ہیں اشقیاء نے ان کے دونوں بازو توڑ ڈالے اور اسیر کر کے ابن سعد کے پاس لے گئے۔ شمر ملعون نے انہیں شہید کیا۔

عمرو بن قرظہ

جناب عمرو بن قرظہ الانصاری کا نسب نامہ صاحبان سیر و تاریخ نے یہ تحریر کیا ہے۔ عمرو بن قرظہ بن کعب بن

عمرو بن عائذ زید مناۃ بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج الانصاری الکوفی الخزرجی۔

جناب عمرو کے والد ماجد جناب قرظہ رسولؐ اللہ کے صحابی تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے اکثر احادیث روایت کی ہیں۔ آنحضرت کے بعد آپ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے پہلے مدینہ منورہ پھر کوفہ میں قیام کیا۔ آپ ہر کڑے وقت میں امیر المومنین کے ساتھ رہے۔ جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت امیر المومنین کی طرف سے جنگ میں شرکت کی۔

آپ نہایت دیندار، ایماندار اور پاکیزہ طبیعت کے مالک تھے۔ اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے آپ کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جناب قرظہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا۔ حضرت علی علیہ السلام کے بعد کوفہ میں سب سے پہلے آپ پر نماز۔ پڑھا گیا۔ جناب عمرو کربلا میں اس وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے جب کوفہ میں ابن زیاد کی طرف سے لوگوں پر آنے جانے کی پابندی نہیں لگی تھی یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیغامات عمر سعد کے پاس کربلا میں شمر کے پہنچنے سے پہلے تک لے جاتے تھے۔ روز عاشورا جب آغاز جنگ ہوا تو آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔

مقتل لہوف اور بحار الانوار میں لکھا ہے کہ آپ نے ایسی جنگ کی کہ ابن سعد کے بہت سے فوجیوں کو فی النار کر دیا۔ دوران جنگ آپ رجز میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ "گروہ انصار کو معلوم ہے کہ میں ایسے بزرگ کی حمایت میں لڑ رہا ہوں جن کی حمایت واجب ولازم ہے میں اپنی جان راہ خدا میں پیش کر رہا ہوں میں جس بزرگ ہستی کی طرف سے لڑ رہا ہوں وہ حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں میری جان اور گھر بار سب کچھ حضرت پر فدا ہے۔" آپ جنگ کرتے کرتے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ وہ وقت تھا جب دشمن حضرت علیہ السلام کی طرف تیر پھینک رہے تھے۔ جناب عمرو بن قرظہ حضرت کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دشمنوں کے تیروں سے حضرت علیہ السلام کی حفاظت کرتے رہے اور جو تیر بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آتا اس کو اپنے سینے اور پیشانی پر روک لیتے تھے۔ آپ نے ہر آنے والا تیر اپنے جسم پر روکا اور کوئی تیر حضرت تک نہ پہنچنے دیا یہاں تک کہ جناب عمرو کی تیروں سے پیشانی اور سینہ بہت زیادہ زخمی ہو گیا۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مقتل لہوف میں لکھتے ہیں۔ جب تک جناب عمرو کے جسم میں جان باقی تھی کسی طرح کی تکلیف نواسہ رسول کو نہ پہنچنے دی اور جب ان کا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوئے۔ مولا کیا مجھ پر جو فرض تھا وہ میں نے ادا کیا یا نہیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا، تم جنت میں مجھ سے پہلے جاؤ گے۔ اے عمرو! جب داخل بہشت ہونا تو میرے نانا کو میرا سلام کہنا اور کہنا حسین علیہ السلام بھی میرے پیچھے حاضر ہو رہے ہیں۔ جب دشمنوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر حملہ کر دیا تو حضرت عمرو بن قرظہ تیروں کو اپنے سینے پر روکنے لگے اور اسی عالم میں شہید ہوئے۔

آقائے محمد مہدی مازندرانی معالی السبطین میں لکھتے ہیں عمرو بن قرظہ انصاری وہ جانثار ہیں کہ جب تک حضرت علیہ السلام کے سامنے موجود رہے نہ کوئی تیر جسم فرزند رسول تک آنے دیا اور نہ کوئی تلوار حضرت کی طرف چلنے پائی۔

جس طرف سے تیر آتا تھا۔عمرو اپنے ہاتھوں سے اسے روکتے تھے۔ جب آپ کے ہاتھ جواب دے گئے تو آنے والے تیر اپنے سینے پر روک لیتے تھے، آپ کو میدان میں جانے کی فرصت ہی نہ ملی، آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی حفاظت کیلئے ڈھال بنے رہنے کی بدولت حضرت کے قدموں میں گر کر جان نثار کی۔

جون بن حوی

جناب جون حضرت ابوذر غفاری کے غلام تھے اور اہل بیت سے اپنے آقا حضرت ابوذر کی طرح محبت کرتے تھے۔ حضرت جون پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام عمر حق وفاداری ادا کرتے رہے۔ صبرو استقلال اور وفا شعاری حضرت جون کی شخصیت کے اہم پہلو تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے سفر شروع کیا تو حضرت جون بھی حضرت کے ساتھ شریک سفر تھے یہاں تک کہ مکہ معظمہ اور مکہ معظمہ سے کربلا تک ساتھ رہے اور اپنے آقا حسین علیہ السلام کا ہر طرح سے خیال رکھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ حضرت جون ان کے غلام ہیں۔ حضرت جون بیمار کربلا کی خدمت پر معمور تھے۔ جب حضرت جون نے دیکھا کہ حضرت ایک ایک عزیز اور انصار کی لاش اٹھا رہے ہیں۔ تو جناب سید سجاد کے سرہانے رونے لگے۔ بیمار کربلا نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اے جون! کیوں رو رہے ہو۔ حضرت جون نے کہا آقا حسین علیہ السلام کی بیکسی دیکھی نہیں جاتی، آپ بیمار ہیں۔ اچھے ہوتے تو میں بھی امام کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دیتا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے جون میں اجازت دیتا ہوں کہ تم شوق سے جا کر بابا سے اذن جہاد طلب کرو''۔ بوڑھے جانثار غلام نے بیمار امام کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ بیمار کربلا نے حضرت جون کو دعائیں دیں۔ ''اے جون تمہیں خدا کے سپرد کیا''۔ حضرت جون نے خدمت امام حسین علیہ السلام میں عرض کی مولا بیمار کربلا سے اجازت لے کر آیا ہوں۔ آپ مجھے اذن جہاد دیجئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جون تم جوانی میں کافی جہاد کر چکے ہو اب بوڑھے ہو گئے ہو بوڑھوں پر جہاد ساقط ہے۔

حضرت جون اتنے ضعیف تھے کہ کمر جھک گئی تھی لیکن محبت حسین علیہ السلام میں سرشار تھے۔ آپ ہاتھ جوڑ کر اذن جہاد مانگ رہے تھے۔ جب دیکھا کسی طرح اجازت نہیں مل رہی ہے تو کہنے لگے۔ ہاں مولا میں حبشی سیاہ فام ہوں، میرا خون سیاہ ہے اور میرے پسینے سے بو آتی ہے۔ آپ نہیں چاہیں گے کہ ایک حبشی کا بدبودار خون بنی ہاشم کے خوشبودار خون میں شامل ہو جائے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب یہ سنا تو حضرت جون کو گلے لگا لیا۔ جب اجازت ملی تو حضرت جون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قدم چوم لئے۔

علامہ محمد باقر مجلسی، سید ابن طاؤس اور علامہ سید رضی داؤدی لکھتے ہیں کہ جب روز عاشورا میدان کارزار گرم تھا تو اس وقت حضرت جون خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور جہاد کی اجازت طلب کی۔ حضرت

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اے جون تم تو ہمارے پاس اس مقصد سے آئے تھے کہ آرام سے زندگی بسر کرو گے۔ اب تم قتل ہونے کی خواہش کر رہے ہو۔ میں تمہیں یہاں سے واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں، تم اپنی جان کی حفاظت کرو۔'' اتنا سننا تھا کہ حضرت جون حضرت امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں گر گئے اور حضرت کے قدم چوم کر کہنے لگے۔ اے! مولا یہ غلام ان لوگوں میں نہیں ہے کہ بوقت آرام وسکون تو آپ کے ساتھ رہے اور مصیبت و آلام کا وقت آئے تو آپ علیہ السلام سے علیحدگی اختیار کر لے۔

اے! میرے مولا بیشک میرا پسینہ بدبودار ہے، رنگ سیاہ ہے اور حسب اچھا نہیں لیکن مولا آپ کی برکت سے جب میں داخل جنت ہوں گا تو میرا پسینہ خوشبودار، حسب اعلیٰ اور رنگ سفید ہو جائے گا۔ میں قسم بخدا آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گا۔ جب تک میرا سیاہ خون آپ علیہ السلام کے خون میں شامل نہ ہو جائے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت جون اس طرح جان و دل سے فدا ہونے پر آمادہ ہیں تو حضرت نے آپ کو اذن جہاد دی۔ جب حضرت جون کو جہاد کی اجازت ملی تو نہایت بہادری سے میدان میں آئے، آپ اعدا پر حملہ کرتے جاتے تھے اور یہ رجز پڑھتے تھے۔ ''اے فاجر و فاسق لعینوں تم نے ایک غلام حبشی کی لڑائی دیکھی کہ وہ کس طرح اولاد رسول کی حمایت میں لڑ رہا ہے۔''

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ حضرت جون نے میدان کارزار میں یہ رجز پڑھا۔ ''تم اس سیاہ غلام کا کفار اور فاجروں کو اس کی تیز ہندی تلوار سے ہلاک کرنا جلد ہی دیکھ لو گے۔ لوگوں میں اس تلوار سے خاندان رسالت کا دفاع کر رہا ہوں اور مجھے اب اس عمل سے روز محشر مغفرت کی امید ہے۔''

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ مزید لکھتے ہیں کہ پھر شدید جنگ کی اور ستر لعینوں کو ہلاک کیا۔ آخر حضرت جون کی آنکھ پر ایسا زخم لگا کہ گھوڑے سے زمین پر آئے، دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور آپ کو زخموں سے چور چور کر دیا۔ مقاتل کی کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت جون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی، آقا میری آخری تمنا ہے کہ آپ کی زیارت کر لوں، یہ آواز سنتے ہی حضرت علیہ السلام تشریف لائے، حضرت جون کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا تو حضرت جون نے فوراً اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے دوبارہ سر زانو پر رکھا تو حضرت جون نے چاہا سر پھر زانو سے ہٹا لیں تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا جون کیا بات ہے جو سر زانو سے ہٹا لیتے ہو۔ حضرت جون نے کہا مولا یہ سر اس قابل نہیں کہ آقا کے زانو پر ہو۔

جب آپ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''بارالہا جون کا رنگ سفید کر دے ان کا پسینہ خوشبودار ہو جائے اور جون کو نیکوں اور پرہیزگاروں کے ساتھ بہشت میں مقام عطا فرما اور یہ محمد و آل محمد کے ساتھ رہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب بنی اسد شہیدوں کے لاشے دفن کر کے چلے گئے، پھر چند روز کے بعد ان کو حضرت جون کی لاش ملی تو ان کی لاش سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

اسلم بن عمرو

جناب اسلم بن عمر حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثار غلام تھے۔آپ نہایت ایماندار اور وفادار تھے۔آپ کے والد ترکی تھے۔جناب اسلم حضرت کے غلام مکاتب تھے۔آپ کو کاتب ابا عبداللہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

روز عاشور جب ہر طرف دشمن کی فوجیں پھیلی ہوئی تھیں اور میدان کارزار گرم تھا، آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مولا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں خاندان رسالت کی حفاظت کے لیے آپ سے جنگ کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب اسلم کا یہ جذبہ جانثاری دیکھ کر اجازت مرحمت فرمائی تو جناب اسلم نہایت جذبہ جانثاری سے میدان میں آئے اور نہایت دلیری سے جنگ کرتے رہے۔ آپ حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔میرے مولا و امیر حسین علیہ السلام ہیں۔آپ نے ہر مدمقابل کو موت کی نیند سلا دیا۔لڑتے لڑتے جب زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ جب حضرت علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو ان میں کچھ جان باقی تھی۔ جناب اسلم نے حضرت کی طرف اشارہ کیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں گلے لگا لیا اور اپنا رخسار مبارک جناب اسلم کے رخسار پر رکھ دیا۔اس وقت جناب اسلم مسکرائے اور کہا اب میرے برابر کون ہو سکتا ہے کہ نواسہ رسولؐ میرے رخسار پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں، یہ کہہ کر آپ کی روح پرواز کر گئی۔

معالی السبطین میں ہے کہ "جناب جون کی شہادت کے بعد جناب اسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت مانگی تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔"اسلم میں تمہیں امام سجاد علیہ السلام کو ہبہ کرتا ہوں۔" جناب اسلم جب حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو اس وقت آپ غش کی حالت میں تھے۔ جناب اسلم پاؤں کو بوسے دینے لگے جب جناب سجاد علیہ السلام کی آنکھ کھلی تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ اسلم اپنی آنکھیں آپ کے پاؤں پر رکھے مصروف گریہ ہیں، تو بیمار کربلا نے فرمایا۔ خیریت تو ہے۔اسلم تم بھوک و پیاس سے گھبرا تو نہیں گئے۔ یہ امتحان ہم آل محمدؐ کا ہے، تمہارا نہیں، اگر چاہو تو تمہیں سیراب کر دوں (معجزہ سے) جناب اسلم نے عرض کی مولا ہم شکل نبیؐ اور آل محمدؐ کے کمسن معصوم بچے اس وقت امتحان میں پیاسے رہ سکتے ہیں تو میں بھی پیاسا رہ سکتا ہوں۔ جناب سید سجاد نے فرمایا۔ پھر رونے کا سبب کیا ہے۔

جناب اسلم نے کہا میں حضرت کا غلام ہوں جب میں نے جنگ کی اجازت مانگی تو آپ کی خدمت میں ہبہ کر دیا۔شاید حضرت یہ نہیں چاہتے کہ میں ان کے قدموں میں اپنی جان قربان کروں لہٰذا میں اپنی قسمت پر رو رہا ہوں۔ حضرت سجاد علیہ السلام نے فرمایا۔اسلم ایسی بات نہیں ہے بخل ہم اہل بیت کو چھو کر نہیں گزرا، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں بیمار ہوں اور میرا ایک ہی بیٹا ہے جو میرے بعد نسل امامت کا امین ہے۔ بابا نے اس لیے تمہیں میرے لیے ہبہ کیا ہے تا کہ میرا بھی جنگ کربلا میں حصہ ہو جائے کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ یوم حشر تم میرے حصہ میں آؤ؟ جناب اسلم نے عرض کی مولا اس سے بڑھ کر اور کیا میری خوش نصیبی ہو سکتی ہے۔ کیا آپ کی اجازت ہے کہ میں جنگ میں شریک ہو جاؤں۔ جناب سجاد علیہ السلام نے فرمایا میں جنگ کی اجازت تو دوں گا لیکن پہلے میرے بھائی علی اکبر علیہ السلام کو ایک مرتبہ میرے خیمہ میں لے آؤ۔

جناب اسلم تیزی سے گئے اور جناب علی اکبر علیہ السلام کو لے آئے۔ جناب سجاد علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے ہم شکل نبیؐ کے بھائی، اسلم کو بابا نے مجھے ہبہ کر دیا ہے۔ میں تمہاری موجودگی میں اسلم کو آزاد کرتا ہوں۔ بابا کو میری طرف سے سلام کر کے کہنا اسلم میری قربانی ہے۔ اسے اس طرح رن میں روانہ فرمائیں جس طرح عزیزوں کو بھیجا جاتا ہے۔ یہ سن کر جناب اسلم حضرت سجاد علیہ السلام کے قدموں میں گر گئے۔ پاؤں کا بوسہ دیا اور عرض کی آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے؟ حضرت جناب زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا ہے۔ یہ سن کر جناب اسلم نے کہا میرے لیے آپ کا غلام ہو کر مرنا اور آپ کے نانا کی خدمت میں آپ کے غلام کی حیثیت سے جانا آزاد ہو کر جانے سے زیادہ قابل فخر ہے۔ اس کے بعد آپ میدان میں آئے اور یزیدیوں کی بہت بڑی تعداد کو واصل جہنم کر کے آپ شہید ہوئے۔"

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب جناب اسلم زخمی ہو کر زمین پر گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور شدت سے گریہ کیا اور اپنا رخسار مبارک غلام ترکی کے رخسار پر رکھا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور حضرت کے بے مثال جمال پر نظر گئی تو تبسم کیا اور روح باغ جنت کو پرواز کر گئی۔

حنظلہ بن اسعد شبامی

جناب حنظلہ کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے۔ حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبداللہ بن اسعد بن حاشد بن ہمدان الہمدانی الشبامی۔ بنو شبام ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔

جناب حنظلہ اہل بیت اطہار کے محب تھے۔ آپ فصاحت و بلاغت میں کمال رکھتے تھے۔ آپ قاری قرآن تھے۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف لائے تو جناب حنظلہ حضرت علیہ السلام کی نصرت کے لیے حاضر ہوئے۔ ورود کربلا کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام اور ابن سعد کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی تھی اس کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے پہنچانے کے فرائض جناب حنظلہ انجام دیتے تھے۔

روز عاشور جب میدان کارزار میں ہر طرف موت کے سائے تھے۔ یزیدی لشکر تین دن کے بھوکے پیاسوں پر حملہ آور تھا، اس وقت جناب حنظلہ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور جنگ کی اجازت چاہی۔ جب آپ کو جنگ کی اجازت مل گئی تو لشکر ابن سعد کے سامنے قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دیکھا حضرت حنظلہ لشکر اعدا کو قرآنی آیات سنا رہے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے حنظلہ یہ تمہاری نصیحت بالکل نہیں سنیں گے، یہ لوگ عذاب کے مستحق ہیں، یہ تمہارے اور اصحاب کے قتل پر آمادہ ہیں۔ یہ بہت سے تمہارے برادر ایمانی کو قتل کر چکے ہیں۔" جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ کلام جناب حنظلہ نے سنا تو کہا "مولا! آپ سچ فرماتے ہیں۔ آقا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی جان آپ پر فدا کر کے اپنے برادر ایمانی سے جا ملوں۔" اس کے جواب میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے حنظلہ اب جاؤ اور اپنی جان فدا کرو، اس دنیا سے

عالم آخرت بہتر ہے، وہاں پہنچ جاؤ اور اس کی بادشاہی کی طرف لوٹ جاؤ جسے کبھی زوال نہیں۔'' یہ سن کر حضرت حنظلہ نے خدمت امام میں سلام پیش کیا اور کہا ''مولا آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود و سلام ہو اور بہشت میں ہم کو آپ کی مصاحبت نصیب ہو۔'' یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آمین کہا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت حنظلہ رخصت ہوئے اور درود پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

آپ نے بڑی بہادری سے جنگ کی ان کی شجاعت سے گھبرا کر اعدا کے ایک بہت بڑے گروہ نے ایک ساتھ ان پر حملہ کیا، اسی حملہ میں آپ نے نہایت دلیری سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

معالی السبطین کے مطابق جناب حنظلہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ ''السلام علیک یا ابا عبدالله صلی الله علیک و علی اهل بیتک''. اس کے بعد آگے بڑھے اور حملہ کیا۔ آپ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ آپ زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لائے اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے تو یہ خوش نصیب حوض کوثر پر پہنچ چکے تھے۔

بحار الانوار میں جناب حنظلہ کے بارے میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت حنظلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی حفاظت اس طرح کر رہے تھے کہ ان کافروں کی تلوار اور نیزوں کو اپنے منہ اور سینہ پر روکتے تھے اور با آواز بلند کہتے تھے۔ ''اے اشقیاء کوفہ و شام میں ڈرتا ہوں تمہارے حال پر اس عذاب سے جو امت ہائے گزشتہ پر نازل ہوئے مانند عذاب قوم نوح اور عاد و ثمود کے اور وہ لوگ جو ان کے بعد تھے۔ خدا اپنے بندوں پر یہ نہیں چاہتا کہ ان پر ظلم ہو۔ اے قوم میں تم کو قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہوں جب تم منہ چھپا کر بھاگ رہے ہو گے لیکن اس وقت کوئی تمہیں عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا۔

اے قوم! حسین کے قتل سے باز رہو ورنہ خدا تم کو تباہ کر دے گا ناامید ہے وہ شخص جو خدا پر افترا کرے۔ جب حضرت حنظلہ کو اجازت ملی تو کہا۔ السلام علیک! اے فرزند رسولؐ خدا آپ پر اور آپ کے اہل بیت طاہرین پر درود و سلام اور مجھے اور آپ کو بہشت میں جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے خدا جمع کرے۔ حضرت امام حسین نے آمین کہا۔ اسکے ساتھ ہی حضرت حنظلہ میدان کارزار میں مصروف مقاتلہ ہوئے۔ اشقیاء نے آپ پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے شہادت پر فائز ہوئے۔

سوید بن عمر بن ابی المطاع

جناب سوید بن عمر بن ابی المطاع الانماری الخثعمی نہایت شریف النفس اور بہادر انسان تھے۔ آپ کثرت سے نمازیں پڑھتے تھے اور یاد خدا میں مصروف رہتے تھے۔ آپ ساری رات عبادت خدا میں مصروف رہا کرتے تھے۔

طبری اور داؤدی نے لکھا ہے کہ ''سوید بہت بہادر، شریف اور عابد و زاہد تھے۔ آپ نے کئی جنگیں لڑیں۔''

سوید جب میدان میں آئے تو نہایت بہادری سے مثل شیر جنگ کی یہاں تک کہ آپ کا سارا بدن زخموں سے چور ہو گیا اور آپ گر گئے، لوگ سمجھے کہ آپ انتقال کر چکے ہیں۔ حالانکہ آپ بے ہوش ہو گئے تھے۔ آپ کی

تلوار دشمن لے گئے۔ آپ کافی دیر تک میدان کارزار میں بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے۔ جب لشکر اعدا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا شور ہوا تو آپ کو ہوش آیا۔ اس وقت ایک خنجر جو آپ کے پاس پوشیدہ تھا اسے نکال کر لشکر ابن سعد پر حملہ کیا۔

معالی السبطین کے موافق ''اس حالت میں بھی پندرہ بیس کو واصل جہنم کیا۔'' جناب سوید کی یہ دلیری دیکھ کر لشکری ایک ساتھ دوڑ پڑے اور جناب سوید کو نرغہ میں لے لیا۔ عروہ بن بکار اور زید بن ورقا نے آپ کو شہید کیا۔

سید ابن طاؤس اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ جناب حنظلہ کی شہادت کے بعد جناب سوید بن عمرو مانند شیر نر میدان میں آئے اور مردانگی سے جنگ کی یہاں تک کہ زخم ہائے کاری کے سبب لڑنے کی طاقت نہ رہی اور شہدا کے لاشوں کے درمیان زخمی ہو کر گر گئے، اس وقت آپ کے جسم میں اتنی قوت نہ تھی کہ مزید جنگ کرتے، لہٰذا اسی حال میں رہے جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں سنا تو خنجر اپنے موزے سے نکال کر جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لہوف میں مزید تحریر فرماتے ہیں کہ کربلا میں اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرتے تھے جیسا کہ شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ''حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ایسے شجاع تھے کہ جب انہیں مصیبت کے وقت نصرت کے لیے پکارا جاتا تھا جبکہ دشمن کا گروہ پوری طرح مسلح ہوتا تھا تو یہ اصحاب جانثار ایسے خطرناک وقت میں اپنی زرہوں کو اپنے سینہ پر سجا کر خود کو موت کے منہ میں داخل کرتے تھے۔''

زیاد ابن غریب الصائدی

حضرت زیاد ابن غریب الصائدی کا نسب نامہ صاحبان سیر نے یہ تحریر کیا ہے۔ زیاد بن غریب بن حنظلہ بن دارم بن عبداللہ بن کعب الصائدی بن شرجیل بن شراحیل بن عمر بن جشم بن حاشد بن جشم بن حیزون بن عوف بن ہمدانی آپ کی کنیت ابو عمرۃ تھی۔

حضرت زیاد بن غریب کا تعلق ہمدان سے تھا۔ آپ کے والد جناب غریب حضرت رسول خداؐ کے صحابی تھے اور حضرت زیاد کو بھی حضورؐ کی زیارت کا شرف حاصل تھا۔

حضرت زیاد بن غریب نہایت دیندار، شریف النفس اور شجاع تھے۔ آپ کا شمار شجاعان عرب میں کیا جاتا تھا۔ آپ زہد و تقویٰ میں کمال کے درجہ پر فائز تھے۔ سارا دن عمل صالح اور اطاعت خدا اور رسولؐ میں بسر کرتے تھے اور رات تہجد میں گزارتے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ جناب زیاد حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے کربلا میں شہید ہوئے۔

علامہ شیخ ابن نما مہران کاہلی سے روایت کرتے ہیں کہ روز عاشورا میں نے کربلا میں دیکھا کہ ایک شخص جو نہایت بہادری سے لڑ رہے ہیں اور ابن زیاد کے لشکر پر اس طرح حملہ آور ہیں کہ جس طرف لشکر جاتا یہ اسی طرف حملہ

کررہے تھے اور قتال کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جب میں نے ان کی بابت لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا یہ ابوعمرہ حنظلی ہیں۔

آپ میدان کارزار میں نہایت جرات اور ہمت سے نبرد آزمائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے، آپ کے قاتل کا نام عامر بن نہشل ہے۔

عمر بن مطاع الجعفی

جناب عمر بن مطاع کا شمار محبان اہل بیت میں تھا۔ روز عاشورا جب معرکہ جنگ گرم تھا آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا مولا! مجھے مرنے کی اجازت دیجئے۔ آپ علیہ السلام کو جب حضرت کی طرف سے رن میں جانے کی اجازت ملی تو آپ نے نہایت دلیری سے لشکر ابن سعد کا مقابلہ کیا۔ شہید اعظم کے موافق جناب عمر بن مطاع الجعفی میدان جنگ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدح میں اشعار پڑھتے ہوئے آئے آپ نے تیس آدمیوں کو قتل کیا اس کے بعد شہید ہوئے۔

حجاج بن مسروق

جناب حجاج بن مسروق بن جعف بن سعد العشیرۃ المذحجی الجعفی قبیلہ مذحج کی مشہور و معروف شخصیت تھے۔ آپ حضرت علی علیہ السلام کے محب تھے، آپ کوفہ میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں رہے۔ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام مکہ سے عراق روانہ ہوئے تو اس وقت جناب حجاج بن مسروق کوفہ میں تھے۔ آپ کو جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کے متعلق معلوم ہوا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور منزل قصر بنی مقاتل میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام کے ساتھ رہے، آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے موذن ہونے کا شرف حاصل رہا۔ جب حضرت نماز پڑھاتے تو اذان جناب حجاج دیتے تھے۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جب روز عاشورا جنگ شروع ہوئی تو جناب حجاج حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن جہاد مانگی، جب اجازت مل گئی تو آپ میدان میں آئے اور دشمنوں سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ اتنے زخمی ہوئے کہ ریش مبارک خون سے رنگین ہوگئی، اسی حالت میں آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ اشعار حضرت کی خدمت میں نذر کیے۔ ''میری جان آپ پر فدا ہو، آپ ہمارے ہادی و مہدی ہیں۔ آج میں آپ کے نانا جان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ وصی رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوں گا''۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہوگا اور تمہارے بعد میں ان کی خدمت میں آتا ہوں۔ یہ سن کر جناب حجاج میدان کی طرف روانہ ہوگئے اور جنگ کرتے

ہوئے شہادت پائی۔ آپ نے پہلے حملے میں پندرہ لعینوں کو قتل کیا اور دوبارہ جب میدان میں آئے تو ایک سو پچاس (۱۵۰) دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ روضۃ الشہدا میں مرقوم ہے کہ حضرت کے لشکر کے موذن جناب حجاج بن مسروق جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ، محمد ابن ابی طالب موسوی، ابن کثیر اور صاحب مناقب نے روایت کی ہے کہ جب جناب حجاج بن مسروق موذن حضرت امام حسین علیہ السلام جہاد کے لیے میدان کارزار میں آئے تو اس مضمون کے اشعار پڑھے۔ ''آج میں جن پر اپنی جان نثار کروں گا۔ ان کے جد نبیؐ سے ملاقات کروں گا۔ بعدازاں صاحب جود وسخا حضرت علی علیہ السلام سے ملوں گا جن کو میں وصی مانتا ہوں اور اعلیٰ سیرت وصی وولی حضرت امام حسن علیہ السلام سے پھر شجاع ودلیر حضرت جعفر طیار سے پھر خدا کے شیر حضرت حمزہ شہید سے ملاقات کروں گا''۔

آپ نے یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکر اعدا پر حملہ کیا اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔

سلمان بن مضارب

جناب سلمان بن مضارب بن قیس الانماری البجلی نہایت جری اور اعلیٰ صفات کے مالک تھے۔ ابصار العین کے موافق جناب سلمان بن مضارب حضرت زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت زہیر بن قین کے والد قین اور جناب سلمان کے والد مضارب دونوں بھائی تھے اور قیس کے بیٹے تھے۔ ۶۰ھ کو جناب سلمان بن مضارب حضرت زہیر بن قین کے ساتھ حج کے لیے آئے تھے۔ جب حضرت زہیر بن قین حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو جناب سلمان نے بھی جناب زہیر بن قین کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل کیا اور وقت شہادت تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے جانثاروں میں شامل رہے۔ صاحب حدائق کی روایت کے موافق روز عاشورا حضرت زہیر بن قین کی شہادت سے قبل بعد نماز ظہر جناب سلمان بن مضارب شہید ہوئے۔

زہیر بن قین

حضرت زہیر ابن قین قیس الانماری البجلی نے کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ اپنی قوم کے رئیس تھے، آپ نہایت اعلیٰ بلند کردار اور شجاع تھے۔ آپ نے اکثر جنگوں میں شرکت فرمائی۔

جناب زہیر بن قین ۶۰ھ میں مع اپنے اہل وعیال کے حج کرنے مکہ معظمہ آئے تھے، مکہ معظمہ سے واپس کوفہ آرہے تھے کہ راستہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آپ حضرت علیہ السلام کے ساتھ شریک سفر ہوئے۔ (جناب زہیر بن قین کی دوران سفر کوفہ حضرت سے ملاقات اور شب عاشور حضرت علیہ السلام کے خطبہ کے جواب میں جناب زہیر کے جانثاران خیالات اور اعدا کو نصیحت کے بارے میں گزشتہ صفحات پر تحریر کیا جاچکا ہے۔) نماز ظہر میں حضرت زہیر بن قین کی جانثاری کا یہ عالم تھا کہ جو تیر حضرت کی طرف آتا اسے اپنے سینے پر روک لیتے تھے۔

مقتل ابومخنف میں منقول ہے کہ بعد شہادت حضرت حبیب ابن مظاہر ہنگامہ جدال وقتال بہت گرم ہوا۔ اس وقت حضرت زہیر بن قین نے بہت دلیری سے جنگ کی اور بعد قتال پلٹ آئے اسکے بعد دوبارہ ایسا حملہ کیا کہ میدان جنگ میں تہلکہ مچ گیا۔ یہ لشکر شام پر ایسا دلیرانہ حملہ تھا کہ ایسا حملہ نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس وقت حضرت زہیر بن قین یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''میرا نام زہیر بن قین ہے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں تمہیں تلوار سے مار رہا ہوں''۔

حضرت زہیر بن قین کئی حملے کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ اشعار بطور الوداع عرض کیے۔ ''میں آپ سے ہادی ومہدی پر صدقے ہوں، اے مولا! آج میں آپ کے نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے والد ماجد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آپ کے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام اور آپ کے چچا حضرت جعفر طیار سب کی خدمت میں پہنچوں گا''۔

یہ اشعار پڑھ کر حضرت زہیر بن قین پھر میدان میں آئے اور حملہ شروع کیا۔ آپ نے نہایت بہادری سے جنگ کی یہاں تک کہ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی دونوں نے مل کر حضرت زہیر پر حملہ کیا اور حضرت کو شہید کیا۔ علامہ سروی نے اپنی کتاب المناقب میں لکھا ہے کہ جب حضرت زہیر بن قین شہید ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام ان کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''اے زہیر تم پر خدا کی رحمت ہو اور تمہارے قاتلوں پر خدا لعنت کرے جو بندروں اور ریچھوں کی طرح مسخ ہو گئے ہیں''۔

حبیب ابن مظاہر

جناب حبیب ابن مظاہر کا نسب نامہ یہ ہے۔ حبیب ابن مظاہر ابن رئاب بن اشتر بن فجوان بن فقعس بن طریف بن عمرو بن قیس بن حرث بن ثعلبہ بن دودان بن اسد ابوالقاسم الاسدی الفقعسی حضرت حبیب ابن مظاہر مدینہ منورہ میں بتاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۵ ہجری یوم چہارشنبہ بوقت نماز مغرب پیدا ہوئے۔

جناب حبیب ابن مظاہر کو حضرت رسالت مآب کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے کوفہ میں قیام اختیار کیا۔ آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب خاص میں تھے۔ آپ باب مدینۃ العلم کے علوم سے بہرہ مند ہوئے اور بعد رسالت مآبؐ ہر جنگ میں امیر المومنین کے ساتھ شریک جنگ رہے۔

آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن مجید کی بہت زیادہ تلاوت کرتے تھے۔ علامہ شوشتری قاضی نور اللہ شہید ثالث تحریر فرماتے ہیں۔ '' آپ کو سارا قرآن مجید یاد تھا، آپ ہر شب ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ آپ کا یہ اصول تھا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن مجید کی تلاوت شروع فرماتے تھے اور صبح ہوتے ہوتے ختم کر لیتے تھے۔

حضرت حبیب ابن مظاہر کی اہل بیت سے محبت کا انداز انفرادیت کا حامل تھا۔ بچپن میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت علیہ السلام چلتے تو آپ حضرت کی خاک پا کو اپنی آنکھوں سے لگا لیتے تھے۔ علامہ واعظ

کاشفی روایت تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسولؐ خدا اپنے اصحاب کے ہمراہ مدینہ سے گزر رہے تھے کہ دیکھا بچے کھیل رہے ہیں ان میں سے ایک بچے کو آپؐ آغوش میں لے کر زمین پر بیٹھ گئے اور خوب شفقت فرمائی اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ یہ بچہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ بچہ میرے حسین علیہ السلام کا دوست ہے۔ ایک دن میں نے دیکھا تھا کہ یہ حسین علیہ السلام کے قدموں کے نیچے کی خاک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا اور یہ حسین پر بہت شفیق تھا۔

بلاغۃ الحسین علیہ السلام میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی اور آپ کو اہل کوفہ کی بے وفائی کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام نے بارہ پرچم تیار کیے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ہر شخص ایک پرچم اٹھائے جب ایک پرچم باقی بچا تو اصحاب نے عرض کی میرے آقا و سردار اس پرچم کو اٹھانے کا عزوشرف مجھے عطا فرمائیے، حضرت نے ان اصحاب کو دعائے خیر سے نوازا اور فرمایا اس پرچم کا اٹھانے والا آنے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت حبیب ابن مظاہر کے نام خط لکھا جس کا سرنامہ تھا۔ حسین ابن علی کی طرف سے مرد فقیہ حبیب ابن مظاہر کے نام اس خط میں حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت حبیب ابن مظاہر سے یوں مخاطب ہوئے۔ ”اے حبیب تم جانتے ہو کہ ہم رسول اللہ کے قرابت دار ہیں اور تم مجھ سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہو تم غیرت اور بزرگیوں کے حامل ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم میری نصرت میں بخل نہیں کرو گے، اس کی جزا تمہیں روز قیامت میرے نانا رسول خدا دیں گے“۔

علامہ کشی فضل بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میثم تمار اپنے گھوڑے پر جا رہے تھے کہ سامنے سے حضرت حبیب ابن مظاہر اپنے گھوڑے پر آ رہے تھے۔ ان دونوں کی ملاقات ایسے مقام پر ہوئی جہاں بنی اسد جمع ہوا کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرات اتنے قریب ہوئے کہ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں اور آپس میں حضرت میثم تمار اور حضرت حبیب ابن مظاہر نے باتیں شروع کر دیں۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے کہا مجھے ایسا دکھائی دے رہا ہے گویا کہ ایک بوڑھا شخص چوڑی پیشانی والا جو دارالرزق کے پاس تربوز بیچا کرتا ہے وہ بوجہ محبت اہل بیت رسول سولی دیا گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت میثم تمار نے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جس کا رنگ سرخ ہے اور اس کے دو گیسو ہیں، وہ اپنے نبی کے نواسے کی مدد کرنے جائے گا اور ان کے ہمراہ شہید ہوگا اور اس کا سر کوفہ میں پھرایا جائے گا۔ اس گفتگو کے بعد دونوں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے آپس میں کہا دیکھو یہ دونوں کیسے جھوٹے ہیں کہ ہم نے ایسے جھوٹے نہیں دیکھے، یہ لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں جناب رشید ہجری حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت میثم تمار کی تلاش میں وہاں آئے اور ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا اس طرف حبیب ابن مظاہر اور حضرت میثم آئے تھے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ دونوں یہاں آئے تھے اور آپس میں گفتگو کر کے چلے گئے۔ جب دونوں کی گفتگو کے بارے میں جناب رشید نے سنا تو کہا خدا رحمت نازل کرے حضرت میثم تمار پر وہ اتنا کہنا بھول گئے کہ جو شخص حضرت حبیب ابن مظاہر کا سر کوفہ میں لائے گا اس کو سو درہم انعام دیا جائے گا۔ یہ کہہ کر جناب رشید وہاں سے چلے گئے۔ ان کی گفتگو سن کر یہاں موجود لوگوں نے کہا یہ تو ان دونوں سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ چند روز ہی گزرے تھے کہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ حضرت میثم

تمار کو عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی دی گئی اور حضرت حبیب ابن مظاہر کا سر کوفہ میں لایا گیا اور جو کچھ حضرت میثم تمار اور حضرت حبیب ابن مظاہر اور جناب رشید نے کہا تھا یہ سب ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہدایت کے لیے کوفہ تشریف لانے کو خطوط لکھے تھے۔ ان میں حضرت حبیب ابن مظاہر بھی تھے۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے بحیثیت سفیر تشریف لائے اور جناب مختار کے گھر میں اترے اور اہل کوفہ نے وہاں آپ کی خدمت میں آنا شروع کیا تو اس وقت بہت سے لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت کے لیے خطبے شروع کیے۔ سب سے پہلے جناب عابس شاکری نے خطبہ پڑھا ان کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہر نے حضرت عابس سے مخاطب ہو کر کہا خدا تم پر رحمت نازل کرے کہ مختصر کلام میں مقصد بیان کیا۔ قسم بخدا مجھ پر بھی اسی طرح حضرت کی اطاعت فرض ہے۔ جس طرح تم پر فرض ہے۔ اس کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت مسلم بن عوسجہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہل کوفہ سے بیعت لیتے رہے لیکن جب ابن زیاد کے کوفہ میں آنے سے حالات بدل گئے تو یہ دونوں بزرگ روپوش ہو گئے۔ لیکن جب انہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی کربلا روانگی کی خبر ملی تو رات کی تاریکی میں دشمنوں سے بچتے ہوئے کربلا کے لیے روانہ ہو گئے یہ مردِ حق رات بھر سفر کرتے تھے اور دن میں روپوش ہو جاتے تھے۔

محمد بن ابی طالب کی راوی ہیں کہ جب حضرت حبیب ابن مظاہر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ انصار کی تعداد بہت کم ہے اور دشمن کا لشکر بہت بڑا ہے۔ اس وقت حضرت حبیب ابن مظاہر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کی مولا یہاں قریب ہی میرے ہم جد بنی اسد رہتے ہیں، آپ علیہ السلام کا حکم ہو تو میں جا کر ان لوگوں کو آپ کی نصرت وحمایت کی دعوت دوں ممکن ہے کہ وہ منظور کر لیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تم جو مناسب سمجھو کرو۔

حضرت حبیب ابن مظاہر وہاں تشریف لے گئے اور وعظ و نصیحت فرمائی اور کہا میں تم لوگوں کو ایسی نیکی کی دعوت دیتا ہوں جو کسی شخص نے اپنی قوم کو نہیں دی۔ اے اہل قریہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے فرزند اور تمہارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ کے نواسے قریب میں آکر ٹھہرے ہیں، ان کے ساتھ بہت کم لوگ ہیں جبکہ آپ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جو حضرت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ تم لوگ میرے ہم قوم ہو میں اس لیے تمہیں لینے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تم لوگ ان جناب کی نصرت کرو گے اور دشمن سے رسول اللہ کی حرمت کی حفاظت کرو گے تو خداوند عالم دنیا اور دین دونوں میں شرف عطا فرمائے گا۔ حضرت حبیب ابن مظاہر کا کلام ختم ہوتے ہی عبداللہ بن بشیر اسدی اٹھے اور کہا اے حبیب آپ ہمارے لیے بہترین کام لائے ہیں۔ سب سے پہلے میں آپ کی دعوت قبول کرتا ہوں۔ اس طرح نوے آدمی حضرت حبیب ابن مظاہر کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

ایک شخص نے اس واقعہ سے متعلق ابن سعد کو جا کر اطلاع کر دی۔ ابن سعد نے ارزق کو پانچ سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب اس لشکر کا ان لوگوں سے سامنا ہوا تو شروع میں ان لوگوں نے ابن سعد کے لشکر سے جنگ کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ مقابلہ نہیں کر پائیں گے، تو اپنے گھر چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت

حبیب ابن مظاہر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ ''اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔'' (یہ واقعہ گزشتہ صفحات پر روضۃ الشہداء کے حوالہ سے بعنوان ''بنی اسد کو دعوت جہاد میں'' ملاحظہ فرمائیں۔)

حضرت حبیب ابن مظاہر ہمہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت میں مصروف رہتے تھے۔ ابو مخنف سے روایت ہے کہ روز عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر ابن سعد کے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ ''لوگوں ذرا غور کرو کہ میں کون ہوں، مجھے دیکھو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں۔'' یہ سن کر شمر لعین نے حضرت علیہ السلام سے کہا تھا۔ اے حسین علیہ السلام کیا کہتے ہو کچھ سمجھ میں نہیں آتا، اس وقت حضرت حبیب ابن مظاہر نے شمر شقی سے کہا تھا۔ اے بد بخت تو خدا کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ اے حسین علیہ السلام تم کیا کہتے ہو۔

طبری نے لکھا ہے کہ روز عاشورا جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے لشکر کو مرتب فرمایا تو حضرت حبیب ابن مظاہر کو لشکر کے بائیں طرف کا سردار مقرر کیا تھا اور حضرت زہیر بن قین کو لشکر کے داہنے حصے کی سرداری عطا فرمائی تھی۔ جناب حبیب ابن مظاہر کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی ان کو میدان میں لڑنے کے لیے آواز دیتا آپ اس کے سامنے جاتے جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا لشکر ترتیب پا چکا تو ابن زیاد کا غلام یسار آگے تھا اور اس کے پیچھے ابن زیاد کا غلام سالم تھا۔ ان دونوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے مدمقابل طلب کیا تو حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت بریر ہمدانی لشکر ابن سعد کی طرف چلے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے دونوں کو روک لیا اس وقت جناب عبداللہ بن عمیر کلبی نے حضرت سے اجازت لی اور سالم اور یسار کے مقابلہ کو تشریف لے گئے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے ہر لحہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور ہر موقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے شریک کار رہے۔ ابی مخنف کے مطابق جب نماز ظہر کا وقت آیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر ابن سعد سے نماز کی مہلت طلب کی تو حصین بن نمیر نے بدکلامی کی اور کہا اے حسین علیہ السلام آپ کی نماز قبول نہیں ہوگی (معاذ اللہ) اس جملہ کو سن کر حضرت حبیب ابن مظاہر کو بہت صدمہ پہنچا اور بے چین ہو گئے آپ نے اس لعین کو جواب دیا تھا۔ بد بخت نواسہ رسول کی نماز تو قبول نہ ہو اور تجھ جیسے شراب خور کی قبول ہو یہ سن کر حصین بن نمیر نے حضرت حبیب ابن مظاہر پر حملہ کیا تو حضرت حبیب ابن مظاہر اس شقی پر مثل شیر غضبناک جھپٹے اور اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری جس سے اس کا گھوڑا زخمی ہو کر گر گیا اور حصین بن نمیر زمین پر گر پڑا۔ ابن سعد کے لشکری حصین بن نمیر کو اٹھا کر لے گئے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر مسلسل جنگ کر رہے تھے اور حصین بن نمیر کو تلاش کر رہے تھے کہ یہ مل جائے تو اس لعین کو ہلاک کریں جب یہ نہ ملا تو آپ نے آگے بڑھنا شروع کیا۔

بحار الانوار میں لکھا ہے کہ بوقت جنگ حضرت حبیب ابن مظاہر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''اے قوم اعدا میں حبیب ابن مظاہر فارس میدان حرب و جنگ ہوں اگرچہ تم لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہو مگر حجت و دلیل ہماری تم پر غالب و ظاہر ہے۔ تم لوگ بہت بے وفا ہو اور ہم بہتر و افضل اور زیادہ وفادار ہیں۔ ہمارا عذر اور حجت تم پر غالب ہے''۔

آپ نے میدان کارزار میں نہایت جرأت سے جنگ کی جو مقابلہ پر آیا اسے قتل کر دیا۔ آخر بدیل بن حریم نے

آپ پر تلوار کا وار کیا اور ایک دوسرے شخص نے جو بنی تمیم سے تھا، اس نے آپ پر نیزہ لگایا جس کی وجہ سے حضرت حبیب ابن مظاہر زمین پر تشریف لائے ابھی آپ اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ حصین بن نمیر نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی۔ جس سے آپکے سر سے خون بہنے لگا۔ اسی دوران وہی بنی تمیم کا شخص گھوڑے سے اترا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا۔

مقتل ابی مخنف میں لکھا ہے کہ حضرت حبیب ابن مظاہر پر بہت سے سواروں نے مل کر حملہ کیا تھا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ محمد ابن ابی طالب کی روایت کے مطابق لکھتے ہیں کہ حضرت حبیب ابن مظاہر نے باسٹھ (۶۲) اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔ آپ کو حصین بن نمیر نے شہید کیا۔

کتاب مقاتل وقاموس الرجال اور ابصار العین میں لکھا ہے کہ جب حضرت حبیب ابن مظاہر کو شہید کر دیا تو حصین بن نمیر نے اس تمیمی سے کہا میں حضرت حبیب ابن مظاہر کے قتل میں تیرا شریک کار ہوں۔ اس پر اس نے کہا قسم بخدا میں نے ہی ان کو قتل کیا ہے۔ ان کے قتل سے کوئی میرا شریک نہیں ہے۔ اس پر حصین بن نمیر نے کہا ان کا سر تو مجھے دیدے میں اسے اپنے گھوڑے کے شکار بند میں لٹکا کر پھروں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے قتل میں میں شریک ہوں۔ اس کے بعد میں ان کا سر تجھے دے دوں گا اور تو ابن زیاد کے پاس لے جا کر انعام حاصل کرنا۔ مجھے انعام سے کوئی غرض نہیں ہے۔ محض یہ چاہتا ہوں کہ لوگ جان لیں کہ ان کے قتل میں میں شریک تھا۔ تمیمی نے انکار کیا تو اہل لشکر نے اس کو سمجھایا تو آخر کار اس نے حصین بن نمیر کو حبیب ابن مظاہر کا سر دے دیا۔ یہ ملعون آپ کے سر کو گھوڑے کے شکار بند میں لٹکا کر لشکر میں گھوڑا دوڑاتا پھرا اور کچھ دیر بعد اس ملعون نے سر تمیمی کو دیدیا۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت حبیب ابن مظاہر کی شہادت سے بہت زیادہ شکستہ خاطر ہوئے اور فرمایا میں اپنی اور اپنے اصحاب کی جان اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اس کا اجر خدا سے چاہتا ہوں۔ مقتل ابی مخنف کے موافق جب حضرت حبیب ابن مظاہر شہید ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہرے کا رنگ شدت غم سے زرد ہو گیا۔

ابصار العین میں یہ روایت مرقوم ہے کہ جب ملعون تمیمی حضرت حبیب ابن مظاہر کا سر ابن زیاد کے پاس قلعہ میں لے کر جا رہا تھا اس وقت جناب حبیب کے بیٹے نے جن کا نام قاسم تھا جو نوجوان تھے، انہوں نے اپنے بابا کا سر پہچان لیا اور تمیمی سوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگے جب یہ سر لے کر قلعہ میں گیا تو قاسم اس کے ساتھ گئے اور جب یہ قلعہ سے نکلا تو یہ بھی اس کے ساتھ ساتھ اسکے پیچھے چلتے رہے، جہاں وہ جاتا آپ بھی جاتے تھے۔ تمیمی کو ان کے ساتھ چلنے پر شک ہوا تو اس نے کہا "اے لڑکے تم میرے ساتھ کیوں چل رہے ہو، تمہارا مقصد کیا ہے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر کے فرزند نے کہا میں یونہی تیرے ساتھ پھر رہا ہوں۔ اس نے کہا تم ہمیں سچ بات بتاؤ کہ میرے ہمراہ کیوں ہو۔ فرزند جناب حبیب ابن مظاہر نے کہا یہ سر میرے باپ کا ہے تو یہ مجھے دیدے تا کہ میں اسے لے جا کر دفن کر دوں۔ اس نے جواب دیا۔ ابن زیاد اس پر راضی نہ ہوگا اور یہ کہ مجھے اس سے انعام اور بہت زیادہ اجر لینا ہے۔ یہ سن کر قاسم نے کہا۔ خدا تجھے اس کا بہت برا صلہ دے گا کہ تو نے ایسے نیک خدا پرست کو مارا ہے۔ جو تجھ سے

ہر طرح بہتر تھے۔ اتنا کہہ کر قاسم رونے لگے اور اس سے جدا ہو گئے۔

جناب حبیب ابن مظاہر کے فرزند کو ہمہ وقت اس درد کا احساس رہا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کب یہ شقی مل جائے اور میں اس کو قتل کر دوں۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر کا زمانہ آیا اور مصعب نے لشکر کے ساتھ عبدالملک بن مروان پر حملہ کیا اور مقام باجمیر میں جو موصل کے حدود میں ہے وہاں خیمہ زن ہوا اس وقت قاسم خیمہ میں آئے اور اس کا تلوار سے کام تمام کر دیا۔

علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں بعض روایات میں ملتا ہے کہ بدیل بن حریم نے حبیب ابن مظاہر کو شہید کیا اور ان کے سراقدس کو گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جب یہ لعین اس حالت میں مکہ پہنچا تو حضرت حبیب ابن مظاہر کے فرزند نے جو ابھی سن بلوغیت تک نہیں پہنچے تھے اس شقی کا نجس سر کاٹ کر پھینک دیا اور اپنے پدر بزرگوار کا سراقدس اس سے حاصل کر لیا۔

عمر بن جنادہ

ابصار العین میں ہے جناب عمر بن جنادہ بن کعب بن الحرث الانصاری الخزرجی واقعہ کربلا کے وقت بہت کم سن تھے۔ آپ اپنے والدین کے ساتھ مکہ معظمہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے تھے۔ آپ کے والد جناب جنادہ جب شہید ہو گئے اور جناب عمر بن جنادہ کی والدہ نے اپنے شوہر کی شہادت کی خبر سنی کہ نواسہ رسولؐ پر اپنی جان فدا کر دی تو خدا کا شکر بجا لائیں اور اپنے فرزند جناب عمر بن جنادہ کو بلا کر ان سے کہا بیٹا عمر سعد کے لشکر نے اہل بیت رسول کا محاصرہ کیا ہوا ہے، اب تم بھی اپنی جان نواسہ رسولؐ پر قربان کر دو۔ اپنی والدہ کی یہ گفتگو سنتے ہی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سے جنگ کی اجازت چاہی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا بیٹا! تم ابھی بہت چھوٹے ہو، تمہارا باپ مارا گیا، اب تمہاری ماں کو تمہاری ضرورت ہے۔ یہ سن کر اس کم سن شیدائی نے کہا مولا میری ماں نے خود مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ پر جان قربان کر دوں۔ یہ سن کر حضرت نے آپ کو میدان میں جانے کی اجازت دی۔

جناب عمر بن جنادہ میدان میں آئے نہایت بہادری سے جنگ کی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ لشکر ابن سعد میں سے ایک لعین نے آپ کا سر کاٹ کر لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف پھینک دیا۔ حضرت عمر بن جنادہ کی ماں نے اپنے فرزند کا سر اٹھا کر آنکھوں کو بوسہ دیا اور حضرت عمر بن جنادہ کے قاتل کی طرف پھینک دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد یہ مومنہ خیمہ کی طرف پلٹ آئیں اور چوب خیمہ لے کر میدان کی طرف جانے لگیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں میدان میں جانے سے روک دیا۔

عابس بن ابی شبیب

جناب عابس کا نسب نامہ یہ ہے۔ عابس ابن ابی شبیب بن شاکری بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد ہمدانی شاکری۔ بنوشاکر ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ اس کی نسبت سے جناب

عابس بن ابی شبیب کے ساتھ شاکری لگایا جاتا ہے۔

جناب عابس نہایت عابد و زاہد اور بہادر رئیس تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے محب و جانثار تھے۔ آقائے محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ معالی السبطین میں لکھتے ہیں۔ "عابس محبان اہل بیت میں معروف تھے۔ اپنے قبیلہ کے سردار، نامور شجاع، لاجواب خطیب، پرہیزگار اور عابد شب زندہ دار تھے"۔ آپ کا قبیلہ بنوشاکر وعدہ کی پاسداری میں بڑا مقام رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو اس پر بڑا اعتماد تھا۔ جنگ صفین کے موقع پر آپ نے قبیلہ بنوشاکر کے بارے میں فرمایا تھا۔ "اگر بنوشاکر کے قبیلہ کے ایک ہزار افراد موجود ہوتے تو دنیا میں اللہ کے سوا کوئی کسی کو معبود نہ مانتا"۔ اس قبیلہ کو اہل عرب شجاعان عرب و حامیان عرب کہتے تھے اور ان کا لقب اہل عرب نے جوانان صباح رکھا تھا۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت مسلم کوفہ میں آئے اور جناب مختار کے گھر اترے اور اہل کوفہ ان کے پاس جمع ہوئے اس وقت جناب مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خط جو اہل کوفہ کے نام تھا، سب کو پڑھ کر سنایا۔ حضرت کا خط سن کر لوگ رونے لگے۔ جناب عابس نے اس وقت ایک خطبہ پڑھا جس میں بعد حمد وصلوۃ کے انہوں نے جناب مسلم کو سنا کر کہا تھا۔ "میں اور لوگوں کے دلوں کا حال تو نہیں جانتا لیکن میں ہر طرح سے اپنی جان نثار کرنے کو حاضر ہوں، آپ جب بلائیں میں حاضر ہوں اور آپ جب حکم دیں آپ کے دشمنوں سے لڑنے کو آمادہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں اس سلسلے میں میری غرض خوشنودی خداوند عالم کے سوا کچھ اور نہیں"۔ جناب عابس کے خطبہ کے بعد حضرت حبیب ابن مظاہر نے بھی یہی کچھ کہا تھا۔

تاریخ طبری میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت مسلم کوفہ میں آئے اور جناب مختار کے گھر سے جناب ہانی کے گھر منتقل ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ اہل کوفہ نے بیعت کی ہے اور آپ کی اطاعت پر سب آمادہ ہیں۔ اب آپ جلد یہاں تشریف لائیں۔ یہ خط حضرت مسلم نے جناب عابس کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ یہ خط لے کر جناب عابس مع اپنے غلام شوذب کے مکہ معظمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گئے تھے۔ طبری اور معالی السبطین میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب جناب مسلم نے اٹھارہ ہزار افراد سے بیعت لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کو کوفہ تشریف لانے کا خط لکھا تو یہ خط جناب عابس اور جناب شوذب کو دے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس کے بعد جناب شوذب اور جناب عابس اپنے آخری دم تک حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ جب میدان کارزار گرم ہوا اور ہر طرف موت کے سائے تھے۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ جناب عابس نے اپنے غلام جناب شوذب سے پوچھا آج میرے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے تو جناب شوذب نے جواب دیا کہ میں آپ کی رکاب میں شمشیر زنی کروں گا۔ یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ جناب عابس نے یہ جواب سن کر کہا مجھے تم سے یہی امید تھی۔

ابو مخنف کے مطابق جب روز عاشورا آغاز جنگ ہوا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اصحاب شہید ہو گئے تو

جناب عابس نے اپنے غلام جناب شوذب سے بلا کر کہا: ''اے شوذب تمہارا اب کیا ارادہ ہے''۔ جناب شوذب نے کہا: ''میرا ارادہ یہی ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان نثار کر دوں''۔ یہ سن کر جناب عابس نے کہا: ''مجھے تم سے یہی امید تھی، لہٰذا اب حضرت امام حسین علیہ السلام پر تصدق ہونے کو تیار ہو جاؤ، میں آخرت میں خدا سے تمہیں لوں گا اور اے شوذب اگر میرے پاس کوئی اور تم سے زیادہ عزیز ہوتا تو میں اسے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر قربان کر دیتا۔ اے شوذب جتنا اجر و ثواب آج قربان ہو کر حاصل کرنے میں ہے، آئندہ ایسا دن کبھی نہ آئے گا۔''

جناب عابس جناب شوذت سے یہ گفتگو کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مولا آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں۔ مولا اب آپ میرا آخری سلام قبول کیجئے۔ میں اب شہید ہونے جا رہا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ امام برحق اور ہادی ہیں۔ اس کے بعد جناب عابس رخصت ہوئے اور تلوار کھینچ کر لشکر یزید سے مخاطب ہوئے تم میں سے جو چاہے میرے مقابلہ پر آئے۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے۔ ''جناب عابس کے غلام ان کی پشت پر محافظ تھے۔'' ابو مخنف اور محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے ربیع بن تمیم ہمدانی سے روایت کی ہے کہ ربیع کہتا ہے۔ ''میں نے جب عابس کو آتا دیکھا تو میں نے فوراً ان کو پہچان لیا کیونکہ اکثر معرکوں میں میں نے ان کو جنگ کرتے دیکھا تھا۔ وہ بڑی بہادری سے جنگ کرتے تھے۔ میں نے لشکر ابن سعد میں یہ پکار کر کہا یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شبیب ہیں۔ خبردار کوئی ان کے ساتھ اکیلا نہ جائے ورنہ یہ اسے فوراً قتل کر دیں گے۔ یہ سننا تھا کہ سارا لشکر خائف ہو گیا اور کوئی تنہا ان کے مقابلہ کو نہ نکلا۔ جناب عابس لشکر کے درمیان پکارتے تھے کہ کوئی مجھ سے لڑنے کو آئے۔ مگر کوئی مقابلہ کو نہ آیا، تب عمر بن سعد پکارا وائے ہو تم پر اگر تم سب عابس کے سامنے جاتے ہوئے ڈرتے ہو تو دور سے ان پر پتھر برساؤ یہ سن کر ان لوگوں نے جناب عابس پر پتھر مارنا شروع کر دیئے۔ جناب عابس نے جب یہ دیکھا تو اپنی ذرہ اور خود اتار کر پھینک دیا اور تلوار لے کر لشکر میں گھس گئے۔ ربیع کہتا ہے قسم بخدا میں نے دیکھا کہ دو سو سے زیادہ آدمی جناب عابس کے حملہ کرنے پر ان کے سامنے سے بھاگتے تھے اور ہر طرف سے ان پر پتھر مارتے تھے، آخر ان کو قتل کر دیا اور ان کا سر کاٹ لیا اور کچھ لوگ آپ کا سر لینے پر آپس میں جھگڑتے تھے۔ ہر ایک کہتا تھا کہ جناب عابس کو میں نے قتل کیا ہے، اور آپس میں جھگڑتے ہوئے ابن سعد کے پاس گئے۔ ابن سعد نے کہا کیوں بیکار لڑتے ہو، کسی ایک نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے۔

معالی السبطین میں اس روایت کی تفصیل یوں مرقوم ہے کہ ربیع بن تمیم ہمدانی کا بیان ہے کہ جب میں نے عابس کو آتے دیکھا تو کیونکہ میں عابس کی شجاعت سے واقف تھا اسلئے میں نے چیخ کر لوگوں کو بتایا کہ جس شخص کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ عابس کے مقابلے پر جائے۔ میں نے انہیں متعدد جنگوں میں دیکھا ہے آج تک کوئی انہیں زیر نہ کر سکا اور جو انکے مقابلے میں گیا وہ بچ کر واپس نہیں آیا۔

جناب عابس نے میدان میں آ کر ھل من مبارز کا نعرہ لگایا لیکن کوئی ان کے مقابلے پر نہ آیا۔ جب آپ

کافی دیر تک مقابلے پر بلاتے رہے اور کوئی نہ آیا، تو عمر سعد نے حکم دیا کہ تم لوگ لاکھوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی جب مقابلہ پر نہیں جاسکتے تو سنگ باری اور تیر اندازی کرو۔ جب ہر طرف سے تیروں کی بارش اور سنگ باری آپ پر شروع ہوئی تو آپ نے خود اتار دیا اور زرہ بھی ایک طرف کر دی اور حملہ شروع کیا۔ آگے آگے جناب عابس تھے اور آپ کے پیچھے آپ کے شاگرد جناب شوذب تھے۔ دونوں کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف لشکر میں گھس جاتے۔ جناب شوذب کیونکہ جناب عابس کے عقب میں لڑ رہے تھے، لہٰذا پہلے شہید ہوئے۔ جب جناب عابس زخموں سے نڈھال ہوگئے تو زمین پر بیٹھ گئے۔ ہر طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا اور جناب عابس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ ظالموں نے آپ کا سر کاٹ لیا۔ جب یہ لوگ آپ کا سر لے کر عمر سعد کے پاس گئے تو ایک کہتا تھا میں نے قتل کیا، دوسرا کہتا میں نے قتل کیا ہے۔ عمر سعد نے کہا سر یہاں رکھ دو اور بک بک نہ کرو۔ کیا میں اندھا تھا جو سب کچھ دیکھ نہیں رہا تھا کہ کس نے قتل کیا ہے۔ جب یہ ھل من مبارز کہہ رہے تھے تو اس وقت تم سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس وقت کسی میں مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ قتل ہونے کے بعد کہتے ہو کہ میں نے قتل کیا، ان کو کسی ایک نے قتل نہیں کیا تمام فوج کو عابس کے قتل پر علیحدہ علیحدہ انعام ملے گا۔ اس لیے کہ عابس کے قتل میں ہر سپاہی شریک ہے۔

جناب عابس کی جرات کا اعتراف ابن خلدون نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''لشکر شام میں سے ان کے مقابلے میں جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔'' ربیع بن تمیم کہتا ہے ''میں نے دیکھا کہ دو سو آدمیوں سے زیادہ کو جناب عابس گرا کر برابر گھوڑا دوڑا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہر جانب سے گھر گئے اور شہید ہوئے۔'' ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے کہ ''جناب عابس کے مقابلے پر کسی کو جانے کی ہمت نہ تھی''۔

شوذب بن عبداللہ

جناب شوذب بن عبداللہ الہمدانی الشاکری جناب عابس بن ابی شبیب کے غلام تھے، آپ نہایت شجاع اور زبردست شہسوار تھے، آپ خاندان رسالتؐ کے بہت عقیدت مند، اطاعت گزار اور جاںنثار تھے۔ آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے روایات کیں۔ محمد و آل محمدؐ کے محبوں میں آپ کو خاص منزلت حاصل تھی۔ آپ محبان اہل بیت سے حضرت علی علیہ السلام کی احادیث بیان فرماتے تھے۔

جب حضرت عابس کوفہ سے حضرت مسلم کا خط لے کر مکہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو جناب شوذب ان کے ساتھ تھے۔ پھر مکہ سے کربلا آئے۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب روز عاشور شہادتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عابس نے اپنے وفادار غلام حضرت شوذب کو طلب کیا کہ یہ کیا ارادہ رکھتے ہیں، اس پر حضرت شوذب نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جاںنثاری کا عزم ظاہر کیا۔ اس پر حضرت عابس نے کہا آج کا دن اس راہ میں ثواب حاصل کرنے کا ہے پھر اتنا ثواب و اجر حاصل کرنے کیلئے ایسا دن کبھی نہیں آئے گا۔ روز

عاشور حضرت شوذب نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی اور اپنے آقا کے ساتھ دشمنوں سے لڑتے رہے، ایک جانب آپ حضرت عابس کی پشت پر دشمنوں سے حضرت عابس کی حفاظت کر رہے تھے اور ساتھ ہی ہر حملہ آور سے جنگ میں مصروف تھے۔ یہاں تک کہ نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام میں شہادت پائی۔ ابن خلدون کے مطابق حضرت شوذب جناب عابس کے ساتھ شہید ہوئے۔

(حضرت شوذب کے واقعات کی تفصیل حضرت عابس کے واقعات میں لکھی جا چکی ہے)

ابو عمر نہشلی

جناب ابو عمر نہشلی نہایت متقی پرہیز گار اور عابد شب زندہ دار تھے۔ آپ اہل بیت کے محب تھے۔ آپ بہت بہادر تھے اور فنون جنگ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔

جب آپ میدان کارزار میں آئے تو دشمن کے دل دہل گئے، آپ نے مدمقابل آنے والے بے شمار لعینوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب ابن سعد نے دیکھا کہ یہ شیر ہمارے بس سے باہر ہے تو اس نے ایک ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا، اس کے ساتھ ہی دشمن کی کثیر تعداد نے حملہ کر کے آپ کو نرغہ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی ثعلبہ کے ایک لعین عامر بن نہشلی نے آپ کو شہید کر دیا۔

ابن نما نے مہران مولائی کاہلی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے میں صحرائے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو زبردست مقاتلہ کر رہا تھا اور ہر حملہ میں گروہ اعدا کو منتشر کر کے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوتا اور یہ رجز پڑھتا تھا: ''تمہیں خوشخبری ہو کہ ہدایت پائی راہ راست کی اور ملاقات کرے گا خدا سے جنت فردوس میں'' میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ ابو عمر نہشلی ہیں۔ بروایت بحار الانوار عامر نہشلی و ثعلبی ملعون نے انہیں شہید کیا اور شہید کر کے آپ کا سر انور بدن سے جدا کر دیا۔

یزید بن زیاد

یزید بن زیاد بن مہاجر ابو الشعثاء الکندی الہدلی۔ آپ کے قبیلہ کا شمار معزز قبائل میں ہوتا تھا، آپ اپنی قوم کے نہایت شریف اور عزت مند سردار تھے۔ آپ کو فنون جنگ میں بڑی مہارت اور تجربہ حاصل تھا۔ آپ ماہر تیر انداز اور شمشیر زن تھے۔

یزید بن زیاد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کوفہ سے نکل کر آپ کے قافلے میں جناب حر کی آمد سے قبل شامل ہوئے تھے، ابتدا میں آپ عمر بن سعد کے ہمراہ تھے لیکن جب عمر بن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے صلح نامنظور کی اور جنگ کا راستہ اختیار کیا تو آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور جانثاران حسین میں شامل ہو گئے۔

ابو مخنف ناقل ہیں کہ جناب حر نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کے بعد جو خط ابن زیاد کو لکھا تھا اور

ابن زیاد نے جو اس کا جواب لکھا تھا اس کا وہ خط مالک ابن نسر کندی لے کر جناب حر کے پاس آیا تھا۔ اس وقت جب مالک بن نسر کندی اور یزید بن زیاد کندی کی ملاقات ہوئی تو یزید بن کندی نے مالک بن نسر کندی سے کہا کیا تو مالک بن نسر ہے؟ اس نے کہا ہاں میں مالک بن نسر ہوں اس پر یزید بن زیاد نے کہا اے بد بخت تجھے موت آ جائے تو یہ خط لے کر کیوں آیا ہے؟ اس پر مالک بن نسر نے جواب دیا میں نے اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور میں نے یزید کی بیعت کی ہے اس کو پورا کروں گا۔ یہ سن کر یزید بن زیاد نے کہا تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے اور گناہ کر کے اپنے نفس کو ہلاک کیا ہے۔ تو نے اپنے لیے جہنم حاصل کیا۔ کیا تو نے قرآن میں اللہ کا یہ حکم نہیں سنا ہے کہ "ان میں ایسے بھی امام ہیں جو اپنی جماعت کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کا کوئی ناصر و معین نہ ہوگا"۔

مالک پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور یزید بن زیاد کو سخت الفاظ میں جواب دیا۔ بحار الانوار کے موافق شہادت ابو عمر نہشلی کے بعد یزید بن مہاجر کندی اشقیاء سے لڑنے گئے، پانچ آدمیوں کو اپنی شمشیر آبدار کا لقمہ بنایا۔ آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "اے قوم جفا کار! میں یزید بن مہاجر کندی ہوں گویا کچھار سے باہر نکلا ہوا شیر جری ہوں، یا رب تعالیٰ میں ناصر حسین ہوں اور تارک پسر سعد ہوں"۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ یزید بن زیاد نے آ کر سواروں پر حملہ کیا، آپ مصروف جنگ تھے کہ ان کے گھوڑے کی ٹانگیں لعینوں نے کاٹ دیں اس وقت آپ زمین پر بیٹھ گئے اور ایک سو تیر جوان کے پاس تھے، سب لشکر اعدا پر چلائے سو میں سے صرف پانچ تیر خطا گئے، باقی سب تیر نشانے پر لگے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کے حق میں دعا کی تھی کہ بارالہا! ان کے تیروں کو کارگر کر اور ان کو ثواب میں بہشت عطا فرما۔ جب تمام تیر ختم ہو گئے تو یزید بن زیاد تلوار لے کر لشکر اعداء پر حملہ کرنے لگے۔ آپ نے یک و تنہا لشکر اعدا سے مقابلہ کرتے ہوئے شہادت پائی"۔

سیف بن الحرث اور مالک بن عبداللہ

جناب سیف بن الحرث بن سریع بن جابر الہمدانی اور جناب مالک بن عبداللہ بن سریع بن جابر الہمدانی الجابری۔ جناب سیف اور جناب مالک دونوں سریع کے پوتے اور آپس میں چچازاد بھائی تھے۔ یہ دونوں نہایت اعلیٰ ظرف اور وفادار تھے۔

جناب سیف اور جناب مالک مع اپنے غلام شبیب کے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ (جناب شبیب جو حملہ اولی میں شہید ہوئے ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں مرقوم ہے) روز عاشور جب اہل بیت اطہار پر بہت سخت وقت تھا، جناب سیف اور ان کے بھائی جناب مالک نے یہ محسوس کیا کہ اب صلح کی کوئی امید باقی نہیں رہی اور اعدا کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ ہے تو یہ دونوں محبت اہل بیت میں گریہ کرتے ہوئے خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور کہا مولا ہم اپنے لیے نہیں رو رہے ہیں بلکہ آپ کی پریشانی و مصیبت پر رو رہے ہیں۔ مولا آپ کے دشمنوں نے ہر طرف سے نرغہ کیا ہوا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ پر قربان ہو جائیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے سیف اور مالک کے اس جذبہ محبت اور قربانی کو دیکھ کر ان کے حق میں دعا فرمائی۔"خدا تمہیں ایسی جزائے خیر عطا فرمائے جو متقین کی جزا سے زیادہ بہتر ہو۔"

بحارالانوار میں مرقوم ہے۔ جناب سیف اور جناب مالک نے حضرت علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ حضرت نے جواب سلام فرمایا علیکم السلام۔ اس کے بعد کافی دیر تر دونوں نے جنگ کی اور دشمنوں کو قتل کیا اور خلعت شہادت سے سرفراز ہو کر داخل بہشت ہوئے۔ ان دونوں جانثاران حسین علیہ السلام کی شہادت کے باب میں ابومخنف نے روایت کی ہے کہ "جب یہ دونوں بزرگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گفتگو فرما رہے تھے تو اسی دوران حضرت حنظلہ بن اسعد لشکر بن سعد کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب ان دونوں نے یہ منظر دیکھا تو حضرت علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور دونوں میدان کارزار میں روانہ ہو گئے۔ جب ایک بھائی مقابلہ کرتے تو دوسرے حملہ آور سے انہیں بچاتے تھے کافی دیر اس طرح یہ دونوں جری بھوکے پیاسے جنگ کرتے رہے، یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

جب جناب سیف اور جناب مالک گھوڑے سے گرے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کو باآواز بلند سلام کیا۔ حضرت نے جواب سلام دیا اور فرمایا "میرے وفادار بہادرو! تم نانا کی خدمت میں چلو میں تمہارے پیچھے بہت جلد آ رہا ہوں۔"

سعد بن حرث انصاری اور ابوالحتوف بن حرث انصاری

جناب سعد اور جناب ابوالحتوف دونوں بھائی تھے، ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔ ابصار العین کے مطابق یہ دونوں لشکر ابن سعد کے لشکر میں کوفہ سے آئے تھے۔

جب روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب شہید ہو گئے تو آپ نے باآواز بلند پکارا "کوئی ہے ہماری مدد کرنے والا" جب یہ آواز خیموں تک پہنچی تو خیموں سے بیبیاں اور بچے آہ و بکا کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

جب جناب سعد اور جناب ابوالحتوف نے اہل بیت کے گریہ کی آوازیں سنیں تو تلوار لے کر ابن سعد کے لشکر سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں لشکر شام سے لڑنا شروع کر دیا۔ آپ دونوں نے بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا اور لڑتے لڑتے دونوں شہادت سے سرفراز ہوئے۔

انس بن حرث

ابصار العین کے مطابق جناب انس کا نسب نامہ یوں مرقوم ہے۔ انس بن حرث نبیہ بن کاہل بن عمر بن صعب بن اسد بن حزیمہ اسدی کاہل۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ "مالک ابن انس کا نام انس بن حرث بن کاہل بن عمر بن صعب بن اسد ابن حزیمہ اسدی الکاہلی تھا۔

اصول کافی میں ان کا نام "مالک بن انس" لکھا ہے جبکہ ابن بابویہ نے یہ روایت کی ہے کہ ان بزرگ کا اسم

گرامی "اسد بن حارث کاہلی تھا"۔

جناب انس کا شمار کوفہ کے شرفا میں تھا، سخاوت اور شجاعت میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ حافظ قرآن تھے، آپ رسول اللہ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ نے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا زمانہ دیکھا اور ان بزرگ ہستیوں کے صحابی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جناب انس کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث روایت کرتے تھے۔ یہ حدیث علمائے اسلام نے متفقہ طور پر جناب انس بن حرث سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا جب آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں لیے ہوئے تھے کہ یہ میرا بچہ زمین عراق پر شہید کیا جائے گا۔ جو اس وقت حاضر ہو اس کو اس کی مدد کرنا لازم ہے۔ یہ حدیث ینابیع المودۃ نے کتاب اصابہ میں اسد الغابہ میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بیان کی کہ انس کا شمار کوفی اصحاب میں سے ہے۔ جناب انس رات کے وقت کوفہ سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے کربلا میں حاضر ہوئے، روز عاشور آپ نے اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر نثار کی۔ آپ ضعیف العمر تھے۔ مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سو سال کی عمر سے تجاوز کر چکے تھے لیکن محبت حسین علیہ السلام سے ان کا دل سرشار تھا۔

جب آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت طلب کی تو ان کی خمیدہ کمر اور ضعیفی کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ میدان میں آئے تو آپ کے رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ آپ کو دیکھ کر لشکر یزید کے دل ہل گئے۔ بوقت جہاد آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "کاہل اور دودان وقیس اور غیلان کے سب قبائل یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم ان سب کے واسطے قہر ہیں اور سردار ہیں سواروں سے ہم موت سے تند و تیز تیروں کی ضرب کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ ہم نیزہ بازی سے عاجز نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم علی والے مطیع و فرمانبردار خداوند رحمٰن ہیں جبکہ زیاد والے شیطان کے پیروکار ہیں۔" آپ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور جنگ میں مصروف تھے، آپ نہایت شجاعت سے جنگ کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حبشی بن قیس النہمی

جناب حبشی بن قیس کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حبشی بن قیس ابن سلمہ بن طریف بن اباں بن سلمہ بن حارثہ ہمدانی نہمی۔ بنونہم ہمدان کے ایک قبیلہ کی شاخ ہے۔

جناب حبشی کے دادا سلمہ حضرت رسالت مآبؐ کے صحابی تھے اور ان کے والد قیس بھی جناب رسول خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے اور حبشی بن قیس حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بوقت ایک شب کی مہلت کربلا میں حاضر ہوئے اور ناصران حسین کی صف میں شامل ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے شہید ہوئے۔

رافع بن عبداللہ

جناب رافع بن عبداللہ مسلم ازدی کے غلام تھے۔ آپ اپنے آقا کے ہمراہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جناب مسلم ازدی کی شہادت لشکر ابن سعد کے پہلے حملہ میں ہوئی تھی۔ ابصار العین کے موافق روز عاشورا نماز ظہر کے بعد جناب رافع جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

عقبہ بن الصلت

جناب عقبہ بن الصلت الجہنی منزل جھیہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت کی وفاداری پر قائم رہے، صاحب حدائق وردیہ کے قول کے مطابق آپ روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔

قعنب بن عمر نمری

جناب قعنب بصرہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے محب تھے، آپ حجاج بن بدر کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ روز عاشورا ابن سعد کے لشکر سے نہایت جرات سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت صاحب الزماں خلیفۃ الرحمٰن عجل اللہ فرجہ وسہل مخرجہ نے زیارت ناحیہ میں آپ کا نام لے کر آپ پر سلام کیا ہے۔

مجمع بن زیاد بن عمرو الجہنی

جناب مجمع مدینہ کے گرد جھینہ ایک جگہ کا نام ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام عراق کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تو بہت سے لوگ مختلف قریوں اور قبائل کے آپ علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا جو جانا چاہتا ہے چلا جائے کیونکہ یزید ہمارے قتل کے درپے ہے۔ یہ سن کر جو لوگ مال دنیا کی حرص میں آپ کے ساتھ شامل ہوئے تھے وہ لوگ لوٹ گئے لیکن مجمع بن زیاد نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور آپ کی خدمت میں آخری دم تک رہے۔ صاحب حدائق وردیہ کے مطابق جناب مجمع بن زیاد روز عاشورا کربلا میں شہید ہوئے۔

سعد ابن حنظلہ تمیمی

معالی السبطین کے موافق جناب سعد بن حنظلہ کو فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر میں بہت اہمیت حاصل تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کی اجازت لی اور میدان میں آ کر رجز پڑھا اور ان بدبختوں کو ہدایت کی

جب آپ نے دیکھا ان لوگوں پر کسی قسم کی ہدایت کا اثر نہیں ہوتا تو بہادری سے جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی۔

روضۃ الشہدا کے موافق حضرت سعد بن حنظلہ تمیمی جو ایک جنگ دیدہ سپاہی تھے۔ آپ لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ممتاز لوگوں میں تھے۔ جب آپ میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھا۔ ''میں نے تلواروں اور نیزوں پر جنت میں داخل ہونے کے لیے صبر کیا، بلاشبہ یہ نعمتیں اس شخص کیلئے ہیں جو حصول نجات کا ارادہ کرے، اے نفس راحت کے لیے کوشش اور طلب خیر میں رغبت کر۔'' جناب سعد بن حنظلہ میدان میں نہایت دلیری سے ہزاروں مدمقابل سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

ابوموسیٰ موقع بن ثمامہ

جناب ابوموسیٰ موقع بن ثمامہ الاسدی الصیداوی کو جب معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں تشریف لائے ہیں تو آپ لوگوں کی نظروں سے بچ کر کوفہ سے روانہ ہوئے، راہ میں ہر طرف ابن زیاد کے پہرے دار معین تھے کہ کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام تک نہ پہنچ سکے۔ جناب ابوموسیٰ بڑی مشکل سے خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ جب معرکہ کربلا گرم ہوا تو آپ میدان میں آئے اور جنگ کرتے کرتے زخمی ہو کر گر پڑے تو ان کی قوم کے وہ لوگ جو لشکر ابن سعد میں تھے۔ انہوں نے ان کو آگے بڑھ کر اٹھا لیا اور اپنے ساتھ لا کر کوفہ میں چھپا دیا۔ جب ابن زیاد کو ان کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے ان کو قتل کرنے کے لیے لوگوں کو بھیجا لیکن لوگوں نے منت سماجت کے بعد بڑی مشکل سے ان کو قتل ہونے سے بچا لیا۔

ابن زیاد جس کے دل میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے انصار واقربا کے لیے جو عداوت کی آگ بھڑک رہی تھی اس کی وجہ سے وہ کسی طرح سے جناب ابوموسیٰ کو آزادی دینے پر رضامند نہ تھا۔ لہٰذا ان کو قید کر کے مقام زارہ جو عمان میں واقع ہے وہاں بھیج دیا۔ آپ وہاں مسلسل ایک سال تک ابن زیاد کی قید میں رہے۔ آپ کا بدن زخموں سے چور تھا جس کے سبب مسلسل بیمار رہنے لگے اور اسی عالم میں آپ نے شہادت پائی۔

یزید بن مغفل

یزید بن مغفل بن جعف بن سعد العشیرہ المذحجی الجعفی۔ آپ بہت بہادر اور اچھے شاعر تھے۔ آپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب میں داخل تھے۔ مرزبانی نے معجم میں لکھا ہے کہ آپ تابعی تھے، اور ان کے والد کا شمار اصحاب رسولؐ میں ہوتا ہے۔ آپ جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے شریک جنگ تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان کو حریث خارجی کے مقابلے میں بھیجا تھا اور ان کے ہاتھوں حریث قتل ہوا تھا۔

خزانۃ الادب میں ہے کہ ''آپ مکہ معظمہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوئے تھے۔ مقاتل کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ روز عاشورا جب ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو یزید بن مغفل حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت طلب کی۔ میدان میں آ کر آپ نے یہ رجز پڑھا جس میں اپنا نسب بیان کیا اور جرأت کا ذکر کیا آپ کے رجز کے اشعار مرزبانی نے اپنی معجم میں نقل کیے ہیں۔

جب آپ میدان میں آئے تو نہایت بہادری سے جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ لشکر ابن سعد سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

....

باب: ۱۴

(شہدائے بنی ہاشم)

عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ السلام

جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی رقیہ تھا۔ جناب رقیہ کی مادر گرامی صہبا بنت عباد بن ربیعہ تھیں۔

ابو الفرج اصفہانی نے مدائنی اور حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ مادر جناب عبداللہ رقیہ دختر امیر المومنین علیہ السلام تھیں۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور صرف اہل بیت طاہرین رہ گئے تو اولاد جناب عقیل بن ابی طالب، اولاد حضرت امام حسن علیہ السلام اور اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور عازم جنگ ہوئے، سب سے پہلے جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل علیہ السلام اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام سے اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے اور یہ رجز پڑھا۔
''اے قوم اشرار آج میری یہ تمنا ہے کہ میں اپنے والد گرامی جناب مسلم بن عقیل سے ملاقات کروں اور ان جوانوں سے جنہوں نے دین پیغمبرؐ پر قائم رہتے ہوئے وفات پائی جو بہترین فرد تھے، یہ بہترین صاحبان حسب ونسب اور سادات ہاشمی تھے، شرافت ان کے نسب میں تھی۔

محمد بن ابی طالب سے مروی ہے کہ جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے اعدادین سے زبردست جنگ کی اور آپ نے تین حملوں میں اٹھانوے (۹۸) اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔ آپ مصروف جنگ تھے کہ عمرو بن صبیح صیداوی اور اسد بن مالک لعین نے انہیں شہید کیا۔

مقتل ابی مخنف میں جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی شہادت کا حال یوں مرقوم ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کی مولا مجھے جنگ کی اجازت دیجئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''اے فرزند مسلم کی شہادت تمہارے اور تمہارے خاندان کے لیے کافی ہے'' یہ سن کر جناب عبداللہ نے عرض کی ''چچا جان اگر میں نے آپ کی نصرت نہ کی تو میں اپنے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰؐ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ میرے آقا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ میں شہادت سے محروم رہوں مجھے تو شہادت میں سکون ملے گا''۔

آخر جب آپ کو رن میں جانے کی اجازت ملی تو آپ نے میدان جنگ میں ہاتھوں کو بلند کر کے یہ رجز پڑھا۔ ''ہم مرد شجاع بنی ہاشم کے فرزندوں اور رسول خدا کی بیٹی کے فرزندوں کے مرد شجاع بیٹے کی حفاظت کر رہے

ہیں۔ میں تم لوگوں کو اپنی تلوار سے قتل کروں گا اور تم پر تیز نیزوں کے وار کروں گا تا کہ روز قیامت اپنے پروردگار سے اپنی مغفرت کی امید رکھوں۔" اس کے بعد آپ نے شدید جنگ کی اور نوے (۹۰) لعینوں کو ہلاک کیا۔ آپ زخمی ہو کر گر گئے، اس وقت آپ پکار رہے تھے۔ ہائے بابا میری کمر ٹوٹ گئی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا "اے خدا عقیل کے خاندان کے قاتل کو ہلاک کر" یہ کہہ کر آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا۔

معالی السبطین میں مرقوم ہے کہ جب اس شہزادہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو جناب سید الشہداء نے کافی دیر تک ان کو اجازت دینے میں تامل فرمایا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد جواں سال شہزادہ ماں کے غم کا سبب بنے۔

سروی کے مطابق جناب عبداللہ بن مسلم میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھ رہے تھے۔" آج میں اپنے والد گرامی جناب مسلم اور ان لوگوں سے ملوں گا جو دین نبیؐ پر دنیا سے گئے۔" آپ نے لشکر شام پر تین حملے کیے اور اٹھانوے (۹۸) آدمیوں کو ہلاک کیا۔ آپ عمر بن صبیح صیداوی کے تیر سے شہید ہوئے۔

مسلم بن حمید نے روایت کی ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل عمرو بن صبیح پر حملہ کرنے چلے تو اس نے تیر کمان میں جوڑا اور ان صاحبزادے کی پیشانی پر نشانہ کیا تو انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر بغرض حفاظت رکھ لیا جب وہ تیر آپ کی پیشانی پر آیا تو ہاتھ سے نکلتا ہوا پیشانی میں ایسا پیوست ہوا کہ پھر پیشانی سے ہاتھ جدا نہ ہوا، پھر عمرو بن صبیح نے دوسرا تیر مارا، جو آپ کے دل پر لگا اس دوسرے تیر سے آپ زمین پر تشریف لائے۔ حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جناب عبداللہ کو عمرو بن صبیح نے شہید کیا۔

روضۃ الشہداء میں جناب عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے باب میں مرقوم ہے کہ جب جناب عبداللہ بن مسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے رن میں جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت نے انہیں محفوظ رہنے کا مشورہ دیا تو جناب عبداللہ بن مسلم نے کہا "اس معبود پاک کی خاطر جس نے آپ کے جد کو مبعوث برحق کیا مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجئے اور مجھے دشمنوں سے جنگ کرنے سے نہ روکیے، آپ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں آپ کی خدمت گزاری میں اپنے باپ کے درجے پر پہنچوں، جس طرح اقربا میں پہلے میرے باپ نے آپ کی خیر خواہی میں اپنی جان فدا کی اسی طرح میں بھی اقربا میں سب سے پہلے آپ پر اپنا سر فدا کر دوں گا۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عبداللہ کا سر اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا "اے میرے چچا کے فرزند کی یادگار تم سے میری آنکھیں روشن اور دل خوش تھا اب یہ راحت مجھ سے جدا اور تمہاری ہم نشینی دنیا سے تمام ہو رہی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اجازت دی اور آپ میدان میں آئے۔

ابن سعد نے قدامہ بن اسد فرازی کو آپ سے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ جناب عبداللہ نے قدامہ پر نیزہ سے حملہ کیا تو قدامہ نے اپنے گھوڑے کا رخ پھیر دیا۔ جناب عبداللہ جب اس پر حملہ کرتے تھے تو قدامہ اپنا گھوڑا بھگاتا تھا اور جناب عبداللہ کا گھوڑا بسبب بھوک و پیاس کے اس کا تعاقب نہ کر سکا تو آخر کار جناب عبداللہ نے نیزہ پھینک

دیا اور تلوار نیام سے نکال لی۔ قدامہ یہ دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے نیزہ سے آپ پر حملہ کیا۔ جناب عبداللہ نے نیزے کے وار سے اپنے کو بچایا اور تلوار سے قدامہ کے سر پر کاری ضرب لگائی اور اس کا کمر بند پکڑ کر اسے گھوڑے سے گرا دیا اور خود اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ آپ کچھ دیر رکے رہے کہ کوئی مقابلہ پر آئے۔ جب کوئی آپ کے مقابلے پر نہ آیا تو پیاس سے مضطرب جناب عبداللہ نے میمنہ کی طرف لشکر پر حملہ کیا اور حمیر بن حمیری کو جو خوارج نہروان میں سے تھا اسے قتل کیا اور اس کے لڑکے کامل بن حمیری کو بھی قتل کر کے اس کے باپ کے پاس روانہ کر دیا۔ اب قلب لشکر پر حملہ کیا اور صالح بن نصر اور دیگر بیس آدمیوں کو قتل کیا اور میسرہ لشکر کی طرف رخ کیا اور قدامہ حبشی کو جو عمر سعد کے لشکر کا پہلوان تھا اسے قتل کیا۔

حداس دمشقی نے پشت کی جانب سے آ کر جناب عبداللہ کا گھوڑا اپے کر دیا۔ جناب عبداللہ گھوڑے سے کود گئے، اسی اثناء نوفل بن مزحم حمیری نے نیزہ سے آپ کو گرا دیا اور آپ شہید ہو گئے۔

حضرت جعفر بن عقیل

جناب جعفر بن عقیل بن ابی طالب کے بارے میں ابوالفرج اصفہانی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ "آپ کی والدہ ام تغر دختر عامر عامری تھیں۔

حضرت جعفر بن عقیل نے میدان کارزار میں نہایت بہادری سے اعدا کا مقابلہ کیا۔ آپ کے سامنے جو بھی آتا اسے کمال فن حرب سے زیر کرتے۔ یہاں تک کہ یزیدی لشکر کے پندرہ (۱۵) نامور سپاہیوں کو واصل جہنم کیا۔ سروی کے مطابق جناب جعفر بن عقیل میدان میں آئے تو نہایت جرات سے دشمن سے نبرد آزما ہوئے، آپ نے تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے۔ پندرہ سواروں کو قتل کیا۔ بشر بن حوط ہمدانی نے انہیں شہید کیا جو ان کے بھائی جناب عبدالرحمٰن کے قتل میں شریک تھا۔

بروایت محمد بن ابی طالب موسوی جب جناب جعفر بن عقیل میدان میں آئے تو آپ نے یہ رجز پڑھا "اے قوم اعدا میں جوان بطحی و طالبی بنی ہاشم و غالب سے ہوں۔ ہم سردار و رئیس ہیں۔ ہمارے عم بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو پاکیزہ ترین مردم اور اولاد پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں"۔ یہ رجز پڑھتے ہوئے آپ نے دشمن پر حملہ کر دیا، جس میں پندرہ اشقیاء کو قتل کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے بروایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ عروۃ اللہ پسر عبداللہ خثعمی نے انہیں شہید کیا۔

عبدالرحمٰن بن عقیل

جناب عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ بعد انصار اولاد حضرت ابو طالب علیہ السلام نے لشکر شام پر ایک دم حملہ کیا اس حملہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام بھی

شریک تھے۔ آپ نے ستر ہ (۱۷) سوار لشکر شام کے ہلاک کیے۔ دوران جنگ لشکر نے انہیں گھیر لیا اور عثمان بن خالد بن اشیم جہنی اور بشر بن حوط ہمدانی قابضی نے ان کو شہید کیا۔

بحارالانوار کے موافق جب حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام میدان شہادت میں آئے تو آپ اس مضمون کا رجز پڑھ رہے تھے۔ ''اے اشقیاء کوفہ وشام آگاہ ہو کہ میں عبدالرحمٰن بن عقیل ہاشمی ہوں، میرے بھائی اولاد ہاشم سے بلحاظ بلندی وسرفرازی اپنے ہمسروں کے سردار ہیں اور میرے عم عالی جناب امام حسین علیہ السلام ہیں، جو پیر وجوان کے پیشوا ہیں۔''

یہ رجز پڑھنے کے بعد آپ اعدا سے جنگ میں مصروف ہو گئے اور ستر سواروں کو واصل جہنم کیا۔ صاحب بحارالانوار نے جناب عبدالرحمٰن کے قاتل کا نام عثمان بن خالد جہنی تحریر فرمایا ہے۔

محمد بن ابی سعید

جناب محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے گرے اس وقت ایک صاحبزادے گھبرائے ہوئے داہنے بائیں دیکھتے ہوئے خیمہ سے نکلے اور میدان میں آئے ایک سوار ان کی طرف دوڑا اور اس نے انہیں شہید کر دیا۔

حمید بن مسلم نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے جب ان صاحبزادے سے ان کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا ان کا نام محمد ہے اور ابوسعید کے بیٹے ہیں۔ ان کے قاتل کا نام لقیط بن یاسر جہنی ہے جو محمد بن مسلم کے قتل میں شریک تھا۔

ہشام کلبی کا بیان ہے کہ مجھ سے ہانی بن ثبیت حضرمی نے کہا کہ میں بھی معرکہ کربلا میں شریک تھا۔ قسم بخدا ہم دس سوار ایک جگہ کھڑے تھے یہ وہ وقت تھا جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیے جا رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ اچانک ایک لڑکا خیمہ سے ہاتھ میں چوب خیمہ لیے ہوئے نکلا یہ کرتا اور پاجامہ پہنے تھا اور گھبرایا ہوا داہنے بائیں دیکھتا چلا آرہا تھا۔ اس کے کانوں میں بندے ہل رہے تھے۔ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑا کر اس بچے کے پاس آیا اور گھوڑے پر سے جھک کر اس بچے پر تلوار لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ ہشام کلبی کہتا ہے کہ دیکھی ہانی بن ثبیت اس بچے کا قاتل ہے لیکن بوجہ شرم یا خوف اس نے اپنا نام نہیں لیا بلکہ بجائے اپنے نام کے لفظ سوار سے کنایہ کیا۔

عون ومحمد بن عبداللہ

جب میدان کارزار میں ہر طرف موت کا منظر تھا۔ جناب زینب علیہا السلام نے دیکھا کہ انصار واقربا مسلسل شہید ہو رہے ہیں تو اپنے دونوں فرزندوں جناب عون اور محمد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں لائیں اور فرمایا ماں جائے آج بہن کی لاج رکھ لیں اور بہن کا یہ ہدیہ قبول کر لیں۔ بھیا حسین علیہ السلام کہیں ایسا نہ ہو کہ اماں زہرا علیہا السلام روز محشر یہ کہیں کہ زینب علیہا السلام! کیا تمہارے لاڈلے بچے میرے لعل حسین علیہ السلام سے زیادہ عزیز تھے، بھائی کہیں اس دن مجھے

شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آہ سرد بھری اور آسمان کی طرف نگاہ کی اور کہا بہن زینب علیہا السلام مجھ سے ان معصوم بچوں کا داغ اٹھایا نہ جائے گا یہ کہہ کر آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے۔

بھائی کے جاتے ہی جناب زینب علیہا السلام بچوں کو اپنے خیمے میں لائیں اور تبرکات لا کر اپنے دونوں جگر گوشوں کو تیار کیا اور وفادار کنیز جناب فضہ سے فرمایا۔ "میری ماں کی کنیز خاص یہ دونوں تلواریں میرے بچوں کی کمر میں باندھ دیں" جناب فضہ نے حکم کی تعمیل کی۔ جب بچے تیار ہو گئے تو جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا "اے موت انہیں قبر کے راستے سے لگا دے اور زینب علیہا السلام کی امیدوں کے آج چراغ گل کر دے۔" اس وقت جناب زینب علیہا السلام کبھی آسمان کو دیکھتی تھیں اور کبھی جناب عون و محمد پر حسرت بھری نگاہ ڈالتی تھیں، پھر نجف کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ "بابا زینب کی کمائی اب تک کام نہ آئی"۔ پھر فرمایا۔ "اے جعفر طیار آپ آئیں اور اپنے پوتوں کی سفارش کریں اور بھیا حسین علیہ السلام سے کہیں کہ خیمہ میں جا کر دیکھیں کہ بہن صدقہ لیے بیٹھی ہے۔" پھر جناب زینب علیہا السلام نے حضرت فضہ سے فرمایا اے فضہ! آپ جا کر عباس علیہ السلام سے کہیں کہ وہ بھیا حسین علیہ السلام سے کہیں کہ خیمہ میں آ جائیں۔

جناب فضہ نے جب یہ پیغام جناب عباس علیہ السلام کو سنایا تو حضرت عباس نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے کہا آقا! بہن زینب نے آپ کو بلایا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دونوں بھائی طرف خیمہ روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ جناب زینب علیہا السلام در خیمہ پر کھڑی ہیں۔ حضرت نے فرمایا "بہن آپ نے مجھے بلایا ہے۔ اے بہن میں نہیں چاہتا کہ یہ کمسن آپ کو داغ مفارقت دیں۔ یہ سن کر جناب زینب رونے لگیں اور کہا۔ "بھائی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کوئی سائل آپ کے در پر آیا ہو اور محروم لوٹا ہو؟ بھائی میں آپ کی خدمت میں سائلہ بن کر آئی ہوں، بھیا میں یہ نہیں جانتی کہ سوال کا ادا کرنا کہاں تک جائز ہے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام فکر مند تھے کہ ہاتف غیبی نے ندا دی۔ حسین علیہ السلام انہیں بھی راہ خدا میں شہادت حاصل کرنے دیں اور انہیں جلد خلد کی راہ دکھا دیں۔ اس کے ساتھ ہی جناب عون و محمد کو رن میں جانے کی اجازت مل گئی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور سروی کے مطابق جناب محمد بن عبداللہ جناب عون بن عبداللہ سے پہلے میدان میں آئے۔ بحار الانوار میں لکھا ہے کہ جب جناب محمد بن عبداللہ میدان میں آئے تو آپ نے یہ رجز پڑھا۔ "میں خدا سے شکایت کرتا ہوں ان اشقیاء کے ظلم و ستم کی جو گمراہ ہیں اور ان لوگوں نے چھوڑ دیا قرآن کی نشانیوں اور محکم تنزیل واضح بیان کو اور ظاہر کیا ظلم و سرکشی کو۔" یہ رجز پڑھ کر آپ نے لعینوں پر حملہ کیا۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور سروی کی روایت کے مطابق آپ نے دس سواروں کو قتل کیا۔ جب لشکر یزید نے آپ کی یہ جرات دیکھی کہ کوئی تنہا ان کے مقابلے پر نہیں آ سکتا تو لشکر نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا اور عامر بن نہشلی تمیمی نے شہید کیا۔

حضرت عون بن عبداللہ جب میدان میں تشریف لائے تھے تو آپ نے یہ رجز پڑھا۔ "میں جعفر طیار کا پوتا ہوں جو شہید راہ خدا ہیں جو بہشت میں زمرد کے پروں سے ہمراہ ملائکہ مقربین پرواز کرتے ہیں، اس سے زیادہ اور کیا شرف ہو سکتا ہے۔ یہ روز محشر کافی ہے۔ جناب عون کی زبان پر یہ رجز تھا اور آپ مصروف جنگ تھے۔ آپ نہایت

دلیری سے لشکر اعدا کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بحارالانوار کے موافق آپ نے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) پیادوں کو واصل جہنم کیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ جناب عون کو محمد بن قطبہ نبہانی نے شہید کیا۔ بحارالانوار کے موافق آپ کا قاتل عبداللہ بن بطہ طائی ہے۔ ابصارالعین اور دیگر کئی کتب مقاتل میں جناب عون کے قاتل کا نام عبداللہ بن قطنہ نبہانی لکھا ہے لیکن یہ مختلف ردوبدل کے ساتھ لکھنے جانے والے نام ایک ہی معلون کے ہیں۔

جب جناب زینب علیہا السلام کے دلارے شہید ہو گئے تو عمر سعد نے آواز دی حسین! اپنے بھانجوں کی لاشیں بھی لے جاؤ۔ جب جناب زینب علیہا السلام نے یہ آواز سنی تو فرمایا بالٰہا شکر ہے کہ تو نے میرے بچوں کی قربانی قبول کر لی۔ جب جناب عون و محمد کے لاشوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں لائے تو جناب زینب علیہا السلام نے بچوں کی لاشوں کو خاک و خون میں آلودہ دیکھا تو اپنی چادر سے چہروں کو صاف کرنے لگیں (بی بی زینب علیہا السلام بھی آپ چاند سے چہروں سے گرد و غبار اپنی چادر سے صاف کر لیں جب شام غریباں ہو گی تو آپ کے سر پر چادر نہ ہو گی) اس کے بعد جناب زینب علیہا السلام نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے خالق کائنات! یہ ہے میری کمائی جو تیری راہ میں لٹا دی یہ ہے وہ سہارا جو تیرے دین کی خاطر چھن گیا اس وقت خیمہ میں کہرام مچ گیا ہر طرف آہ و فغاں کی چیخیں بلند تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام نے حضرت عون و محمد کو ہاتھوں پر اٹھایا نہ غسل تھا نہ کفن جب دونوں بچوں کے لاشے خیمہ گاہ سے باہر روانہ ہوئے تو بیبیوں میں کہرام مچ گیا۔ جناب زینب علیہا السلام کو اپنے حلقے میں لیے تمام مخدرات عصمت و طہارت بین کر رہی تھیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام اور جناب عون و محمد کی شہادت کی خبر جناب عبداللہ کو ملی تو آپ نے فرمایا ”خدا کی قسم اگر میں کربلا میں ہوتا تو اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر نثار کرتا۔ یہ کہہ کر جناب عبداللہ جو لوگ پرسے کے لیے آئے تھے، ان سے مخاطب ہوئے خدا کا شکر ہے کہ اگر میں خود اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا نہ کر سکا تو میرے دونوں بیٹے حضرت پر فدا ہو گئے۔

قاسم بن الحسن علیہ السلام

حضرت قاسم بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ گرامی قدر کا اسم گرامی صاحبان سیر و تاریخ نے ام فروہ لکھا ہے۔ جناب قاسم علیہ السلام کم عمری میں نہایت عبادت گزار اور صاحب تقویٰ تھے۔ آپ صورت اور سیرت میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی تصویر تھے۔

کربلا میں آپ کا صبر و استقلال اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کی اطاعت گزاری اور جذبہ ایثار و قربانی بے مثال تھی۔ آپ علیہ السلام کا شوق شہادت دیکھ کر جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے دریافت فرمایا۔ اے فرزند! موت کو تم کیسا محسوس کرتے ہو تو آپ علیہ السلام نے عرض کیا۔ ”اے چچا موت کو میں شہد سے زیادہ شیریں تصور کرتا ہوں“۔ جب حضرت قاسم سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ فرزند تم شہید کیے جاؤ گے اور میرا شیر خوار فرزند بھی

شہید کیا جائے گا تو یہ سن کر حضرت قاسم نے عرض کیا۔ اے چچا! کیا یہ اشقیاء خیموں تک پہنچ جائیں گے۔ اس لیے علی اصغر علیہ السلام تو اس قابل نہیں کہ میدان جنگ میں جائیں، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اے فرزند! جب شدتِ پیاس سے علی اصغر علیہ السلام کا حال متغیر ہوگا، تو اس وقت ایک شقی سوال آب کے جواب میں ایک تیر ستم مارے گا جس کے صدمہ سے یہ میرے ہاتھوں پر شہادت پائیں گے۔ یہ خبر سن کر حضرت قاسم علیہ السلام کے دل پر گہرا صدمہ ہوا۔

جب انصار شہید ہو رہے تھے، حضرت قاسم علیہ السلام نے اپنے چچا سے ان کی تنہائی دیکھ کر بار بار اذن جہاد طلب کی لیکن بوجہ کمسنی بھائی کی نشانی کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اجازت نہ دی، جب حضرت قاسم علیہ السلام ماں کے پاس آئے تو ماں نے جناب قاسم علیہ السلام کو روتا دیکھ کر کہا یہ تعویذ جو تمہارے بند ھا ہے کھولو کیونکہ تمہارے بابا کی یہ وصیت تھی کہ جب حسین علیہ السلام پر کٹھن وقت ہو تو یہ تعویذ کھولنا بیٹا اس سے زیادہ اور کون سا مشکل وقت ہوگا کہ جناب رسول خدا کا پورا باغ اجڑ رہا ہے، جناب قاسم علیہ السلام یہ خط لے کر خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے بھائی حسن علیہ السلام کے خط کو آنکھوں سے لگایا اور جناب قاسم علیہ السلام کو سینے سے لگا لیا۔ اس وقت جناب قاسم علیہ السلام اپنے چچا کے دست و پا کے بوسے لینے لگے۔ اور اجازت چاہی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی حسن علیہ السلام کا خط پڑھ کر بہت گریہ فرمایا، اس خط میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی۔ ریاض القدس میں یہ روایت مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی۔ "اے میرے فرزند جب تم اپنے چچا کو نرغہ اعدا میں دیکھنا تو دشمنان دین سے جہاد کرنا اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی جان قربان کرنے میں بخل نہ کرنا، اگر حضرت جہاد کرنے سے روکیں تو اصرار کرنا، یہاں تک کہ جہاد کی اجازت فرمائیں۔ صاحب ریاض القدس نے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ شب عاشور خیمے کے باہر جناب علی اکبر اور جناب عباس کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ جناب عباس علیہ السلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام سے کہا چچا جان میں آپ سے پہلے جاؤں گا۔ اس پر جناب عباس علیہ السلام نے کہا بیٹے مجھ سے تمہارا مرنا دیکھا نہیں جائے گا، لہٰذا میں تم سے پہلے جاؤں گا۔ اس طرح دونوں کا اصرار تھا کہ میں پہلے میدان میں جانا چاہتا ہوں۔ آخر جناب عباس علیہ السلام نے کہا اے بیٹے علی اکبر علیہ السلام اگر تم جاؤ گے تو آقا کا نور نظر چلا جائے گا۔ اس پر جناب علی اکبر علیہ السلام نے کہا چچا آپ جائیں گے تو بابا کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ راوی کہتا ہے جناب عباس علیہ السلام اور جناب علی اکبر علیہ السلام میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک ۱۴ سال کا نوجوان دونوں کے قریب آیا اور ہاتھ جوڑ کر جناب عباس علیہ السلام سے کہا چچا آپ نہ جائیں اور بھیا آپ بھی نہ جائیں۔ بھیا آپ جائیں گے تو بابا کا نور نظر جدا ہو جائے گا اور چچا جان اگر آپ جائیں گے تو میرے چچا حسین علیہ السلام کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ میرے بابا مر چکے ہیں میں یتیم ہوں۔ مجھے جانے دیجئے راوی کہتا ہے جناب قاسم علیہ السلام یہ گفتگو کر رہے تھے کہ خیمہ کا پردہ اٹھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور جناب قاسم علیہ السلام کو اپنی بانہوں میں لے کر فرمایا اے میرے قاسم علیہ السلام! میں تمہیں اکبر سے زیادہ چاہتا ہوں یہ تم نے کیا کہا؟ اس کے بعد حضرت قاسم علیہ السلام بڑھ کر اپنے چچا کے ہاتھ پیر چومنے لگے۔

بحار الانوار میں لکھا ہے جب حضرت قاسم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے رخصت جہاد طلب کی اور

حضرت کی نظر جناب قاسم علیہ السلام کے نورانی چہرہ پر پڑی تو اپنی آغوش میں لے لیا۔اس وقت چچا اور بھتیجے اس قدر روئے کہ بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو دوبارہ اذن جہاد طلب کیا۔لیکن اجازت نہ ملی لیکن حضرت قاسم علیہ السلام اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ حضرت علیہ السلام کے پاؤں میں گر پڑے اور حضرت علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لیے اور اس قدر روئے کہ حضرت نے جہاد کی اجازت دیدی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے جناب قاسم علیہ السلام کے سر پر عمامہ باندھا اور گود میں لے کر گھوڑے پر سوار کیا۔ جب آپ میدان میں آئے تو کوئی کہتا تھا سر پر سبز عمامہ کتنا اچھا لگ رہا ہے، کوئی کہتا ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے چاند کا ٹکڑا میدان کربلا میں اترا آیا۔(جب دشمن حضرت قاسم علیہ السلام کے حسن سے اس قدر متاثر تھے تو اس ماں کا کیا حال ہوگا جس نے اپنے والی کی شہادت کے بعد بڑے ارمانوں سے اس سیرت و کردار اور پیکر جمال کو پالا تھا لیکن کربلا میں ہر محبت حسین علیہ السلام کی محبت پر قربان تھی۔لہٰذا مادر جناب قاسم علیہ السلام دعا گو تھیں۔''بارالہا تو اس بیوہ کی قربانی قبول فرما۔'')

بحارالانوار کے مطابق حضرت قاسم علیہ السلام میدان کارزار میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔''اے قوم اشرار! اگر تم میرے حسب و نسبت سے بے خبر ہو تو یہ جان لو کہ میں قاسم بن حسن علیہ السلام ہوں اور حسین علیہ السلام میرے عم بزرگوار ہیں۔ جو اس وقت گروہ اعدا میں مثل قیدیوں کے گرفتار دشت بلا ہیں۔ خدا کی ظالموں پر کبھی رحمت نہ ہوگی۔'' ابن شہر آشوب نے لکھا ہے۔ حضرت قاسم علیہ السلام نے یہ رجز پڑھا۔''میرا نام قاسم علیہ السلام ہے اور میں نسل علی بن ابی طالب علیہ السلام سے ہوں ہم اور کعبہ رسول اکرمؐ سے نزدیک تر ہیں۔''

جناب قاسم علیہ السلام حیدری شان سے میدان میں تشریف لائے۔اس کمسن مجاہد کا چہرہ میدان کارزار میں ان ظالم و جابر سیاہ کاروں کے سامنے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے نونہال نے پروقار انداز میں میدان میں قدم رکھا اور ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کی ہمت پست ہوگئی۔ لشکر اعدا پر آپ کی جرأت سے ہیبت طاری ہوگئی اور ابن سعد گھبرا گیا۔ روضۃ الشہداء کے موافق آپ نے ازرق شامی جو نامور پہلوان تھا اور اس کے چار بیٹے جو مقابلے میں آئے، ان کو واصل جہنم کیا، جب لشکر عمر سعد نے دیکھا کہ تنہا کوئی ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا، تو سب کو ایک ساتھ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چاروں اطراف سے آپ پر حملے شروع ہوئے لیکن آپ جس طرف رخ کرتے جنگ کا نقشہ بدل دیتے تھے۔اس کم سن مجاہد نے ستر (۷۰) دشمنوں کو قتل کر کے تاریخ کربلا میں جرأت کا ایک ایسا باب کھول دیا جو حق و صداقت کی راہ پر چلنے والوں کے لیے روشن مثال ہے۔

آپ تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں لشکر کثیر سے مصروف جنگ تھے۔ یہاں تک کہ نرغہ اعدا میں گھر گئے اور عمر بن سعد عروہ بن نفیل ازدی کی تلوار سے شہید ہوئے۔ جب آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو آواز دی یا عماہ ادرکنی۔ جو شہید بھی میدان کربلا میں گھوڑے سے گرا اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی۔ کسی نے کہا یا اماہ ادرکنی، کسی نے کہا یا اخاہ ادرکنی اور کسی نے کہا یا مولا ادرکنی گرنے والوں نے حضرت علیہ السلام کو صرف ایک آواز دی

لیکن جناب قاسم علیہ السلام وہ شہید ہیں کہ آپ نے تین بار حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی ''یا عماہ ادرکنی'' جناب امام حسن علیہ السلام کے دلارے نے پہلی آواز اس وقت دی جب آپ زخموں سے چور چور گھوڑے پر سنبھل نہ سکے اور زمین پر تشریف لا رہے تھے تو با آواز بلند اپنے چچا کو آواز دی یا عماہ ادرکنی، دوسری آواز اس وقت دی جب لعین حضرت امام حسین علیہ السلام کی جناب قاسم علیہ السلام کی طرف آمد کو دیکھ کر گھبراہٹ میں گھوڑے دوڑا رہے تھے، جو جناب قاسم علیہ السلام کے قریب ہو رہے تھے اور آخری آواز اس وقت دی جب گھوڑوں کے سم آپ کے بدن نازنین پر پڑ رہے تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام تیزی سے مدد کو پہنچنا چاہتے تھے کہ گھوڑ سوار خوف سے بھاگنے لگے۔ اس کشمکش میں آپ کا جسم مبارک زندگی ہی میں پامال سم اسپاں ہو گیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام لاش جناب قاسم پر تشریف لائے تو بے اختیار گریہ کیا اور فرمایا ''اے خدا اس قوم کو اپنی رحمت سے محروم رکھ، جس نے قاسم علیہ السلام کا قتل کیا۔''

حمید بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر سے ایک صاحبزادے جہاد کو نکلے، جن کا چہرہ مثل چاند کے تھا۔ میدان میں آتے ہی دشمنوں کو تلوار سے مارنا شروع کیا۔ آپ جنگ کر ہی رہے تھے کہ ایک پیر کے نعل کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپ ٹھہر کر اسے باندھنے لگے یہ دیکھ کر عمر بن سعید بن نفیل ازدی نے مجھ سے کہا کہ اب میں اس صاحبزادے پر حملہ کرتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں، میں نے کہا سبحان اللہ ارے تو کیا کہتا ہے تو نے یہ ارادہ کیوں کیا، جو لوگ صاحبزادے کو گھیرے ہوئے ہیں وہی کافی ہیں تو کیوں خون ناحق میں پڑتا ہے۔ اس نے جواب دیا قسم بخدا میں اسے مارے بغیر نہ رہوں گا۔ یہ کہہ کر اس شقی نے صاحبزادے کے سر پر تلوار لگائی اور یہ منہ کے بل زمین پر گر گئے اور اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کو پکارا۔ حمید کہتا ہے۔ قسم بخدا میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام مثل باز کے جھپٹتے ہوئے میدان میں آئے اور مثل شیر غضب ناک لشکر پر حملہ کیا۔ ابن نفیل نامی ایک شخص پر آپ نے تلوار لگائی اس نے ہاتھ پر تلوار روکی جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا۔ اس کی آواز سن کر لشکر اعدا نے حملہ کیا تا کہ اسے بچا لیں۔ مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ روای کہتا ہے کہ جب گرد و غبار بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت قاسم علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہیں اور وہ حالت نزع میں اپنے پاؤں زمین پر رگڑ رہے تھے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا۔ ''وہ لوگ خدا کی رحمت سے محروم ہیں اے قاسم! جنہوں نے تمہیں قتل کیا روز قیامت تمہارے قاتلوں کے دشمن تمہارے جد بزرگوار اور والد گرامی ہوں گے۔'' اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نہایت غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔'' آپ علیہ السلام نے درد بھرے لہجے میں فرمایا۔ ''اے قاسم خدا کی قسم یہ وقت تمہارے چچا پر بہت سخت ہے کہ تم نے آواز دی لیکن جب میں پہنچا تو تمہیں کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اے قاسم آج وہ دن ہے کہ تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور مددگار بہت کم ہیں۔'' یہ کہہ کر حضرت قاسم علیہ السلام کی لاش کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

مقتل لہوف کے مطابق جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت قاسم علیہ السلام کی لاش کو اٹھانا چاہا تو لاش کے اٹھانے میں بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ حمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس صاحبزادے کے دونوں پاؤں زمین سے رگڑتے تھے، میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون صاحبزادے ہیں؟

لوگوں نے کہا یہ قاسم بن الحسن علیہ السلام ہیں۔

اب تک جتنی لاشیں خیمے میں آئی تھیں سب زخموں سے چور تھیں لیکن حضرت قاسم کی لاش پر زخموں کے ساتھ گھوڑوں سے پامالی کے سبب لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ لاش کے ٹکڑوں کو دیکھ کر آپ کی مادر گرامی جناب ام فروہ کا دل پاش پاش ہو گیا۔ جناب زینب علیہا السلام کو بھائی حسن علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے یاد آئے۔ اس وقت جناب سکینہ علیہا السلام بہت زیادہ مضطرب تھیں۔

علامہ طوسیحی علیہ الرحمہ نے مقتل طوسیحی میں علامہ ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں اور آقائے محمد مہدی مازندرانی نے معالی السبطین میں تفصیل سے تحریر فرمایا ہے کہ کربلا میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کی باری آئی تو حضرت شہزادہ قاسم حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چچا مجھے بھی جنگ کی اجازت دیجئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب قاسم علیہ السلام سے فرمایا۔ ''بیٹے تم میرے بھائی کی اولادوں میں سے سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہو، جب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔''

شہزادہ جناب قاسم علیہ السلام یہ سن کر بہت مغموم ہوئے۔ شدت غم سے اپنا سر گھٹنوں میں رکھا اور پریشانی کے عالم میں بیٹھ گئے، اچانک آپ کو خیال آیا کہ میرے بابا نے میرے بازو پر تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا بیٹا جب مصائب ہر اطراف سے گھیر لیں تو اس تعویذ کو کھولنا۔ آپ نے فوراً یہ تعویذ کھولا تو دیکھا اس میں لکھا تھا۔ ''بیٹا قاسم میری تم کو یہ وصیت ہے کہ جب اپنے چچا کو میدان کربلا میں گھرا ہوا دیکھنا تو اس وقت جنگ سے پیچھے نہ رہنا اور خدا اور رسولؐ کے لیے دشمنوں سے جنگ کرنا۔ اگر چچا ایک بار اجازت نہ دیں تو بار بار اجازت مانگنا اور دائمی شہادت حاصل کرنا۔''

جناب قاسم علیہ السلام چچا کے پاس آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی وصیت آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ خط دیکھ کر آہ سرد بھری اور بے ساختہ گریہ کیا اور فرمایا۔ ''ہاں بیٹے تمہارے پاس اپنے والد کی وصیت ہے۔ مجھے بھی بھائی کی وصیت ہے، تمہارے لیے ضروری ہے کہ اس پر عمل کرو اور میرے لیے بھی ضروری ہے کہ میں اپنے بھائی کی وصیت کو پورا کروں۔''

پھر حضرت امام حسین علیہ السلام شہزادہ قاسم علیہ السلام کا ہاتھ تھامے ہوئے خیمہ میں تشریف لائے۔ جناب عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام اور حضرت عباس علیہ السلام کو بلایا، پھر جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا مجھے تبرکات کا صندوق لا دیں بی بی تبرکات کا صندوق لے آئیں۔ حضرت علیہ السلام نے اسے کھولا اس میں سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی قباء اور عمامہ نکال کر قباء پہنائی اور عمامہ سر پر رکھا۔ پھر جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کو بلایا اور اس خیمہ میں دونوں کا عقد کیا، پھر بیٹی کا ہاتھ شہزادہ قاسم علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا بیٹا! اب میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر دیا۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام جناب عباس اور جناب عون علیہ السلام خیمے سے باہر تشریف لے گئے۔

جناب قاسم علیہ السلام نے ایک ہاتھ جناب زینب علیہا السلام کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ اپنی مادر گرامی کے ہاتھ پر رکھ کر عرض کی اے پھوپھی جان اور مادر گرامی میرے چچا نے اپنے بھائی کی وصیت پوری کر دی ہے، اب مجھے اپنے بابا کی

وصیت کو پورا کرنا ہے۔ آپ میری یہ امانت سنبھالیں پھر قیامت میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ۔ اس وقت جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام نے عرض کی۔ "قاسم علیہ السلام آپ جانتے ہیں کہ شدید حالت جنگ میں آپ سے میری شادی ہوئی ہے جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے، اب آپ تشریف لیے جارہے ہیں تو آپ کی لاش سے الوداع کرنے کے لیے میرے پاس بھی کوئی نشانی ہونا چاہیے۔

شہزادہ جناب قاسم علیہ السلام نے اپنی پھوپھی اور ماں کی موجودگی میں اپنے کرتے کا دامن چاک کیا اور فرمایا "اگر میرا لاشہ بچ گیا تو مجھے اس چاک دامن سے پہچان لینا اور اگر لاشہ سالم نہ رہا تو پھر میں تمام شہدا سے ممتاز ہوں گا، مجھے پہچاننا اس لیے آسان ہوگا کہ ہر رونے والے کو لاشہ ملے گا لیکن میرا لاشہ تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔"

اس کے بعد جناب قاسم علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی چچا اب اجازت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا "بیٹا پہلے میں نے تمہیں لباس عروسی پہنایا اب موت کا لباس پہنانا ہے۔"

حضرت نے شہزادہ قاسم علیہ السلام کے کرتے کے دامن دونوں طرف سے مثل کفن چاک کیے عمامہ کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا چہرے پر ڈال دیا تاکہ دھوپ کی شدت سے محفوظ رہیں، تلوار کمر سے باندھی اور گھوڑے پر سوار کیا۔ اسکے بعد جناب قاسم علیہ السلام عمر ابن سعد کے پاس آئے اور فرمایا "کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے کہ اولاد رسولؐ پیاس سے جاں بلب ہے اور تو نے پانی بند کیا ہوا ہے۔" عمر سعد نے کہا ہمارے لیے اولاد رسولؐ سے بیعت یزید زیادہ ضروری ہے۔

جب جناب قاسم علیہ السلام میدان میں آئے تو ازرق شامی آپ کے مقابلے میں آیا اور واصل جہنم ہوا۔ اس کے بعد اس کے چار بیٹے مقابلہ پر آئے وہ بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ شبیہ ابن سعد شامی نے چھپ کر وار کیا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل پائے چاروں طرف سے نیزوں اور تلواروں سے وار ہونے لگے۔ آپ کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے بخدا میں وہ وقت نہیں بھول سکوں گا جب جناب قاسم ابن حسن علیہ السلام اپنی کمسنی کے باوجود فوج یزید کے کسی بہادر کو اپنے قریب آنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ شبیہ نے چھپ کر نیزے کا وار کیا، پھر عمر ازدی نے سر پر تلوار سے وار کیا، مجھے آج بھی شہزادہ کا سر دو حصوں میں تقسیم نظر آرہا ہے۔ جناب قاسم علیہ السلام سے شہادت کے وقت صرف یہی جملہ ادا ہوسکا "یا اماہ ادرکنی"۔ وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب ہر طرف سے گھوڑے دوڑائے گئے اور گھوڑوں نے شہزادہ قاسم علیہ السلام کے سر، سینہ اور پسلیوں کو اپنے سموں سے ریگزار کربلا پر بکھیر دیا۔

جب فرزند رسولؐ جناب قاسم علیہ السلام کا لاشہ لیے آئے تو انہیں کئی مقامات سے جسم کے ٹکڑے جمع کرنا پڑے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام مقتل سے روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا کہ دیکھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے لال کے اعضائے بدن کے ٹکڑے کہاں رکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا آپ علیہ السلام آئے اور جہاں جناب علی اکبر علیہ السلام اور دیگر بنی ہاشم کے لاشے رکھے تھے حضرت علیہ السلام نے جناب قاسم علیہ السلام کی لاش کے ٹکڑوں کو جوڑ کر جناب علی اکبر علیہ السلام کے پہلو میں رکھا اور دونوں لاشوں کے درمیان بیٹھ گئے اور عرض کیا۔ "الا همه الشحد علی هولاء القوم"

پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ "یا جدہ انظر ھذا شبیھک ابنی وھذا قاسم ابن الحسنؑ"۔

احمد بن حسن علیہ السلام

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ بعد شہادت حضرت قاسم علیہ السلام آپ کے بھائی احمد بن حسن علیہ السلام جن کی عمر سولہ سال تھی۔ میدان میں آئے دوران جنگ اسی (۸۰) سواروں کو ہلاک کیا۔ آپ کی شدت پیاس سے آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آ کر کہا چچا جان! کیا پانی کا ایک گھونٹ مل سکتا ہے تا کہ خدا اور رسولؐ کے دشمنوں سے لڑنے کی طاقت آ جائے؟ حضرت علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! کچھ اور صبر کرو نانا تمہیں ایسا سیراب فرمائیں گے کہ کبھی پیاس نہ ہوگی۔ جناب احمد دوبارہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا "میں یہاں تک صبر کروں گا کہ موت آ جائے۔ میری روح اور میرا بدن جہاد کے لیے آمادہ ہے۔ مجھے موت کا خوف نہیں اور نہ جنگ کا خوف ہے۔" آپ نے دوبارہ ایسا حملہ کیا کہ مزید پچاس سوار قتل کیے اور اس وقت آپ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ "تم پر احمد مختارؐ کے فرزندوں کی ایسی ضربیں لگتی ہیں جو شیر خوار بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ہیں۔ ہماری تیز تلوار کی ضربیں تمام کافروں کو نیست و نابود کر دیں گی۔" یہ اشعار پڑھنے کے بعد پھر حملہ کیا اور اس حملہ میں ساٹھ سواروں کو جہنم واصل کیا۔ آپ نے نہایت دلیری سے جنگ کی آخر زخموں سے چور چور ہو کر شہادت پائی۔

عبداللہ بن الحسن علیہ السلام

جناب عبداللہ بن الحسن علیہ السلام بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہایت کم سنی کے باوجود نصرت حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے دل و جان سے آمادہ تھے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور چور خاک و خون میں آلودہ یک و تنہا زمین کربلا پر کھڑے تھے۔ اس وقت آپ نے استغاثہ بلند کیا، یہ وہ وقت تھا جب آپ کے گرد اعدا کا ہجوم تھا اور ہر طرف سے تیر و تلوار اور پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اطفال حسینی پر اس کا بہت اثر ہوا۔ بڑوں میں تو سب شہید ہو چکے تھے۔ ہر طرف خونی منظر تھا، لاشہ علی اکبر علیہ السلام رن میں تھا۔ حضرت قاسم علیہ السلام اور حضرت عون و محمد علیہ السلام کے لاشے مقتل میں تھے۔ حضرت غازی عباس علیہ السلام علمدار شانے کٹائے فرات کے کنارے سو رہے تھے۔ بیمار کربلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بستر علالت پر مضطرب تھے۔ خیموں میں تین روز کے بھوکے پیاسے بچے جاں بلب تھے۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے استغاثہ کی آواز فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام جناب عبداللہ نے سنی تو بیتاب و رنجیدہ خاطر ہو کر مقتل کی طرف جانے لگے تو جناب زینب علیہا السلام نے انہیں روکا تو جناب عبداللہ نے کہا پھوپھی اماں مجھے مقتل جانے دیجئے۔ میں ایسی حالت میں اپنے چچا کو تنہا نہ چھوڑوں گا۔ جناب عبداللہ بھوک و پیاس کی شدت اور کم سنی کے باوجود میدان کارزار میں اپنے چچا کے پاس پہنچ گئے۔

علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مالک بن نسر کندی شقی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر

اقدس پر تلوار ماری تو حضرت نے کلاہ سر سے اتار کر ایک کپڑا سر اقدس پر باندھ کر اس پر کلاہ رکھی اور اس پر عمامہ باندھا اس وقت شمر اور دیگر لعین جو حضرت کے گرد جمع تھے، وہ تھوڑی دیر کے لیے حضرت کے پاس سے ہٹ گئے، پھر دوبارہ حضرت علیہ السلام کے پاس آ کر آپ علیہ السلام کو نرغہ میں لے لیا۔ اتنے میں جناب عبداللہ بن حسن علیہ السلام جو ابھی کم عمر تھے، خیمہ سے میدان کی طرف جانے لگے۔ جناب زینب علیہا السلام نے بہت روکا مگر آپ نہ رکے اور میدان کارزار میں آ کر اپنے چچا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔

سید ابن طاؤس اور شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اس وقت بحر بن کعب ملعون (بعض مقاتل میں ابحر بن کعب اور کچھ میں ابحر بن کعب لکھا ہے لیکن صاحب ابصار العین کی تحقیق کے مطابق صحیح نام بحر بن کعب ہے) نے تلوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر اٹھائی جناب عبداللہ نے فرمایا "وائے ہو تجھ پر اے پسر خبیثہ ارے تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس شقی نے کچھ نہ سنا اور تلوار چلا دی۔ جناب عبداللہ نے اس لمحہ اپنے دونوں ہاتھ نصرت امام میں اپنے چچا کی طرف بڑھا دیئے جو کٹ کر زمین پر گر گئے۔ اس وقت آپ نے چچا کو پکارا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس معصوم کو اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔ "اے نور نظر بہت دشوار ہے تمہارے چچا پر کہ تم نے فریاد کی اور میں دادرسی نہ کر سکا۔ حضرت نے فرمایا بیٹا صبر کرو خدا تم کو تمہارے بزرگوں کے پاس جنت میں پہنچائے گا۔" یہ کہہ کر حضرت علیہ السلام نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور عرض کی "یا اللہ ان لوگوں پر پانی نہ برسے ان سے تمام برکتیں اٹھا لے اور ان کو پراگندہ کر دے۔ ان کے درمیان تفرقہ ڈال دے ان لوگوں نے ہمیں مدد دینے کا وعدہ کر کے بلایا تھا جب ہم آئے تو ہمیں قتل کیا۔"

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یہ روایت کی ہے کہ اس وقت حرملہ بن کاہل نے حلق جناب عبداللہ پر ایسا تیر مارا کہ وہ حضرت کی گود میں شہید ہو گئے۔

ابوبکر بن الحسن علیہ السلام

جناب ابوبکر بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ کا نام رملہ تھا۔ جناب ابوبکر بن الحسن علیہ السلام عمر میں حضرت قاسم علیہ السلام سے بڑے تھے۔ آپ کا نام عبداللہ ہے، ابوبکر کنیت ہے۔

جب آپ میدان میں آئے تو دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے ایسا لگتا تھا کہ بھیڑیوں پر شیر حملہ آور ہے۔ آپ نے میمنہ اور میسرہ کو الٹ دیا آپ نے اسی (۸۰) لعینوں کو قتل کیا۔ ابوالفرج، علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ اور مدائنی نے سلیمان ابن ابی راشد سے روایت کی ہے کہ جناب ابوبکر بن الحسن علیہ السلام کو عبداللہ بن عقبہ غنوی نے شہید کیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب ابوبکر بن الحسن علیہ السلام عقبہ غنوی کی ضرب سے شہید ہوئے۔

عبداللہ بن علی علیہ السلام

جناب عبداللہ ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت عباس کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عباس علیہ السلام کی

ولادت کے آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ جناب ام البنین ہیں۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے وقت آپ چھ سال کے تھے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے وقت آپ کی عمر سولہ برس تھی۔ کربلا میں آپ پچیس سال کے تھے۔

صاحبان سیر کا بیان ہے کہ جب تمام اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید ہوگئے اور چند عزیز واقربا بھی درجہ شہادت پر فائز ہوگئے تو جناب عبداللہ جو جناب عباس علیہ السلام سے چھوٹے اور باقی بھائیوں سے بڑے تھے، میدان کارزار میں آئے۔ ضحاک مشرقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عباس بن حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بھائی جناب عبداللہ سے فرمایا "اے بھائی اب تم جہاد کو جاؤ اور شہدا میں شامل ہو جاؤ۔" آپ نے میدان کارزار میں آ کر تلوار کھینچ کر لشکر کفار سے لڑنا شروع کیا اور گروہ اشقیاء کو واصل جہنم کیا۔

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ بوقت جنگ جناب عبداللہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ "اے گروہ اشقیاء آگاہ و خبردار ہو جاؤ کہ میں اس صاحب فضیلت و شجاعت کا فرزند ہوں جن کا اسم گرامی علی علیہ السلام ہے۔ جو پسندیدہ اعمال صالح اور شیر خدا ہیں جو شمشیر رسولؐ اور قاتل کفار و فجار ہیں۔" آپ نہایت بہادری سے جنگ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبیت حضرمی نے شہید کیا۔ ابوالفرج نے جناب عبداللہ بن حسن علیہ السلام اور عبداللہ بن عباس علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ بوقت شہادت جناب عبداللہ بن علی علیہ السلام کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔

عثمان بن علی علیہ السلام

جناب عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اپنے بھائی جناب عبداللہ کی ولادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ جناب ام البنین تھیں، حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر اپنے بیٹے کا نام رکھا ہے۔ عثمان بن مظعون نے دونوں ہجرتیں حبشہ اور مدینہ کیں آپ جنگ بدر میں بھی شریک تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو خود جناب رسول خدا ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ یہ کہہ کر جناب رسالت مآبؐ جھکے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور جب سر اقدس اٹھایا تو اشک جاری تھے۔ آپؐ نے ان کو بقیع غرقد میں دفن کیا اور ایک پتھر بطور علامت ان کی قبر پر نصب فرمایا اور ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو تشریف لاتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت علی علیہ السلام نے ان کو بھائی کہا تھا۔

جناب عبداللہ بن علی کے بعد حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے دوسرے بھائی جناب عثمان بن علی سے فرمایا "اے بھائی اب تم میدان میں جا کر اپنے آقا پر جان نثار کرو۔" جب آپ میدان میں آئے تو بحارالانوار کے مطابق یہ رجز پڑھا "اے ظالموں آگاہ ہو کہ میں عثمان بن علی ہوں، میں صاحب افتخار و بزرگی کا حامل ہوں۔ میرے پدر بزرگوار بہترین اعمال کے حامل اور جناب رسول خدا کے چچازاد بھائی ہیں، میرے برادر عالی مرتبت حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں، جو سیدالابرار جناب احمد مختار اور حیدر کرار کے بعد تمام چھوٹوں اور بڑوں کے سردار اور بہترین انسان

ہیں۔'' آپ نے یہ رجز دشمنان اہل بیت کے سامنے پڑھا اور زبردست جنگ کی۔ آپ کے دلیرانہ قتال کے دوران بروایت ضحاک خولی ابن یزید اصبحی نے آپ کی پیشانی پر ایسا تیر مارا کہ آپ گھوڑے سے پہلو کے بل زمین پر تشریف لائے۔ اسی وقت اولاد ابان بن دارم میں سے ایک ظالم نے آپ علیہ السلام کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔

بروایت شیخ محمد بن شیخ طاہر سماوی نجفی اور ابوالفرج اصفہانی آپ کی عمر بوقت شہادت اکیس ۲۱ سال تھی، آپ نے اپنی عمر سے بڑھ کر جنگ کی۔ بزدل فوج یزید تیر اندازی کرتے ہوئے بھی سامنے نہیں آتی تھی۔

ابن قتیبہ دینوری کے مطابق یزید اصبحی نے آپ کی پیشانی کا نشانہ لیا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے۔ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو نبی دارم سے ایک ملعون نے آگے بڑھ کر اس شہزادے کا سر قلم کر دیا۔

جعفر بن علی علیہ السلام

جناب جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت ام البنین تھیں۔ آپ اپنے بھائی جناب عثمان سے دو سال چھوٹے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے وقت آپ کی عمر دو سال تھی اور کربلا میں ابصار العین کے مطابق بوقت شہادت آپ اکیس ۲۱ سال کے تھے۔ ابوالفرج نے عبداللہ بن حسن اور عبداللہ بن عثمان سے روایت کی ہے کہ وقت شہادت ان کی عمر ۱۹ سال تھی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کا نام جعفر اپنے بھائی حضرت جعفر طیار کے نام پر رکھا تھا۔

جب جناب عبداللہ اور جناب عثمان حضرت عباس علیہ السلام کے یہ دونوں بھائی شہید ہو گئے تو اس وقت جناب عباس علیہ السلام نے اپنے تیسرے بھائی جناب جعفر سے فرمایا کہ اب تم میدان میں جا کر جس طرح سے جناب عبداللہ اور جناب عثمان نے اپنی جان حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کی ہے تم بھی حضرت پر فدا ہو جاؤ۔ جناب جعفر بڑے بھائی کا ارشاد سن کر فوراً میدان میں تشریف لائے اور لشکر اعدا پر مثل شیر غضبناک حملے کیے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس وقت آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''میرا نام جعفر ہے اور میں صاحب عزت و شرف ہوں۔ میں علی علیہ السلام کا فرزند ہوں جو صاحب فضائل اور صاحب جود و سخا ہیں اور میرے لیے اپنے محترم چچا اور ماموں کی شرافت کافی ہے، میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرتا ہوں جو صاحب فضل و عطا ہیں۔''

آپ نہایت جرأت سے جنگ کر رہے تھے کہ ابوالفرج کے موافق آپ کو خولی نے شہید کیا۔ ابو مخنف اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے آپ کے قاتل کا نام ہانی بن ثبیت حضرمی لکھا ہے۔ یہ وہی ملعون تھا جس نے آپ کے بھائی جناب عبداللہ کو شہید کیا تھا۔ نصر بن مزاحم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جناب جعفر بن علی علیہ السلام کو خولی بن یزید اصبحی نے شہید کیا۔

ابوبکر بن علی علیہ السلام

جناب ابوبکر بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب علیہ السلام کا اسم گرامی عبداللہ اصغر اور کنیت ابوبکر ہے، آپ اسی

کنیت سے مشہور ہیں۔آپ کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم ہیں۔آپ کی شہادت کے شواہد ابصار العین، ریاض الشہادت اور دیگر صاحبان سیر و تاریخ نے رقم کیے ہیں۔جس میں آپ کی شجاعت اور وفاداری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جناب ابوبکر بن علی علیہ السلام کی والدہ جناب لیلیٰ کے اجداد میں سلمی بن جندل کی کافی شہرت تھی۔آپ سردار تھے،ان کی تعریف میں شاعر نے یہ شعر کہا تھا۔''بہت سے لوگ سرداری کا دعویٰ کرتے ہیں جو اس کے مستحق نہیں، حقیقت میں سردار سلمی بن جندل ہیں۔''

اعثم کوفی نے روایت کی ہے کہ''حضرت امام حسین علیہ السلام کے بھائیوں میں سے جو سب سے پہلے معرکہ آرا ہوئے ان کا نام ابوبکر بن علی تھا۔ان کو (عبداللہ اصغر) بھی کہتے تھے،ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تھیں، جب آپ میدان میں آئے تو آپ نے اس مضمون کا رجز پڑھا''میرے بزرگ حضرت علی بن ابی طالب ہیں جو اولاد ہاشم سے ہیں اور آپ صاحب فخر ہیں،اے لشکر جفا کار فرزند رسول صاحب صدق و کرم ہیں میں اپنی شمشیر آبدار سے ان کی حمایت کرتا رہوں گا اور اپنی جان اپنے برادر بزرگ پر قربان کرتا ہوں۔''

آپ یہ رجز پڑھتے ہوئے برابر لشکر اعدا پر حملے کر رہے تھے کسی میں تنہا آپ کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ تھی۔آپ نے اکیس (۲۱) دشمنوں کو قتل کیا۔آپ تین دن کی بھوک و پیاس میں نہایت بہادری سے نبرد آزما تھے کہ لشکر اعدا نے آپ کے گرد نرغہ کیا،آپ کو جن لوگوں نے مل کر شہید کیا ان میں عبداللہ بن عقبہ غنوی بھی شامل تھا۔ ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ ان کے قاتل کا نام نہیں معلوم۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک نامرد ہمدانی کی ضربت سے باغ جنت کو روانہ ہوئے۔

عباس بن علی بن ابی طالب علیہ السلام

حضرت عباس علیہ السلام کی مادر گرامی کا اسم مبارک ام البنین تھا۔آپ متقی و پرہیز گار عالمہ تھیں۔ جناب ام البنین بیٹی تھیں خرام بن خالد ربیعہ بن عامر معروف بہ وحید بن کلاب بن عامر بن ربیعہ بن صعصہ کی اور جناب ام البنین کی والدہ کا نام ثمامہ تھا،وہ بیٹی تھیں سہیل بن عامر بن مالک بن کلاب کی۔

جب جناب عباس علیہ السلام کی ولادت کی خبر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔اے حسین علیہ السلام اس بچہ کا نام تم رکھنا جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھر میں تشریف لائے تو جناب ام البنین نے آپ سے کہا کہ اے حسین علیہ السلام کیا بات ہے کہ یہ بچہ آنکھیں نہیں کھولتا لیکن جیسے ہی آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی گود میں آئے آنکھیں کھول دیں، جب بھائی نے بھائی کے چہرہ کو دیکھا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو عباس کہہ کر مخاطب کیا۔ (جس طرح مولود کعبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں جب تک رسول اللہ تشریف نہ لائے،اسی طرح ولادت کے بعد حضرت عباس علیہ السلام نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک حضرت امام

حسین علیہ السلام تشریف نہ لائے، اس طرح دونوں فداکار ہستیوں نے سب سے پہلے اپنے اپنے برادر شفیق ورفیق کو دیکھا)اسی اثناء حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے بھائی کی آغوش میں بھائی کو دیکھا تو فرمایا۔ حسین علیہ السلام تم نے بھائی کو دیکھا تو حضرت امام حسین نے فرمایا۔ بابا میرے بھائی کے بازو کتنے قوی اور بھرے ہوئے ہیں اور چہرہ کس قدر خوبصورت ہے، اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ حسین علیہ السلام تم نے نام رکھ دیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بابا میں نے اس بچے کا نام عباس رکھ دیا۔

حضرت عباس علیہ السلام کا لقب سقا اور کنیت ابو الفضل و ابو قربہ تھی۔ آپ سب بھائیوں سے بڑے تھے، آپ نہایت بلند قامت تھے۔ بحار الانوار کے مطابق جب آپ بلند قامت گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپ کے پائے مبارک زمین پر خط کھینچے جاتے تھے۔ آپ حسن و جمال میں بے مثل تھے۔ اسی بناء پر آپ کا لقب قمر بنی ہاشم تھا۔ ناسخ التواریخ میں مرقوم ہے کہ حضرت عباس بن علی علیہ السلام وجیہہ و شکیل و جمیل جوان رعنا تھے، اس لیے ان کے حسن کے سبب انہیں قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا۔ شجاعت و قوت علم و حکمت اور تقویٰ و معرفت آپ کو مولائے کائنات باب مدینۃ العلم حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے ورثے میں ملی تھی۔

کنز المصائب میں ہے کہ جناب عباس علیہ السلام کو علم باپ اور ماں کی طرف وارثت میں ملا تھا۔ آپ کو رموز قرآن اور شریعت پر دسترس حاصل تھی۔ آپ کا زہد و تقویٰ اور وفاداری اپنے حد کمال پر تھی۔ آپ کو سقائے سکینہ اور علمدار حسینی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ دونوں شرف تا قیامت آپ کے نام کے ساتھ دائم و قائم رہیں گے۔ جس کا ثبوت جناب عباس علیہ السلام کا علم اور اس میں موجود مشک ہے، جو آپ کی شجاعت اور وفاداری پر دلیل محکم ہے۔ منہاج المقال اور عمدۃ المطالب میں لکھا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کا لقب سقا اس لیے مشہور ہوا کہ انہوں نے حسینی لشکر کے لیے پانی لانے کی کوشش کی۔ عمدۃ المطالب فی نسب آل ابی طالب میں سید داؤدی نے لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے جو قبائل عرب کے بڑے تاریخ داں اور نساب تھے، فرمایا کہ میں ایک ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جو عرب کے بہت بڑے شجاع خاندان سے ہو اور اس سے شہسوار اور شجاع بیٹا پیدا ہو۔ جناب عقیل نے کہا ام البنین دختر حزام بن خالد کلابیہ سے نکاح فرمایئے۔ عرب میں کوئی اس بی بی کے آباؤ اجداد سے بڑھ کر شجاع اور مرد میدان نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جناب عقیل کے مشورہ کے موافق جناب ام البنین سے نکاح فرمایا اور اس باعظمت بی بی سے جناب عباس علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جناب عباس کے بعد آپ کے بھائی جناب عبداللہ، جناب جعفر اور جناب عثمان کی ولادت ہوئی، ناسخ التواریخ کے مطابق جناب ام البنین کو اللہ نے چار بیٹوں سے نوازا یہ چاروں بھائی اکبر کے نام سے معروف تھے کیونکہ اولاد حضرت علی علیہ السلام میں جناب حسنین علیہ السلام اور جناب محمد حنیفہ کے علاوہ دیگر تمام بھائیوں سے یہی چاروں بڑے تھے۔ یہ چاروں بھائی عالم عرب کے معروف شجاع تھے۔ یہ چاروں میدان کربلا میں زہرا کے لعل پر حق رفاقت ادا کرتے ہوئے قربان ہوگئے۔

حضرت عباس میں جذبہ جانثاری آرزوئے حضرت مولائے کائنات تھی۔ شب اکیس ماہ رمضان آپ اپنی آل اولاد سے یہ وصیتیں فرمارہے تھے۔ ''میرے بچوں تقویٰ اختیار کرنا یتیموں اور مسکینوں کا خیال رکھنا اور قرآن پر عمل پیرا رہنا۔'' اصول کافی کے موافق حضرت امام علی علیہ السلام نے جن بیٹوں کو ہدایت فرمائی ان کی تعداد بارہ تھی۔

مرقات الایقان میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی تمام اولاد اور ازواج کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد کیا۔ جب آپ سب کو وصیتیں فرماچکے تو آپ پر نقاہت کے سبب غشی کی کیفیت ظاہر ہوئی، اسی عالم میں کسی کے رونے کی آواز سنی تو آنکھیں کھول کر پوچھا یہ کون رورہا ہے، لوگوں نے کہا یہ جناب ام البنین رو رہی ہیں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جناب ام البنین کو آواز دی تو آپ قریب آئیں، حضرت علیہ السلام نے فرمایا کیا بات ہے، جناب ام البنین نے فرمایا مولا! میں بنی کلاب کے قبیلے سے ہوں اور سب کا تعلق بنی ہاشم سے ہے۔ آپ نے ایک ایک کا ہاتھ حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا کیا میرا بچہ عباس اس قابل نہیں کہ اس کا ہاتھ حضرت حسن مجتبیٰ کے ہاتھ میں دیا جائے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت نے آواز دی ام البنین پریشان نہ ہو، عباس علیہ السلام میرا نائب ہے، میں نے عباس علیہ السلام کو اس لیے پالا ہے کہ یہ کسی کے کام آئے۔ یہ فرماکر حضرت نے امام حسین علیہ السلام کو آواز دی بیٹا حسین علیہ السلام ادھر آؤ۔

مائتین کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام قریب آئے تو حضرت عباس کا ہاتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا بیٹا حسین علیہ السلام یہ تمہارا غلام ہے کربلا میں کام آئے گا۔

علامہ قزوینی رقم طراز ہیں کہ حضرت عباس بن علی علیہ السلام اپنے بھائی حسین علیہ السلام کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے ساتھ بیٹھتے بھی نہ تھے، کبھی بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے عباس مجھے بھائی کیوں نہیں کہتے۔ جناب عباس علیہ السلام عرض گزار ہوئے میں آپ پر قربان اگرچہ میں اور آپ نسبی اعتبار سے ایک ہی باپ سے تعلق رکھتے ہیں مگر میری ماں آپ کی والدہ گرامی کی کنیز ہیں، اس لیے کہاں میں اور کہاں آپ۔

حضرت ابوالفضل العباس کی عظمتِ کردار بیان کرتے ہوئے علماء وفقہا نے جناب عباس کو فضائل وکمالات حسنہ کا پیکر کہا ہے۔ صاحبان مقاتل اور علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ زہد وتقویٰ اور روحانیت کے اعتبار سے شہدائے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ سب سے زیادہ افضل ہیں۔ تنقیح المقاتل میں مرقوم ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام آئمہ کی فقیہ اولاد میں سے تھے۔ علامہ قائنی خراسانی نے آپ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ ''حضرت عباس عالم غیر متعلم تھے۔''

ضحاک بن قیس سے روایت ہے کہ شب عاشورہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے سب اصحاب واعزا کو جمع فرماکر خطبہ پڑھا اور اجازت دی کہ وہ چلے جائیں، اس وقت سب سے پہلے جس نے جواب نصرت دیا وہ جناب عباس علیہ السلام تھے۔ آپ کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ مولا یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں، خدا وہ گھڑی نہ لائے کہ بعد آپ علیہ السلام کے ہم زندہ رہیں۔

ابومخنف نے بروایت ضحاک بن قیس لکھا ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے ناقہ پر سوار ہوکر مقابل لشکر شام خطبہ پڑھا اور حضرت کی آواز خیمہ اہل حرم میں پہنچی تو اہل حرم کے خیمہ سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں،

اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عباس علیہ السلام اور جناب علی اکبر علیہ السلام کو روانہ کیا کہ جا کر اہل حرم کو سنبھالیں۔ یہ دونوں خیمہ میں گئے اور مخدرات عصمت وطہارت کو سمجھا کر پھر میدان میں آئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے باقی خطبہ تمام کیا۔ ضحاک کہتے ہیں۔ ایسا فصیح کلام نہ کسی نے اس سے پہلے کبھی سنا تھا اور نہ کبھی آئندہ سنا جائے گا۔

جب حضرت عباس علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سب اصحاب اور بعض عزیز درجہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں تو آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا آؤ اب تم اپنی جانیں حضرت علیہ السلام پر فدا کرو۔ وہ تینوں سعادت مند حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد کی اجازت لیکر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔

ابو مخنف نے روایت کی ہے کہ جب نویں محرم کو بعد دوپہر عمر ابن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر سارے لشکر سے چڑھائی کی تو اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ کے آگے تلوار صاف فرما رہے تھے کہ زانوئے مبارک پر سر رکھے ہوئے نیند آ گئی تھی کہ جناب زینب علیہا السلام نے لشکر کی آوازیں سنیں تو حضرت کے پاس آئیں اور کہا اے بھائی کیا آپ نے لشکر کی آوازیں سماعت نہیں فرمائیں۔ دیکھئے لشکر چڑھا آتا ہے۔ حضرت نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا میں نے خواب میں جناب رسالت مآبؐ کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اے حسین کل شام کو تم ہمارے پاس ہوگے۔ جناب زینب علیہا السلام نے یہ سنا تو اپنے چہرہ مبارک پر طمانچے مارے اور رونا شروع کیا۔ حضرت نے تسلی دی اور جناب عباس سے فرمایا بھائی تم جا کر دریافت کرو اس اچانک چڑھائی کا سبب کیا ہے۔ جناب عباس علیہ السلام جب گروہ اعدا سے یہ دریافت کرنے گئے کہ آخر اس حملہ کا سبب کیا ہے تو ان لعینوں نے کہا کہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ یا تو یہ بیعت کریں ورنہ جنگ شروع کر دی جائے۔ حضرت عباس نے فرمایا اتنی دیر ٹھہر جاؤ کہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو اطلاع دے دوں۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے احوال سن کر فرمایا۔ اے عباس علیہ السلام ان لوگوں سے ایک شب کی مہلت حاصل کرو تاکہ آج شب اللہ کی عبادت میں مصروف رہوں۔ (پورے واقعہ کی تفصیل شب عاشور کے واقعات میں لکھی جا چکی ہے)

روز عاشور جناب عباس علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہاتھ جوڑ کر فرمایا۔ آقا اپنے غلام کو اجازت دیجئے اب تو شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھائی پر نگاہ ڈالی اور کہا عباس علیہ السلام تم بھی حسین کو تنہا چھوڑ کر جانا چاہتے ہو۔ اے عباس تم سے اہل حرم کو ڈھارس ہے اور بچوں کے دل قوی ہیں۔ بھائی عباس علیہ السلام تم تو لشکر کے علمدار ہو۔ جناب عباس علیہ السلام نے کہا اب وہ لشکر کہاں جس کا میں علمبردار ہوں۔ آقا مجھے اجازت دیجئے۔ آخر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ بھیا عباس اجازت ہے۔ اے عباس علیہ السلام بچوں کے لیے پانی لانے کی سبیل کرو۔ جناب عباس خیمہ میں تشریف لائے اور جناب زینب علیہا السلام نے سنا کہ آپ رن میں جا رہے ہیں تو جناب عباس علیہ السلام کے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور شدت سے گریہ کیا۔ جناب عباس علیہ السلام نے پیاسی بھتیجی سے مشک منگائی جناب زینب وام کلثوم علیہا السلام نے بین کیے۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا بھیا میرا دل کہہ رہا ہے کہ اب وہ گھڑی قریب آ رہی ہے کہ زینب علیہا السلام کے بازو میں رسی باندھی جائے گی اور اسیر کی جاؤں گی۔

حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ میں نے روز عاشور دیکھا کہ حضرت عون ومحمد علیہ السلام خیمے سے رخصت ہوئے مگر کوئی بی بی باہر نہ آئی حضرت قاسم خیمے سے باہر تشریف لائے۔ پھر آپ کی لاش خیمے میں آئی لیکن کسی خیمہ کا پردہ نہیں اٹھا۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام جب شہید ہوئے تو ایک بی بی خیمہ سے باہر آئیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں واپس کر دیا۔ اس کے بعد حمید بن مسلم قسم کھا کر کہتا ہے کہ جب حضرت عباس کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو سارے خیموں کے پردے اٹھ گئے اور ہر طرف سے یا عباساہ یا عباساہ کی آوازیں بلند تھیں۔

حضرت عباس علیہ السلام جب خیمہ سے مقتل کی طرف چلے تو بھتیجی کی دی ہوئی مشک دوش پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا عطا کیا ہوا علم آپ کے ہاتھ میں تھا جب سقائے حسینی کو یہ علم ملا تھا تو آپ نے بڑھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی قدم بوسی کی اور پرچم اسلام کو اپنی آنکھوں سے لگایا تھا، یہ وہی علم تھا جس پر حضرت حمزہ اور حضرت جعفرؑ کو ناز تھا۔ یہ وہی علم تھا جو کبھی خیبر میں بلند ہوا اور کبھی خندق میں فاتح خیبر کے فرزند نے اس علم کے ملنے پر پروردگار کا شکر ادا کیا اور جاہ وجلال کے ساتھ میدان میں تشریف لائے، جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب عباس کو اس شان سے میدان کارزار کی طرف بڑھتے دیکھا کہ دوش پر خشک مشکیزہ ہاتھ میں علم و نیزہ لیے ہوئے، حیدر کرار کی شان سے گھوڑے پر سوار دریا کی جانب بڑھ رہے ہیں تو حسرت بھری نگاہ کے ساتھ دل کی بے قراری بڑھ گئی۔ در خیمہ سے پیاسے بچے سقائے سکینہ کی سواری دیکھ کر حسرت و یاس کی تصویر بن گئے۔ جناب زینب علیہا السلام کی آنکھوں میں اشک جاری تھے اور زوجہ جناب عباس کے سر سے چادر گری جا رہی تھی اور خیمہ میں کہرام برپا تھا۔

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے کہ جب حضرت عباس علیہ السلام نہر کی طرف روانہ ہوئے اور دشمن دائیں بائیں بھاگے تو اس وقت آپ نے یہ رجز پڑھا۔ ''میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا جو چاہے مقابلے پر آئے، موت سے ملاقات کے لیے میں خود چل کر آیا ہوں۔ میں نے اپنی جان پاکیزہ جان کے حوالے کر دی ہے۔ میں صبر کے ساتھ ثابت قدم رہتا ہوں تاکہ سر جدا کروں اور جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں، میں عباس ہوں، جنگ میں سختی سے مد مقابل کا سامنا کرتا ہوں۔''

جب آپ نے دریا کا رخ کیا تو اعدا نے آپ پر ہجوم کیا۔ آپ نے نیزے سے جو قریب آتا اسے واصل جہنم کر دیتے، آپ کو تنہا دو محاذوں کا سامنا تھا۔ اول میدان کارزار میں لشکر کثیر جو چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے چھ ہزار سے زیادہ محافظین فرات لیکن آپ نے سب کو درہم برہم کر دیا۔ فوج کا ایک دستہ جو آپ کو نرغہ میں لینا چاہتا تھا۔ ان سب کو واصل جہنم کیا۔ یہاں تک کہ فوجوں کی آہنی دیوار ٹوٹی تو روح علی نے مرحبا کہا اور شیر نے گھاٹ پر قبضہ کیا۔ جب مشک دریا میں ڈالی تو اتنی خشک تھی کہ تین بار پانی میں ڈالا اور نکالا۔ آپ نے چلو میں پانی لے کر آواز دی اے لشکر کوفہ و شام بتاؤ دریا تمہارے قبضہ میں ہے یا ہمارے۔ اللہ رے محبت حسین علیہ السلام اور پیاسی بھتیجی کی پیاس کا احساس کہ جب مشک بھر کر چلے تو ہاتھوں کو عبا کے دامن سے خشک کیا تاکہ تری نہ پہنچے۔ آپ کی وفاداری حد کمال پر تھی کہ دریا قبضہ میں ہوتے ہوئے بھی تین دن کی بھوک و پیاس کے باوجود خشک ہونٹوں کے ساتھ دریا سے

باہر آئے، آپ کی نظر میں حضرت علی اصغر علیہ السلام کی خشک زبان، کملایا ہوا چہرہ، جناب سکینہ کی پیاس اور بچوں کی صدائے العطش تھی۔ جب آپ نے مشک میں پانی بھر لیا تو گھوڑے سے کہا اے اسپ وفادار سیراب ہو جا لیکن اس نے پانی نہ پیا اور خیموں کی طرف حسرت ویاس سے نظر کی، گویا یہ بے زبان کہہ رہا تھا میرے آقا حسین علیہ السلام اور ان کے معصوم بچے پیاسے ہیں میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں۔

جب آپ مشک سکینہ لے کر خیمہ کی طرف روانہ ہوئے تو بھاگی ہوئی فوج نے نرغہ کیا جب چاروں طرف سے آپ کو لعینوں نے گھیر لیا تو آپ نیزے سے ہٹاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ اچانک حکیم بن طفیل طائی نے درخت کی آڑ سے داہنے ہاتھ پر آپ کے تلوار لگائی جس سے آپ کا ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا۔ آپ نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اس وقت آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔ "گو کہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹا مگر قسم بخدا جب تک میں زندہ ہوں، اپنے دین کی حفاظت وحمایت کرتا رہوں گا، آپ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ زید بن ورقا جہنی شقی نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار لگائی جس سے یہ ہاتھ بھی قلم ہو گیا۔ جب آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو علم کو سینے مبارک سے لگا لیا، جس طرح آپ کے عم بزرگوار حضرت جعفر طیار نے جنگ موتہ میں دونوں ہاتھ کٹ جانے کے بعد علم کو سینے سے لگایا تھا۔ جب جناب عباس علیہ السلام کا بائیاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو اس وقت جناب عباس دلاور میدان کارزار میں فرما رہے تھے۔ "اے گروہ فجار تم نے میرا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔" اسی اثناء ایک تیر مشکیزہ پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا اور ساتھ ہی ایک اور تیر سینہ میں لگا۔ آپ کے جسم سے مسلسل خون بہہ جانے کے سبب ضعف بڑھ گیا تھا۔ اتنے میں ایک شقی نے جو پسران آمان بن دارم قبیلہ تمیم سے تھا، بڑھا اور سر مبارک پر گرز مارا اس کے بعد آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو آواز دی یا ابن رسول اللہ میرا آپ کو سلام آخر ہو۔ جناب امام حسین علیہ السلام کمر جھکائے جناب عباس علیہ السلام کی طرف بڑھے اور کہتے جاتے تھے، ہائے میری کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت کے ہمراہ جناب علی اکبر علیہ السلام بھی روانہ ہوئے چلتے چلتے حضرت امام حسین علیہ السلام ایک مقام پر رک گئے اور جناب علی اکبر علیہ السلام کو آواز دی۔ اے اعلی اکبر علیہ السلام یہ میرے بھائی عباس کا کٹا ہوا ہاتھ زمین پر ہے۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے جناب عباس علیہ السلام کے کٹے ہوئے ہاتھ کو اٹھا لیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ ہاتھ جناب علی اکبر علیہ السلام سے لے کر اپنے کلیجے سے لگا لیا۔ تھوڑی دور آگے چلے تھے کہ ایک مرتبہ پھر رک گئے۔ دوسرا ہاتھ بھی جناب علی اکبر علیہ السلام نے اٹھایا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام دونوں ہاتھوں کو سینے سے لگائے ہوئے جناب عباس علیہ السلام تک پہنچے۔

حضرت جب جناب عباس علیہ السلام کے زخموں سے چور جسم اطہر پر تشریف لائے تو بے اختیار گریہ فرمایا اور آپ کا سر جو شگافتہ تھا، اپنے زانوں پر رکھا اس وقت جناب عباس بار بار زانو سے سر ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور فرماتے تھے۔ "آقا میں سوچتا ہوں کہ وقت شہادت آپ کا سر کس کے زانو پر ہوگا۔" اس کے بعد عرض کی، مولا غلام سے کوئی تقصیر ہوئی تو معاف فرمائیے۔ حضرت رونے لگے اور فرمایا۔ "میرے وفادار بھائی تم یہ کیا کہہ رہے ہو تم سا بھائی دنیا میں کہاں ملتا ہے۔"

اس وقت جناب عباس علیہ السلام نے وصیت کی کہ "آقا میری لاش خیمہ میں نہ لے جائیگا، میں سکینہ سے شرمندہ ہوں کہ پانی بچی تک نہ پہنچا سکا۔" (جناب عباس علیہ السلام نے لاش کو خیمہ میں نہ لے جانے کی وصیت اس لیے بھی کی کہ آپ جانتے تھے کہ اب میرے آقا میں اتنی طاقت کہاں کہ میری لاش اٹھا سکیں) حضرت امام حسین نے جناب عباس علیہ السلام سے کہا اے عباس علیہ السلام آج ہماری بھی ایک آرزو پوری کردو۔ آج تک تم مجھے آقا کہتے رہے ہو آج مجھے بھائی کہہ دو۔ جناب عباس علیہ السلام نے حضرت کو بھائی کہا اور سوئے جنت روانہ ہو گئے۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ جناب عباس علیہ السلام کا لاشہ اٹھائیں تو حضرت عباس علیہ السلام نے پوچھا آپ مجھے کہاں لیے جا رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خیام میں دیگر بنی ہاشم کے پاس تو جناب عباس علیہ السلام نے عرض کیا مجھے خیام میں نہ لے جائیں، اس لیے کہ آپ علیہ السلام نے مجھے پانی لانے کا حکم دیا تھا اور مشکیزہ دے کر جلد پانی لانے کو کہا تھا اگر میں وہاں گیا اور سکینہ نے پانی کے بارے میں پوچھ لیا تو میں اپنی زندگی کا آخری سانس بھی شرم کے مارے مشکل سے پوری کرسکوں گا، دوسرے یہ کہ آپ علیہ السلام بھی شدت پیاس اور بھوک سے نڈھال اور زخموں سے چور چور ہیں میں نہیں چاہتا کہ آپ مجھے اٹھا کر تکلیف برداشت کریں۔ میں جہاں ہوں مجھے وہیں رہنے دیں۔ مقدر میں ہوا تو کہیں دفن کر دیا جاؤں گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا۔ "عباس علیہ السلام میری طرف سے اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم نے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں میری مدد کی۔"

جناب عباس کی وصیت کے پیش نظر حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کی لاش اطہر دریا کے پاس رہنے دی اور خیمہ میں نہیں لائے۔ مشک و علم جو خون میں تر تھا لیے ہوئے جب آپ علیہ السلام خیمہ گاہ کی طرف بڑھے تو جناب سکینہ اور پیاس سے جاں بلب بچوں کی نظر پڑی تو مضطرب ہو گئے۔ جناب سکینہ علیہا السلام نے جو مشک چچا کے حوالے کی تھی اس میں پانی تو نہ تھا بلکہ خون سے تر تھی۔ اسے دیکھ کر ہائے چچا عباس، ہائے چچا عباس کہتی ہوئی آگے بڑھیں اور مشک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس وقت خیمہ میں قیامت کا منظر تھا۔ بیبیاں گریہ و ماتم میں مصروف تھیں اور چار سو رونے اور سسکیوں کی آوازیں بلند تھیں۔

جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں "میرے بابا جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام اور میری مادر گرامی جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام فرمایا کرتی تھیں کہ اے زینب علیہا السلام ایک دن بے ردا ہو جاؤ گی۔ تمہاری چادر چھن جائے گی، جب بھیا عباس جوان ہوئے اور ان کی بہادری کی شہرت تمام عرب میں پھیل گئی تو میں سوچتی تھی کہ میرے بابا حضرت علی علیہ السلام اور مادر گرامی جناب فاطمہ علیہا السلام تو صادق القول ہیں لیکن جس بہن کا عباس علیہ السلام جیسا بھائی ہو اس کے سر کی چادر کون چھین سکتا ہے۔ جب میرے بھائی حسین نے مدینہ چھوڑا اور بھیا عباس ساتھ چلے تو میں اس وقت بھی بے فکر تھی میں بیبیوں سے کہتی تھی فکر نہ کرو میں پردے کی ضامن ہوں۔ دسویں محرم نمودار ہوئی، اس وقت بھی مجھے اپنی بے ردائی کا خوف نہ تھا لیکن جب میدان کربلا سے آواز آئی "قد قتل العباس" (عباس شہید ہو گئے) تو مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہماری چادروں

کا محافظ شہید ہو گیا۔

ابو مخنف نے جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کے باب میں لکھا ہے کہ جب آپ گھاٹ سے باہر آئے تو چاروں طرف سے دشمنوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی۔ مبرص بن شیبان لعین نے حملہ کر کے آپ کا دائیاں ہاتھ کاٹ دیا تو حضرت عباس علیہ السلام نے فرمایا "خدا کی قسم اگر میرا بائیاں ہاتھ بھی تم لوگ جدا کر دو تو بھی میں اپنے امام کی حمایت کرتا رہوں گا۔ جو سراپا ایمان ہیں اور فرزند فاطمہ ہیں۔ میرا اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہوں"۔ آپ نے بہت سوں کو فی النار کیا اور مشک کاندھے پر رکھے ہوئے آگے بڑھے اس وقت عمر سعد اپنے لشکر سے مخاطب ہوا۔ مشک کو تیروں سے چھلنی کر دو۔ خدا کی قسم اگر حسین تک پانی پہنچ گیا تو ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔

عمر سعد کے اس حکم کے ساتھ ہی دشمنوں نے آپ پر شدید حملہ کیا تو حضرت عباس علیہ السلام نے ایک سو اسی (۱۸۰) حملہ آوروں کو ہلاک کر دیا۔ اسی دوران عبداللہ بن یزید شیبانی نے بائیں بازو پر وار کر کے اسے بھی جدا کر دیا۔ آپ کے دونوں بازوؤں سے خون جاری تھا کہ اسی دوران آپ کو آہنی گرز آپ کے سر مبارک پر اس قدر زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہو گیا اور آپ زین سے زمین پر آ گئے۔

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں لکھا کہ جب حضرت عباس پانی کے حصول کے لیے جانب فرات چلے تو اشقیاء نے آپ پر حملہ کر دیا، اس وقت آپ نے اس مضمون کا رجز پڑھا "جب موت میرے سامنے ہو تو میں موت سے نہیں ڈرتا، یہاں تک کہ بہادروں کے کشتوں میں میری لاش بھی ڈال دی جائے۔ میں عباس علیہ السلام ہوں میری جان فرزند رسول اللہ پر فدا ہو میں موت سے نہیں ڈرتا۔" آپ نے آگے بڑھتے ہوئے جمعیت اعدا کو منتشر کیا ناگاہ زید بن ورقا اور حکیم بن طفیل نے ایک درخت کے پیچھے سے ایسی تلوار لگائی کہ داہنا ہاتھ آپ کے جسم اطہر سے جدا ہو گیا اس وقت آپ نے فرمایا۔ "اے قوم روسیاہ گو کہ تم نے داہنا ہاتھ میرا قطع کر دیا ہے۔ لیکن قسم بخدا میں حمایت دین اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے دستبردار نہیں ہوں گا۔" ناگاہ حکیم بن طفیل نے عقب درخت خرما سے آپ پر تلوار لگائی اور آپ کا بائیاں ہاتھ بھی تن سے جدا ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا "اے میرے نفس کفار کی جمعیت سے ڈرنا نہیں تجھے اللہ کی رحم کی بشارت ہو کہ عنقریب جناب رسالت مآب کی خدمت میں پہنچنا ہے ان لعینوں نے میرا بائیاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔ اے رب تعالیٰ ان کو واصل جہنم کر۔"

ناگاہ ایک لعین نے گرز آہنی مار کر حضرت عباس علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ بروایت بحار الانوار جب جناب عباس علیہ السلام کے ہاتھ تن سے جدا ہو گئے تو آپ نے مشک کے تسمہ کو دندان مبارک سے پکڑ لیا، ناگاہ ایک لعین نے ایسا تیر مارا جو مشک پر آ کر لگا اور مشک کا سارا پانی بہہ گیا۔

جنگ موتہ میں حضرت رسول خدا کی نصرت میں حضرت جعفر بن ابی طالب علیہ السلام نے چار سو سواروں کو قتل کیا اور علم کی حفاظت میں آپ کے دونوں شانے قلم ہوئے حضرت عباس علیہ السلام نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت میں جو مصائب اٹھائے اس کی مثال نہیں ملتی، جب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت جعفر کی شہادت کی خبر سنی تو حضرت

امیر المومنین علیہ السلام نے دریافت کیا یا رسول اللہ میرے بھائی جعفر کی کیا خبر ہے۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا۔ اے علی صبر کرو خدا تمہیں تمہارے بھائی جعفر کی مصیبت میں صبر عطا فرمائے، یہ سن کر حضرت امیر المومنین نے فرمایا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون" بعد اس کے شدت سے گریہ کیا لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام جب اپنے بھائی جناب عباس کی لاش پر آئے تو شدت غم سے نڈھال تھے اور فرما رہے تھے۔ "اے بھائی عباس علیہ السلام تمہارے مرنے سے حسین علیہ السلام کی کمر توٹ گئی، اے عباس علیہ السلام تمہارے مرنے کے بعد میرے لیے تدبیر کی راہیں بند ہوگئیں میں تمہارے بعد ضعف محسوس کر رہا ہوں، اے میری قوت و طاقت عباس علیہ السلام تم کہاں ہوں۔"

ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے مدینہ میں بعد واقعہ کربلا اپنے بھائی عبیداللہ فرزند جناب عباس علیہ السلام کو دیکھا تو آنکھوں سے اشک جاری ہوئے اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ پر دو دن تمام عمر میں بہت سخت تھے۔ ایک تو جنگ احد کا دن جس میں آنحضرت کے عم بزرگوار حضرت حمزہ شہید ہوئے اور دوسرا دن وہ تھا جس دن آنحضرت کے چچازاد بھائی جناب جعفر طیار شہید ہوئے مگر یہ دونوں دن ویسے نہ تھے جیسا کہ یوم عاشورا تھا جو کربلا میں میرے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر آیا تھا۔ لشکر کثیر نے جو اپنے آپ کو امتی کہتے تھے۔ میرے بابا کو گھیر لیا تھا یہ سب آپ کے خون کے پیاسے تھے اور سب کا یہ موقف تھا کہ ان کا خون بہانا موجب ثواب ہے، اور قرب الٰہی ہے۔ حضرت نے ان سب کو وعظ و نصیحت فرمائی لیکن کسی نے کچھ نہ سنا یہاں تک کہ شہید کر دیا۔

یہ بیان کرنے کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا خدا رحمت نازل کرے میرے چچا عباس پر جنہوں نے اپنی جان میرے والد ماجد حضرت امام حسین علیہ السلام پر فدا کی اور شدید مصائب اٹھائے۔ آپ کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے اور اسکے عوض میں خداوند عالم نے دو پر آپ کو عطا فرمائے۔ آپ بہشت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں جیسے کہ جناب جعفر کو خدا نے پر عطا فرمائے تھے۔ جناب عباس کا بارگاہ خداوند عزوجل میں وہ رتبہ ہے کہ جملہ شہدا روز قیامت اس مرتبہ اور درجہ پر رشک کرینگے کہ کاش ایسا ہی درجہ ہم کو ملا ہوتا۔

جناب عباس علیہ السلام نے راہ حق میں جو مصائب اٹھائے وہ بوقت شہادت اپنی انتہا پر تھے۔ گھوڑے سے گرنے والا ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے تاکہ چہرہ محفوظ رہے۔ جناب عباس علیہ السلام جب گھوڑے سے گرے تو تین باتیں نہایت درد انگیز تھیں جس کا اکثر علماء نے ذکر کیا ہے اول یہ کہ سر گرز لگنے سے شگافتہ تھا۔ دوسرے یہ کہ جسم میں تیر پیوست تھے، تیسرے یہ کہ شانے قلم تھے۔ لہٰذا جس اذیت کا سامنا علی علیہ السلام کے اس شیر کو تھا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معالی السبطین میں ہے کہ جب آپ زمین پر آئے تو ایسا لگتا تھا دائیں طرف والے تیر بائیں جانب سے اور بائیں طرف کے تیر دائیں جانب نکل گئے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت علی اکبر علیہ السلام کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ جناب شیخ

مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں لکھا ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب اکبر ہے۔ علامہ ساوی لکھتے ہیں کہ حضرت علی اکبر کا اصلی نام علی لقب اکبر اور کنیت ابوالحسن ہے۔ ابوالفرج اصفہانی اور محمد ابن ابی طالب نے لکھا ہے کہ آپ کی مادر گرامی لیلیٰ بنت ابی مرہ مسعود ثقفی تھیں۔ حضرت علی اکبر جناب رسول خداؐ سے صورت و سیرت اور رفتار و گفتار میں بہت مشابہ تھے۔ آپ سیرت علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام اور ہاشمی شجاعت کا پیکر تھے۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں زہد و تقویٰ کی معراج پر تھے۔ جب لوگوں کی آپ پر نظر پڑتی تو بے ساختہ گھوڑا بڑھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں رسول خداؐ کی تصویر پھر جاتی۔

صاحب روضۃ الشہداء نے لکھا ہے کہ جب اہل مدینہ کو جناب رسالت مآب کی زیارت کا اشتیاق ہوتا یا حضرت کے لہجہ کے مشتاق ہوتے تھے تو حضرت علی اکبر علیہ السلام کو دیکھتے تھے۔ اور باتیں سنتے تھے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اتنی محبت تھی کہ دن میں جہاں بھی جاتے اپنے ساتھ رکھتے اور رات کو اٹھ کر کئی کئی بار فرزند کے چہرے کو دیکھتے۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین نے سفر عراق کیا اور قصر بنی مقاتل میں پہنچے تو رات یہاں قیام کیا تو اس منزل پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ جتنی مشکیں ہیں پانی سے بھر لو۔ بحکم امام مشکیں پانی سے بھر لیں، اس کے بعد یہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے پر سوار تھے، اس سفر میں چلتے چلتے حضرت کی آنکھ لگ گئی جب چشم مبارک کھولی تو حضرت نے تین بار **انا لله و انا الیه راجعون و الحمدلله رب العالمین** کی تلاوت فرمائی جب حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی بابا اس وقت آپ نے یہ کلمات کیوں پڑھے۔ اس وقت ان کلمات کے ادا کرنے کا کیا موقع تھا۔ حضرت نے فرمایا اے میرے فرزند جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں ایک سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ بیٹا اس جواب سے مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص ہماری موت کی خبر دے رہا ہے۔ یہ سن کر جناب علی اکبر علیہ السلام نے عرض کی اے پدر عالی مقام خدا آپ کو برا وقت نہ دکھائے۔ بابا یہ تو فرمائیے ہم حق پر ہیں۔ حضرت نے فرمایا قسم بخدا ہم حق پر ہیں۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان سے حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ سنا کہ ہم حق پر ہیں جس کا مطلب تھا کہ راہ حق میں ہیں ہمیں موت کا کوئی خوف نہیں۔ تو جناب علی اکبر علیہ السلام نے عرض کی پھر ہمیں مرنے کا کوئی خوف نہیں، یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے علی اکبر علیہ السلام خدا تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔" (حضرت علی اکبر علیہ السلام نے یہ سوال کہ کیا ہم حق پر ہیں اس لیے کیا تھا تا کہ دنیا حضرت امام حسین علیہ السلام سے سن لے کہ ان کا ہر عمل راہ حق میں ہے اور یہ خود راہ مستقیم ہیں)

روز عاشور جب انصار و اقربا اور اعزا شہید ہو گئے اور جناب علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا کو یک و تنہا دیکھا تو گھوڑا بڑھا کر حضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ مقتل لہوف کے موافق اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ علیہ السلام

نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی "بارالٰہا گواہ رہنا اب میرا وہ فرزند شہید ہونے جارہا ہے جو تیرے رسولؐ کی صورت میں خلق میں، رفتار و گفتار میں مشابہ ہے۔ جب میں تیرے نبی کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو میں اس فرزند کی صورت دیکھ لیا کرتا تھا۔ بارالٰہا تو ان لوگوں سے زمین کی برکتیں اٹھا لے ان کی جمعیت کو پراگندہ کردے۔ ان کے حاکموں کو ہمیشہ ان سے ناراض اور رنجیدہ خاطر رکھ کیونکہ ان اشقیاء نے وعدہ نصرت کرکے ہمیں بلایا اور اب ہمارے قتل پر آمادہ ہیں۔"

بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر سعد کو مخاطب کیا۔ "اے ابن سعد جس طرح تو نے میری ذریت کو قتل کیا ہے اور رسولؐ کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا، خدا تیری بھی نسل کو اسی طرح قطع کرے۔" حضرت علی اکبر علیہ السلام حضرت علیہ السلام کے اس خطاب سے سمجھ گئے کہ آپ نے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیدی۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام جب ماں، بہنوں، پھوپھیوں اور تمام مخدرات عصمت و طہارت کو الوداع کہنے درخیمہ پر پہنچے اور کہا اے اہل بیت ذریت رسولؐ علی اکبر علیہ السلام کا آخری سلام قبول ہو۔ اے بیمار بھائی میرا سلام آپ پر علی اکبر علیہ السلام کا۔ الوداعی سلام سن کر تمام بیبیوں میں کہرام مچ گیا۔ بیمار کربلا بے چین ہوگئے اور تمام بیبیوں نے جناب علی اکبر علیہ السلام کے گرد حلقہ ماتم بنایا اور بیبیاں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر اس قدر روئیں کہ خاک پر تڑپنے لگیں۔ جب میدان میں جانے کے لیے حضرت علی اکبر علیہ السلام خیمہ کا پردہ اٹھاتے تو بیبیاں روک لیتی تھیں اور خیمہ کا پردہ پھر گرجاتا تھا۔ یہ ایسا دردانگیز منظر تھا کہ اس کے بارے میں مقاتل کی کتابوں میں یہ جملہ ملتا ہے۔ "جناب علی اکبر علیہ السلام خیمہ سے اس طرح نکلے جیسے بھرے گھر سے کوئی جنازہ نکلتا ہے۔"

ابومخنف کے موافق رخصت جناب علی اکبر علیہ السلام کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی اور فرمایا! اے خدا تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ اس سے جہاد کرنے میرا وہ فرزند جارہا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رفتار و گفتار میں تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے۔ اے اللہ جب میں تیرے نبی کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو اس کی صورت دیکھ لیتا تھا۔ اے اللہ تو ان ظالموں پر زمین کی برکتیں روک دے، ان کے گروہ میں تفرقہ ڈال دے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔ ان کے دوستوں کو منقطع کردے اور کبھی ان سے راضی نہ ہو، ان لوگوں نے ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ ہماری نصرت کریں گے لیکن ان لوگوں نے ہمارے ساتھ بہت ظلم اور ناانصافی کی اور اب ہم سے جنگ کررہے ہیں۔"

کشف الغمہ کے موافق "حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام کو خود مسلح فرمایا۔" حضرت نے اپنے ہاتھوں سے اپنے جوان فرزند کو آراستہ کیا۔

جس وقت آپ روانہ ہورہے تھے آپ کی مادر گرامی حضرت ام لیلیٰ نے قریب آکر اپنے لعل کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا میرے لعل کچھ دیر کے لیے ٹھہر جاؤ۔ جناب ام لیلیٰ تیزی میں گئیں اور ہاتھ میں کچھ کپڑے جو چادر میں بندھے تھے لائیں اس وقت تمام بیبیاں جو جناب علی اکبر علیہ السلام کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھیں، زار و قطار رونے لگیں۔ مادر علی اکبر علیہ السلام ایک ایک لباس نکال کر جناب علی اکبر علیہ السلام کی پیشانی سے مس کرتی تھیں اور رکھ دیتی تھیں یہ وہ لباس تھے جو دکھیاری ماں نے فرزند کی شادی کے لیے تیار کیے تھے۔

یہ منظر نہایت درد انگیز تھا ظلم سے ستائی ماں اور بہنیں گریہ کناں تھیں۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ابو المؤید سے روایت کی ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام جب میدان میں تشریف لائے تو آپ کے دو گیسو چہرہ مبارک کے آگے اور دو پشت مبارک کی طرف تھے۔ صاحبان سیر و تاریخ کے موافق شرفائے عرب اور بنی ہاشم میں یہ طریقہ عام تھا۔ اعثم کوفی نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کے میدان میں تشریف لانے کے بارے میں لکھا ہے کہ "جناب عباس بن علی علیہ السلام کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام نے میدان کارزار کا رخ کیا۔"

جب جناب علی اکبر علیہ السلام میدان کی طرف جا رہے تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو پیچھے آتا دیکھا تو گھوڑے سے اترے اور کان میں کچھ عرض کی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے چیخ بلند کی۔ جناب زینب علیہا السلام نے در خیمہ سے یہ منظر دیکھا جب حضرت علیہ السلام خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب علیہا السلام نے پوچھا بھیا آپ سے علی اکبر علیہ السلام نے کیا کہا تھا؟ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام کو بتایا کہ علی اکبر علیہ السلام نے کہا تھا بابا جب کوئی گھوڑے سے گرتا تھا تو آپ کو آواز دیتا تھا۔ آپ کے ساتھ میں اور چچا عباس ہوتے تھے۔ اب میں شہید ہونے جا رہا ہوں۔ اب آپ تنہا ہو جائیں گے اور یہ کہا تھا۔ بابا آپ نے سب کے لاشے اٹھائے جب آپ میرا لاشہ اٹھائیں تو بچوں کو بلا لیجئے گا تا کہ آپ میرا لاشہ اٹھا سکیں۔ مقتل ابی مخنف اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان میں تشریف لائے تو اس مضمون کا رجز پڑھا۔ "اے ظالموں میں علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں، ہمارے جد بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہم ان کی ذریت اطہار ہیں۔ ہم ہرگز یزید کی حاکمیت قبول نہیں کریں گے، میں تم لعینوں پر نیزوں کے اتنے وار کروں گا کہ وہ خم ہو جائیں، میں اپنے پدر بزرگوار کی نصرت ایسی ضرب سے کروں گا جو جوانان ہاشمی کی ضرب ہے۔"

اعثم کوفی کے موافق جناب علی اکبر علیہ السلام دشمنوں سے لڑتے رہے آپ حملہ پر حملہ کرتے تھے، باوجود شدید تشنگی آپ دلیرانہ جنگ کر رہے تھے۔ سید ابن طاؤس اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ "آپ نے ایک سو بیس اشقیاء کوفی النار جہنم کیا اس وقت تمام لشکر فریاد کر رہا تھا، یہاں تک کہ جنگ کرتے کرتے جناب علی اکبر علیہ السلام کے جسم پر کئی گہرے زخم آئے اور پیاس نے شدید غلبہ کیا اور آپ اپنے بابا کے پاس آئے اور کہا یا ابتاہ العطش۔ اے بابا بے تشنگی مجھے ہلاک کیے دیتی ہے اور اسلحہ کے بوجھ نے تھکا دیا ہے۔ بابا کیا تھوڑا سا پانی ممکن ہے جو مجھے پیاس سے نجات ملے۔ حضرت نے فرمایا اے فرزند! اے نور نظر اپنی زبان میرے منہ میں دو روایت ہے کہ جب جناب علی اکبر علیہ السلام نے حضرت علیہ السلام کی زبان منہ میں لی تو ایک آہ سرد بھرتے ہوئے کہا بابا آپ کی زبان تو میری زبان سے زیادہ خشک ہے۔ اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی حضرت علی اکبر علیہ السلام کے دہن مبارک میں دی تا کہ کچھ سکون ملے اور فرمایا بیٹا جاؤ اور اپنے جد بزرگوار سے ملاقات کرو اور ان کے دست مبارک سے جام کوثر پیو اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اس منزل پر پہنچ کر صاحب ریاض القدس لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام اٹھارہ سال کے ہو گئے۔ مدینے سے کربلا تک ہر روز حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند سے پوچھتے تھے کہ بیٹا کوئی تمنا ہو تو بتاؤ لیکن اٹھارہ سال

کی عمر تک جناب علی اکبر علیہ السلام نے اپنے بابا سے کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ ہمیشہ یہی کہا بابا ہر خواہش تو آپ پوری کر دیتے ہیں تو مجھے مانگنے کی ضرورت نہیں۔ مقام تصور ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یہ امتحان کی منزل کتنی سخت تھی کہ ہم شکل مصطفیٰ فرزند نے پہلی بار خواہش کا اظہار کیا جو پوری نہ ہو سکی۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کے دل پر کیا گزری ہوگی اس کا تصور ممکن نہیں۔

اس کے بعد جناب علی اکبر علیہ السلام نے میدان میں جا کر دوبارہ رجز پڑھا اور اشقیاء پر حملہ کر کے اسی (۸۰) لعینوں کو واصل جہنم کیا، اس طرح دونوں حملوں میں دوسو (۲۰۰) اشقیاء کو قتل کیا۔ جناب علی اکبر مثل اپنے جد امجد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جنگ کر رہے تھے، اسی دوران طارق بن شیث آپ کے مقابلہ پر آیا یہ وہ ملعون تھا جس سے عمر سعد نے حکومت رقہ اور موصل دینے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے اس پر نیزہ کا ایسا وار کیا کہ یہ سینے کو چیرتا ہوا پشت سے دو بالشت باہر نکل گیا جب اس کے بیٹے طارق نے باپ کو اس طرح ہلاک ہوتے دیکھا تو مقابلہ پر آ گیا۔ آپ نے اسے بھی قتل کیا۔ اس کے بعد طلحہ بن طارق مقابلہ پر آیا۔ آپ نے اسے بھی فی النار کیا۔ جب عمر سعد نے دیکھا کہ کوئی بھی حضرت علی اکبر علیہ السلام سے مقابلہ نہ کر سکا تو اپنے ایک درندہ صفت جنگجو مصراع بن غالب کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے اس پر ایسا وار کیا کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسکی ہلاکت کے بعد لشکر یزید میں ہلچل مچ گئی۔ عمر سعد نے محکم ابن طفیل اور ابن نوفل کو دو ہزار سواروں کے ساتھ جناب علی اکبر علیہ السلام کے مقابلہ پر بھیجا اور سخت حملہ کا حکم دیا۔ جناب علی اکبر علیہ السلام نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور سواروں کو منتشر کر دیا۔ آپ پر لشکر کثیر حملہ کر رہا تھا۔ اسی دوران منقذ بن مرہ ساعدی نے آپ پر تلوار لگائی۔ آپ نے زخمی حالت میں گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں، یہ دیکھ کر اشقیاء نے ہم شکل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر حملہ کر دیا اور تلواروں سے جسم ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

ابوالفرج نے بروایت حمید بن مسلم ازدی لکھا ہے کہ حمید مرہ بن منقذ عبدی کے پہلو میں کھڑا تھا اور جناب علی اکبر لشکر کے دائیں بائیں جانب ایسے حملے کر رہے تھے کہ قریب تھا کہ لشکر بھاگ جائے کہ مرہ نے مجھ سے کہا اگر یہ جوان اب ادھر آیا تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔ حمید نے کہا تو ایسا نہ کر جو لوگ ان کو گھیرے ہیں وہی بہت ہیں۔ مرہ نے کہا میں ضرور انہیں قتل کروں گا، اتنے میں جناب علی اکبر علیہ السلام لوگوں کو بھگاتے ہوئے قریب مرہ پہنچے تو مرہ نے نیزہ اس شہزادے کے لگایا کہ آپ گھوڑے کی زین سے جدا ہو کر گھوڑے کی گردن سے لپٹ گئے اور اشقیاء نے آپ کو گھیر لیا اور تلواروں سے چور چور کر دیا۔ اس وقت آپ نے پکارا "السلام علیک یا اباہ" ۔ بابا آپ پر میرا اسلام آخر ہو بابا دیکھئے نانا جناب رسول خدا تشریف لائے ہیں اور مجھے کوثر سے سیراب کر دیا اور وہ آپ کے آنے کے آج رات منتظر ہیں۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام زخمی ہو کر زمین پر تشریف لائے تو فرما رہے تھے۔ "یہ میرے بابا علی امیر المومنین علیہ السلام ہیں یہ میری جدہ جناب فاطمہ علیہا السلام ہیں، یہ جناب خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور فرما رہی ہیں۔ اے فرزند جلدی کرو ہم تمہارے مشتاق ہیں، جب حضرت امام حسین علیہ السلام مقتل کی طرف روانہ ہوئے تو فرما رہے تھے۔ بیٹا میری بینائی جاتی رہی مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام جناب علی اکبر علیہ السلام کے

پاس پہنچے تو ان کے چہرہ سے خون صاف کرتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے فرزند خدا اس پر لعنت کرے جس نے تمہیں قتل کیا، ان لوگوں نے کس قدر خدا کی نافرمانی اور رسول خدا کی ہتک حرمت کرنے میں جرأت کی ہے۔ یہ فرماتے وقت حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر فرمایا علی اکبر علیہ السلام تمہارے جانے کے بعد اس دنیا پر خاک ہے۔ حضرت نے فرزند کے چہرہ سے خاک وخون صاف کیا اور جب جناب علی اکبر علیہ السلام کے کلیجہ سے برچھی کھینچی تو جناب علی اکبر علیہ السلام کے کلیجہ کے ساتھ حضرت کا دل بھی کھنچ گیا۔

ابو مخنف اور ابوالفرج نے بروایت حمید بن مسلم لکھا ہے کہ حمید کہتا ہے میں نے اس وقت دیکھا کہ ایک معظمہ خیمہ سے نکلیں اور روتی ہوئی با آواز بلند پکارتی ہوئی، اے لخت جگر اے نور نظر، اے میرے بھائی کے بیٹے کہتی ہوئی میدان کی طرف آرہی تھیں۔ لوگوں سے میں نے کہا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ جناب زینب علی بن ابی طالب علیہما السلام کی بیٹی ہیں۔ پس یہ معظمہ آ کر جناب علی اکبر علیہ السلام کی لاش پر گر پڑیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو خیمہ میں لے آئے۔

روضۃ الشہداء، العیاد الحسین اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام کو خیمہ میں لے جانے کی کوشش کی اور ضعف کے سبب جوان بیٹے کی لاش اٹھا نہ سکے تو بچوں کو آواز دی۔ ''بچوں آؤ میری مدد کرو''۔ یہ آواز سن کر جب بچے آئے تو ان کی مدد سے لاشہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کو خیمہ کے قریب لایا گیا۔

ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام جناب علی اکبر علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے سرہانے بیٹھ گئے اور اپنا رخسار جناب علی اکبر علیہ السلام کے رخسار پر رکھ کر فرمایا۔ ''میرے پیارے فرزند خدا اس قوم کو ہلاک کرے جس نے تمہیں قتل کیا۔ یہ قوم خدا کی کس قدر گستاخ اور حرمت رسول پامال کرنے والی ہے، اے میری آنکھوں کے نور تمہارے بعد اس دنیا پر خاک ہو۔'' ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یہ روایت تحریر فرمائی ہے کہ اس وقت جناب زینب علیہا السلام خیمہ سے میدان کی طرف چلیں۔ آپ درد بھری آواز میں کہہ رہی تھیں۔ اے میرے عزیز بھائی کے فرزند یہ کہتی ہوئی، جب بھتیجے کی لاش پر پہنچیں تو خود کو لاشِ جناب علی اکبر علیہ السلام پر گرا دیا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام کو خیمہ میں بھیج دیا۔

عمارہ بن سلمان نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک بی بی کو دیکھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ سے نکلیں اور آواز دے رہی تھیں کہ اے فرزند کس قدر مددگاروں کی قلت ہے اور ہم اس قدر غریب ہیں۔ کاش ہم آج کے دن سے قبل گذر گئے ہوتے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے انہیں خیمہ میں پہنچا دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بی بی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ یہ بی بی اسقدر رقت فرما رہی تھیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی شدت سے گریہ فرمایا اور انا للہ و انا الیہ راجعون فرمایا۔

ابی مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام شہید ہوئے تو تمام خیموں میں مستورات کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین فرمائی اور آہ سرد بھری۔ اس کے بعد اپنے نانا کی قباء منگوا کر زیب تن کی اور آنحضرت کا عمامہ سحاب زیب تن فرمایا، ذوالفقار ہاتھ میں لی اور گھوڑے پر سوار ہو کر مقتل میں

تشریف لائے۔ آپ نے دشمنوں کو حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش سے دور بھگا دیا۔ حضرت علی اکبر علیہ السلام کا سر اپنے زانو پر رکھا، چہرہ سے خون اور غبار صاف کیا اور فرمایا۔"اے علی اکبر علیہ السلام خدا تمہارے قاتل پر لعنت کرے یہ لوگ خدا اور رسولؐ کے ساتھ کس قدر ظلم کر رہے ہیں۔ اس صدمہ سے حضرت کی آنکھیں اشکوں سے تر ہو گئیں۔

معالی السبطین میں آقائے محمد مہدی مازندرانی اور علامہ جعفر شوشتری علیہ الرحمہ خصائص الحسینیہ میں لکھتے ہیں۔ شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کے میدان میں جانے سے لے کر لاشہ واپس آنے تک تین مقامات ایسے آئے جن میں مستورات بنی ہاشم اور قمر بنی ہاشم کو فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی دلجوئی کرنا پڑی اور آپ کو بیٹھنے کے بعد سہارا دے کر اٹھایا گیا۔

پہلا مقام وہ تھا جب شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے تنہا باپ سے اجازت مانگی بعض روایات کے مطابق جناب ام لیلیٰ نے شہزادہ کے گلے میں کفنی کی طرح قمیص ڈال کر عمامہ کی تحت الحنک بنائی تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کا یہ لباس دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر بیٹے کی طرف نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔"بیٹا جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا۔"

دوسرا مقام وہ تھا جب جناب علی اکبر علیہ السلام پہلے حملہ کے بعد واپس آئے اور پانی کی فرمائش کی تو حضرت علیہ السلام نے فرزند کو قریب بلایا گلے سے لگایا اس وقت جناب علی اکبر علیہ السلام کا لباس انگاروں کی طرح تپ رہا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا میرے لال یہ امتحان ہے، اگر مدینہ ہوتا تو جہاں سے ممکن ہوتا پانی پلاتا لیکن آج ہم نانا کی امت کے مہمان ہیں یہ کہتے ہوئے حضرت لڑکھڑائے اور بیٹھ گئے۔

تیسرا مقام وہ تھا جس کے بارے میں جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ جب میرے بابا نے میرے بھائی کا آخری سلام سنا تو آپ کی آنکھیں اس قدر سفید ہو گئیں کہ ایسا لگتا تھا کہ میرے بابا کے جسم میں روح نہیں ہے۔ جب آپ سنبھلے تو پہلا جملہ یہ کہا میرے اللہ تیرا شکر ہے میں تو امتحان سے گزر لوں گا لیکن شبیہ رسولؐ کے قاتلوں کو ان کا انجام دکھا دینا۔

جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام نے محمد حنفیہ کو بلایا اور فرمایا۔ بیٹے لشکر معاویہ بن ابوسفیان کے میسرہ پر حملہ کرو، اسی طرح میمنہ اور قلب لشکر پر حملہ کرنے کو کہا۔ جب آخری حملہ کر کے واپس آئے تو پیاس سے نڈھال تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے آگے بڑھ کر انہیں گلے لگا لیا، پانی پلایا، زرہ پر پانی چھڑکا اور آرام سے بیٹھنے کا حکم دیا۔ (یاعلی علیہ السلام آپ کے پاس تو پانی تھا آپ نے پانی پلایا زرہ پر چھڑکا اور آرام کرنے کو کہا تاکہ محمد حنفیہ کو گرمی کا احساس نہ رہے یاعلی علیہ السلام حضرت علی اکبر علیہ السلام میدان کارزار سے تین دن کے بھوکے پیاسے معرکہ طے کر کے آرہے ہیں۔ شدید گرمی کے سبب اسلحہ جنگ انگاروں کی طرح تپ رہا ہے اور وہ فرزند جس نے کبھی باپ کے سامنے کوئی حاجت پیش نہیں کی فرما رہے ہیں۔ بابا العطش پیاس مارے ڈال رہی ہے اس لمحہ حضرت پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کا اندازہ ضبط تحریر میں ممکن نہیں)

شہادت جناب علی اکبر علیہ السلام کا اثر جناب ام لیلیٰ پر اتنا شدید تھا کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام شب و روز کھلے آسمان کے نیچے اپنے جوان بیٹے اور مظلوم شوہر کی بے گناہ شہادت پر ایسے دلخراش بین کرتی تھیں کہ سننے

والوں کے دل پاش پاش ہو جاتے تھے۔

نجات الخافقین میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اللہ کی تمام نعمتوں میں سے کونسی نعمت مرد کے لیے موزوں تر ہے؟ اور کونسی مصیبت سخت ہے؟ جس سے مرد کا دل غمگین ہوتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اٹھارہ سالہ جوان بیٹا جب باپ کے سامنے چلتا نظر آئے اور پھر باپ اسے پس پشت دیکھے تو یقیناً اس خوشی و نشاط سے بھری نگاہ کی بدولت باپ کا دل بہت مسرور ہوتا ہے، اور یہی مرد کے لیے موزوں نعمت ہے۔ اس کے بعد دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا۔ اگر یہی اٹھارہ سالہ جوان حسرت بھرا دل مٹھی میں لیے لذت دنیا سے محروم ہو کر اپنے باپ سے موت کی اجازت طلب کرے تو یقیناً باپ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں ہے۔ آپ یہ فرما کر زار و قطار رونے لگے۔ سوال کرنے والے نے جب رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ''میں اپنے جد نامدار حضرت امام حسین علیہ السلام کے اٹھارہ سالہ جوان کی خاطر غم زدہ ہوں جسے خاک کربلا پر خاک و خون میں غلطاں کیا گیا۔''

حضرت علی اصغر علیہ السلام

حضرت علی اصغر علیہ السلام سفر کربلا سے چند ماہ قبل پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی حضرت رباب علیہا السلام تھیں۔ آپ بیٹی تھیں امرالقیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب اور جناب رباب کی والدہ کا نام ہندالہنود بنت الربیع بن کود بن مصاد بن حفص بن کعب تھا۔ حضرت امام حسین فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہ علیہا السلام اور رباب علیہا السلام ہوں وہی گھر مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جناب رباب علیہا السلام سے دو اولادیں جناب سکینہ علیہا السلام اور حضرت علی اصغر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ روز عاشور جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا۔ **''ھل من ناصر ینصرنا''** تو حضرت علی اصغر علیہ السلام نے اپنے آپ کو جھولے سے گرالیا۔ ماں، بہنوں اور پھپیوں نے بہلانا چاہا لیکن شدت پیاس سے آپ بے حال ہوئے جاتے تھے۔ ابومخنف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام جب تنہا رہ گئے تو آپ کو خیام حسینی میں بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو جناب زینب علیہا السلام نے عرض کیا۔ بھیا اس شیر خوار کی حالت دیکھئے تیسرا دن ہے کہ اس طفل شیر خوار کو پینے تک کو کچھ نہیں ملا۔ حضرت علیہ السلام نے بہن سے بچہ کو لیا اور عبا کے دامن میں چھپایا اور فوج یزید کے سامنے آئے۔

آپ علیہ السلام نیم جاں بچے کو لے کر اس طرح مقتل کی طرف چلے کہ عبا کے دامن سے منہ ڈھانپ دیا تاکہ دھوپ کی شدت سے بچا سکیں۔ اس وقت مادر جناب علی اصغر علیہ السلام بہت بے چین تھیں کیونکہ آپ جانتی تھیں بچہ دشمنوں کے درمیان جا رہا ہے اور آپ کو یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ مقتل میں جو بھی گیا واپس نہیں آیا۔ ماں کا دل تھا تیز گرمی اور لو کا تصور بھی دل کو تڑپا رہا تھا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کارزار میں آئے تو دشمن سمجھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قرآن لائے ہیں۔

تا کہ قرآن کا واسطہ دے کر امان طلب کریں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر قرآن ناطق تھا، جس کی زبان خشک ہو چکی تھی اور شدت پیاس سے چہرہ پر موت کے آثار نمایاں تھے۔ جب حضرت علیہ السلام نے جناب علی اصغر علیہ السلام کے چہرے سے عبا کا دامن ہٹایا تو اعدا نے دیکھا کہ ایک پھول ہے جو قلت آب سے کملا رہا ہے۔ یہ ایک چاند کا ٹکڑا تھا جو بادلوں سے باہر تھا۔ حضرت قوم اشقیاء سے مخاطب ہوئے۔ ''تم میں سے کوئی مسلمان ہے۔ دیکھو میں اپنے ششماہے بچے کو پانی پلانے لایا ہوں اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اس کی زبان سوکھ گئی ہے، خدا کا واسطہ اسے پانی پلا کر اس کی جان بچالو، تمہاری نگاہ میں اگر میں گناہ گار ہوں تو یہ بچہ تو معصوم ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو پانی میں پی لوں گا تو تم ہی پلا دو۔'' اس کے بعد حضرت نے جناب علی اصغر علیہ السلام سے فرمایا بیٹا تم اپنا حال خود بیان کر دو۔ شیر خوار علی اصغر علیہ السلام نے اپنی سوکھی ہوئی زبان خشک ہونٹوں پر پھیری یہ منظر ایسا دردانگیز تھا کہ لشکر میں کہرام مچ گیا۔ پتھر دل دشمن رو دیئے پسر سعد نے جب یہ دیکھا کہ معصوم بچے نے اپنی پیاس کا اظہار کر کے انقلاب برپا کر دیا ہے تو گھبرا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت پر آمادہ ہو جائیں، فوراً حرملہ ابن کاہل ازدی کو حکم دیا کیا دیکھتا ہے۔ **اقطع کلام الحسین** علیہ السلام۔ حسین علیہ السلام کے کلام کو قطع کردے۔ حرملہ نے تیر سہ شعبہ جناب علی اصغر علیہ السلام کی طرف پھینکا جو خطا ہوا اس ملعون کا تیر کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔ جب تین تیر اس کے خطا گئے تو عمر سعد نے کہا۔ اے حرملہ آج تجھے کیا ہو گیا کہ ایک بچہ کو نشانہ نہیں بنا سکتا۔ حرملہ نے تیر سہ شعبہ جو زہر سے بجھا ہوا تھا پھینکا جس نے گلوئے جناب علی اصغر علیہ السلام کو نحر کیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو کو بھی چھید دیا۔ اس وقت حضرت علیہ السلام نے **انا للہ و انا الیہ راجعون رضا بقضاءہ و تسلیماً لامرہ.** فرمایا اور بچے کو سینے سے لگا لیا اور جناب علی اصغر علیہ السلام کا خون اپنے چلو میں بھر کر آسمان کی طرف پھینکنا چاہا عرش سے آواز آئی یہ خون ناحق ہے عرش پر نہ پھینکیے ورنہ قیامت تک کے لیے بارش کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا، اس کے بعد آپ نے چاہا یہ خون زمین کی طرف پھینک دیں، تو ادھر سے آواز آئی، مولا اگر ایک قطرہ زمین پر اس معصوم کے خون کا گرا تو قیامت تک ایک دانہ بھی نہ اگے گا۔ آخر آپ نے یہ خون اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا۔ اور فرمایا میں اسی طرح اپنے جد رسول اللہ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر نہیں گرا۔ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں جب تیر سے حضرت علی اصغر علیہ السلام شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ حضرت علی اصغر علیہ السلام کے گلوئے اقدس کے نیچے رکھا اور جب ہاتھ خون سے بھر گیا تو یہ خون آسمان کی طرف رجوع کیا۔

جناب علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کے باب میں صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں جناب علی اصغر علیہ السلام جن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ کی نہ تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے رو رہے تھے اور خیمہ سے آہ و بکا کی آوازیں بلند تھیں۔ مادر جناب علی اصغر علیہ السلام کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے بچہ کا یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ ''میرے بچہ کو میرے سپرد کرو تا کہ اس کو بھی وداع کروں'' اور فرمایا ''اس کی حالت پر افسوس ہے جس کے دشمن بروز قیامت تیرے جد امجد محمد مصطفیٰ ہوں گے۔'' پھر حضرت امام حسین علیہ السلام بچہ کو لے کر صف اعدا کے سامنے آئے، اور

کوفیوں سے خطاب کیا۔ ''اے گروہ آل ابوسفیان اگر مجھ کو گناہ گار سمجھتے ہو تو اس بچہ کا تو کوئی قصور نہیں ہے، اس کو تو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو گیا ہے۔'' حضرت کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا حرملہ ابن کاہل اسدی نے اس بچہ کی طرف ایک ایسا تیر پھینکا جو جناب علی اصغر علیہ السلام کے گلے پر لگا اور خون جاری ہوا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''اے پروردگار اس بچہ کے خون ناحق کو ناقہ صالح کے خون سے کم نہ قرار دے۔''

روضۃ الصفاء کے موافق حضرت علی اصغر علیہ السلام کی شہادت پر حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ ''خداوندا مجھے اس مصیبت پر صبر عطا فرما''۔ ابومخنف نے لکھا ہے کہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی عمر چھ ماہ تھی، حضرت چھوٹی سی لاش لیے ہوئے آ رہے تھے اور خون حضرت امام حسین علیہ السلام کے سینے پر بہہ رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے۔ ''اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ ان لوگوں کے درمیان جو انصاف کے منکر ہیں ان لوگوں نے ہمیں لاچار کر دیا اور یہ اپنے افعال سے یزید کو خوش کر رہے ہیں۔ میرے تمام رفقاء شہید ہو گئے ہیں اور یہ حالت بے کسی میں خون آلودہ ہیں''۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام چھ ماہ کے شیر خوار کی لاش ہاتھوں پر لیے ہوئے در خیمہ پر تشریف لائے تو غم و اندوہ کی آندھیوں میں آپ یک وتنہا تھے۔ آپ نے آخری قربانی بارگاہ ایزدی میں اس طرح پیش کی تھی کہ ہر شہید خود چل کر مقتل تک گیا تھا لیکن جناب علی اصغر علیہ السلام حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں پر مقتل تک گئے تھے اور جب حضرت علی اصغر علیہ السلام حرملہ کے تیر سہ شعبہ سے نحر ہو گئے تو اب لاشہ ہاتھوں پر لیے ہوئے نزدیک خیمہ چاہتے ہیں کہ ماں کو آواز دیں لیکن خیال آیا کہ وہ ماں جس نے بڑی آرزوؤں کے ساتھ بچے کو بھیجا تھا کہ شاید پانی مل جائے، اب جناب علی اصغر علیہ السلام کو اس حال میں دیکھ کر ماں پر کیا گزرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیے کبھی آگے بڑھتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹتے تھے۔ سات مرتبہ آپ علیہ السلام در خیمہ سے اسی طرح آگے بڑھ کر ہٹ جاتے تھے۔ آپ یہی فکر فرما رہے تھے کہ اگر ماں کو فرزند کا آخری دیدار کرائے بغیر دفن کرتے ہیں تو وہ ساری عمر اس خیال سے تڑپتی رہیں گی کہ بچہ کی صورت بھی نہ دیکھی، آپ نے در خیمہ پر آواز دی۔ رباب بچے کو لے لو، جناب رباب اس امید پر آگے بڑھیں کہ جناب علی اصغر علیہ السلام کی پیاس بجھ گئی ہوگی اس لیے کہ میرا لال شیر خوار ہے، اس پر تو ضرور کسی کو رحم آیا ہوگا۔ لیکن جب بچہ کو ہاتھ پھیلا کر لیا اور گلے پر نظر پڑی تو آپ کی چیخ نکل گئی اور چہرہ پر مردنی چھا گئی روتی جاتی تھیں اور بین کرتی تھیں۔ ہائے میرے شیر خوار کو ظالموں نے نحر کر دیا۔ آپ اپنے لال کو بوسے دے رہی تھیں اور خون منہ اور گلوئے شیر خوار کا پونچھتی جاتی تھیں اور بین و گریہ اس وقت شدت سے کرتی تھیں، اپنا منہ اپنے نور نظر کے منہ پر رکھ کر نوحہ دل خراش کرتی تھیں۔ میرے شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تشنہ لب تیر ستم سے نحر کیا۔ بیٹا ماں اب تمہیں کہاں تلاش کرے، بیٹا چھ مہینے کے سن میں روٹھ گئے۔ ہائے افسوس میرا بچہ جو ابھی گھٹنیوں بھی نہیں چل سکتا تھا اعدا نے اس کا بھی لحاظ نہ کیا۔

اس وقت ستم رسیدہ بیبیاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آ کر جمع ہو گئیں اور جناب علی اصغر علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا تو کہرام مچ گیا۔ حضرت ام کلثوم نے شیر خوار کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنا گلا اس معصوم کے

گلوئے ناز پر رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسو بہہ کر تین دن کے پیاسے علی اصغر پر گرے۔

جناب ام کلثوم علیہا السلام یہ نوحہ پڑھ رہی تھیں۔ ''میرا دل اس پیاسے نونہال پر افسردہ ہے، جسے دودھ چھوٹنے سے قبل ہی دشمنوں نے تیر ستم سے شہید کر دیا۔ ابھی یہ بچہ تھا کہ اسے خون اگلوا دیا، میرا دل اس پر ہمیشہ مبتلائے غم رہے گا ان ظالموں نے اس کے ماں باپ کا دل اس غم میں فگار کر دیا۔ لعینوں نے انتقام لینے کے لیے اسے تیر مارا۔''

حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے اپنے گرد کھڑے ہوئے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ معظمہ جو اس قدر گریہ کناں ہیں یہ کون ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا یہ ام کلثوم علیہا السلام ہیں اور جو بی بی ان کے قریب کھڑی ہیں سکینہ علیہا السلام، رقیہ علیہا السلام اور زینب علیہا السلام ہیں یہ دیکھ کر حمید بن مسلم برداشت نہ کر سکا اور وہاں سے چلا گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام چاہتے تھے کہ لاش جناب علی اصغر علیہ السلام پامال ہونے سے بچ جائے، اس لیے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور ایک دفعہ نہر کی طرف رخ کر کے آواز دی۔ ''بھیا عباس علیہ السلام آپ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے اور فرزند کو قبر میں لٹا دیا۔ اسی طرح جب جناب رسول خدا اپنے فرزند جناب ابراہیم کو دفن کر رہے تھے تو آپؐ نے اپنے بھائی امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو آواز دی تھی اور مولائے کائنات نے حضورؐ کے فرزند کی لاش اپنے ہاتھوں پر اٹھائی ہوئی تھی لیکن کربلا میں یہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر کتنا سخت تھا کہ بھائی کو آواز دی لیکن بھائی حق وفا ادا کرتے ہوئے بازو کٹائے لب فرات سو رہے تھے۔

لعینوں نے جب شہیدوں کے سر تن سے جدا کیے اور ان کی گنتی کی تو ایک سر کم تھا ایک نیزہ بردار دستہ لاش جناب علی اصغر علیہ السلام کی تلاش میں زمین پر نیزے مارتا ہوا آگے بڑھا اتنے میں یہ قیامت کا منظر رونما ہوا کہ جناب علی اصغر علیہ السلام کی لاش نیزہ پر تھی ہر شہید کا سر نیزہ پر بلند ہوا لیکن جناب علی اصغر علیہ السلام وہ مظلوم ہیں کہ آپ کا پورا جسم نیزہ پر تھا۔

....

باب: ۱۴

شہداء کے لاشوں پر تشریف لانا

کربلا صاحبان صبر و رضا کے کردار کا وہ آئینہ ہے جس کی جلا تا قیامت قائم رہے گی۔ تاریخ کربلا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے صبر و استقلال کو خراج تحسین پیش کرتی ہے وہاں اپنے ساتھیوں سے بے پناہ محبت و شفقت اور مہربانی کی بے مثال دلیل بھی ہے۔ میدان کربلا میں شہیدان راہ وفا اس طرح موت کی طرف بڑھ رہے تھے جس طرح تیز طوفان میں موجیں ساحل کی طرف بڑھتی ہیں۔ بحار الانوار میں محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے محمد ابن ابی طالب موسوی سے روایت کی ہے کہ ایک ایک صحابی حضرت علیہ السلام کو آ کر سلام کرتا تھا۔ حضرت علیہ السلام جواب سلام دے کر فرماتے تھے۔ ''ہم بھی تمہارے بعد آ رہے ہیں۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام کے انصار میں آقا اور غلام امیر اور غریب میں فرق نہ تھا۔ یہاں سب صاحب افتخار تھے۔ عمر سعد ہر لحاظ سے عیش و عشرت اور آرام سے تھا، فرات کا ٹھنڈا پانی، عمدہ غذا، نرم بستر نیز ہر طرح کا آرام و سکون اس کے باوجود وہ اپنے کسی لشکری یا سردار کی لاش پر نہیں آیا اور نہ اپنے کسی مرنے والے سے ہمدردی کا اظہار کیا لیکن تین دن کے بھوکے پیاسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا کردار یہ تھا کہ ہر طرف مصائب کا اژدھام تھا، خیموں میں العطش کی صدائیں بلند تھیں نظر کے سامنے خیموں کی تباہی کا منظر تھا اور نرغہ اعدا میں گھرے ہوئے تھے اس کے باوجود جب کوئی صحابی عزیز یا آواز دیتا تو حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے سرہانے تشریف لاتے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک فرماتے اور سر اپنے زانوں پر رکھ کر تسلی دیتے تھے۔ چہرے سے خاک و خون صاف فرماتے اور ہر شہید کو قتل گاہ سے لا کر ایک جگہ جمع فرماتے تھے تا کہ دوران جنگ پامالی سے محفوظ رہیں۔ بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود عصر تک لاشیں اٹھاتے رہے۔

جب کوئی میدان کارزار میں آپ کو آواز دیتا تو آپ آقا و غلام سب کے پاس تشریف لے جاتے اور یکساں شفقت و مہربانی سے پیش آتے۔ جب غلام ترک ہنگام کارزار میں زمین پر آئے تو ان کی مفارقت پر گریہ فرمایا اور چہرہ سے خاک و خون صاف کیا اور نہایت محبت سے اپنا چہرہ مبارک ان کے منہ پر رکھ کر گریہ فرمایا۔ اسی طرح حضرت جون غلام جناب ابوذر کے چہرہ سے خون صاف کیا اور جدائی پر گریہ کیا۔ جب حضرت مسلم بن عوسجہ زخموں سے چور زمین پر آئے تو آپ کے ساتھ حضرت حبیب ابن مظاہر بھی آئے اس وقت حضرت مسلم بن عوسجہ میں زندگی کی رمق باقی تھی، حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ''مسلم خدا تم پر رحمت نازل فرمائے جو حق وفاداری تھا ادا کیا تمہیں جنت کی بشارت ہو۔''

شہداء پر حضرت کا گریہ ونوحہ

حضرت امام حسین علیہ السلام نے تین دن کی بھوک و پیاس اور رنج وآلام کی حالت میں بھی ہر شہید پر رنج وملال کا اظہار فرمایا۔ آپ اپنے جانثاروں کے سرہانے تشریف لے جاتے اور دعائے مغفرت فرماتے۔ حضرت نے جن شہیدوں پر بہت زیادہ گریہ ونوحہ فرمایا ان کے اسمائے گرامی صاحبان سیر وتاریخ نے مندرجہ ذیل رقم کیے ہیں۔

① جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اٹھارہ سالہ کڑیل جوان ہم شکل مصطفیٰ جناب علی اکبر کے پاس آئے اور جوان بیٹے کے سینے پر برچھی کا پھل پیوست دیکھا تو شدت غم سے دل تھام لیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا اے علی اکبر! خدا ان لوگوں کو قتل کرے جن لوگوں نے تمہیں شہید کیا۔ ان لوگوں نے کیسا برا عمل کیا کہ رسولؐ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ بیٹا تمہارے جانے سے میری بینائی جاتی رہی۔ جناب علی اکبر علیہ السلام کے سرہانے آپ علیہ السلام آہ سرد بھرتے اور گریہ فرماتے رہے۔

② حضرت امام حسین علیہ السلام جب حضرت عباس علمدار کے لاشہ پر تشریف لائے تو باآواز بلند فرمایا ''اے عباس علیہ السلام اب میری کمر ٹوٹ گئی اور تدبیر کے راستے بند ہو گئے۔'' اس وقت آپ شدت سے گریہ کناں تھے۔ جناب عباس علیہ السلام کے ٹکڑے ٹکڑے بدن کو آپ حسرت ویاس سے دیکھتے اور آہ سرد بھرتے اس وقت حضرت علیہ السلام کے چہرے پر جو کرب کے آثار نمایاں تھے اور جو صدمہ آپ کے دل پر گزرا اس کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

③ جب آپ علیہ السلام اپنے بھتیجے اپنے بھائی حضرت امام حسن کی نشانی جناب قاسم علیہ السلام کے لاشہ پر آئے تو پامال بدن دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور شدت سے گریہ کیا، آپ نے فرمایا ''اے بیٹا قاسم! مجھے اس کا بڑا صدمہ ہے کہ تم نے مجھے آواز دی اور میں تمہارے پاس اس وقت پہنچا کہ میرے آنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا۔'' آپ علیہ السلام نے بھائی کی نشانی پر سرہانے بیٹھ کر بہت گریہ کیا۔ جناب قاسم علیہ السلام کے جسم کے ٹکڑوں کو جب جمع کیا تو آپ پر رنج وغم کی شدید کیفیت طاری تھی، اس وقت آپ فرماتے تھے۔ ''بیٹا جن لوگوں نے تمہیں قتل کیا ہے خدا ان کو قتل کرے اور ان پر سے اپنی رحمت اٹھا لے۔''

④ جناب عبداللہ بن حسن علیہ السلام جو بہت کم سن تھے خیمہ سے اس وقت میدان میں آئے تھے جب حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تھے، اس وقت بحر بن کعب نے جب حضرت علیہ السلام پر تلوار اٹھائی تو جناب عبداللہ بن حسن علیہ السلام نے اسے ڈانٹا اور اسے اس ظالمانہ عمل سے باز آنے کو کہا۔ آپ فرماتے تھے۔ میرے چچا پر تلوار نہ چلا لیکن یہ ملعون نہ مانا اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام پر اس ملعون نے تلوار کا وار کیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تلوار کے وار کو روکا تا کہ امام کے یہ تلوار نہ لگے، اس کوشش میں آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا ''اے فرزند صبر کرو خدا تم کو تمہارے بزرگوں کی خدمت میں پہنچا دے۔'' اس کے بعد حضرت نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا ''اے اللہ ان لوگوں پر پانی نہ برسے،

ان سے برکتیں اٹھالے اور ان میں تفرقہ ڈال دے۔" اس وقت جبکہ حضرت علیہ السلام کا جسم زخموں سے چور تھا اس کے باوجود آپ نے جناب عبداللہ کے حال پر گریہ کیا۔

⑤ شیرخوار جناب علی اصغر علیہ السلام کے جب تیر سہ شعبہ لگا تو حضرت نے فرمایا "بارالہا صالح پیغمبر علیہ السلام کے ناقہ کا بچہ جوان کی امت نے قتل کیا تھا اس سے تو میرے بچے کا قتل کرنا تیرے نزدیک کسی طرح کم نہ ہوگا، حضرت کا غم اس وقت شدید ہوا جب مادر علی اصغر علیہ السلام جناب رباب علیہا السلام کی نظر معصوم پر پڑی اور جب آپ نے ننھی سی قبر بنائی تو اس عالم تنہائی میں نہر کی طرف رخ کیا اور جناب عباس کو بھائی کہہ کر آواز دی یہ وقت آپ پر نہایت شدید تھا۔

⑥ میدان کارزار میں جب حضرت مسلم بن عوسجہ زخمی ہو کر زمین پر آئے تو حضرت نہایت رنج وغم کی حالت میں ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت جناب مسلم بن عوسجہ میں کچھ جان باقی تھی ان کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضرت بہت مغموم ہوئے اور فرمایا "مسلم خدا تم پر رحمت نازل کرے۔" جب اعدا کو ان کی شہادت پر خوشی مناتے دیکھا تو فرمایا "وائے ہو تم پر جس نے منکرین کو قتل کیا تھا تم اس کے قتل پر خوشی مناتے ہو۔" حضرت نے ان کے لاشہ پر بہت گریہ فرمایا اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔

⑦ جب اپنے بچپن کے ساتھی حضرت حبیب ابن مظاہر کی لاش پر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام بہت زیادہ رنجیدہ خاطر تھے اور فرمایا "میں اپنے اصحاب کا عوض خدا سے لوں گا" آپ علیہ السلام نے حضرت حبیب ابن مظاہر کی لاش پر ایسا گریہ کیا کہ آپ کے آنسو ریش مبارک تک ظاہر ہوئے۔

⑧ حضرت حرؑ کی لاش پر آپ نے گریہ فرمایا اور ان کے سرہانے بیٹھ کر نہایت شفقت قلبی کا اظہار کیا اور آپ نے فرمایا "اے حرؑ جیسا تمہارا نام ہے ویسے ہی تم جہنم سے آزاد ہوئے۔"

⑨ حضرت زہیر بن قین کے لاشہ پر تشریف لائے اور گریہ فرماتے رہے آپ کے چہرہ سے خون کو صاف فرمایا اس وقت آپ نے حضرت زہیر بن قین کے حق میں دعا فرمائی اور قاتلوں پر لعنت کی۔ آپ نے فرمایا "اے زہیر خدا تم کو اپنی رحمت سے جدا نہ کرے اور تمہارے قاتلوں پر لعنت کرے۔"

⑩ حضرت ابوذر کے غلام حضرت جون کے لاشہ پر فرمایا "بارالہا جون کا چہرہ سفید کر دے اور ان کا پسینہ خوشبودار ہو جائے اور یہ محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ رہیں۔" حضرت جون علیہ السلام کے لاشہ پر آپ علیہ السلام نے گریہ فرمایا ان کے حسن کردار اور وفا کی تعریف کی اسی طرح تمام شہدا کے حق میں دعا فرمائی اور جنت کی بشارت دی اور دلی غم کا اظہار فرمایا اور اپنی شہادت سے قبل ہر شہید کے ورثا سے ہمدردی اور شفقت کا اظہار فرمایا اور تسلی دی۔

رخصت آخر

جب تمام جانثاران حسین علیہ السلام شہادت سے سرفراز ہو چکے اور حضرت تنہا رہ گئے تو آپ علیہ السلام نے مقتل کی طرف نگاہ کی ہر طرف شہیدان راہ حق کے لاشے بے گور و کفن مظلومیت کی تاریخ کا ناقابل فراموش باب رقم کر رہے

تھے۔ یہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر بہت سخت تھا، بہن زینب علیہا السلام کے پسر عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام کی جدائی کا صدمہ، جناب علی اکبر علیہ السلام ہمشکل مصطفیٰ کی جدائی کا داغ، حضرت عباس علمبردار جیسے وفادار بھائی کا بچھڑنا، حضرت علی اصغر علیہ السلام جیسے شیر خوار فرزند کا حرملہ کے تیر ستم سے شہید ہونا اور انصار کی جدائی کا سینے پر داغ لیے تن تنہا خیام حرم کی طرف تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا! **یا سکینة یا فاطمة یا زینب یا امّ کلثوم یا رباب علیکن منی السلام**۔ اے سکینہؑ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ ام کلثومؑ اور اے ربابؑ تم سب کو میرا سلام آخر ہو۔ آپ علیہ السلام نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" یہ میری آخری رخصت ہے۔ اے بہنوں، اے بیبیوں اور اے بیٹیوں خدا حافظ و ناصر اب وہی تمہارا ناصر و مددگار ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت زینب علیہا السلام سے مخاطب ہوئے بہن زینب ہر مصیبت اور بلا میں صبر کرنا اور خدا کو یاد رکھنا۔ بہن راہ حق میں رسی سے ہاتھ بندھیں تو صبر کرنا چادر چھنے تو برداشت کرنا۔ میرے بعد اماں فاطمہ علیہا السلام کے صبر اور بابا علی مرتضیٰ کے علم کے جوہر دکھانا نانا رسول اللہ اور خدا تم سب کا حامی و مددگار ہے۔ اے بہن اب یہ یتیم بچے اور اہل بیت کا قافلہ تمہارے سپرد ہے۔ بہن کوفہ و شام کا بازار ہوگا اور ہر طرف نامحرموں کا ہجوم ہوگا۔ اعدا تماشائیوں کے مجمع میں ننگے سر پھرائیں گے، بے کجاوہ اونٹوں پر طویل سفر کرنا ہوگا۔ بہن زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار ہوگی اور شمر لعین پشت پر تازیانے مارے گا۔ اے بہن تمہیں دربار یزید میں سر برہنہ لایا جائے گا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خیمہ اہل بیت میں مقتل سے زخمی حالت میں تشریف لا کر اپنی تنہائی کا ذکر اور آنے والے مصائب سے آگاہ فرمانا تحریر کیا ہے۔ آپ روایت کرتے ہیں کہ جب مالک بن یسر ملعون کی ضرب سے بوسہ گاہ پیغمبرؐ اور عمامہ خون سے تر ہوگیا تو حضرت نے عمامہ سر سے اتار دیا اس وقت جسم اطہر خون سے تر تھا۔ آپ علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا بہن ایک کپڑا لاؤ جس سے میں زخموں کی پٹی بنا سکوں یہ دردناک منظر دیکھ کر تمام بیبیاں زار و قطار رونے لگیں۔ ایک پارچہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے امام مظلوم نے زخمی سر پر باندھا اس وقت جناب زینب علیہا السلام نے نہایت درد بھری آواز میں فرمایا بھیا! کیا آپ کو اپنی موت کا یقین ہو گیا ہے۔ حضرت علیہ السلام نے جواب دیا بہن زینب علیہا السلام جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو اسے اپنی موت کا یقین کیسے نہ ہو۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بہن وہ وقت قریب آ پہنچا جب تمہیں دردناک مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر مخدرات عصمت و طہارت میں کہرام مچ گیا اور جناب زینب علیہا السلام نے کہا" **یا جداہ و قلة ناصراہ**" نانا جان ہمارے مددگار کس قدر کم رہ گئے ہیں۔ اس وقت غم سے نڈھال بیبیاں سر کے بال کھول کر چہروں کو پیٹنے لگیں۔

حضرت نے فرمایا تمہارا ناصر و مددگار صرف خدا ہے اور وہی تمہارا انجام بخیر کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا اور تمہیں اس آزمائش کے عوض نعمتوں سے نوازے گا اور بزرگیوں سے سرفراز کرے گا۔

بحار الانوار میں یہ روایت مرقوم ہے کہ جب اہل حرم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے گرد حلقہ کیا اس وقت حضرت سکینہ علیہا السلام نے مایوس ہو کر فرمایا" بابا اب آپ نے بھی مرنے کا ارادہ کر لیا ہے کیا آپ ہم کو بے کس و تنہا اور

بے آسرا اشقیاء میں چھوڑ جائیں گے۔'' حضرت علیہ السلام نے فرمایا'' اے نور نظر جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو وہ مرنے کے سوا اور کیا کرے۔'' یہ سن کر جناب سکینہ علیہا السلام نے کہا'' بابا اگر آپ آمادہ شہادت ہیں تو ہمیں نانا رسول اللہؐ کے روضہ پر پہنچادیں۔'' حضرت علیہ السلام نے فرمایا'' اے نور نظر افسوس کہ یہ ممکن نہیں۔'' اس وقت اہل بیت میں کہرام برپا تھا اور حضرت علیہ السلام ایک ایک کو گلے لگا کر تسلی دے رہے تھے۔

ابی مخنف کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام رخصت آخر کو تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے ام کلثوم علیہا السلام، اے زینب علیہا السلام، اے سکینہ علیہا السلام، اے رباب علیہا السلام، اے عاتکہ علیہا السلام، اے فضہ، تم سب پر میرا اسلام ہو کہ یہ آخری اجتماع ہے۔ حضرت ام کلثوم علیہا السلام یہ سن کر چیخ اٹھیں اور فرمایا'' اے بھائی کیا آپ اپنے کو موت کے حوالے کر چکے ہیں۔'' حضرت علیہ السلام نے فرمایا'' میں یہ کیسے یقین نہ کروں کہ اب کوئی مددگار نہیں ہے۔'' حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا'' اے بھائی اپنے نانا کے حرم کی طرف لوٹ چلیں۔'' حضرت علیہ السلام نے فرمایا'' یہ ممکن نہیں۔'' اس وقت حضرت سکینہ علیہا السلام رونے لگیں۔ حضرت نے انہیں سینہ سے لگایا پیار کیا اور اپنی آستیوں سے آنسو پونچھ کر یہ اشعار پڑھے جو مقتل ابو اسحٰق نے نقل کیے ہیں۔'' اے سکینہ علیہا السلام میرے بعد تمہاری گریہ و زاری بڑھ جائے گی جب تک میرے جسم میں روح ہے میرے قلب کو حسرت و یاس کے اشکوں سے صدمہ نہ پہنچے شہید ہو جاؤں تو اے بہترین نسواں مجھ پر رو لینا اور کہنا اے جلد جانے والے شہید میرا آسرا ختم ہو گیا اور کہنا میں امید کرتی تھی کہ جب تک وہ حفاظت کریں گے ان کے سائے میں عمر بسر کروں گی۔ اے سکینہ علیہا السلام جلد ہماری طرف لوٹ آؤ کہ میں تمہیں مرنے والوں کی طرح وداع کروں۔ اے سکینہ علیہا السلام حکم الٰہی پر صبر کرنا یاد رکھو ہم اہل صبر و احسان ہیں میں اپنے جد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں جن کے حقوق سرکشوں نے چھین لیے ہیں۔

جناب زین العابدین علیہ السلام سے رخصت ہونا

حضرت امام حسینؑ نے رخصت ہوتے وقت جناب زینب کو وصیتیں فرمائیں اور آنے والے وقت سے آگاہ کیا صبر کی تلقین کے بعد حضرت علیہ السلام بہن زینب علیہا السلام کے ساتھ حضرت زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں تشریف لائے اس وقت ان پر غشی طاری تھی۔ حضرت زینب علیہا السلام نے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بیدار کیا۔ جناب زین العابدین علیہ السلام نے جب اپنے بابا کو اس حال میں دیکھا کہ چہرہ پر لہو ہے تو بے چین ہو گئے اور دریافت کیا۔ بابا یہ چہرہ پر لہو کیسا ہے۔ حضرت نے آہ سرد بھری اور فرمایا بیٹا یہ شیر خوار علی اصغر علیہ السلام کا لہو ہے۔ یہ سنتے ہی دریافت کیا۔ بابا چچا عباس کہاں ہیں؟ حضرت نے فرمایا۔ بیٹا مردوں میں میرے اور تمہارے سوا کوئی باقی نہ رہا سب شہید ہو گئے۔ اب میں رخصت آخر کے لیے آیا ہوں۔

یہ سنتے ہی بیمار امام نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا پھوپھی اماں ایک عصا اور تلوار لا دیجئے۔ جناب زینب علیہا السلام نے دریافت کیا بیٹا اس کی کیا ضرورت ہے، تو جناب عابد بیمار نے فرمایا۔ عصا کا سہارا لوں گا اور تلوار سے جنگ

کروں گا۔اس کے بعد آپ نے بستر سے اٹھنا چاہا لیکن اٹھتے ہی گر گئے۔مقام تصور ہے کہ وہ بیمار جو اٹھنے کے قابل نہ تھے کوفہ وشام کا طویل سفر طوق وزنجیر پہنے ہوئے اور شمر لعین کے تازیانے لگتے ہوئے کس طرح برداشت کیا ہوگا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے فرمایا بیٹا ہمارے بعد تم امام ہو اور اب کشتی دین کے تم ناخدا ہو بیٹا تمہیں راہ حق میں کوفہ وشام کا سفر کرنا ہوگا۔تمہارے گلے میں طوق خاردار اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی جائیں گی، بیٹا ہر منزل پر صبر کرنا بیٹا ہم راہ خدا میں سر کٹانے جارہے ہیں اب تم راہ رضا میں ہر مصیبت برداشت کرنا۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ جناب سید سجاد علیہ السلام کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام خود آگے بڑھے بیٹے کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا خیمہ کے اندر لے آئے اور فرمایا بیٹے تم کہاں جارہے ہو؟ جناب سید سجاد علیہ السلام نے عرض کی اے غریب زہرا آپ کے استغاثہ نے میرے بیمار دل کو کباب کردیا ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ علیہ السلام استغاثہ کریں اور ہم لبیک نہ کہیں، حضرت نے فرمایا "بیٹے تم بیمار ہو تم پر جہاد ساقط ہے۔تم حجت خدا ہو اور میرے بعد میرے شیعوں کے امام ہو اور تم ابوالائمہ ہو اور تم ان یتیموں کے کفیل اور ان بیواؤں کا سہارا ہو۔ان بے سہارا مستورات کو تم مدینہ واپس لے کر جاؤ گے۔بیٹا تمہارا جہاد کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام ایسے حال میں ہوگا کہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق ہوگا۔ یہ سن کر جناب زین العابدین علیہ السلام نے عرض کیا۔ بابا کیا آپ شہید ہو جائیں گے اور میں یہ سب کچھ دیکھتا رہوں گا۔حضرت نے فرمایا بیٹا تم ابوالائمہ ہو اور تم میرے بعد خلیفہ اور قائم بالامر ہو اور تم ہی صراط مستقیم اور ہادی ہو تم نانا اور بابا کے علم کے وارث ہو، اس کے بعد حضرت زین العابدین علیہ السلام کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے گلے لگا کر گریہ فرمایا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو وصیت

اثبات الوصیت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب حضرت سید سجاد علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو اس وقت وہ بستر علالت پر تھے، حضرت نے انہیں وصیت کی۔اسم اعظم سپرد کیا اور دیگر تبرکات انبیاء کے متعلق بتایا کہ وہ تمام میں نے بطور امانت ام المومنین جناب ام سلمہ کے پاس رکھے ہیں۔بیٹا جب تم شام کی قید سے واپس جاؤ گے تو تمام تبرکات تمہیں مل جائیں گے۔

جلاء العیون کے موافق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کربلا میں نہایت علیل تھے۔یہاں تک کہ تمام اعزا آپ کی زندگی سے مایوس ہوگئے تھے۔لہٰذا جو وصیتیں منصب امامت سے مخصوص تھیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک کاغذ پر لکھ کر جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کے سپرد فرمائیں اور ان سے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی ہوش میں آئیں تو ان کو یہ دے دینا۔حضرت فاطمہ کبریٰ علیہا السلام نے حضرت کے اس فرمان کی تعمیل کی۔

ازواج مطہرات سے رخصت ہونا

حضرت امام حسین علیہ السلام جب اپنی ازواج مطہرات کے پاس رخصت آخر کے لیے تشریف لائے تو فرمایا "اے غیرت بنی ہاشم کی محافظوں! اے میری ازواج اب یہی مشیت الٰہی ہے کہ میں راہ حق میں شہید ہوں، میں تمہارا مشکور ہوں کہ فقر و فاقہ کی زندگی گزارنے میں بھی تم نے میرا ساتھ دیا۔ تم نے ہمیشہ میری رضا کو اپنی مرضی پر مقدم جانا مجھے تمہارے اس عمل کا احساس ہے۔ تمہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ تم بنت رسولؐ جناب بتول علیہا السلام کی بہو ہو روز قیامت تم جنت کے سردار کی ازواج کہلاؤ گی۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اس وقت جناب رباب علیہا السلام اور جناب ام لیلیٰ علیہا السلام کی چیخیں بلند تھیں اور آنکھوں سے اشک جاری تھے اور فرماتی تھیں۔ اے ابن رسول اللہ ہمارے آقا و مولا ہمارے لیے یہ فخر کافی ہے کہ ہم آپ کی ازواج ہیں۔ آپ نے کنیزوں کو اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔ مادر جناب علی اصغر علیہ السلام نے آہ سرد بھرتے ہوئے فرمایا آقا آپ علیہ السلام کے بعد میں زندہ نہ رہ سکوں گی۔ اب اس زندگی سے مرجانا بہتر ہے۔ جو آپ علیہ السلام کے بغیر گزرے یہ کہہ کر آپ پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ آپ بے ہوش ہو گئیں، اس وقت جناب ام لیلیٰ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور حسرت و یاس کی تصویر بنی حضرت علیہ السلام کو دیکھ رہی تھیں۔ حضرت نے اپنی ازواج مطہرات کو صبر کی تلقین فرمائی اور تسلی دی۔

حضرت فضہ سے رخصت ہونا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام بہنوں اور ازواج کو الوداع کہہ چکے تو ماں کی کنیز حضرت فضہ سے مخاطب ہوئے۔ "اماں فضہ میرا آخری سلام قبول ہو، جناب فضہ زار و قطار چیخیں مار کر رونے لگیں کیونکہ آپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بچپن میں بہت خدمت کی تھی اور آپکے پالنے میں جناب فضہ کا بڑا ہاتھ تھا۔ لہٰذا جدائی کے یہ لمحات آپ پر بہت گراں تھے۔

لباس کہنہ طلب کرنا

سب کو وصیتیں کرنے کے بعد حضرت امام حسین نے لباس کہنہ طلب کیا اور اسے جگہ جگہ سے چاک کیا اور پوشاک کے نیچے پہن لیا اور فرمایا میری شہادت کے بعد ظالم میرے جسم کا لباس لوٹیں گے۔ شاید یہ لباس کہنہ میرے جسم پر چھوڑ دیں۔ جب حضرت نے یہ فرمایا تو اہل حرم میں کہرام مچ گیا۔ بیبیاں زار و قطار رونے لگیں اور گریہ و ماتم کی صدائیں بلند تھیں۔

رخصت آخر بھائی بہن کی گفتگو

جب حضرت امام حسین علیہ السلام بہن سے رخصت ہونے کے لیے خیمہ میں تشریف لائے اور سلام آخر کیا تو بی بی اٹھیں اور بھائی کی گردن کو بوسہ دیا اور پھر زلفوں کو چوما حضرت نے بھی بہن کے ہاتھوں اور کلائی کو بوسہ دیا۔ اس

وقت دونوں کی آنکھوں سے اشک جاری تھے اور ایک دوسرے کو حسرت کی نظر سے دیکھ رہے تھے، بھائی بہن پر یہ لمحات بہت سخت تھے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام جناب زینب علیہا السلام سے مخاطب ہوئے "اے بہن زینب علیہا السلام آپ نے اس سے قبل اس طرح میری گردن اور زلفوں کو بوسہ نہیں دیا، اس کی کیا وجہ ہے۔" یہ سن کر جناب زینب علیہا السلام نے ایک چیخ بلند کی اور روتے ہوئے فرمایا "آج مجھے مادر گرامی کا ایک قول یاد آ رہا ہے جب میں بہت چھوٹی تھی اور اماں فاطمہ علیہا السلام پر زندگی کے آخری لمحات تھے، آپ نے آخری بار مجھے پیار کیا اور فرمایا تھا۔ بیٹی تمہارے نانا رسول خدا نے بتایا تھا کہ میرا حسین علیہ السلام شہید کیا جائے گا، پھر اماں نے وصیت فرمائی تھی۔ بیٹی جب میرے لعل حسین پر مصیبت کا وقت آئے تو بھائی کا ساتھ دینا اور میری وصیت کو یاد رکھنا بھائی اب مجھے اس کا پورا یقین ہو گیا ہے کہ گلوئے مبارک پر شمشیر ظلم وستم چلے گی اور میرا ماں جایا بھائی شہید کیا جائے گا۔ یہ عرض کرنے کے بعد حضرت زینب علیہا السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا بھائی آپ نے میرے بازوؤں اور کلائی کو کیوں بوسہ دیا تو حضرت نے فرمایا۔ بہن تمہاری طرح بابا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا اور فرمایا تھا "اے میرے فرزند حسین علیہ السلام جب تم کربلا میں دشمنوں کے نرغہ میں ہو گے تو یہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہو گا، اس وقت تمہاری بہن تمہارے شریک غم ہو گی اور تمہاری شہادت کے بعد زینب علیہا السلام کو اسیر کیا جائے گا۔ بہن اسی لیے میں نے کلائیوں اور بازوؤں کو بوسہ دیا ہے۔

در خیمہ سے باہر تشریف لانا

جب حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ سے باہر تشریف لا رہے تھے تو بیکسوں کی آخری دھارس بھی ختم ہو گئی اس وقت قیامت کا منظر تھا۔ اہل حرم نے آنسوؤں کی بوچھار اور آہوں کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔

خیمہ کا پردہ اٹھا اور جب آپ باہر تشریف لائے ذوالجناح پر سوار ہونا چاہتے تھے، اس وقت حضرت علی اکبر علیہ السلام آپ کو بہت یاد آئے کیونکہ جب آپ علیہ السلام سوار ہوتے تھے تو جناب علی اکبر علیہ السلام آپ کو سوار کرتے تھے۔ بھائی کی اس اداسی کا سبب جناب زینب علیہا السلام سمجھ گئیں آپ آگے بڑھیں اور رکاب تھامی۔

جب حضرت نے میدان کارزار کی طرف ذوالجناح کو چلنے کا اشارہ کیا تو ذوالجناح کے قدم آگے نہ بڑھے۔ آپ نے فرمایا۔ "اے اسپ وفادار یہ میری آخری سواری ہے پھر تجھے زحمت نہ دوں گا۔" یہ سنتے ہی اسپ وفادار نے اپنی گردن سے نیچے اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھا کہ سینے پر سونے والی سکینہ علیہا السلام ذوالجناح کے سموں سے لپٹی ہوئی رو رو کر فریاد کر رہی ہیں۔ اے ذوالجناح میرے بابا کو مقتل کی طرف نہ لے جا۔ حضرت علیہ السلام ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے جناب سکینہ علیہا السلام کو آغوش میں لیا پیار کیا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور گودی سے اتارتے ہوئے فرمایا "بیٹی خیمہ میں واپس چلی جاؤ۔ بالی سکینہ علیہا السلام نے حضرت کی عبا کا دامن تھام لیا اور کہا "بابا مقتل میں جو جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا۔ بھیا علی اکبر علیہ السلام واپس نہیں آئے، چچا عباس گئے واپس نہیں آئے۔ وہ بازو کٹائے فرات کے کنارے سو رہے

ہیں۔ بابا میرا دل نہیں مانتا میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" جناب سکینہ علیہا السلام کی معصوم زبان سے یہ گفتگو سن کر حضرت کا دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے دوبارہ گودی میں اٹھالیا اور کان میں کچھ کہا۔ جناب سکینہ علیہا السلام اس طرح خاموش ہوگئیں کہ بس اتنا ہی کہا بابا خدا حافظ۔ بیٹی کے کان میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیا کہا اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے لیکن صاحبان مودت علماء کا خیال ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "بیٹی تم بہت جلد مجھ سے ملوگی۔" اس کے بعد حضرت علیہ السلام نے سینے پر سونے والی سکینہ علیہا السلام کو اپنے سینے سے لگالیا منہ چومتے ہوئے بیٹی سے اتنا کہا "بیٹی تمہیں خدا کے سپرد کیا۔"

جب حضرت سکینہ علیہا السلام کو اپنے بابا کی شہادت کا یقین ہوگیا کہ اب یہاں سے جا کر واپس نہیں آئیں گے تو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے تین دن کی بھوکی پیاسی سکینہ علیہا السلام نے کہا "بابا اب کس کے سینے پر سوؤں گی؟" حضرت امام حسین علیہ السلام پر اس سوال سے رقت طاری ہوگئی اور فرمایا "اب تمہارا خیال تمہاری پھوپھی زینب علیہا السلام رکھیں گی۔" یہ سن کر حضرت سکینہ علیہا السلام نے نہایت درد بھری آواز میں التجا کی "بابا آپ مرنے جارہے ہیں تو مجھے نانا کے روضہ پر پہنچادیں۔" حضرت امام حسین علیہ السلام نے آہ سرد بھری اور کہا۔ "بی بی اس وقت یہ ممکن نہیں۔" اس رقت انگیز گفتگو کے بعد حضرت سکینہ علیہا السلام نے اپنے بابا سے درخواست کی کہ مجھے آخری بار اپنے سینے پر لٹالیں۔ حضرت علیہ السلام اس معصومہ کی خواہش پر زمین کربلا پر لیٹ گئے اور چند لمحوں کے لیے سینے سے لگالیا۔

ملائکہ اور جنات کا حاضر ہونا

علامہ اربلی کی روایت کے موافق جب حضرت امام حسین علیہ السلام تنہا بے یار و مددگار رہ گئے تو آپ نے آخری حجت تمام کی اور استغاثہ بلند کیا "ھل من ناصر ینصرنا" کون ہے جو میری مدد کرے۔ اس آواز پر جنوں کے ایک گروہ نے حضرت علیہ السلام کی نصرت کی خواہش کی تو آپ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور نصرت قبول کرنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ میرا مقصد شہادت حاصل کرنا ہے۔

منتخب میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کربلا میں تنہا رہ گئے اور آپ نے "ھل من ناصر ینصرنا" کا استغاثہ بلند کیا تو جنات کے کئی لشکر آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کی اگر آپ اجازت دیں تو روئے ارض کے ہر اس شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیں جو آپ سے عداوت رکھتا ہے۔ حضرت نے فرمایا "تم واپس چلے جاؤ یہ میرے نانا کی امت ہے میں انہیں تمہارے ہاتھوں قتل نہیں کرانا چاہتا۔ میرے نانا میری آمد کے منتظر ہیں۔ ابھی گھوڑے کی پشت پر میری آنکھ لگ گئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے مل کر اپنے سینے سے لگا کر میری پیشانی کا زخم چوم کر فرمایا ہے حسین علیہ السلام ہم سب تمہارے منتظر ہیں۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ تم اپنے خون میں غلطاں ہو، ریش مبارک خون سے خضاب ہو اور میری بیٹیاں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک رسن بستہ بے پالان اونٹوں پر تشہیر کرائی جائیں۔ نانا کے اس حکم کے تحت مجھے صبر کرنا ہے۔ اللہ ہی مناسب فیصلہ فرمائے گا۔" جنوں نے عرض کیا

آقا آپ نے استغاثہ بلند کیا ہے ہمیں استغاثہ سن کر مدد نہ کرنے کی سزا تو نہیں ملی گی؟ حضرت نے فرمایا میرے استغاثہ کا تعلق صرف انسانوں سے ہے میں نے تو اپنے نانا کی امت سے مدد مانگی تھی۔

اسرار الشہادہ میں منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزیدیوں پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس وقت ایک بہت بڑا غبار نمودار ہوا، جب غبار چھٹا تو ایک انتہائی خوفناک شخص گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ اس نے حضرت علیہ السلام کو سلام کیا آپ کے نانا، بھائی اور آپ کے بابا کو بھی سلام کیا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا اس عالم غربت اور مظلومیت میں مجھے سلام کرنے والا کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضرت میں زعفر جن آپ کا غلام ہوں۔ آپ کے بابا نے بئر الم جنگ فتح کرنے کے بعد میرے والد کو قوم جنات کا بادشاہ بنایا تھا۔ میں آپ کا استغاثہ سن کر اپنا لشکر لے کر آیا ہوں۔ آپ مجھے اجازت فرمائیں تا کہ ان یزیدیوں کو نابود کر دوں۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا ”زعفر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ تم تو انہیں دیکھ سکتے ہو لیکن یہ تمہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہ یکطرفہ جنگ ہوگی۔ زعفر نے عرض کیا حضرت علیہ السلام ہم انہی کی طرح شکلیں اختیار کر لیں گے اور ان کے روبرو لڑیں گے۔

حضرت علیہ السلام نے زعفر کی گفتگو سن کر میدان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”زعفر ذرا اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھو میرا ہم شکل نبی بیٹا قمر بنی ہاشم، بھائی کی نشانی قاسم علیہ السلام، عون علیہ السلام و محمد علیہ السلام اور اولاد مسلم سب پیاس سے تڑپ تڑپ کر مجھ پر قربان ہو گئے ان کے بعد جی کر میں کیا کروں گا۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے میں شہادت کا متمنی ہوں اور میرے علم کے مطابق اب بہت کم وقت رہ گیا ہے۔ حضرت کی یہ گفتگو سن کر زعفر جن روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی لکھتے ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنی تنہائی و غربت اور اقربا کے لاشوں اور انصار کے ٹکڑے ٹکڑے جسموں پر نظر کی تو آپ علیہ السلام نے ایک آہ سرد کھینچی اور بچ جانے والے بچوں اور اپنے عیال سے الوداع کہہ کر میدان میں تشریف لائے تو اس وقت آپ پریشانی کے عالم میں دشمنوں کے درمیان کھڑے تھے کبھی اپنے اردگرد بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھتے تھے، کبھی اپنی غربت و تنہائی پر نظر فرماتے اور کبھی بچوں کی شدت پیاس کا خیال کرتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ہی دشمنان خدا اور رسول کے تیروں سے زیادہ تند و تیز طعن و طنز سنتے تھے۔ ایسی مصیبت کی گھڑی میں آپ نے فرمایا ”کوئی ہماری مدد کرنے والا نہیں کوئی نہیں جو ہماری فریادرسی کرے، ہے کوئی خدائے واحد کو ماننے والا جو ہمارے حال پر رحم کھائے اور اللہ سے ڈرے کوئی ایسا نہیں جو حرم رسول اللہ کی نگرانی کا ذمہ لے سکے۔“ جب حضرت علیہ السلام کی یہ صدا اطراف عالم میں گونجی تو ارکان عرش میں زلزلہ برپا ہوا۔ عرش و فرش لرزنے لگے۔ ملائکہ سے تسبیحیں چھوٹ کر گر گئیں۔ سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا۔ بارالہا! یہ تیرے اور تیرے محبوب کے محبوب ہیں ہمیں اجازت دے کہ تیرے حسین علیہ السلام کی نصرت کریں اس وقت آسمان سے ایک رقعہ گرا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے زخمی اور خون آلودہ ہاتھوں پر آیا آپ نے اسے کھول کر پڑھا جس میں تحریر تھا اے حسین علیہ السلام آپ کے لیے موت نہیں شہادت ہے۔ آپ کے

مراتب کے لیے شہادت لازم ہے، آپ کے مدارج میں ذرا بھی کمی نہیں آئے گی۔ اگر آپ چاہیں تو آپ پر سے مصائب ہم ختم کر دیں۔ ہم نے تمام زمینوں، آسمانوں، ملائکہ اور جنات کو آپ کے تابع فرمان کر دیا ہے۔ آپ جو چاہیں انہیں حکم دیں اور ان فجار و کفار کے خلاف ان سے مدد حاصل کریں۔ حضرت علیہ السلام نے یہ خط پڑھ کر سوئے آسمان کر دیا اور فرمایا "اے میرے مالک و آقا تیرے دین کی نصرت اور شریعت کے تحفظ کی خاطر میں ایک ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں تو میں اس میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ اے مالک آل محمد علیہ السلام کے ان کمسن اور پیاسے بچوں کی پیاس اور انصار و اقربا کے لاشے دیکھنے کے بعد میں جی کر کیا کروں گا۔ میں امتحان کا ایک بڑا مرحلہ طے کر چکا ہوں، ہم شکل نبیؐ اور قمر بنی ہاشم کی شہادت کے بعد اب کونسا ایسا امتحان ہے جو دشوار ہوگا۔

روز عاشورہ زعفر جن کی حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کے بابت بے شمار صاحبان سیر و تاریخ نے روایت تحریر کی ہے کہ ان میں سے تاریخ روضۃ الشھدا کاشفی، اسرار الشہادہ آقائے دربندی، پنج شہادت از ملا جعفر، روضۃ الشہدا اور نور الائمہ قابل ذکر ہیں۔

شیخ فخر الدین نے اپنی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام یاور و انصار بھائی بھتیجے بھانجے اور انصار سب شہید ہو گئے اور آپ تنہا رہ گئے تو اس وقت جنوں کا ایک گروہ کربلا پہنچا اور زعفر جن حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ مولا ہم آپ کے انصار میں شامل ہو کر آپ کی نصرت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ یہ وہی اجنہ تھے جو مکہ سے کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی روانگی کے وقت نصرت کے لیے حاضر ہوئے تھے اور حضرت نے فرمایا تھا اب روز عاشورا کربلا میں آنا۔ ان اجنہ نے روز عاشورا حاضر ہو کر کہا کہ آپ حکم فرمائیں تو ہم ابھی ان ظالموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور انہیں نیست و نابود کر دیں۔ حضرت نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا "اے گروہ جنات شہادت مقدر ہو چکی ہے اور میں اپنے نانا رسول اللہؐ کے قول کے خلاف کوئی عمل نہیں کر سکتا۔" میرے نانا نے مجھ سے فرمایا تھا "اے نور نظر حسین علیہ السلام اللہ کی یہی مشیت ہے کہ تم راہ خدا میں قتل کیے جاؤ اور سر پس گردن سے جدا کیا جائے اور اہل حرم اسیر ہوں اور ان کی تشہیر ہو اور میں مقتول ہونے پر آمادہ اور صبر کرنے والا ہوں۔"

سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ اور ابو طاہر محمد بن حسین ترسی اپنی کتاب معالم الدین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا عمر سعد سے سامنا ہوا اور جنگ کا آغاز ہوا تو پروردگار عالم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لیے آسمان سے فرشتوں کا ایک گروہ بھیجا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرانور کے نزدیک پرواز کرنے لگا اور حضرت کو پروردگار عالم کی طرف سے دو امور میں سے کسی ایک کے انتخاب کرنے کا اختیار دیا اول یہ کہ فرشتے حضرت کی نصرت کریں اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کر دیں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ منظور نہیں تو شہادت قبول کریں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شہادت کو ترجیح دی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا استغاثہ

ابومخنف سے روایت ہے کہ وقت آخر جب حضرت میدان میں آئے تو استغاثہ بلند کیا "اے مسلم بن عقیل، اے ہانی بن عروہ، اے حبیب ابن مظاہر، اے زہیر بن قیس، اے مسلم بن عوسجہ، اے میدان جنگ کے بہادروں اور اے شہسواروں میں تمہیں آواز دے رہا ہوں۔ تم کیوں نہیں سنتے، ہاں ہاں تم سو رہے ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تم میری آواز کو سن کر ضرور جواب دیتے لیکن تمہاری موت تمہارے اور تمہارے امام کے درمیان حائل ہوگئی۔ اسی لیے تم اپنے امام کی مدد کے لیے نہیں آ رہے ہو، اے میرے اصحاب دیکھو رسول اللہ کی نواسیاں تمہارے چلے جانے کے بعد فریاد کر رہی ہیں۔ اے بزرگو! اپنی اپنی نیند سے چونکو اور ان سرکش بدبختوں کو رسول اللہ کے اہل حرم سے دور کرو۔ بخدا تم کو موت نے گرا دیا اور زمانے کے غداروں نے تم کو دھوکہ دیا ہے ورنہ تم میری نصرت میں نہ تو کمی کرتے اور نہ میری دعوت کو فراموش کرتے۔ ہمیں افسوس ہے کہ تم ہم سب سے جدا ہو گئے اب ہم جلد ہی تم سے ملاقات کریں گے۔ "**اناللہ و انا الیہ راجعون**" ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا ہی کی طرف پلٹنا ہے۔

صاحب روضۃ الشہداء اور صاحب کشف الغمہ کے موافق حضرت سید سجاد علیہ السلام نے حضرت کا استغاثہ سن کر نیزہ اٹھایا اور میدان کی طرف جانے لگے لیکن بہ حالت ضعف آپ کے پاؤں کانپ رہے تھے اور سبب نقاہت جسم لرز رہا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب اپنے بیمار فرزند کا یہ حال دیکھا تو فرمایا "اے فرزند واپس ہو کہ تمہاری نسل قیامت تک منقطع نہ ہوگی۔"

قاصد جناب فاطمہ صغرا علیہا السلام

سرکار دربندی نے اسرار الشہادہ میں اور آقائے محمد مہدی مازندرانی نے معالی السبطین میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک کمسن بچی جناب فاطمہ صغرا علیہا السلام تھیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے اس وقت آپ بہت بیمار تھیں۔ حضرت علیہ السلام نے ان کو ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کیا تھا۔

جب قافلہ روانہ ہوگیا تو جناب فاطمہ صغرا علیہا السلام روزانہ صبح سے شام تک دروازہ کے پیچھے بیٹھی اپنے بابا اور بھائیوں کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھیں۔ انتظار کرتے کرتے جب وقت گزر جاتا تو آنکھوں سے آنسو برسنا شروع ہو جاتے۔ اس طرح صبح سے شام تک بین کرتے کرتے پورا دن گزار دیتیں۔

جناب فاطمہ علیہا السلام نے اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا آپ روزانہ یہ سوچتی تھیں کہ میرا یہ خط کوفہ لے کر کون جائے گا۔ ایک دن ایک عرب نے دروزاہ پر آ کر کہا **السلام علیکم یا اھل بیت النبوۃ و معدن الرسالۃ**۔ میں ایک اعرابی ہوں اور عراق جانا چاہتا ہوں اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے دے دیجئے میں پہنچا دوں گا۔ اس شہزادی نے اس شخص سے کہا اے بندہ خدا اللہ آپ پر رحم کرے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میں نے ایک خط

اپنے بابا کے نام تحریر کیا ہے، آپ یہ خط لیتے جائیں اور میرے بابا کو جا کر دے دیں۔ ممکن ہے انہیں کبھی موقع ملے تو وہ بھی مجھے کسی کے ہاتھ اس خط کا جواب لکھ کر بھیج دیں، وہ شخص جناب فاطمہ صغراؑ سے خط لے کر روانہ ہو گیا اور یوم عاشور ظہر کے قریب حضرت امام حسینؑ کو یہ خط پہنچا دیا۔ حضرت نے خط پڑھا زخموں سے چور یک و تنہا خیام میں تشریف لائے تمام مستورات کو جمع کیا اور جناب فاطمہ صغراؑ کا خط پڑھ کر سنایا۔

ریاض القدس اور مفتاح البکا کے موافق حضرت امام حسینؑ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ تھا وہ حضرت امام حسینؑ کے مدینہ سے روانہ ہوتے وقت بخار کی حالت میں تھیں لہٰذا حضرت ان کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے اور ان کو جناب ام سلمہ کے سپرد کیا۔ حضرت فاطمہ صغراؑ اپنے بابا، بھائی اور بہنوں کو یاد کرتیں اور خون کے آنسو بہاتی تھیں۔ اس طرح ان کی بیماری میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور نقاہت بڑھ گئی۔

آپ دروازہ کے سامنے سے گزرنے والوں سے اپنے بابا حضرت امام حسینؑ اور بھائی جناب علی اکبرؑ کے متعلق دریافت کرتیں لیکن کسی سے کوئی خبر نہیں ملتی تھی۔ جب ایک مدت گزرنے کے باوجود نہ بھائی علی اکبرؑ لینے آئے اور نہ کوئی پیغام آیا تو آپ کے رنج و غم میں مزید اضافہ ہو گیا آپ گھر کے گوشہ میں بیٹھ کر آہ و فغاں کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں ''میں وطن میں بے وطن ہوں۔'' اسی غم و اندوہ کے عالم میں اس مضمون کا ایک خط لکھا ''بابا! میں کب تک یہ کہتی رہوں گی کہ بابا نہیں آئے۔'' یہ خط لکھ کر آپ اپنے بابا کی جدائی کے غم میں مصروف گریہ ہو گئیں۔ اسی دوران ایک شتر سوار گھر کے دروازے کے قریب سے گزرا تو جب اس نے آہ و فغاں کی آواز سنی تو شتر کو روک کر نیچے اتر آیا اور احوال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ آہ و فغاں امام وقت کے فراق میں ہو رہا ہے۔ بیٹی اپنے بابا کی جدائی میں رو رہی ہے۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور بعد سلام کہا میں مسافر ہوں اور کربلا جا رہا ہوں۔ لہٰذا بابا کے لیے کوئی پیغام ہو تو بتائیں کربلا کا نام سن کر بی بی نے شتر سوار کے سلام کا جواب دیا اور اسے بتایا میں فاطمہ بنت حسینؑ ہوں۔ میرے بابا کربلا گئے ہیں مجھے میری بیماری کے سبب اپنے ساتھ نہیں لے گئے ہیں۔ اس وقت سے میں گریہ وزاری میں مصروف ہوں اور بیماری نے میری طاقت چھین لی ہے۔ میرا یہ خط بابا تک پہنچا دو میں تمہارے حق میں دعا کرتی ہوں۔ شتر سوار نے خط طلب کیا۔ جناب فاطمہ صغراؑ نے خط اس شتر سوار کے حوالے کرتے ہوئے زبانی پیغام بھی دیا، اس کے بعد یہ شتر سوار کربلا کی سمت روانہ ہو گیا۔

جب یہ کربلا پہنچا تو حضرت امام حسینؑ میدان کارزار میں ھل من ناصر ینصرنا کی ندا دے رہے تھے۔ لیکن اس پر لبیک کہنے والا کوئی نہ تھا۔ سوار نے نزدیک پہنچ کر حضرت کو سلام کیا اور جناب فاطمہ صغراؑ کا خط حضرت کو دیا۔ حضرت امام حسینؑ نے خط کھول کر دیکھا کہ یہ حضرت فاطمہ صغراؑ کی طرف سے ہے۔ آپ نہایت رنج و غم کے عالم میں خط لے کر خیمے میں تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا! یا ام کلثومؑ یا سکینہؑ یا رباب تمہیں معلوم ہو کہ فاطمہ صغراؑ کا خط آیا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے خط پڑھا تو بیبیوں میں کہرام مچ گیا اس خط میں جناب علی

اکبر علیہ السلام اور جناب علی اصغر علیہ السلام سے جناب صغرا علیہا السلام نے جس محبت کا اظہار کیا تھا یہ سن کر سب کے دل مضطرب ہوئے۔ جناب صغرا علیہا السلام نے اپنی تنہائی اور بابا کی جدائی کا ذکر نہایت دردانگیز الفاظ میں کیا تھا۔اس خط کو سن کر ہر آنکھ اشکبار تھی اور خیمہ سے رونے اور سسکیوں کی آوازیں بلند تھیں۔

حضرت علیہ السلام کا کوفیوں سے خطاب

لہوف ریاض القدس اور بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوفیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وائے ہوتم پر۔اگر تم خاموش ہو جاؤ اور میری بات سنو تو اس میں تمہارا کیا نقصان ہے؟ یقیناً تمہارے شکم مال حرام سے بھرے ہوئے ہیں۔'' آپ کا یہ کلام سن کر لشکر ابن سعد کے سپاہی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے ان کی باتیں سنو اور خاموشی اختیار کرو۔ جب یہ لوگ خاموش ہو گئے تو حضرت نے فرمایا ''اے لوگو! ہلاکت اور بربادی ہو تمہارے لیے تم ہی نے حیران و پریشان ہو کر ہم سے فریاد کی تھی اور جب ہم آمادہ ہوئے اور بہت جلد تمہاری فریاد کو پہنچے تو تم نے تلواریں ہماری ہی گردنوں پر کھینچ لیں۔اور وہ آگ جو اپنے اور ہمارے دشمن کے لیے بھڑکائی تھی وہ ہمارے ہی لیے بھڑکا دی اور اب تم اپنے دوستوں کے دشمن ہو گئے ہو اور اپنے دشمنوں کے ہاتھ بن گئے ہو، حالانکہ دشمنوں نے نہ تو تمہارے ساتھ کسی طرح کا انصاف کیا اور نہ تم کو ان سے کوئی فائدہ پہنچا۔سوائے اس کے کہ دنیا کی حرام چیزیں تم نے ان سے حاصل کیں اور بدترین عیش وعشرت کی ان سے طمع کی۔ہم سے کوئی بات تمہارے خلاف ظاہر نہ ہوئی۔ کیوں نہ تمہارے لیے ہلاکت و بربادی ہو جبکہ تم نے ہم کو ناپسند کیا اور ہمیں چھوڑ دیا ہم سے کھلم کھلا جنگ کرنے آئے ہو۔حالانکہ ہماری تلواریں باہر نہ نکلی تھیں۔ دل بھی مطمئن تھے اور تمہارے متعلق ہماری رائے بھی نہ بدلی تھی۔ پھر بھی تم ہم پر مکھیوں اور ٹڈیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ وائے ہو تم پر تم امت کے سرکش اور جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے ہو۔ کتاب خدا چھوڑنے والے، شیطان کا شکار ہونے والے، گناہ گاروں کے گروہ میں شمار ہونے والے، کتاب خدا میں تحریف کرنے والے، سنت رسول کو مٹانے والے، اور انبیاء کو قتل کرنے والے اوصیا کی عترت کو ہلاک کرنے والے، مومنین کو تکلیف و اذیت دینے والے، قرآن کا مذاق اڑانے والے، تم ابن حرب (یزید) اور اس کے ساتھیوں کے مددگار بن گئے اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ہاں ایسا ہی ہونا بھی چاہیے۔ بخدا تمہاری بے وفائی مشہور ہے، اس بے وفائی اور غداری پر تمہاری اصلیت ہے اسی پر تمہاری جڑیں اور شاخیں قائم ہیں۔اسی پر تمہارے دل مضبوط ہوئے اور اسی کو تمہارے سینے چھپائے ہوئے ہیں۔تم ناصب کے لیے بہترین آلہ حرب اور غاصب کے لیے بہترین لقمہ ہو۔ خدا کی لعنت ہو ان عہد و پیماں توڑنے والوں پر جو عہد و پیمان کو استوار کر کے توڑ ڈالتے ہیں۔ حالانکہ تم نے عہد و پیماں پر خدا کو بھی گواہ اور ضامن بنایا تھا تم لوگ خدا کی قسم ان ہی عہد شکن لوگوں میں ہو سنو! یہ حرام زادہ کی ناجائز اولاد (ابن زیاد) دو باتوں کے درمیان اڑ گیا یا مجھ پر تلوار کھینچے یا مجھے گرفتار کر کے رسوا کرے میں ہرگز ذلت و رسوائی کو برداشت نہیں

کروں گا، ہمیں خدا، اس کا رسولؐ، پاکیزہ اباء واجداد، طیب وطاہر آغوش اور عزت والے غیرت مند نفس کو کمینوں کی اطاعت سے روکتے ہیں اور عزت کی موت پر آمادہ کرتے ہیں۔ گواہ رہو کہ میں نے اپنا عذر بیان کر دیا اور تم کو خوف بھی دلایا میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تم سے جنگ ضرور کروں گا حالانکہ یہ تعداد میں بہت کم ہیں اور بہت سے لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ دیکھو تم اس کے بعد اتنی ہی دیر رہ سکو گے جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتی ہے۔ یہاں تک کہ چکی کی گردش تم کو گردش میں لا کر پیس ڈالے گی۔ اس بات کو میرے پدر بزرگوار نے میرے نانا سے سنا ہے اور مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اب تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنا معاملہ ٹھیک کر لیں پھر تمہارا جو جی چاہئے میرے ساتھ سلوک کرو اور مجھے موقع نہ دو میں تو صرف خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے، اور زمین میں جتنے چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے۔ خداوندا ان سے آسمانوں کی بارش روک دے، ان کو ایسے قحط میں مبتلا کر جیسا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آیا تھا۔ ان پر قبیلہ ثقیف کے نوجوانوں کو مسلط کر دے جو ان کو موت کا تلخ جام پلا دیں اور ان میں سے ایک فرد کو بھی نہ چھوڑیں کیونکہ انہوں نے ہم کو دھوکا دیا اور ہمیں جھٹلایا۔ تو ہی ہمارا پروردگار ہے تجھ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔

حضرت علیہ السلام کا آخری خطبہ

کتب مقاتل کے محتاط اندازہ کے مطابق گروہ اشقیا کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار (۱۸۰۰۰۰) بیان کی جاتی ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق اشقیا کی تعداد شمار سے باہر تھی۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کارزار میں جانے لگے تو رسول خدا کا عمامہ سر پر رکھا ذوالفقار حیدری کمر پر مرتب کی ذوالجناح پر سوار ہوئے اور اعدا کے سامنے آ کر اتمام حجت فرمائی۔

''اے اہل کوفہ وشام میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر کی قسم دیتا ہوں سچ سچ بتاؤ کیا تم نے مجھے پہچان لیا!'' سب چلا اٹھے ہم آپ کو نیک و بزرگ سمجھتے ہیں۔ آپ رسول خدا کے نواسے اور جناب فاطمہ علیہا السلام جو رسول خدا کی بیٹی تھیں ان کے لخت جگر ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے یہ جواب سن کر فرمایا۔ ''جس گھوڑے پر سوار ہوں یہ رسول خدا کا ہے۔'' اس کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''قسم بخدا میرے سر پر جو عمامہ ہے یہ بھی رسول خدا کا ہے۔ اے گروہ اعدا میرے اور میرے بھائی حسن مجتبیٰ کے بارے میں رسول خدا نے فرمایا تھا۔ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ اے قوم جفا کار میرے ناحق خون بہانے پر کیوں آمادہ ہو۔ تم نے میرے اصحاب اولاد اور اعزاء سب کو شہید کر دیا اب میرا کوئی مددگار نہیں اب تم مجھے ناحق قتل کر رہے ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا، کسی کا مال نہیں لوٹا، میں نے سنت رسولؐ کو تبدیل نہیں کیا اور نہ شریعت کو بدلا، کیا میں نے پیغمبرؐ کے حلال کو حرام کیا۔'' حضرت علیہ السلام نے ان سنگ دلوں کو قرابت رسولؐ اور اپنی عزت وحشمت یاد دلائی لیکن ان ظالموں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق گروہ اشقیاء بیک زبان کہنے لگے اے حسین علیہ السلام آپ نے جو کچھ کہا سچ ہے یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا پھر تم لوگوں نے کیوں میرے قتل کو مباح سمجھا ہے۔ جب مستورات عصمت وطہارت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان سے لفظ قتل سنا تو خیام حسینی میں عورتوں اور بچوں کی آہ وفریاد سے کہرام مچ گیا۔ بیبیاں غم سے بیتاب ہو کر منہ پیٹنے لگیں۔ بیبیاں بلند آواز میں آہ وبکا کر رہی تھیں اور کہتی تھیں کاش ہم مرجاتے اور اے حسین علیہ السلام آپ کی مظلومیت نہ دیکھتے۔

ابن خلدون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے آخری خطبہ کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ "اے قوم! خدا سے ڈرو جو سب کا مالک ہے، جان لو مارنا اور جلانا سب اس کی قدرت اور اس کے اختیار میں ہے، اے گروہ اعدا اگر تم خداوند عالم پر یقین رکھتے ہو اور میرے جدامجد سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو تو ڈرو روز قیامت سے کہ جس دن میزان عدل قائم ہوگی اور اعمال کا حساب ہوگا، اس دن میرے والدین بزرگوار اپنی آل کے بے گناہ خون کا مطالبہ کریں گے۔ حضرت رسول خدا سید الانبیاءؐ جن کی شفاعت گناہ گاروں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے جانثاروں کے خون ناحق کا بدلہ طلب کریں گے۔ تم میرے اہل وعیال، اعزا واطفال وانصار میں سے ستر سے زیادہ کو شہید کر چکے ہو اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، خبردار ہو جاؤ کہ عیش دنیا میں پائیداری اور قیام نہیں۔ اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپے آزار ہو اگر تمہیں یہ منظور نہیں کہ میں دنیا کے کسی اور حصے میں چلا جاؤں اور تم اپنی حرکات سے باز نہیں آتے تو ہم اللہ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔"

ابی مخنف کے موافق جب حضرت میدان کارزار میں تشریف لائے تو آپ نے خطاب فرمایا "اے لوگو! تم مجھ سے کیوں آمادہ جنگ ہو، کیا میں نے کسی حق سے انحراف کیا ہے؟ یا میں نے کسی سنت کو بدلا ہے، یا میں نے شریعت کے اصولوں کو توڑا ہے؟" حضرت کی اس تقریر کے جواب میں ان لوگوں نے کہا "ہم آپ کے والد کی دشمنی کی وجہ سے جنگ کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ہمارے باپ دادا کو جنگ بدر وحنین میں موت تک پہنچایا تھا۔"

فصاحت حسین علیہ السلام کا اعتراف

جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام دشمنوں کے درمیان خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اس اثناء میں عمر سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ "وائے ہو تم پر اس سے ہم کلام ہو جو فرزند علی مرتضیٰ ہیں قسم بخدا یہ وہ فصیح وبلیغ ہیں کہ اگر کل تک اسی طرح تمہارے سامنے کسی مطلب کو بیان کریں تو ہرگز سلسلہ کلام ان کا منقطع نہیں ہوگا، بس ان کا سلسلہ کلام قطع کرو، شمر لعین اس وقت آگے بڑھا اور اس بے ادب نے کہا "اے حسین علیہ السلام مطلب بیان کریں۔" حضرت علیہ السلام نے عنوان کلام بدلتے ہوئے فرمایا۔ "میں یہ کہتا ہوں خداوند تمہارے سے ڈرو۔" امیر کلام عرب وعجم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فرزند ذی وقار کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف جانی دشمن بھی کرنے پر مجبور تھا۔

اپنے محبوں کو وصیت

حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کارزار میں اپنے محبوں کو یاد کیا اور ارشاد فرمایا: ''اے میرے شیعوں! جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا، جب کسی بی کس غریب یا شہید کے واقعات سننا تو مجھ پر گریہ کرنا، اے میرے شیعو! کاش تم روز عاشورہ ہوتے تو یہ روح فرسا منظر دیکھتے۔''

قادر الکلام امام علیہ السلام نے نرغہ اعدا میں جو وصیت فرمائی اگر اس کی تشریح کی جائے تو پورا ایک باب درکار ہے۔ جب میں اس مقام پر پہنچا اور الفاظ کے معنی ومفہوم پر غور کیا تو ان اثر انگیز الفاظ نے قلب وجگر پر غم کی وہ کیفیت پیدا کی کہ جسم میں سکت نہ رہی کہ اس وقت مزید کچھ لکھ سکوں۔

میدان کارزار میں حضرت کا رجز

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اتمام حجت کے لیے لشکر اعدا کے سامنے خطبہ دیا اور قرابت رسولؐ اور اپنی عزت و بزرگی یاد دلائی لیکن ان ظالموں کے دلوں پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ یزید کی بھڑکائی ہوئی آگ کے شعلے اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔ لاکھوں کا لشکر آمادہ قتل ہے تو آپ علیہ السلام نے میدان میں آ کر یہ رجز پڑھا۔

''میں اس علی علیہ السلام کا فرزند ہوں جو بہترین بنو ہاشم تھے، جسے فخر کے لیے یہ بات کافی ہے اور باعث افتخار ہے، میرے نانا رسول خداؐ ہیں جو تمام خلقت سے افضل ہیں، ہم اہل بیت انسانیت کے لیے اللہ کا روشن چراغ ہیں، میری مادر گرامی حضرت فاطمہ علیہا السلام ہیں، جو رسول اللہ کا جگر پارہ تھیں، میرے چچا جعفر طیار ذوالجناحین ہیں، ہم پر اللہ کی سچی کتاب نازل ہوئی اور ہمارے گھرانے میں ہدایت و وحی اور نیکی کا چرچا ہے۔''

مقتل ابی مخنف میں مرقوم ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے میدان کارزار میں اپنے انصار کے بارے میں یہ اشعار پڑھے۔ ''یہ ایسی قوم ہے کہ کوئی مشکل میں انہیں آواز دے چاہیے اس وقت وہ تند و تیز سواروں کے نرغہ میں کیوں نہ ہوں اپنے جسموں کو زرہ میں لپیٹ کر جان قربان کرنے میں ایک دوسرے پر بازی لے جاتے ہیں، میرے مددگار کیسے کیسے جوان تھے، جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے بہشت کے لباس زیب تن کر لیے ہیں۔''

اپنے انصار کی شان میں یہ اشعار فرمانے کے بعد آپ نے قلب لشکر پر ایسا حملہ کیا کہ دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی۔ آپ نے ایک ہزار پانچ سو سواروں کو اس حملہ میں واصل جہنم کیا اور خیمہ کی طرف آ کر یہ اشعار پڑھے۔ ''یہ قوم جفا کار خدا کی نافرمانی کر کے اس کے اجر و ثواب کی مستحق نہیں رہی یہ بغض و کینہ کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام کو بھی ان کے ساتھیوں کے پاس بھیج دیں گے، اے ملعون قوم! تم پر صد افسوس کہ تم سب حسین علیہ السلام کے مقابلے پر جمع ہو کر آئے ہو، اس لیے نہیں کہ میں نے کوئی قصور کیا تھا بلکہ اس لیے کہ میں دو انوار کا پرتو ہوں۔ ایک میرے والد حضرت علی علیہ السلام جو پیغمبر خدا کے بعد ان کے جانشین ہیں اور دوسرے خود پیغمبر کی ذات جو حسب و نسب کے اعتبار سے

ہاشمی ہیں اور تمام عالمین پر برگزیدہ ہیں۔ میرے پدر گرامی آفتاب ہیں تو میری مادر گرامی ماہتاب ہیں اور میں ان آفتاب و ماہتاب کا درخشاں ستارہ ہوں۔ میں ایسی نکھری ہوئی چاندنی ہوں جس پر سونے کا چمکدار ملمع ہو، میں ایسے دو سنہرے دریاؤں کا موتی ہوں جس میں سنہرے اور سفید انوار کی چمک ہی چمک ہے۔ کون ہے جو میرے جد کی مثل ہو اور کون ہے جس کے بزرگ میرے بزرگوں جیسے ہیں۔ دو عظیم ہستیوں کا فرزند ہوں۔ حق کی قسم میری ماد گرامی زہراؑ ہیں، میرے والد ماجد وہ ہیں جن کی اطاعت جن وانس پر فرض ہے۔ پروردگار عالم نے انہیں اپنے فضل و تقویٰ کے لیے معین فرمایا ہے۔ میں ان دونوں کے نور کا نور ہوں۔ خداوند عالم نے میرے والد حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور جدر سول خدا کی بدر و حنین میں نصرت فرمائی آپ نے خدا کی عبادت بچپن سے کی جبکہ قریش لات وعزیٰ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اللہ نے میرے بابا حضرت علی علیہ السلام کو دو حرموں کی سرداری عطا فرمائی اور آپ نے دو قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ جب روئے زمین پر کوئی اور مسلمان نہ تھا۔ آپ صاحب ذوالفقار تھے، آپ نے اسلام کے خلاف دشمنوں کے منصوبوں کو نمایاں کیا اور اسلامی اصولوں کو ظاہر کیا۔ لات بت کے سامنے کبھی ایک لحہ بھی قریش کے ساتھ نہ جھکے۔ آپ بہادروں کے ساتھ بدر و حنین میں آئے تھے، بتوں کی پرستش کے بجائے منبر سے خدا کی حمد وثناء بیان فرمائی۔ وہ خدا جس کی حمد کرنا اس وقت تک لازم ہے، جب تک سورج و چاند آسمان پر روشن ہیں۔ آپ نے بدر و حنین کے لشکر کے دنیا داری میں مدہوش کافروں کے شرک کو قطع کیا میں اس علی کا فرزند ہوں جو عین اللہ اور لسان اللہ تھے۔ ان کی عظمت کو مشرق و مغرب کے لوگ تسلیم کرتے تھے۔ مشرق و مغرب کے مالک ہم پانچ اصحاب کساء ہیں اور چھٹے حضرت جبرائیل ہیں۔ خانہ کعبہ، عرفات، مشعر الحرام (مکہ معظمہ میں حج کے زمانے میں قربانی کرنے کی جگہ، مقام عبادت) کا وجود ہماری وجہ سے ہے، تمام خوبیاں ہماری وجہ سے فخر ومباہات کرتی ہیں۔ ہمیں یہ مقام منزلت اپنے حسب نسب کے سبب حاصل ہے۔ ہم بلند مقام کے مالک ہیں، خداوند عالم جو تمام جہان کا مالک ہے، اس کے دین کی رسی علی علیہ السلام ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آپ حوض کوثر کے مالک اور مومنین کے لیے عز و شرف کا سبب ہیں۔ ان کی ہیبت سے دشمن کی صفیں بکھر جاتی ہیں۔ حضرت علیہ السلام کے اعمال دنیا میں بہت ممتاز ہیں، آپ نے حالت رکوع میں انگشتری زکوۃ میں دی۔ حنین کی جنگ میں مدمقابل لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیئے شیعیان پیغمبر صدا خوش رہیں کہ حوض کوثر سے سیراب ہونے والے آپ ہی ہوں گے۔ خدا کا ان ہستیوں پر درود وسلام ہو کہ انہیں حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام جیسے فرزند عطا فرمائے۔''

حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کارزار میں

تین دن کی بھوک اور پیاس کے باوجود اصحاب و انصار اور بنی ہاشم کے جوانوں نے افرادی کمی کے ہوتے ہوئے بھی لشکر یزید کے بڑے بڑے نامی پہلوانوں کو شکست فاش دی اور ہزاروں دشمنوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ صاحبان سیر و تاریخ نے فوج یزید کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ کربلا سے کوفہ تک سارا علاقہ سپاہ یزید سے بھرا

ہوا تھا جبکہ حضرت کے ساتھ نہایت قلیل تعداد تھی جن میں حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت مسلم بن عوسجہ جیسے ضعیف العمر بزرگ بھی تھے۔ حضرت قاسم علیہ السلام اور حضرت علی اصغر علیہ السلام جیسے نوعمر بچے بھی شامل تھے۔

انصار حسین ایسے باوفا اور جری تھے کہ جب تک زندہ رہے کسی عزیز کو زخم نہ آنے دیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان کارزار میں تشریف لائے تو دیکھا ہر طرف انصار واقربا کے بے گور وکفن لاشے ہیں اس وقت نہایت درد بھری آواز میں فرمایا ''اے میرے بہادروں تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں پکارتا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔''

منقول ہے کہ جب جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے با آواز بلند اپنے اصحاب وانصار کو آواز دی تھی ''ھل من معین ھل من ناصر'' ''کوئی ہے جو ہماری مدد کرے کوئی ہے جو ہماری نصرت کرے''۔ لکھا ہے کہ بارہ ہزار آدمیوں نے بیک وقت جواب دیا تھا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اس ایک آواز پر لبیک لبیک یا امیر المومنین علیہ السلام ''نموت بین یدیک''۔ ''یا مولا ہم سب آپ کے قدموں پر نثار ہونے کو حاضر ہیں، آپ کچھ تردد نہ فرمائیں۔'' یہ کہہ کر ان لوگوں نے جوش محبت اور وفاداری میں تلواریں میان سے نکال کر میانیں توڑ دیں اور آمادہ جہاد ہوئے لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے استغاثہ بلند کیا تو کوئی مونس وغمخوار نہ تھا۔ تمام جانثار شہید ہو چکے تھے، ایک طرف اعدا کا نرغہ دوسری طرف مصائب وآلام کی کثرت اور اہل حرم کی فکر، حضرت عباس علیہ السلام جیسے باوفا بھائی کی جدائی جن کی شہادت سے آپ کا یہ عالم تھا کہ آہ سرد بھرتے اور فرماتے اے عباس علیہ السلام تمہارے جانے سے میری کمر ٹوٹ گئی اور کڑیل جوان فرزند ہمشکل مصطفیٰ کی شہادت پر آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا بیٹا علی اکبر علیہ السلام تمہارے جانے سے میری بینائی جاتی رہی۔

حضرت میدان کارزار میں دریائے مصائب میں گھرے ہوئے تھے اور دشمنوں سے اس طرح مخاطب ہوئے ''تم کو معلوم ہے میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں، میرے بابا علی مرتضیٰ ہیں جو سابق الاسلام ہیں، میری ماں فاطمہ علیہا السلام زہرا ہیں جو تمہارے نبی کی بیٹی ہیں، تم یہ جانتے ہو کہ مجھے اور بھائی حسن علیہ السلام کو رسول خدا نے جنت کا سردار فرمایا تھا۔ اے ظالموں میرے قتل سے باز رہو۔ تم کیسی بری قوم ہو کہ نہ تمہیں خدا کا خوف ہے نہ رسول اللہ سے شرم تم اپنے نبی کی آل کا خون ناحق بہاتے ہو حالانکہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی کے مال پر قبضہ کیا۔ میں تو دنیا سے لاتعلق ہو کر اپنے نانا کی قبر پر مجاوری کر رہا تھا۔ تم لوگوں نے خطوط بھیج کر بلایا اور ہم سے ہدایت حاصل کرنے کی تمنا کی اب میرے قتل پر آمادہ ہو۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا جہاد

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ہر طرح سے حجت تمام کر لی تو آپ لشکر یزید کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور کوئی آپ کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ کچھ ہی دیر میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اب کسی میں انفرادی مقابلہ کی جرات نہ تھی، مقتولین کی تعداد گنتی سے باہر تھی۔ جب عمر سعد نے یہ دیکھا کہ اس طرح تو پورا لشکر ختم ہو جائے گا تو حکم دیا، سب مل کر

حسین علیہ السلام پر حملہ کرو یہ علی علیہ السلام کا شیر ہے، اسے شکست دینا محال ہے۔ جب لشکر نے تنہا حسین پر حملہ کیا تو اس طرح جنگ کی کہ ایسا لگتا تھا جیسے صفین میں علی علیہ السلام شیر خدا لڑ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام جس طرح رخ کرتے صفوں کو پلٹ دیتے، آپ کے پہلے حملے میں (۱۹۵۰) ایک ہزار نو سو پچاس لعین مارے گئے۔ اس کے بعد لشکر اعدا نے ایک ساتھ حملہ کیا جس میں پیادے، سوار، کمان دار اور شمشیر زن شامل تھے۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کی تلوار مثل برق چل رہی تھی اور لعینوں کے سرتنوں سے اس طرح جدا ہو رہے تھے جیسے موسم خزاں میں پتے بے جان ہو کر درخت سے گرتے ہیں۔ ہر طرف چیخ و پکار اور الامان کی صدائیں بلند تھیں اور سر اس طرح کٹ کر گر رہے تھے جس طرح کھیتی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت علیہ السلام ہر حصار کو توڑ رہے تھے اور ہر مد مقابل کو زیر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، شمشیر آبدار اس طرح حرکت میں تھی جیسے برق میدان کارزار میں، ایسا لگتا تھا جیسے بادل بے ساختہ برس رہا ہو، اس وقت خون کی بارش کا سماں تھا، زمین کانپ گئی، آسمان تھرانے لگا اور کوفی و شامی لشکر پناہ تلاش کرنے لگے ہر طرف الماں الاحفیظ کی صدائیں بلند تھی۔

بحار الانوار میں مرقوم ہے جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان میں تشریف لائے تو جو لعین سامنے آتا تھا۔ حضرت اس کے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ اتنے اشقیاء ہلاک کیے کہ پھر کسی کو جرات نہ ہوئی کہ مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔ پھر حضرت نے میمنہ پر حملہ کیا اس وقت آپ علیہ السلام فرماتے تھے ''ذلت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔'' پھر میسرہ پر حملہ کیا اور فرمایا ''میں ہرگز نہیں ہٹوں گا اور اپنے پدر بزرگوار کی حمایت کروں گا اور ثابت قدم ہوں میں دین رسولؐ پر۔''

ابن شہر آشوب، محمد بن ابی طالب اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے دست حق سے علاوہ زخمیوں کے ایک ہزار نو سو پچاس اشقیاء فی النار کیے اس وقت عمر سعد نے اپنے لشکر سے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہو۔ وائے ہو تم پر خبردار ہو جاؤ یہ فرزند علی ابن علی طالب علیہ السلام ہیں، یہ قتال عرب کے فرزند ہیں، ان سے مقابلہ کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا ان کو ہر طرف سے گھیر لو اور حملہ کرو، اس وقت چار ہزار کمانداروں نے حضرت علیہ السلام کو گھیر لیا اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔

طبری نے لکھا ہے کہ ''حضرت امام حسین علیہ السلام جب لشکر پر حملہ کرتے تھے تو اہل لشکر اس طرح راہ فرار اختیار کرتے تھے جس طرح شیر کے حملہ سے بھیڑ، بکریوں کے غول بھاگتے ہیں۔ حضرت علیہ السلام کی میدان جنگ میں شجاعت کا ذکر علامہ اربلی نے ان الفظ میں کیا ہے۔'' حضرت امام حسین علیہ السلام جس طرف بھی حملہ کرتے تھے، فوج مخالف گروہ در گروہ خاک میں مل جاتی۔''

حضرت علیہ السلام آگے بڑھتے بڑھتے نہر کے قریب پہنچ گئے جہاں بھائی کی لاش پر نظر پڑی تو فرمایا ''عباس علیہ السلام تم نے میرے حملے اور صف آرائی دیکھی تم ہوتے تو میری تنہائی اور جنگ دیکھتے۔''

ابو مخنف کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام نے لشکر اعدا پر ایسا شدید حملہ کیا جس میں ایک ہزار پانچ سو لعینوں کو قتل کیا۔ ابن اثیر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی جنگ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''لشکر اعدا نے دائیں اور بائیں

جانب سے حملہ کیا، حضرت علیہ السلام نے دائیں جانب حملہ کیا تو وہ لوگ متفرق ہو گئے، بائیں جانب حملہ کیا تو وہ بھی متفرق ہو گئے۔ ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا گیا جس کے بھائی اور بیٹے مارے گئے ہوں اور ایسا جری ہو۔''

محمد بن ابی طالب، صاحب مناقب، سید ابن طاؤس اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ سے روایت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام مثل شیر غضب ناک حملہ کر رہے تھے، اس وقت اہل لشکر پناہ تلاش کر رہے تھے۔ اس دوران اشقیاء حضرت اور خیمہ گاہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ تو حضرت نے با آواز بلند پکارا اے آل سفیان اگر تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے اور تمہیں خوف خدا نہیں ہے تو اپنے حسب اور عرب ہونے کا تو خیال کرو، حضرت علیہ السلام کا یہ کلام سن کر شمر لعین پکارا اے حسین علیہ السلام کیا کہتے ہو، حضرت نے فرمایا ''میں تم سے لڑتا ہوں تم مجھ سے لڑ رہے ہو، عورتوں کا کوئی قصور نہیں ہے، اپنے ساتھیوں کو منع کرو، عورتوں سے تعرض نہ کرو اور ان کا کیا قصور ہے تو ان کو منع کر کہ خیمہ کی طرف رخ نہ کریں۔'' یہ سن کر شمر لعین نے حکم دیا کہ پہلے حسین کو قتل کرو اس کے ساتھ ہی سب نے مل کر حضرت علیہ السلام پر حملہ کیا۔

صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں کہ زخمیوں کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ۱۹۵۰ دشمنوں کو قتل کیا اس طرح لشکر کی ایک سمت خالی ہو گئی۔ جب دشمن بھاگتے تھے تو حضرت علیہ السلام قلب لشکر سے **لاحول و لا قوۃ الا باللہ** فرماتے ہوئے آخر تک آتے تھے۔

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ پھر شمر ذی الجوشن دس آدمیوں کو لے کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کی طرف بڑھا آپ علیہ السلام نے فرات کی طرف سے مڑ کر ان لعینوں کو روکا اور فرمایا ''تف ہو تم پر اگر تم میں دینداری نہیں ہے اور آخرت سے نہیں ڈرتے تو شرافت کیوں چھوڑتے ہو اپنے لشکر والوں کو روکو اور ہمارے اہل و عیال کو ان کی بیہودگیوں سے بچاؤ۔ جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت علیہ السلام تلوار کھینچ کر ان لعینوں کی طرف بڑھے دوسری طرف شمر نے پیادوں کو حکم دیا کہ چاروں طرف سے حضرت کے گرد گھیرا تنگ کرو لیکن حضرت جس طرف رخ کرتے تھے یہ لوگ ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے تھے، اور راہ فرار اختیار کرتے تھے۔ پھر موقع دیکھ کر دوبارہ ایک ساتھ حملہ کرتے تھے۔ اس اثنا ان لعینوں کی مدد کو سواروں کا ایک دستہ بھی آ گیا۔ لیکن حضرت علیہ السلام کا رعب و جلال اتنا تھا کہ کسی میں سامنے آ کے مقابلہ کرنے کی جرات نہ تھی۔ شمر نے جب لشکر کا یہ حال دیکھا تو چلا کر بولا تمہاری مائیں مر جائیں۔ تم لوگ مل کر ایک کو نہیں مار سکتے، تف ہے تمہاری مردانگی پر۔ اس کے بعد شمشیر بکف پیادوں نے ہر طرف سے حملہ کیا اور سواروں نے تیر برسائے۔

بقول اعثم کوفی ابوالخنوق نے ایک تیر آپ علیہ السلام کی پیشانی پر مارا، آپ نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا خون سے آپ کا چہرہ اور ریش مبارک تر ہو گئی اس وقت تیروں کی بارش ہونے لگی۔ شمر ذالجوشن ملعون نے کہا تم دیر کیوں کر رہے ہو، یہ زخموں کی کثرت سے ناتواں ہیں سب مل کر حملہ کرو۔ اس حکم کے ساتھ ہی لعین چاروں طرف سے حملہ آور ہوئے اور حضرت کو چاروں طرف سے گھیر کر نیزے اور تلواریں مارنے لگے۔ درعہ بن شریک لعین نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری ایک اور لعین نے پشت کی جانب ہو کر دوش مبارک پر تلوار لگائی اور تیسرے لعین سنان بن انس نے سینہ اقدس پر تیر مارا چوتھے لعین صالح بن وہب نے پہلو پر نیزہ مارا، آپ علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر تشریف

لائے سینہ سے تیر نکالا تو خون بہنے لگا۔ آپ علیہ السلام نے دونوں ہاتھ ملا کر خون اپنے چہرہ اور ریش مبارک پر ملتے ہوئے فرمایا "میں اسی حالت میں اپنے نانا کے پاس جاؤں گا۔"

مقتل لہوف میں یہ روایت مرقوم ہے کہ جنگ کرتے کرتے جب حضرت علیہ السلام کچھ دیر کے لیے رکے تو ایک پتھر آپ علیہ السلام کی پیشانی پر لگا اور خون جاری ہوا۔ آپ علیہ السلام عبا کے دامن سے پیشانی کا خون صاف کرنا چاہتے تھے کہ ایک زہر آلود تیر آپ علیہ السلام کے قلب اطہر پر آ کر لگا اس وقت آپ نے فرمایا **بسم اللہ وباللہ و علی ملۃ رسول اللہ**۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے فرمایا "اے بار الہا تو جانتا ہے کہ یہ لشکر اسے قتل کرنا چاہتا ہے جس کے علاوہ روئے زمین پر کوئی نبی کا نواسہ نہیں ہے۔" اس کے بعد ایک تیر کو پشت کی طرف سے باہر نکالا اور خون فوارے کی طرح جاری ہوا اس وقت ایک لعین مالک بن یسر جس کا تعلق قبیلہ کندہ سے تھا، اس نے حضرت علیہ السلام کے سر پر تلوار سے حملہ کیا جس سے حضرت علیہ السلام کے سر کا عمامہ جو رسول خدا کا تھا لہولہان ہو گیا، اس کے ساتھ ہی لعینوں نے حضرت علیہ السلام کو نرغہ میں لیا۔

تین تیروں کا جسم اطہر سے نکالنا

بوقت عصر تنہا حسین علیہ السلام پر تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں ہر طرف سے اعدا کے حملے ہو رہے تھے، تیروں کی بارش، تلواروں کی یورش نیزوں کی بہتات اور پتھروں کی بارش سے حضرت علیہ السلام کا پورا جسم منور زخموں سے چور تھا، ہر طرف سے آپ پر اعدا حملے کر رہے تھے، تیروں سے پورا بدن چھلنی ہو گیا تھا۔ اتنی مہلت کہاں تھی جو تیروں کو جسم سے نکالتے جعفر شوستری اپنے مواعظ میں لکھتے ہیں کہ تین تیر حضرت علیہ السلام نے اپنے جسم منور سے نکالے ایک تیر بنی دارم میں سے ایک شخص نے لگایا تھا جو حضرت علیہ السلام کے دہن اقدس میں آ کر لگا اور تالو میں آ کر پیوست ہو گیا۔ حضرت علیہ السلام نے اس تیر کو نکال کر پھینکا اور فرمایا "خداوندا میں شکایت کرتا ہوں کہ یہ لوگ تیرے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں۔" دوسرا تیر ابوالحتوق نے حضرت علیہ السلام کی پیشانی مبارک پر مارا اسے بھی نکال کر پھینکا اس تیر کے نکلتے ہی اتنا خون بہا کہ روئے مبارک اور ریش اقدس خون سے تر ہو گئی۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا "بار الہا تیرے ان گنہگار بندوں کے ظلم سے جس حال میں ہوں تو خوب دیکھ رہا ہے۔"

تیسرا تیر جو سب سے زیادہ جانکاہ تھا وہ خولی ملعون کا تھا۔ اس شقی نے تین بھال کا تیر ایسا لگایا کہ سینہ اقدس کو توڑتا ہوا قلب مبارک سے باہر نکل گیا، اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا "**بسم للہ و باللہ وعلی ملت رسول اللہ**۔" "اللہ کے نام سے اور اللہ پر بھروسہ کر کے اور جناب رسول خدا کی ملت پر میرا خاتمہ ہوتا ہے۔" کیونکہ یہ تیر تین بھال کا تھا لہٰذا سامنے سے نہ نکلا حضرت نے اسے پشت کی جانب سے نکال کر پھینک دیا جو لہو جاری ہوا آپ نے چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا۔ اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اس واقعہ سے قبل آسمان پر اتنی سرخی نہ تھی۔

حضرت علیہ السلام کا زمین پر تشریف لانا

تیروں کی بارش سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا جسم چھلنی ہو گیا تھا اور آپ نرغہ اعدا میں گھرے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے۔ ''مالک مجھے غم نہیں جو ستر بار شہید کیا جاؤں، میرے مالک تو جانتا ہے کہ میں نے تیری محبت میں سب کچھ قربان کر دیا۔'' یہ کہہ کر آپ نے تلوار میان میں رکھ لی، اب پورا لشکر حملہ آور ہوا کوئی تلوار مارتا تھا کوئی نیزہ تیروں کی بارش سے اندھیرا چھا گیا تھا۔ اسی عالم میں ذرعہ بن شریک نے شانہ پر تلوار لگائی، صالح بن وہب نے پہلوئے اقدس پر نیزہ مارا جسکے صدمہ سے حضرت سنبھل نہ سکے اور داہنے رخسار کے بل زمین پر تشریف لائے اور رضائے الٰہی حاصل کی۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے جناب علی اکبر علیہ السلام سے اذان فجر دینے کو کہا تھا تو بعد اذان جب نماز تمام کی تو آپ علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا۔ ''اے پالنے والے آج امتحان کا دن ہے میرے ساتھ ساری توقعات کو دور فرما دے تاکہ میں امتحان کی تمام منازل طے کر لوں۔'' اس دعا کی قبولیت کا یہی وقت تھا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام تین دن کی بھوک و پیاس کے عالم میں راہوار کی زین سے زمین پر تشریف لا رہے تھے۔ اس وقت ایک غیبی آواز آ رہی تھی۔ ''**یاایتھا النفس المطمئنۃ ⊙ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ ⊙ فادخلی فی عبٰدی وادخلی جنتی ⊙** (پارہ ۳۰ الفجر آیت ۳۰۔۲۷) ترجمہ: ''اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف روانہ ہوں، آپ اس سے خوش وہ آپ سے راضی میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جائیں اور میری بہشت میں داخل ہوں۔''

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے امالی میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب شہید ہوئے تو آپ کے جسم پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے تین سو بیس زخموں کے علاوہ بھی کئی زخم اور بھی تھے۔ روایت میں ہے کہ تمام زخم جسم کے سامنے تھے کیونکہ آپ نے دشمن کی طرف پشت نہیں کی۔

محرق القلوب میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نہایت ناتواں ہو گئے تو اس وقت شمر ملعون نے آواز دی کیوں دیر کرتے ہو اور کیا انتظار ہے، اب یہ زخموں سے ناتواں ہو چکے ہیں ان پر حملہ کرو۔ اشقیاء ایک ساتھ حضرت پر ٹوٹ پڑے، تیروں نیزوں، شمشیروں سے وار کر کے زخمی کیا اور حضرت داہنے رخسار کے بل زمین پر تشریف لائے۔ شمر ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر انور کو تن سے جدا کیا۔

لشکر یزید نے بنائے لا الہ کے قتل پر اللہ اکبر کہا۔ جب قتل الحسین کی آواز بلند ہوئی تو عرش و فرش پر کہرام برپا ہوا، ملائکہ کے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ سیاہ آندھیاں چلنے لگیں اور زمین پر زلزلہ آیا اس وقت خیموں میں کہرام مچ گیا۔ جناب سکینہ علیہا السلام یتیم ہو چکی تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام نے فریاد کی۔ ''بھیا آپ میرے حامی و سرپرست اور جائے پناہ تھے آپ شہید ہو گئے، اب آپ کے بعد کون میری حمایت کرے گا۔ اے میرے بھائی! کاش میں نابینا ہوتی کہ آپ کی لاش اطہر اور چہرہ انور کو آلودہ خاک و خون نہ دیکھتی۔''

جناب سید سجاد علیہ السلام در خیمہ پر

جب حضرت سکینہ علیہا السلام یتیم ہوگئیں۔ بہن کے سر سے بھائی کا سایہ اٹھ گیا تو زمین کربلا کانپنے لگی، سیاہ آندھیاں چلنے لگیں اور آسمان سرخ ہوگیا۔ ہاتف غیبی نے ندا دی الا قتل الحسین بکربلا ذبح الحسین بکربلا سر حسین علیہ السلام خولی کے نیزہ پر بلند ہوا۔ جناب زینب علیہا السلام نے بیمار بھتیجے کا شانہ ہلایا بیٹا سید سجاد آنکھیں کھولو۔ بیمار نے کہا پھوپھی اماں یہ شور کیسا برپا ہے؟ جناب زینب علیہا السلام نے کہا بیٹا ماں کی کمائی لٹ گئی۔ تمہارے بابا شہید ہوگئے۔ بیمار امام میں اتنی طاقت نہ تھی کہ در خیمہ تک آتے جناب زینب علیہا السلام کے شانوں پر ہاتھ رکھے پھر بیمار امام نے کہا پھوپھی اماں در خیمہ کا پردہ اٹھائے جب خیمہ کا پردہ اٹھا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے میدان کارزار کی طرف دیکھا کہ نیزہ پر بابا کا سر ہے، اس وقت درد بھری آواز میں فرمایا السلام علیک یا ابا عبداللہ۔

خیموں میں کہرام بپا تھا وامحمدا وعلیا و حسینا کے نالے بلند تھے کہ فوج اشقیاء کا ایک دستہ خیام اہل بیت میں گھس آیا۔ علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی بہو بیٹیوں کے سروں سے چادریں چھننے لگیں۔ جناب فاطمہ کبریٰ علیہا السلام کے سر سے ایک شقی نے چادر چھینی اور نوک نیزہ سے اذیت پہنچائی۔ آپ اس کی اذیت سے بیہوش ہوکر گر گئیں۔ جناب زینب علیہا السلام سرہانے آئیں اور کہا فاطمہ علیہا السلام اٹھو جواب دیا میں سر برہنہ ہوں مجھے ایک چادر دیں تاکہ میرا پردہ قائم رہے۔ جناب زینب علیہا السلام نے روتے ہوئے فرمایا۔ فاطمہ علیہا السلام آنکھیں کھولو اور دیکھو زینب علیہا السلام کے سر پر بھی چادر نہیں ہے۔ قیامت کا منظر تھا، جن کے سروں سے وارثوں کا سایہ اٹھ چکا تھا ان کے سروں کی چادریں بھی لوٹ لیں۔

سر مبارک کا تن سے جدا ہونا

جس وقت امام حسین علیہ السلام زخموں سے چور دشمنوں کے نرغہ میں زمین کربلا پر یک و تنہا تھے۔ عمر سعد لعین نے آواز دی حسین علیہ السلام کا سر کاٹ لو اب دیر کیسی شیث ابن ربعی ملعون آگے بڑھا جب اس نے حضرت علیہ السلام کے چہرہ پر نظر کی تو اس میں رسول اللہ کی تصویر نظر آئی تو یہ خوف سے کانپنے لگا اور اس پر ایسا خوف طاری ہوا کہ اس کے بعد سنان ابن انس نے سر مبارک قلم کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے جسم میں رعشہ ہوگیا۔

نصرانی طبیب

ہر شخص نے کہا اے ابن سعد! ہم محمد کے نواسے کا سر تن سے جدا نہیں کریں گے۔ ابن سعد نے اہل لشکر سے کہا کیا بات ہے؟ اشقیاء نے جواب دیا۔ اے ابن سعد عذاب آجائے گا۔ ابن سعد نے کہا پھر کیا کیا جائے۔ اشقیاء نے کہا کوفہ سے ہمارے ساتھ ایک گھوڑوں کے علاج کے لیے نصرانی آیا تھا، اس کو تلوار دے کر بھیج دے اور حکم دے کہ وہ جاکر حسین علیہ السلام کو قتل کردے۔ عمر سعد نے اسے بلایا اور کہا قتل گاہ میں یہ جو زخمی ہے۔ اسے قتل کردے۔ وہ یہ

سوچتا ہوا آگے بڑھا کہ اس مسافر کا بھائی بیٹا اور ایک معصوم بچہ قتل کیا گیا اب یہ زخموں سے چور ہو گیا تو میرے ہاتھ سے قتل کرایا جا رہا ہے۔ اسی سوچ میں۔ حضرت علیہ السلام کے سرہانے پہنچا اور کہا۔ اے غریب کیا آپ میری آواز سن رہے ہیں؟ امام خاموش تھے۔ نصرانی نے کہا اے غریب! رات کو میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا ان کے ساتھ ایک بزرگ تھے، جن کی کمر خمیدہ تھی، ان کے سر پر عمامہ نہ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجھ سے فرما رہے تھے، دیکھ کل ان بزرگ سے مجھے شرمندہ نہ کرنا یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ نصرانی مخاطب ہوا۔ اے غریب اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضرت نے پھر بھی اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا پھر اس نے کہا، اے غریب آپ کو اس جوان کا واسطہ جس کی لاش پر آپ گھٹنوں کے بل پہنچے تھے۔ اے غریب و مسافر مجھے بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا۔ نصرانی نے کہا فرات کے کنارے جو آپ کا بھائی مارا گیا اس کا واسطہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ اس پر بھی حضرت خاموش رہے، نصرانی نے کہا وہ بچہ جو آپ کے ہاتھوں پر تیر کھا کر تڑپ کر مر گیا اس کا واسطہ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ جب اس واسطہ پر بھی حضرت نے کوئی جواب نہ دیا تو یہ پریشان ہو گیا کہ کیا کرے۔ ایک مرتبہ اس کی نظر خیمہ پر گئی تو دیکھا کہ ایک بی بی در خیمہ پر پریشان حال کھڑی ہیں اور مقتل کی طرف دیکھ رہی ہیں تو اس نے کہا اے مسافر اس بی بی کا واسطہ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا میں محمد مصطفیٰ کا فرزند حسین علیہ السلام ہوں یہ سننا تھا کہ یہ نصرانی تلوار لے کر یہ کہتا ہوا چلا۔ آپ نواسہ رسولؐ ہیں اور مجھے آپ علیہ السلام کے قتل کے لیے بھیجا گیا ہے، مجھے آپ علیہ السلام اجازت دیجئے کہ میں جہاد کروں یہ کہہ کر اس نے لشکر پر حملہ کیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ جب زخمی ہو کر گرا تو پکارا اے مسافر آپ نے ایک ایک لاش اٹھائی کیا مجھے نہیں سنبھالیں گے۔ حضرت علیہ السلام نے اسی عالم میں کہا گھبراؤ مت تمہیں میرے بابا علی مرتضیٰ سنبھالیں گے۔

شمر ملعون

جب شمر ملعون نے دیکھا کہ کوئی شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہے اور اس مقصد کو پورا کرنے میں کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا تو اس ملعون نے کہا یہ کام صرف میں کر سکتا ہوں، یہ کند خنجر لے کر حضرت کے سینہ مبارک پر بیدردی سے سوار ہو گیا۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا تو کون ہے؟ اور کیا مجھے نہیں پہچانتا؟ اس ملعون نے جواب دیا۔ میں جانتا ہوں تم علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کے بیٹے اور محمدؐ کے نواسے ہو، آپ نے پوچھا پھر مجھے کیوں ذبح کر رہا ہے، اس نے کہا مجھے یزید سے مال و دولت ملے گی۔

حضرت علیہ السلام نے اس سخت لمحے بھی اپنے چاہنے والوں کو یاد کیا اور سلام آخر کہا۔ آپ نے نماز کی مہلت چاہی آپ کا سر اقدس سجدہ میں تھا کہ شمر لعین نے کند خنجر پس گردن پر چلایا یہاں تک کہ بارہ ضربوں سے سر قطع کیا اور نیزہ پر بلند کیا۔ اس وقت زمین پر زلزلہ آیا، سیاہ آندھی چلنے لگی، آسمان سے خون برسا اور جناب زینب علیہا السلام کے سر سے چادر ہٹ گئی اور آپ نے بین شروع کیے۔ بھیا! اب مجھے بے ردا ہونے اور اسیر ہونے کا یقین ہو گیا۔

مقتل ابی مخنف کے موافق جب شمر لعین آپ کا سر تن سے جدا کر رہا تھا تو آپ "واحمدا! واعلیا! واحسنا! واعزتبا!" کی صدا بلند کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کا سر مبارک جدا کر کے نیزے پر بلند کیا اس وقت دشمن کے تمام لشکر نے تین مرتبہ تکبیر کی آواز بلند کی زمین کو زلزلہ آیا۔ چاروں طرف تاریکی چھا گئی۔ بجلی کوندی اور تازہ خون کی بارش ہونے لگی۔ ہاتف غیبی نے عرش سے آواز دی "خدا کی قسم! امام کا بیٹا امام قتل ہو گیا۔ امام کے بھائی اور اماموں کے باپ حسین ابن علی بن ابی طالب کو شہید کر دیا۔" آسمان نے کبھی بھی روز عاشورا اور یحییٰ علیہ السلام بن ذکریا علیہ السلام کے قتل کے دن کے سوا خون نہیں برسایا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی آخری نماز

روضۃ الشہداء کے موافق "قاتل حضرت علیہ السلام کے قریب پہنچا تو آپ علیہ السلام نے اس سے کہا اتنی دیر رک جا کہ میں نماز ادا کر لوں، ابھی آپ علیہ السلام نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تھا کہ فرزند رسول کا گلا کٹ گیا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جہاں مصائب کی حدیں ختم ہو گئیں اس منزل میں صبر و استقلال کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں سر بسجود رہے۔ حضرت رسول خدا نے امت کو جو نماز تعلیم فرمائی تھی، وہ ملائکہ کی جملہ عبادات کا مجموعہ تھی بعض فرشتے حالت قیام میں ہیں، بعض حالت رکوع میں، بعض حالت سجدہ میں بعض تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں۔ ان تمام ملائکہ کی عبادت قابل تحسین ہے، اس کے ساتھ ہی جو عبادت انبیاء نے کی وہ قابل فخر ہے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو نماز وقت عصر ادا فرمائی وہ قیامت تک ادا کی جانے والی نمازوں میں سب سے افضل ہے کیونکہ یہ نماز اس وقت ادا فرمائی جب اعدا ہجوم کیے ہوئے تھے اور آمادہ قتل تھے، آپ کا جسم زخموں سے چور چور تھا۔ آپ علیہ السلام نے اس حالت میں جو نماز ادا فرمائی وہ جناب آدم علیہ السلام تا قیامت اپنی مثال آپ ہے۔ جس پر انبیاء و ملائکہ کو فخر ہے کہ حسین علیہ السلام نے نماز کا حق ادا کر دیا۔ یہ اعزاز بھی ہمیشہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام رہے گا کہ آپ نے نماز کو بچا لیا۔ نماز میں سورہ ہائے قرآنی پڑھتے ہیں اور حسین علیہ السلام قرآن ناطق ہیں یہی وجہ تھی کہ سر انور نیزہ طویل پر تلاوت فرما رہا تھا۔

لاش مطہر کی بے حرمتی اور تبرکات کا لوٹنا

مقتل لہوف، مقتل ابی مخنف اور صواعق محرقہ کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو تن سے جدا کرنے کے بعد لعین درندوں کی طرح حضرت کی لاش کی بے حرمتی کرنے اور تبرکات لوٹنے میں مصروف ہو گئے، اخنس بن مرثد نے عمامہ، اسحٰق بن حویہ حضرمی نے پیراہن، ابجر بن کعب تمیمی نے زیریں لباس، اسود بن خالد نے نعلین، عبداللہ ابن اسید نے کلاہ، قیس بن اشعث نے پٹکا، بجدل بن سلیم کلبی نے انگشتری، جمیع بن خلق اودی نے تلوار سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، ایک قول کے مطابق تلوار قبیلہ بنی تمیم کا ایک آدمی لے گیا جس کو اسود بن حنظلہ کہتے تھے اور روایت ابی سعد میں ہے کہ حضرت علیہ السلام کی تلوار فلافس نہشلی لے گیا اور محمد بن ذکریا اس روایت کو نقل

کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ وہ تلوار اس کے بعد حبیب بن بدیل کی بیٹی کو ملی۔ظلم کی انتہا یہ کی کہ جمال ملعون نے کمر بند کے حصول کے لیے ہاتھ جسم سے جدا کیا اور بجدل لعین نے انگشتری کے حصول کے لیے حضرت کی انگلی کاٹی۔
حضرت کی لاش مطہر صحرائے کربلا میں ریگ گرم پر تھی نہ کفن تھا نہ غسل نہ نماز جنازہ نہ دفن۔

لاش مقدس کی پامالی

بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام لعین حضرت کا لباس،عمامہ،چادر،تلوار،انگشتری اور نالعین لوٹ کر لے گئے۔اس کے بعد حضرت کی لاش پامال کرنے کی تیاری شروع کی۔عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ کون ہے جو حسین علیہ السلام کی لاش پر گھوڑے دوڑائے ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے مقتل لہوف میں جن لعینوں نے حضرت علیہ السلام کی لاش کو گھوڑوں سے پامال کیا ان کے نام تحریر کیے ہیں جن کی تعداد دس ہے۔ان تمام پر خدا کی لعنت ہو۔
① اسحٰق بن حربہ ② اخنس بن مرثد ③ حکیم بن طفیل سنبسی، ④ عمر بن صبیح صیداوی ⑤ رجاء بن منقذ ⑥ سالم بن خثیمہ جعفی ⑦ واحظ بن ناعم ⑧ صالح بن وہب جعفی ⑨ ہانی بن ثبث حضرمی ⑩ اسید بن مالک۔ان لعینوں نے حضرت امام حسین کی سر بریدہ زخموں سے چور چور لاش اطہر کو اس طرح گھوڑوں کی سموں سے پامال کیا کہ آپ علیہ السلام کے سینے اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔
ابی مخنف اور کامل کے موافق ابن سعد نے آواز دی کون ہے جو حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال کرے اس پر دس سوار آگے بڑھے اور لاش حضرت امام حسین علیہ السلام کو پامال کیا، یہاں تک کہ پشت اور سینہ چور چور ہو گیا۔ابن خلدون سے روایت ہے کہ عمر سعد کے حکم سے دس سواروں نے حضرت علیہ السلام کے لاشہ کو گھوڑے کے سموں سے پامال کیا۔
ریاض القدس میں مرقوم ہے کہ ''جب لاشوں کی پامالی کا وقت آیا تو سواروں کو حکم ہوا کہ لاشوں کو پامال کیا جائے۔اس حکم کے ملتے ہی جب حضرت عباس علیہ السلام کی لاش کی طرف گھوڑے بڑھے تو لشکر سے آواز آئی اے عمر سعد! عباس کی لاش پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں،عباس علیہ السلام کی ماں کا تعلق کوفہ سے ہے۔عباس علیہ السلام ہمارے قبیلے سے ہیں،حکم ہوا کہ عباس علیہ السلام کا لاشہ اٹھا لو۔جب حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش کی طرف گھوڑے بڑھے تو کسی نے آواز دی ہم حضرت علی اکبر علیہ السلام کی لاش پامال نہیں ہونے دیں گے۔کہا علی اکبر علیہ السلام کی لاش بھی اٹھا لو۔حضرت حرؑ کی لاش کو پامال کرنا چاہا تو حضرت حضرت حرؑ کے عزیز آگے بڑھے تو کہا حضرت حرؑ کی لاش کو بھی اٹھا لو۔یہاں تک کہ ہر شہید کے رشتہ دار اور اہل قبیلہ آتے گئے اور لاش اٹھاتے گئے لیکن دو لاشے رہ گئے ایک حضرت امام حسین علیہ السلام کا دوسرے حضرت علی اصغر علیہ السلام کا جن کو پامال کیا گیا۔''
اعثم کوفی کے موافق حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر کے سر مبارک عبید اللہ کے پاس روانہ کرنے کے بعد وہ ملعون اس شب رکے رہے دوسرے دن اہل بیت کو لے کر کوفہ روانہ ہوئے۔
ابن خلدون کا کہنا ہے کہ ''عمر بن سعد نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے اپنے ساتھیوں کی نماز جنازہ پڑھی اور

ان کو دفن کر کے کوفہ کی راہ لی۔ تیسرے دن بنو اسد غاضریہ سے آئے اور انہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو دفن کیا۔" دمعہ ساکبہ کی روایت کے موافق جب گھوڑوں کی ٹاپوں سے حضرت علیہ السلام کا سینہ اور پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو ان لعینوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کر دیں کہ لاش بالکل ناپید ہو جائے تو جنگل سے ایک شیر آیا اور ان لعینوں کو اس ارادہ سے روکا۔

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش کو پامال ہوتے مخدرات عصمت وطہارت نے دیکھا تو ان کی آہ و بکا سے دوست تو دوست دشمنوں کے بھی کلیجے ہل گئے۔ جناب زینب علیہا السلام نے جب یہ دردانگیز منظر دیکھا تو رو رو کر فرماتی تھیں ہائے اس بھری دنیا میں میرے بھائی کا کوئی مونس وغمخوار نہیں جو بوسہ گاہ پیغمبرؐ کی لاش کو پامال ہونے سے بچائے بارالہا روز قیامت اس ظلم پر گواہ رہنا۔

شجاعت حد کمال پر

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ان حالات میں جنگ کرنا جبکہ انصار و اقربا کے لاشے مقتل میں بکھرے ہوئے تھے۔ حضرت علیہ السلام کی ریش مبارک خون سے تر، چہرہ پر جناب علی اصغر علیہ السلام کا لہو، جوان بیٹے کا دل پر داغ، لشکر کے علمدار کا بازو کٹائے نہر کے کنارے تاریخ وفا کا آخری باب رقم کر کے خدا حافظ کہنا، بیواؤں اور یتیموں کا خیال اور خیموں سے صدائے العطش کا بلند ہونا، اس عالم میں شجاعت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ علیہ السلام حملہ کرتے تھے تو دشمن بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگتے اور پناہ مانگتے تھے۔ آپ علیہ السلام لشکر کے غول کے غول پیچھے دھکیل کر دوبارہ اپنی جگہ آجاتے تھے اور فرماتے تھے لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

فاضل ابن ابی الحدید نے لشکر ابن سعد کے ایک فوجی کی زبانی شہدائے کربلا کی شجاعت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "ہم پر ایک ایسا گروہ ٹوٹ پڑا تھا جو تلواروں کے قبضہ کو اس مضبوطی سے پکڑے تھا جس طرح شیر اپنے شکار کو پکڑتا ہے۔ یہ لوگ دائیں اور بائیں جانب سے سواروں کی صفوں کو درہم برہم کر رہے تھے، وہ نہ امان قبول کرتے تھے نہ ان کو مال کی محبت تھی، وہ مرنے والوں کی طرح لڑ رہے تھے، اور نہ ان کو فتح کی پرواہ تھی، اگر ہم ان لوگوں سے لڑنے میں پہلو تہی کرتے اور ان کو مہلت دے دیتے تو وہ بہادر تمام لشکر کو تباہ کر دیتے۔

....

باب: ۱۵

ذوالجناح مقتل میں

بروایت ابی مخنف، اعثم کوفی اور نورالعین حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذوالجناح تمام شہیدوں کے گرد چکر لگاتا اور ہنہناتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش منور کے پاس آ کر رک گیا اور اپنی پیشانی کو خون سے تر کیا اور اپنے پاؤں زمین پر مارتا تھا اور ایسی آوازیں نکالتا تھا کہ تمام بیابان گونج رہا تھا۔ لوگ یہ منظر دیکھ کو بہت پریشان تھے۔ جب عمر سعد ملعون کی نظر حضرت علیہ السلام کے ذوالجناح پر پڑی تو کہنے لگا، گھوڑے کو میرے پاس لاؤ یہ گھوڑا رسول اللہ کا ہے، یہ ان کے بہترین گھوڑوں میں سے ایک ہے۔ جب لوگ اسے پکڑنے کی غرض سے اس کے نزدیک آئے تو اس نے اپنے پاؤں مار کر اپنا دفاع کیا اور اسے پکڑنے کے دوران کئی لعین ہلاک ہو گئے۔ ذوالجناح نے سواروں کو ان کی سواری سمیت گرا دیا۔ اس طرح چھبیس (۲۶) سوار مار گرائے اور نو گھوڑے ہلاک کیے۔ کافی کوشش کے باوجود یہ کسی کے قابو میں نہ آیا۔ عمر سعد یہ دیکھ کر چلایا اب اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

ذوالجناح لوگوں کے ہجوم سے نکل کر حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاش کے پاس آیا اور حضرت کی لاش چومنے لگا۔ اس وقت اتنی زور سے چیخ رہا تھا کہ تمام جنگل گونج رہا تھا۔ ذوالجناح نے اپنی پیشانی حضرت علیہ السلام کے خون سے سرخ کی اور اس طرح رویا جیسے کوئی ماں جوان بیٹے کی لاش پر روتی ہے۔

ذوالجناح در خیمہ پر

بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام ذوالجناح نے اپنی پیشانی خونِ امام حسین علیہ السلام سے تر کی اور زار و قطار روتا ہوا در خیمہ کے قریب آیا اور اپنا سر زمین پر پٹکنے لگا۔ اہل حرم نے گھوڑے کو زخمی حالت میں دیکھا جس کی پشت خون سے تر تھی تو کہرام برپا ہو گیا۔

حضرت کی سواری جب بغیر سوار کے دیکھی تو اہل حرم بے چین ہو گئے۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام نے اس وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور فریاد کرنے لگیں، ہائے نانا رسول خداؐ، ہائے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام، ہائے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام، ہائے جعفر و حمزہ علیہ السلام آپ کا حسین علیہ السلام مظلوم ریگ گرم پر صحرائے کربلا میں پڑا ہے۔ سر اقدس پس گردن سے جدا کیا گیا۔ ملعون عمامہ تک لے گئے۔ بی بی کو بین دلخراش کرتے کرتے غش آ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب اعدا سروں سے چادریں کھینچنے پر آمادہ تھے، بیبیوں کے بین کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کا اسپ وفادار زمین پر ٹکریں مار رہا تھا اور اس کی آنکھ سے اشک جاری تھے، اور چیخیں مار کر فریاد کر رہا تھا۔

ناسخ التواریخ کے موافق "جب ذوالجناح خیمہ اہل بیت پر پہنچا تو اس کی باگیں کٹی ہوئی تھیں۔ زین جھکی ہوئی تھی اور منہ خون سے رنگین تھا۔ مخدرات عصمت وطہارت سروپا برہنہ سینہ کوبی کرتی ہوئی اس کے قریب آئیں۔ جناب سکینہ علیہا السلام نے خود کو گھوڑے کے سموں پر گرا دیا۔ بیبیاں پریشان حال اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل آئیں اور ذوالجناح کے گرد جمع ہو گئیں اور گریہ وزاری کرنے لگیں۔ اس وقت ذوالجناح ہنہنا کر شدت غم کا اظہار کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ ابومخنف نے جلودی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے نے حضرت کو زمین پر دیکھا تو اس اسپ وفادار نے حضرت کی حمایت میں کفار پر حملہ کر دیا اور چالیس اشقیاء کو گھوڑوں سے گرا کر اور اپنی ٹاپوں سے روند کر انہیں قتل کیا، اس کے بعد اپنے آقا کے خون میں لوٹ کر فریاد و نالاں کناں جانب خیام حسینی روانہ ہوا۔ وہ اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارتا تھا۔

جناب زینب علیہا السلام نے جب ذوالجناح پر نظر کی تو فرمایا "ایک مدت سے دنیا میں زمانہ کی مصیبتوں نے ہمیں گھیرا ہوا ہے۔ دنیا کی ناہمواریوں اور زیادتیوں نے ہم کو متفرق کر دیا ہے۔ پردیس میں، ہم پر ظلم کیا، یہ ظالم جو بچھو بن کر اذیتیں دیتے اور مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی میرے بھائی کو قتل کیا، یہ مصائب انہی لوگوں کی وجہ سے ہیں۔ میرے بھائی حسین علیہ السلام کا لاشہ زمین پر ہے، اللہ کے دین کی راہیں تاریک ہو گئیں، اب میرے لیے کوئی سہارا نہیں جسکے سایہ میں پناہ لوں۔ کون ہے جو زمانے کا مقابلہ کرے اور اس پر غالب آئے۔" (اکثر مورخین کا یہی کہنا ہے کہ یہ مرثیہ حضرت زینب علیہا السلام نے ذوالجناح کے درخیمہ پر آنے کے موقع پر پڑھا لیکن ابواسحق اسفرائنی کے نزدیک یہ کوفہ کی روانگی کے وقت لاش حضرت امام حسین علیہ السلام پر پڑھا)

ابومخنف کے بموجب جب اہل بیت نے یہ اشعار سنے اور گھوڑے کو زین پر بغیر سوار کے دیکھا تو اپنے رخسار پر طمانچے مارے اور وامحمدہ واعلیاہ علیہ السلام واحسناہ علیہ السلام اور واحسیناہ علیہ السلام کی صدائیں بلند کیں اور کہا آج علی مرتضیٰ علیہ السلام نے رحلت کی اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے انتقال کیا۔

حضرت سکینہ علیہا السلام ذوالجناح کے سموں سے لپٹی ہوئی مسلسل گریہ کناں تھیں، آپ کے دلخراش بین سن کر اہل حرم کی گریہ وزاری نے اور شدت اختیار کر لی۔ جناب سکینہ رو رو کر کہتی تھیں۔ "بابا دشمنوں نے آپ کو بے جرم و خطا قتل کر دیا۔ بابا میں آپ پر قربان جاؤں کہ آپ کا سر کہیں اور بدن کہیں ہے۔ بابا آپ کے حرم کو دشمنوں نے بے حرمت کر دیا، بروایت ابومخنف حضرت سکینہ علیہا السلام نے بہت گریہ کیا اور یہ اشعار پڑھے۔" آج صاحب افتخار اور صاحب کرم وبخشش شہید ہو گئے، خدا کا حرم اور زمین وآسمان غبار آلود ہو گئے اور، بن آکر دیکھئے یہ گھوڑا قتل گاہ سے خبر لایا ہے کہ بہترین خلقت کا فرزند شہید ہوا۔ میرے بابا حسین علیہ السلام دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ ہائے افسوس کہ اس نور کے بعد یہ امت تاریکی میں ڈوب گئی۔ اے موت کیا ان کا کوئی نعم البدل ہے؟ میرا پروردگار ان فاسقوں اور فاجروں سے اس ظلم کا انتقام لے گا۔"

ذوالجناح کی شہادت

عبداللہ بن قیس کہتا ہے "میں نے دیکھا کہ گھوڑا حرم کے پاس سے واپس گیا اور مخالفین پر حملہ آور ہوا، اس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم اقدس کے پاس گیا اور حضرت کے قدموں سے اپنی پیشانی ملنے لگا اور ساتھ ہی ہنہنا تا جار ہا تھا اور حضرت کی لاش اقدس سے دریائے فرات پر گیا اور اس میں غوطہ لگایا اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ ہوئی۔ ینابیع المودۃ میں منقول ہے کہ ذوالجناح دریائے فرات میں داخل ہوا اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ گھوڑے نے اپنی پیشانی اس قدر زمین پر ماری کہ وہیں شدتِ غم سے گزر گیا۔

ریاض القدس میں ہے کہ "ذوالجناح چیختا ہوا زمین پر گرا اور وہیں جان سے گزر گیا۔ علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کا گھوڑا گرفتاری سے بچنے کے لیے ہر طرف دوڑ رہا تھا اور اشقیاء سے خود کو بچا رہا تھا، اس نے امام مظلوم کا خون اپنی پیشانی پر ملا اور آہ و فریاد کرتا ہوا خیمہ اہل بیت اطہار تک پہنچا اس نے وہاں اپنا سر شدت غم سے زمین پر اتنا پٹخا کہ شہید ہو گیا۔

خیموں کا لٹنا

ابو مخنف سے روایت ہے کہ مخدارت عصمت و طہارت میں خبر شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے رنج و اضطراب بڑھ گیا، جب نالہ و فغاں بلند ہوا تو ابن سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی۔ "وائے ہو تم پر خیموں پر حملہ کرو اور سب کو نذر آتش کر دو۔"

ایک شخص نے کہا "عمر سعد تجھ پر لعنت ہو۔ حسین علیہ السلام کے انصار اور ان کے اہل بیت کا قتل کرنا تیرے لیے کافی نہیں کہ اب ان کی عورتوں اور بچوں کو جلانا چاہتا ہے، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ زمین ہمیں نگل لے۔ ابن سعد کا حکم ملتے ہی لعین خیموں کی طرف بڑھے۔ جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں۔ "میں اس وقت خیمہ میں تھی کہ ایک شخص جس کا نام خولی تھا، خیمہ میں داخل ہوا اور اس نے خیموں میں جو کچھ مال و اسباب تھا اٹھا لیا۔ اس نے دیکھا کہ علی بن الحسین علیہ السلام جو چمڑے کے بستر پر حالت بیماری میں لیٹے تھے، اس ملعون نے یہ بستر اس طرح کھینچا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام زمین پر اوندھے منہ کے بل گر گئے۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ جناب زینب علیہا السلام نے اس لعین کے لیے فرمایا "اللہ تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور آتش جہنم میں جانے سے پہلے آتش دنیا میں تیرا مقدر ہو۔" یہ سن کر اس ظالم نے کہا تمہاری بددعا میں کیا رکھا ہے۔ جب جناب مختار نے قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کو گرفتار کیا اور خولی ملعون گرفتار ہو کر آیا تو جناب مختار نے اس ملعون کو اسی طرح سزا دی جیسا کہ بی بی نے فرمایا تھا۔

جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں۔ جناب زین العابدین علیہ السلام کا بستر کھینچنے کے بعد خولی لعین میری طرف بڑھا اور

میرے سر کی چادر کھینچ لی اور میرے کانوں سے دو گوشوارے بھی کھینچ لیے۔ مقتل ابو اسحٰق اسفرائنی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیماری کی حالت میں اونٹ کے چمڑے پر تھے کہ اشقیاء نے آپ کے نیچے سے اسے کھینچ لیا۔

ابو مخنف نے مزید لکھا ہے کہ اس کے بعد لعین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف بڑھے تو ان لعینوں میں سے کچھ نے کہا انہیں قتل کر دو اور کچھ نے کہا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام یہ منظر دیکھ کر رونے لگیں اور فرمایا "زمانہ انسان کو کبھی ہنساتا اور کبھی رولاتا ہے۔ یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں۔ کیا میری فریاد ان نوعمروں تک پہنچے گی جو کم سنی میں قتل ہو گئے۔ چھ مرد جو عقیل کے بیٹے تھے، جن کے مقابلے کی کسی میں جرات نہ تھی اور عون جو شیر کی طرح بہادر تھے اور ان کے بھائی جوان کے مددگار تھے، ان سب کی یاد نے میرے زخم تازہ کر دیے ہیں۔"

روایت ہے کہ جب ان لعینوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جناب زینب علیہا السلام اور حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے دوڑ کر اپنے آپ کو بھتیجے پر گرا دیا اور فریاد کرنے لگیں، اس وقت کوئی ناصر و مددگار نہ تھا۔ آپ فرماتی تھیں۔ "اگر اس بیمار کو قتل کرتے ہو تو پہلے مجھے قتل کر دو۔ بیمار کو قتل نہ کرو اسے چھوڑ دو اس کے قتل سے تمہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

بروایت اعثم کوفی عمر سعد مستورات کے خیموں کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور فوج کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر کر خیموں میں گھس جاؤ اور جو بھی ملے کم یا زیادہ سب لوٹ لو۔ اس حکم کے ساتھ ہی اہل لشکر خیموں میں گھس گئے اور جو چیز بھی دیکھی اٹھا لی۔ شمر علی بن الحسین علیہ السلام کے خیمہ میں داخل ہوا اس وقت آپ بستر علالت پر تھے، اس نے تلوار کھینچ کر چاہا کہ انہیں قتل کر دے۔ حمید بن مسلم نے اس سے کہا اس بیمار کے قتل سے باز آ۔ شمر نے جواب دیا "عبداللہ بن زیاد کا یہی حکم ہے۔" اس پر حمید بن مسلم نے کہا۔ "تجھ پر افسوس ہے تو ان کو قتل کر کے محمدؐ کو کیا جواب دے گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں۔"

بحار الانوار کے موافق فوج شمر کی قیادت میں خیام آل نبی میں داخل ہوئی اور لوٹ مار شروع کر دی، ہر بی بی نے دوڑتے ہوئے اپنے زیور پھینک دیئے لیکن کمسن بچیوں کے گوشوارے اور خلخال (پازیب) جس درندگی سے اموی فوج کے مسلمانوں نے اتارے اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کسی بچی کے کان سے گوشوارے اتارے نہیں گئے بلکہ کھینچے گئے۔ جس سے ان کے کان زخمی ہو گئے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ تمام مستورات جن میں بچیاں بھی شامل تھیں، ان میں سے کسی نے بھی پشت پر نیزے اور تازیانے برسنے اور زیورات کے چھینے جانے پر کسی طرح کا نہ شکوہ کیا نہ اس پر کسی طرح کا احتجاج کیا لیکن جب نیزوں کی انیوں سے ان کے سروں کی چادریں اتاری جا رہی تھیں تو ہر بی بی نے چادر کو اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش کی یہاں تک کہ کوئی چادر کسی سپاہی کے ہاتھ میں سالم نہیں آئی جب ایک بار نیزے سے کوئی چادر اتارنے کی کوشش کرتا تو ایک حصہ چادر کا سپاہی تک پہنچتا دوسرا بی بی کے ہاتھ میں رہ جاتا، ظالم جب دوسری بار کوشش کرتے تو چادر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ان کے ہاتھوں تک پہنچتے، یہاں تک کہ نہ

ان بیبیوں کے سروں پر چادریں رہیں نہ سپاہیوں کے ہاتھ کوئی قابل استعمال چادر آئی جتنی بھی بیبیاں دوران تاراجی اور غارت گری کے زخمی ہوئیں یہ سب چادروں کے چھینے جانے کے دوران زخمی ہوئیں، کئی بیبیوں کے ہاتھوں سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔ روایت ہے کہ تاراجی خیام کے دوران تازیانوں سے مخدرات عصمت وطہارت کے جسم نیل سے سیاہ ہو گئے تھے۔

بحارالانوار کے موافق فاطمہ بنت حسین علیہا السلام سے مروی ہے کہ میں درخیمہ سے اپنے بابا اور بھائیوں کے بکھرے ہوئے پارہ پارہ بے کفن لاشے دیکھ کر اس فکر میں تھی کہ امت نبی ہمارے ساتھ اب کیا سلوک کرتی ہے؟ اموی سپاہی ہمیں قیدی بنائیں گے یا انتقام کی آگ بجھ چکی ہے، میں ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ ایک گھوڑے سواروں کا دستہ خیام کی طرف بڑھتے دیکھا جس کے ہاتھوں میں نیزے تھے، اوران کی زبانوں پر ذریت رسولؐ کے خلاف نازیبا کلمات تھے میں یہ دیکھ کر جلدی سے پیچھے ہٹی لیکن یہ دستہ خیام میں گھستا چلا گیا۔ میں ایک خیمے سے دوسرے میں جاتی رہی اسی طرح تمام بیبیاں خیمے بدلتی رہیں اور گھڑ سواروں کا دستہ نیزے ہاتھوں میں لیے تعاقب کرتا رہا کسی ظالم نے کسی سے چادر مانگی نہیں بلکہ نیزے کی انی سے اتار لیتا تھا، اس طرح ہر بی بی نیزہ کی انیوں سے زخمی ہو گئی۔ کسی کا سر زخمی ہوا کسی کی پشت مبارک ایسی زخمی ہوئی کہ خون سے قمیص سرخ ہو گئی، اس وقت جناب فاطمہ علیہاالسلام کی بیٹیاں وا جداہ ھائے نانا و اماہ ہائے ماں بین کرتی تھیں کہ کوئی ایسا نہیں جو ہمیں چادریں واپس لا دے ہر بی بی خوف سے لرز رہی تھی، میں نے دائیں بائیں دیکھا کسی کو کسی کا خیال نہ تھا، کوئی بی بی اپنے سر کے بالوں کو چھپاتی پھر رہی تھی اور کوئی کربلا کی خاک سر پر ڈال کر پردہ کرنے کی کوشش میں تھی۔ اس ہنگام میں جب بیبیاں خیام تبدیل کر رہی تھیں، سب سے آگے میں تھی جب میں نے مڑ کر دیکھا تو تمام بیبیاں سر برہنہ ہو چکی تھیں، اس وقت تک میرے سر پر چادر تھی کہ اتنے میں ایک ظالم نے میرے کندھے پر نیزہ مارا تو میں نے بے ساختہ وامحمداہ کہا اس ظالم نے دوسرے نیزے کی انی سے میری چادر چھین لی، اس وقت میں غش کھا کر گر گئی، جب غش سے افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر میری پھوپھی جناب زینب علیہاالسلام کی آغوش میں تھا اور فرما رہی تھیں۔ بیٹی اٹھو بہت دیر ہو گئی ہے۔ بچوں کو تلاش کریں، خیام میں آگ لگی ہے کم سن بچوں کو تلاش کرنا ہے۔ میں نے آنکھیں بند کیے ہوئے عرض کیا۔ پھوپھی اماں کیا کوئی کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے میں اپنا سر ڈھانپ سکوں۔ پھوپھی نے جواب دیا۔ بیٹی ذرا آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھو اگر تمہارے سر پر چادر نہیں ہے تو تمہاری پھوپھی کے سر پر بھی چادر نہیں ہے۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور پھوپھی کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ پھوپھی کی پشت کی طرف سے قمیص خون آلود تھی۔

خیام اہل بیت میں آتش زنی

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد لشکر اعدا نے خیام کی تاراجی اور مال واسباب لوٹنے کے بعد خیموں میں آگ لگا دی اور مخدرات عصمت وطہارت برہنہ سر و برہنہ

پا خیموں سے روتی ہوئی باہر آئیں ان کی چادریں چھن چکی تھیں۔

تمام بیبیاں اور بچے جن کے وارث مقتل میں بے گور و کفن تھے ابھی یہ ان پر گریہ و ماتم میں مصروف تھے کہ ظالموں نے ان کے خیموں میں بھی آگ لگا دی۔ جہاں یہ مصیبت و آلام میں مبتلا گریہ کناں تھے، جب شعلے بلند ہوئے تو مضطرو بے چین عورتیں اور بچے وامحمداہ و اعلیاہ کے نالے بلند کرتے ہوئے باہر آئے۔ وہ بچے جو جلتے ہوئے خیموں سے نکلنے کے قابل نہ تھے مائیں ان بچوں کو آگ کے شعلوں سے کلیجے سے لگائے ہوئے باہر آئیں۔ ابن نما کا بیان ہے کہ جب جلتے ہوئے خیام سے مجبور و بے بس سیدانیاں چادروں کے بغیر پا برہنہ باہر آئیں تو رسول اللہؐ کو مخاطب کر کے جس طرح مرثیہ پڑھ رہی تھیں اور نالہ وفریاد کر رہی تھیں ان کو سن کر جگر پھٹ جاتے تھے۔

جب خیام میں آگ لگائی گئی تو دختر زہراؑ نے جناب سید سجاد کا شانہ ہلا کر پوچھا ہمارے لیے کیا حکم ہے بیمار امام نے فرمایا۔ "علیکن بالخروج" پھوپھی اماں خیام سے باہر چلی آئیں اس کے بعد بیمار امام کو غش آ گیا۔ راوی کہتا ہے جب خیمے جل رہے تھے ایک بی بی کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب اور کبھی آسمان کی طرف دیکھتی تھیں، اور دوبارہ خیمے میں چلی جاتی تھیں، آگ تیزی سے پھیل رہی تھی۔ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ نہ تو آگ کی شدت کی وجہ سے بی بی خیمہ میں ٹھہر سکتی تھیں اور نہ خیمہ سے باہر آنا چاہتی تھیں۔ میں دوڑتا ہوا گیا اور کہا تمام مستورات ٹیلہ کے دامن میں کھڑی آپ کی طرف دیکھ رہی ہیں، آگ نے چاروں طرف سے خیموں کو گھیر لیا ہے۔ اے مستور آپ باہر کیوں نہیں آتیں۔ بی بی نے کہا اے شخص تجھے کیا معلوم میرا بیمار خیمہ میں ہے، اور خیمہ جل رہا ہے نہ تو وہ خود اٹھ کر باہر آ سکتا ہے نہ میں اسے اٹھا سکتی ہوں، اور نہ جلتا دیکھ سکتی ہوں۔ یہ شخص کہتا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ اس مستور نے اپنی پشت پر ایک گٹھری اٹھائی ہوئی تھی اور نہایت کرب کے عالم میں جلتی ہوئی آگ اور لپکتے ہوئے شعلوں سے خیمہ سے باہر آئیں۔ اس وقت اس بی بی سے چلا نہیں جا رہا تھا بعد میں معلوم ہوا۔ یہ بی بی حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن جناب زینب علیہا السلام ہیں اور جلتے خیمہ سے جنہیں باہر لائیں وہ جناب سید سجاد علیہ السلام تھے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب خیموں کو آگ لگی تو میں نے ایک چھوٹی بچی دیکھی جس کے دامن میں آگ لگی ہوئی تھی، وہ مقتل کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ میں نے سوچا یہ بچی جل کر مر جائے گی۔ لہٰذا اس کے دامن کی آگ بجھا دوں جب میں اس بچی کے پیچھے دوڑا تو وہ مجھے دیکھ کر اور زیادہ تیزی سے دوڑنے لگی۔ آپ جتنی تیزی سے قدم بڑھاتی تھیں، آگ اور تیز بھڑکتی تھی یہاں تک کہ وہ زمین پر بیٹھ گئیں۔ جب میں نزدیک پہنچا اور آگ بجھانا چاہی تو بچی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مجھے ہاتھ نہ لگانا میں آل رسولؐ ہوں۔ میں حسین علیہ السلام کی بیٹی ہوں۔ روایت ہے کہ جب مسلم بن حمید نے آگ بجھا دی تو جناب سکینہ علیہا السلام نے دریافت کیا اے شیخ نجف کا راستہ کدھر ہے۔ حمید نے دریافت کیا آپ نجف کا راستہ کیوں دریافت کر رہی ہیں تو فرمایا۔ میں اپنے نانا کے پاس جا کر فریاد کروں گی۔

مقتل لہوف میں مرقوم ہے قبیلہ بکر ابن وائل میں سے ایک سپاہی کی بیوی یہ دردناک منظر دیکھ کر بیتاب و مضطرب ہو کر اپنے خیمے سے باہر نکل آئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی اے! بکر ابن وائل کے قبیلہ والو! اے آل پیغمبرؐ کے

خون کے دعویداروں! تم رسول اللہ کی بیٹیوں کو سر برہنہ کرتے ہو اور ان کے مال و اسباب کو غارت کرتے دیکھ رہے ہو تم ان کے خون کا انتقام کیوں نہیں لیتے۔ اس کا شوہر یہ دیکھ کر اسے فوراً اپنے خیمے میں لے گیا۔

تاراجی خیام اور معصوم بچوں کی شہادت

عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتاب المنن میں لکھا ہے کہ سات سالہ کم سن بچی عاتکہ در خیمہ پر کھڑی اپنے بھائیوں کے بے سر لاشوں کو دیکھ کر آنسو بہا رہی تھیں اور دہشت سے کانپ رہی تھیں۔ اموی لشکر کے گھڑ سواروں کا دستہ گھوڑوں کو تیزی میں دوڑاتا ہوا خیام حسینی کی طرف آیا تو عاتکہ اپنی جان نہ بچا سکیں اور گھوڑوں کے سموں سے کچل کر شہید ہو گئیں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں لکھتے ہیں کہ جناب مسلم کی صاحبزادی عاتکہ کے علاوہ بھی یزیدی لشکر کے گھوڑوں کے سموں سے کچلی جانے والی دو بچیاں اور بھی تھیں جو حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادیاں تھیں ان میں سے ایک کی عمر گیارہ سال اور دوسری کی تیرہ سال تھی، یہ دونوں ام شریک بنت مسعود انصاری زوجہ امام حسن علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔ جناب ام شریک بھی کربلا میں موجود تھیں۔

صاحبان سیر و مقاتل نے عصر عاشور اور تاراجی خیام کے باب میں ان واقعات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں معصوم بچے یزید کی بربریت سے شہید ہوئے۔ مقتل ابن عربی کے موافق عصر عاشور اہل بیت نبیؐ کے دو بچے جو جناب عبدالرحمٰن ابن عقیل ابن ابی طلب کے فرزند تھے۔ عصر کے ہنگام میں خوف و دہشت اور شدت پیاس سے شہید ہوئے۔ روایت ہے کہ جب خیام جل چکے تو مخدرات عصمت و طہارت اور تمام بے سہارا بیبیاں ایک ٹیلے کی آڑ میں آ کر بیٹھ گئیں۔ جب جناب زینب علیہا السلام نے بچوں کو شمار کیا تو ان بچوں میں سعد ابن عبدالرحمٰن ابن عقیل اور عقیل ابن عبدالرحمٰن ابن عقیل ابن ابی طالب نہ تھے، ان بچوں کی تلاش میں بی بی تنہا جانے لگیں تو جناب فضہ نے بی بی کی خدمت میں عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں بی بی کی اجازت سے جناب فضہ بھی ان کے ساتھ بچوں کو تلاش کرنے چلیں۔ جب آگے چل کر صحرائے کربلا میں ایک جگہ دیکھا کہ دونوں بچے ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈالے ایک دوسرے کے لبوں پر خشک ہونٹ رکھے ہوئے سو رہے ہیں، سورج غروب ہو چکا تھا، پہلے تو جناب زینب علیہا السلام اور حضرت فضہ نے ان بچوں کو جگانے کی کوشش کی بچے نہ جاگے تو بیبیوں نے ان بچوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور نبضیں دیکھیں تو معلوم ہوا یہ دنیا سے گزر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے جسموں پر زخم تلاش کرنے لگیں جب زخم تلاش کر رہی تھیں تو ان دونوں بچوں کے نازک سینوں پر گھوڑوں کے سموں سے کچلنے کے سبب گہرے گھاؤ نظر آئے۔ دونوں بیبیوں نے ان بچوں کے لاشوں کو لا کر مقتل میں دیگر شہدا کے ساتھ لٹا دیا۔

شامِ غریباں

جب خیمے جل کر راکھ ہوگئے اور تاریکی پھیلی تو اہل حرم کے لیے یہ قیامت خیز رات تھی، جسے شام غریباں کہتے ہیں۔ شام غریباں تاریخ عالم کی ایک ایسی شام تھی جس کی تاریکی میں عظمت منتہیٰ کے تابندہ ستارے صحرائے کربلا میں بکھرے ہوئے تھے اور خیام اہل بیت سے شعلے بلند تھے۔ مخدرات عصمت وطہارت کے سروں سے چادریں چھینی جارہی تھیں۔ نہ کوئی مونس تھا نہ غمخوار انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ یتیموں اور بیواؤں کو پرسہ دیا جاتا۔ اس کے بجائے انہیں تازیانے مارے جارہے تھے۔ حضرت سکینہ علیہا السلام جن کی پرورش نہایت ناز ونعم سے ہوئی تھی ان کے کانوں سے گوشوارے شمر لعین نے اس بے دردی سے کھینچے کہ کانوں سے خون بہنے لگا، جس سے بی بی کا گریبان خون سے تر ہوگیا۔ یہ وہ وقت تھا جب مظلوموں کی آہ سے عرش کانپ رہا تھا۔

جناب زینب علیہا السلام نے حضرت ام کلثوم علیہا السلام سے فرمایا بہن رات کی تاریکی چھا چکی ہے۔ سب بچوں کو جمع کرو میں ان کی حفاظت کے لیے پہرہ دوں گی۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام نے جب کچھ دیر کے لیے عرصہ محشر تھم گیا تو تمام بیبیوں اور بچوں کو جمع کیا تو دیکھا جناب سکینہ علیہا السلام نظر نہیں آرہی تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ جانب مقتل روانہ ہوئیں جب آپ دریا کے قریب پہنچیں تو آواز دی اے عباس علیہ السلام یہاں سکینہ علیہا السلام تو نہیں آئی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ وہاں سے تلاش کرتی ہوئی جب ایک نشیب کی طرف پہنچیں اور لاش حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف آئیں اور پوچھا بھائی حسین علیہ السلام یہاں سکینہ علیہا السلام تو نہیں ہیں۔ بی بی کا اتنا کہنا تھا کہ آواز آئی۔ بہن زینب علیہا السلام آہستہ بولو سکینہ میرے پاس سو رہی ہے۔ یہ آواز سن کر جناب زینب علیہا السلام قریب آئیں بھائی کے بے گوروکفن لاشہ پر شدت سے گریہ کیا۔ جناب زینب علیہا السلام نے نہایت پیار سے جناب سکینہ علیہا السلام کا بازو ہلایا اور ساتھ چلنے کو کہا چھوٹی شہزادی نے آنکھیں کھولیں اور کہا پھوپھی اماں یہاں میرے بابا تنہا ہیں میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ جناب زینب علیہا السلام نے کہا بی بی جنگل میں نہیں سوتے اب میرے ساتھ چلو۔

دمعہ الساکبہ کے مطابق جب حضرت زینب علیہا السلام حضرت سکینہ علیہا السلام کو مقتل سے خیمہ میں لائیں تو جناب سکینہ علیہا السلام نے فرمایا جب میں بابا کے پاس پہنچی تو اس وقت بابا کی کٹی ہوئی گردن سے یہ آواز آرہی تھی۔ ''اے میرے شیعو! جب تم ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس یاد کرنا اور جب کسی غریب وشہید کا ذکر سننا تو مجھ پر گریہ کرنا اے میرے دوستو! میں رسولؐ کا وہ مظلوم نواسہ ہوں جسے بے جرم وخطا دشمنوں نے قتل کیا اور میری لاش پر گھوڑے دوڑائے اے میرے شیعو! کاش تم روز عاشور ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح شیر خوار علی اصغر علیہ السلام کے لیے پانی مانگ رہا تھا اور ظالم کس قدر بے باکی سے انکار کررہے تھے۔''

دمعہ الساکبہ کے موافق جناب زینب علیہا السلام، حضرت سکینہ علیہا السلام کو بہلا کر جب باپ کے سینے سے لائیں تو حضرت ام کلثوم کے سپرد کرکے نگرانی کرنے لگیں، جب رات کی تاریکی بڑھ گئی تو جناب زینب علیہا السلام نے دیکھا کہ ایک

سوار نقاب پوش جو تیزی سے آپ کی طرف بڑھ رہا تھا، جب یہ سوار قریب آیا تو آپ علیہا نے فرمایا: "اے سوار ہم اہل بیت رسولؐ ہیں ہمارے وارث قتل کر دیئے گئے ہیں، ہمارا مال و اسباب لوٹا گیا ہم پریشان حال ہیں۔ یتیم بچے گریہ وزاری کرتے کرتے ابھی سوئے ہیں۔ اس وقت بچوں کو نہ ستا۔ سوار بی بی کا کلام سننے کے باوجود آگے بڑھتا رہا۔ اس وقت علی علیہ السلام کی بیٹی کو جلال آ گیا اور لجام فرس پکڑ کر فرمایا اے سوار تو میری بات کیوں نہیں سنتا۔ پھر سوار نے گھوڑے سے اتر کر اپنی نقاب الٹ کر کہا: "اے زینب علیہا السلام میں تمہارا غمزدہ باپ علی علیہ السلام ہوں۔ جناب زینب علیہا السلام نے اس وقت ایسے رقت آمیز لہجے میں فریاد کی کہ صحرائے کربلا رات کی تاریکی میں گونجنے لگا۔ حضرت نے ایسی رقت فرمائی کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔"

راوی کہتا ہے کہ کربلا کے میدان کارزار میں بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام جب شام ہوئی مجھے اپنے خیمے سے نہر تک جانا تھا۔ مقتل کو عبور کر کے جب میں ایک مقام پر پہنچا تو میں نے جو دلخراش منظر دیکھا۔ قسم بخدا میں اسے کبھی نہیں بھلا سکتا ہے۔ ایک بی بی پریشان حال آئیں جن کے بال کھلے ہوئے تھے، وہ کبھی ایک لاش پر جاتی تھیں اور کبھی دوسری لاش پر اور پھر کبھی دریا پر چلی جاتیں اور بار بار آسمان کی طرف نظر کرتیں اور کہتیں اے پروردگار میں نے اپنے بچے کو کیا اسی دن کے لیے چکی پیس کر پالا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کون بی بی تھیں جو مقتل میں اس طرح پریشان حال لاشوں پر گریہ کناں تھیں۔ تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: تم نے نہیں پہچانا وہ میری دادی جناب فاطمہ علیہا السلام تھیں۔

....

باب: ۱۶

شہداء کے سروں کی کوفہ روانگی

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد عمر بن سعد نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر اقدس کو خولی کی نگرانی میں ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ اس کے بعد عمر سعد نے حکم دیا کہ باقی شہداء کے سروں کو تن سے جدا کر کے ان سروں کو شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث اور عمر بن حجاج کے ذریعے ابن زیاد کے پاس روانہ کیا جائے۔

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ اصحاب حسینی کے سروں کے تعداد ۷۸ تھی اور کربلا میں موجود قبائل نے ابن زیاد اور یزید بن معاویہ کی خوشنودی کے لیے شہیدوں کے سروں کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ تیرہ سر قبیلہ بن قیس بن اشعث کی نگرانی میں بارہ سر قبیلہ ہوازن کو شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں سترہ سر قبیلہ بنی تمیم کی نگرانی میں سولہ سر بنی اسد کی نگرانی میں سات سر قبیلہ مذحج کی نگرانی میں روانہ ہوئے باقی تیرہ سر دوسرے لوگ لے کر کوفہ روانہ ہوئے۔

اسیران کربلا کی کوفہ روانگی

جب شب عاشور جو قیامت کی رات تھی اپنے دامن میں ظلم واستبداد اور مصیبت وآلام کی آندھیوں کو سمیٹے تمام ہوئی تو دن کا آغاز اس طرح ہوا کہ جناب زین العابدین علیہ السلام کے گلے میں طوق خاردار پہنایا گیا جب اس طوق کے اندرونی حصہ کی ابھری ہوئی فولادی کیلیں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے گلوئے اقدس میں پیوست ہوئیں تو بیمار امام کو بہت زیادہ اذیت اٹھانا پڑی۔ رسول خداؐ کی نواسیوں کو اس طرح رسن بستہ کیا گیا کہ ان عصمت وطہارت کی پروردہ کے ہاتھ پس گردن سے بندھے تھے۔

جب لشکر اعدا نے ان بیبیوں کو نرغہ میں لیا اور ناقوں پر سوار کرنا چاہا تو علی علیہ السلام کی بیٹی کو جلال آ گیا اور فرمایا: خبردار جو کسی نے کسی بی بی کو سوار کرنے کی جرأت کی۔ ہم آل رسولؐ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک ایک بی بی کو سوار کرایا اور جب جناب فضہ کو سوار کرنا چاہا تو وہ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگیں۔ میں آپ کے گھر کی کنیز ہوں میری یہ جرأت کہاں جو آپ مجھے سوار کرائیں۔ بی بی نے فرمایا: فضہ میرے حق کی قسم سوار ہو جائیں اس طرح حضرت فضہ کو بھی سوار کر دیا۔ جب حضرت فضہ کو سوار کرا دیا تو علی کی بیٹی نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو مقتل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ''کہاں ہو میرے عباس علیہ السلام کہاں ہو علی اکبر علیہ السلام، کہاں ہو قاسم علیہ السلام اور کہاں ہو عون ومحمد دیکھو ہم حالت غربت میں بے آسرا ہیں۔''

حضرت قائم آل محمدؑ زیارت ناحیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ''وایدیھن مغلوبۃ بالا عناق'' ۔ مخدرات

عصمت وطہارت کے ہاتھ ان کی گردن سے باندھے گئے۔

شیخ جعفر شوشتری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ان کے ہاتھوں کو گردن سے باندھنے کی یہ وجہ تھی کہ مخدرات عصمت و طہارت جو قید ہو کر جا رہی تھیں ان کے انصار و اقربا کے سرہائے مبارک نیزوں پر ساتھ جا رہے تھے۔ ان کے چہروں پر نظر انتہائی غم والم کا سبب تھی۔ لہٰذا عورتیں جذبہ غم سے متاثر ہو کر گریہ وزاری کر رہی تھیں۔ راوی کہتا ہے جناب زینب علیہا السلام کا گریہ اتنا شدید تھا کہ آپ مسلسل سر اور سینہ پیٹ رہی تھیں۔ عمر سعد نے سوچا ان کا گریہ و ماتم کس طرح روکا جائے تو مشورہ کے بعد ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے لیکن بی بی کے لبوں پر پھر بھی یا حسین علیہ السلام یا حسین علیہ السلام کی صدا تھی۔

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ جب اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ پسر سعد نے اہل بیت رسولؐ کو بے پالان اونٹوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ افسوس کہ وہ بیبیاں جن کو بنی ہاشم کے جوانوں نے مدینہ سے رخصت ہوتے وقت سوار کیا تھا۔ اس وقت ان جوانوں کے لاشے کربلا کی تپتی ریت پر بے گور و کفن تھے۔

جب بیبیاں قید ہو کر جانے لگیں تو شدت غم سے نڈھال ہو گئیں۔ جناب زینب علیہا السلام اور جناب ام کلثوم علیہا السلام کا حال شدت غم سے بے حال تھا۔ اس قدر گریہ و ماتم کیا کہ درد بھری صدائیں سن کر دشمن بھی رو دیئے ایسا لگتا تھا انقلاب برپا ہو جائے گا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اس وقت شمر نے تازیانے مارے۔ اسرار الشہادہ میں ہے کہ "حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا پشت ناقہ پر سنبھلنا بہت مشکل تھا۔ دشمنان اسلام نے بیمار امام کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا۔" لشکر یزید کی یہ کوشش تھی کہ رسول زادیوں کو زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچائی جائے لہٰذا ان کے سامنے جناب زین العابدین علیہ السلام کو یہ ملعون اذیت پہنچاتے تھے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں اور طوق گراں کے سبب بیمار امام سے ناقہ پر سنبھلا نہیں جاتا تھا تو یہ ملعون ستم بالائے ستم یہ کرتے کہ آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے جکڑ دیتے اور جب اونٹ دوڑتے تو رسیوں کی رگڑ سے آپ کے پیروں سے خون جاری ہونے لگتا تھا۔

اسیران کربلا کا مقتل سے گزر

جب قافلہ روانہ ہوا تو اس کو اس مقصد سے مقتل سے گزارا گیا تا کہ اسیران کربلا کو زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچے۔ اس وقت تمام بیبیاں رسن بستہ تھیں جب ان مظلوموں کی نظر اپنے بے گور و کفن وارثوں کے بے گور کفن بے سر لاشوں پر پڑی تو بیبیوں نے اپنے آپ کو بے کجاوہ اونٹوں کی پشت سے گرا دیا۔ یہ اسیر بیبیاں جن کے ہاتھ پس گردن سے بندھے تھے نہایت تکلیف کی حالت میں زمین پر آئیں۔

بحار الانوار کے موافق جب قیدیوں کا قافلہ قتل گاہ میں آیا اور اہل بیت رسالت کی نظر لاش ہائے شہدا پر پڑی تو سب چیخیں مار کر رونے لگے۔ اشک آنکھوں سے جاری ہوئے اور بیبیوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ راوی کہتا ہے بخدا میں ابھی تک نہیں بھولا کہ جناب زینب علیہا السلام نے جس طرح غم میں ڈوبی ہوئی غمگین دل سے فریاد کی آپ

نے فرمایا: ''اے محمد مصطفیٰؐ آپ پر تو آسمان کے فرشتوں نے نماز پڑھی لیکن آپ کا حسین علیہ السلام خون میں تر بدن ٹکڑے ٹکڑے زمین گرم پر پڑا ہے اور آپ کی نواسیاں قیدی بن کر جارہی ہیں۔ اے اللہ تیری فریاد ہے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اور حضرت حمزہ سید الشہدا کی دہائی ہے۔ وامحمداہ آپ کا حسین قتل ہو گیا اور ان کا لاشہ بے گور و کفن صحرائے کربلا پر پڑا ہے۔ وامصیبتاہ گویا آج میرے بزرگوار محمد مصطفیٰؐ نے انتقال فرمایا ہے۔ اے اصحاب محمدؐ! ہم سب ذریت پیغمبر، ان اہل جفا کے ہاتھوں اسیر ہیں اور آپ کے فرزند حسین دلبند کا سر اقدس پس گردن سے جدا کیا گیا۔ ہائے افسوس حسین علیہ السلام خاک و خون میں غلطاں ہیں۔'' اس کے بعد اپنا منہ سید الشہدا کی طرف کر کے روتے ہوئے جگر خراش آہ بلند کی۔ میں اس غریب پر فدا ہوں جسکا لشکر بروز شنبہ قتل کیا گیا۔ اور خیموں کی طنابیں بہ ظلم و جور کاٹی گئیں۔ میں اس مظلوم پر فدا ہوں جو نظروں سے اس طرح پنہاں ہوا کہ اب ملنے کی امید نہیں۔ میں اس مظلوم پر فدا ہوں جو مغموم اور دل سوختہ اس دنیا سے روانہ ہوا۔ میں اس بے کس پر فدا ہوں جسے پیاسا شہید کیا گیا۔ میں فدا ہوں اس شہید راہ حق پر جس کی ریش مبارک سے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔

ناسخ التواریخ میں جناب زینب علیہا السلام کا نوحہ ان الفاظ میں مرقوم ہے۔ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم یہ آپ کی بیٹیاں اور آپ کی اولادیں ہیں جو قتل ہو گئیں۔ یہ آپ کا پیارا حسین علیہ السلام ہے جس کا سر اس کی گردن سے جدا کیا گیا۔ تمام اصلاح اور لباس جسم سے اتار لیا گیا، میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں جن کا لشکر دوشنبہ کے دن غارت کیا گیا۔ میرے ماں باپ فدا ہوں اس پر جس کے خیمے جلائے گئے، میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں جس کے آنے کی کوئی امید نہیں اور میرے ماں باپ اس مقتول و مذبوح پر فدا ہوں جس کے زخموں کا کوئی علاج نہیں۔ میری جان اس پر فدا ہو جس کے سر کا خون اس کے منہ اور تمام بدن پر جاری تھا۔ میرے ماں باپ اس پر فدا ہوں جو بھوکا پیاسا اس جہاں سے گزر گیا۔ میری جان اس پر فدا ہو جس پر میں فدا ہونا چاہتی تھی۔ میرے ماں باپ اس پر فدا ہوں جو ہمیشہ رنج و غم میں زندگی بسر کرتا رہا۔ میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں جس کے نانا محمد مصطفیٰؐ تھے اور وہ فرزند نبی تھا۔ میری جان جناب محمد مصطفیٰؐ سید الانبیا اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام و حضرت خدیجۃ الکبریٰ و جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء سلام علیہا پر فدا ہو۔ میرے ماں باپ اس پر فدا ہوں جس کے لیے آفتاب دوبارہ اپنے مقام پر آ گیا یہاں تک کہ نماز تمام کر لی۔'' راوی کہتا ہے جناب زینب علیہا السلام کے بین اس قدر دلخراش تھے کہ دوست تو دوست دشمن بھی رو دیئے۔

ابونصر کہتا ہے کہ جناب زینب علیہا السلام کا یہ مرثیہ اتنا پر اثر تھا کہ دوست تو دوست دشمن بھی دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

جناب زینب علیہا السلام، جناب ام کلثوم علیہا السلام، جناب سکینہ علیہا السلام، جناب رباب علیہا السلام اور تمام بیبیاں اپنے اپنے وارثوں کے لاشوں پر گریہ کناں تھیں۔ مقتل میں سب بیبیاں لاشوں سے لپٹ گئیں چاروں طرف نوحہ اور نالوں کی صدائیں بلند تھیں۔

شیخ جعفر شوشتری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو مقتل سے گزارا جا رہا تھا اس وقت جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نظر کشتگان راہ حق پر پڑی تو آپ پر جو غم کی کیفیت گزری اس سے قبل آپ پر یہ کیفیت کبھی طاری نہ ہوئی تھی۔'' اس سلسلے میں جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں۔ ''جس وقت ہمیں گرفتار

کیا گیا اور لعین قتل گاہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ میرے بھتیجے پر نزع کی کیفیت طاری ہوگئی۔ قریب تھا کہ روح جسم سے نکل جائے میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”اے میرے بھائی اور باپ کی یادگار میں تمہیں دیکھ رہی ہوں کہ اب تم دنیا سے رخصت ہو رہے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا پھوپھی اماں میں اس درد و غم سے مر کیوں نہ جاؤں کہ میں اپنے باپ، چچا اور بھائیوں کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں، اس وقت جناب زینب سلام اللہ علیہا نے آپ کو تسلی دی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مقتل میں جناب زینب نے اپنے بھائی سید الشہداء کا سر اپنی گود میں لیا اور راز و نیاز کی باتوں میں مصروف ہوگئیں اس وقت آپ پر شدت غم کی کیفیت طاری تھی۔ آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے اور سسکیاں بلند تھیں۔ مادر جناب علی اکبر علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ اٹھارہ سالہ کڑیل جوان بیٹے کی لاش کو اپنے سینے سے لگائے بین کر رہی تھیں۔ جناب قاسم علیہ السلام کی ماں نے لاش کے ٹکڑوں کو جمع کیا اور بیبیوں کو آواز دی آؤ۔ قاسم علیہ السلام کی لاش پر نوحہ پڑھ لیں تمام بیبیاں نوحہ و ماتم میں مصروف ہوگئیں۔

یہ منظر بہت دلخراش تھا جب بے کس سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے بابا کی لاش پر بین شروع کیے۔ آپ نے اپنے بابا کے ہاتھ اٹھائے اور اپنی گود میں لیے آپ کبھی ان کو بوسہ دیتی تھیں اور کبھی سینہ سے لگاتی تھیں اس دوران معصوم سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور بابا سے اس طرح مخاطب ہوئیں۔ اے میرے مظلوم بابا آپ کے قتل سے دشمن خوش ہو رہے ہیں۔ بابا آپ کی شہادت کے بعد اب میری حفاظت کون کرے گا۔ اس کے بعد اپنے زخمی کانوں کی طرف اشارہ کیا اور لاش حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوئیں۔ بابا ظالموں نے میرے کانوں سے گوشوارے اس طرح کھینچے کہ میرے کانوں سے خون جاری ہوگیا۔ بابا اگر یہ ظالم مجھ سے کہتے تو میں خود اتار کر دے دیتی۔ بابا ان ظالموں نے ہمارے سروں سے چادریں اتار لیں۔ ہم سر برہنہ ہیں۔ بابا آپ کے بعد ظالموں نے ہمیں اتنی اذیتیں دیں کہ اب ہم زندگی سے بیزار ہو چکے ہیں۔ اب نہ ہمارا کوئی مونس ہے نہ غمخوار۔

روایت ہے کہ جب تمام بیبیاں مقتل میں مصروف گریہ و نوحہ تھیں اور مقتل آہ و فغاں سے گونج رہا تھا۔ جناب زینب بھائی کے لاشہ پر بین کر رہی تھیں۔ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا نے جناب زینب سلام اللہ علیہا سے اجازت طلب کی پھوپھی اماں ہم بھیا علی اصغر علیہ السلام کو دیکھ لیں۔ جناب سکینہ سلام اللہ علیہا اٹھیں اور لاش جناب علی اصغر علیہ السلام پر آئیں اور آہ و گریہ سے رخسار آنسوؤں سے تر ہوگئے۔ ایک بار چاہا کہ شیر خوار کو اپنے سینے سے لگالیں چھوٹی شہزادی نے جب دونوں ہاتھ کمر کے نیچے لیکر اٹھانا چاہا تو معصوم علی اصغر علیہ السلام کا جسم مطہر اتنا پاش پاش تھا کہ دونوں ہاتھ زمین سے لگ گئے اور بی بی اٹھا نہ سکیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ ”بھیا ہم تمہیں جنگل میں چھوڑ کر اسیر ہو کر جا رہے ہیں۔ کاش تم ہمارے ساتھ چلتے بھیا میں وعدہ کرتی ہوں میں تم سے جلد ملوں گی۔“ (صادق القول سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنا وعدہ اس طرح نبھایا کہ قید خانہ شام میں ایک ننھی سی قبر بن گئی۔)

مقتل میں اسیران کربلا کے حالات ابو اسحٰق اسفرائنی نے اس طرح مرقوم کیے ہیں کہ جب مقتل میں پہنچ کر بیبیوں نے مرثیے کہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا سر پر ہاتھ رکھ کر کہتی تھیں یا محمدؐ دیکھیے حسین علیہ السلام خون آلودہ و سر بریدہ کربلا

میں ہیں۔ ان کی بیٹیاں قید ہو گئیں۔ پھر بی بی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی فاطمہ کا ہاتھ پکڑا جو حضرت علیہ السلام کو بہت عزیز تھیں، ان کے چہرہ اور بالوں کو حضرت علیہ السلام کے گلے سے لگایا۔ فاطمہ رو کر کہتی تھیں پیارے بابا میں بلاتی ہوں، آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ابن سعد نے حکم دیا کہ عورتوں کو جبراً لاش ہائے شہداء سے ہٹا دیا جائے۔ اس وقت مخدرات عصمت وطہارت گریہ و بین کر رہی تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام فرماتی تھیں۔ ''اے ہلال ابھی تو کمال تک نہیں پہنچا تھا کہ گہن لگ گیا، اور ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا''۔ حضرت رباب فرماتی تھیں۔ ''وہ نور جس سے لوگ روشنی حاصل کرتے تھے کربلا میں شہید کیا گیا اور اسے کسی نے بھی دفن نہیں کیا۔ اے سبط نبی آپ میرے لیے مضبوط پہاڑ تھے، جس میں مجھے پناہ ملتی تھی۔ آپ ہمارے ساتھ رحم فرماتے تھے، اب کون ہے جو یتیموں اور فقیروں کو پناہ دے گا اور اب کس سے غریب و مسکین حاجت طلب کریں۔ میں دیکھ چکی ہوں کہ بنی ہاشم میں سے کوئی بچہ قتل ہو جاتا تھا تو تمام دنیا اس کے لیے نوحہ کرتی تھی پھر وہ دن آیا کہ سب شہید ہو گئے حالانکہ وہ فریاد کر رہے تھے۔ اب مصیبتیں فاطمہ علیہا السلام زہرا کے لیے بہت بڑھ گئی ہیں۔''

حضرت ام کلثوم علیہا السلام فرماتی تھیں۔ ''اے مسافران عدن ٹھہرو اور ہمیں وداع کر لو قبل اس کے کہ ہم سے دور ہو جاؤ کشادہ زمین تمہارے بعد مجھ پر قید خانہ بن گئی۔ اے شہیدان کربلا تم پر سلام ہو۔ تمہاری جدائی کس قدر تلخ ہے جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اے اہل وطن تم یاد آتے ہو اور غروب ہوتا ہے تو تمہاری وجہ سے غم تازہ ہو جاتا ہے۔''

تجہیز و تکفین کا اجر و ثواب

اکثر احادیث میں غسل وکفن اور تجہیز و تکفین میں شرکت اور معاونت کرنے والوں کے اجر کا ذکر ملتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو غسل دے تو پروردگار عالم اسے گناہوں سے پاک فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو کفن پہنائے اس کے لیے ایسے شخص کے برابر ثواب تحریر کیا جاتا ہے جس نے کسی کو قیامت تک کے لیے لباس پہنچایا ہو۔ جو شخص کسی مومن کی قبر کھودے خدا اسے بہشت میں ایک گھر کا مالک بنا دیتا ہے۔ جو شخص کسی مومن کے جنازہ میں شرکت کرتا ہے تو جس وقت مومن کی میت کو قبر میں اتارتے ہیں تو آواز آتی ہے کہ پہلا انعام جو ہم نے اے مومن تجھے عطا کیا وہ یہ ہے کہ تیرے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کو ہم نے بخش دیا۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مومن کے تابوت میت کو اٹھائے اور چاروں کونوں سے کندھا دے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایک طرف سے کندھا دیا اس کے پچیس (۲۵) گناہ کبیرہ بخشے جاتے ہیں۔ جو شخص کسی مومن کی قبر پر مٹی ڈالتا ہے اسے اس خاک کے ہر ذرے کے عوض ایک نیکی کا اجر ملتا ہے۔

اور جو شخص کسی مومن کے یتیم کو تسلی دے خالق کائنات اسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے اور جو کسی مومن کی قبر پر جائے اور آیت الکرسی کی تلاوت کرے اور مرنے والے کی قبر پر اس کا ثواب ایصال کرے تو پروردگار عالم اسے بہت

اجروثواب عطافرماتا ہے۔

لیکن یہ کتنا بڑاالمیہ تھا کہ امام وقت نواسہ رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے انصار واعزا کے لاشے تین روز تک زمین کربلا پر بے غسل وکفن رہے۔ جب جناب زینب سلام اللہ علیہا کی نظر مقتل سے گزرتے وقت ان لاشوں پر گریہ کناں ہوئی تو آپ نے فرمایا تھا۔''تم میں کوئی مسلمان نہیں؟ دشمنان اہل بیت نے ہر طرح کی کوشش کرلی کہ اللہ کی ان پسندیدہ ہستیوں کی ہتک کی جائے لیکن قدرت نے ہر منزل پر ان کی عصمت وطہارت اور سربلندی کو برقرار رکھا۔قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں مقتل کی طرف آرہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ان اجساد مطہرہ میں ایک جسد مقدس مثل آفتاب چمک رہا ہے۔''

دفن شہداء اور بنی اسد

شہداء کے لاشے صحرائے کربلا میں تین دن تک بے گور وکفن رہے۔لاش حسین مظلوم پر طائر اور دیگر مخلوق خدا گریہ کرتی رہی۔علامہ نعمت اللہ جزائری نے عبداللہ اسدی سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بیٹوں، بھائیوں اور انصار واقربا کے ساتھ یوم عاشور خاک کربلا پر سو گئے اور ابن سعد لعین نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو اس نے ابن زیاد کو لکھا کہ اب کیا کیا جائے؟ تو ابن زیاد نے ابن سعد کو جواب دیا کہ اپنی فوج کے مقتولین کو دفن کر دے اور مستورات کو رسن بستہ کر کے سرہائے شہدائے آل محمدؐ کو نیزوں پر بلند کر کے ذریت رسولؐ کے مقتولین کو زمین کربلا پر بے گور وکفن چھوڑ کر کوفہ چلا آ۔

ابن سعد نے جواب دیا تم کوفہ میں بیٹھ کر حکم دے رہو تم کو یہ معلوم نہیں کہ ہمارے مقتولین کی تعداد کتنی زیادہ ہے اور ان کو دفن کرنا کتنا مشکل ہے۔ایک لاکھ پچاس ہزار مقتولین کو کس طرح دفن کیا جائے۔

ابن زیاد نے جواب میں لکھا۔ان مقتولین میں روساء اور سالار مقتولین کو دفن کر دے باقی کو یونہی چھوڑ دے۔

ابن زیاد نے جتنوں کو مناسب سمجھا دفن کر دیا اور مخدرات عصمت وطہارت کو رسن بستہ کر کے اپنے ساتھ شہدا کے سروں کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ذریت رسولؐ کے طیب وطاہر پارہ پارہ لاشہائے شہدا بے گور وکفن تین دن تک ریگ صحرا پر رہے۔

نہر علقمہ کے کنارے بنی اسد کا قبیلہ آباد تھا جب بنی اسد کی عورتیں آئیں تو میدان میں اولاد نبیؐ وفاطمہ کے بے گور وکفن لاشوں کو دیکھا جن کے زخموں سے تیسرے دن بھی خون تازہ جاری تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے یہ سب ابھی شہید ہوئے ہیں۔شہدا کے لاشوں کو اس طرح دیکھ کر سب عورتیں حیران رہ گئیں۔یہ سب تیزی سے اپنے قبیلہ میں واپس آئیں اور اپنے شوہروں اور عزیزوں کو حیرت انگیز حالات سے آگاہ کیا،اور ان سے کہا تم مسلمان ہو اور روز محشر حضرت نبی اکرمؐ،علی مرتضیٰ علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔تمہارے سامنے یہ سب پیاسے ذبح کیے گئے اور تم نے تلوار نیزہ یا تیر سے ان کی کوئی مدد نہ کی،اب بے گور وکفن لاشے دیکھ رہے ہو اور انہیں دفن نہیں

کرتے۔ یہ لوگ فرزندرسولؐ کی مدد نہ کرنے پر خود کو ملامت کر رہے تھے۔ عورتوں کا اصرار بڑھتا جارہا تھا اور اپنے مردوں کے گرد گھیرا ڈال کر انہیں شہدا کو دفن پر آمادہ کر رہی تھیں، اور کہتی تھیں تمہیں شرم سے مر جانا چاہیے۔ لعین ابن لعین نے اپنے کشتوں کو تو دفن کر دیا لیکن نبیؐ زادے ابھی تک خاک کربلا پر بے گوروکفن ہیں، اگر تم سے کوئی پوچھے کہ تمہارے ہمسائے میں تمہاری آنکھوں کے سامنے فرزندرسولؐ کی شہادت ہوئی۔ تم نے نہ ان کی زندگی میں کوئی مدد کی نہ شہادت کے بعد دفن کیا۔ تو تم کیا جواب دو گے۔ شرم کرو! ہر اپنے اس داغ ملامت کو دھوڈالو ورنہ یہ تمہاری موت تک تمہارے لیے ملامت کا سبب ہوگا۔

عورتوں کے اصرار اور ملامت سے ان لوگوں کی غیرت جاگ گئی اور میدان کربلا آگئے۔ یہاں مشک وعنبر کی خوشبو سے صحرا مہک رہا تھا۔ یہاں یہ دردانگیز منظر دیکھا کہ شہدا کے لاشے بے گوروکفن ہیں اور گرد وغبار اڑ رہی ہے۔ مظلوموں کے لاشے جابجا خاک وخون میں غلطاں تھے اور شہدا کے سرتنوں سے جدا تھے۔ تیز دھوپ میں کچھ پرندے ان شہیدوں کے لاشوں پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ ابھی دفن کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فضا آہ وبکا سے گونج اٹھی جسے سن کر مرد وزن زاروقطار رونے لگے۔

ان سب نے فیصلہ کیا پہلے فرزندرسولؐ کو دفن کیا جائے یہ لوگ پریشان تھے کہ کسی لاش کے تن پر سر نہیں ہے۔ لہٰذا کس طرح پہچانیں کہ کون سا لاشہ کس شہید کا ہے۔ یہ لوگ اسی فکر میں تھے کہ دیکھا ایک سوار کوفہ کی طرف سے آتے نظر آئے، پہلے تو یہ لوگ گھبرا گئے کہ شاید یہ ابن زیاد کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی جاسوس تو نہیں ہے۔ لیکن ہمت سے اپنے مقام پر کھڑے رہے۔ جب یہ سوار قریب آئے تو ان لوگوں سے پوچھا تم لوگ یہاں کیا لینے آئے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہم اولادرسولؐ کو دفن کرنے کے لیے آئے ہیں لیکن سروں کے بغیر ہم یہ نہیں پہچان پارہے ہیں کہ کون سا لاشہ کس شہید کا ہے۔ سوار نے جب ان لوگوں کی یہ بات سنی تو بے ساختہ فرمایا۔

"وابتاه و ابا عبدالله يتك ترانی اسیره" ہائے بابا ہائے ابا عبداللہ کاش آپ دیکھتے کہ آپ علیہ السلام کا فرزند (سید سجاد علیہ السلام) کس طرح قیدی بنا ہوا ہے۔ پھر ان لوگوں سے کہا گھبراؤ نہیں میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ گھوڑے سے اتر کر لاشوں کے درمیان پھرنے لگے اور لاش حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آکر بیٹھ گئے اور حضرت کی لاش کو گلے سے لگا لیا۔ اور اپنا درد وغم بیان کرنے لگے۔ بابا آپ کی شہادت سے دشمن خوش ہو رہے ہیں اور بنی امیہ کے گھروں میں چراغاں ہو رہا ہے۔ بابا آپ کی شہادت کے بعد ہمارے دکھ طویل ہو گئے اور مصائب بڑھ گئے۔ یہ کہہ کر دائیں بائیں نظر کی دائیں جانب کچھ فاصلہ پر ایک جگہ سے ہاتھ سے مٹی ہٹائی تو نیچے سے قبر ظاہر ہوئی اپنے ہاتھ سے لاش حضرت امام حسین علیہ السلام اٹھائی اور قبر کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد بنی اسد کو بتاتے رہے یہ کس کا لاشہ ہے اور اسے کس جگہ دفن کرو۔ جب ان لاشوں کو دفن کر چکے تو جناب عباس علیہ السلام کے لاشہ کے قریب آئے اور جناب عباس علیہ السلام کی لاش مطہر کو گلے لگاتے ہوئے فرمایا۔ "چچا کاش آپ تاراجی خیام کا منظر دیکھتے جب تمام عورتیں آپ کو بلا رہی تھیں۔ نبیؐ کی ذریت کو بے ردا کیا گیا اور انہیں اسیر کیا گیا آپ ہوتے تو بچوں کی صدائے العطش سنتے۔"

پھر قبر کھدوائی اور جناب عباس علیہ السلام کو دفن کیا گیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج آپ کا مزار معلیٰ ہے۔ اس کے بعد انصار کے لاشوں پر آئے جناب حبیب ابن مظاہر کا لاشہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرہانے دفن کرایا۔ جناب حبیب ابن مظاہر کے علاوہ تمام شہداء کے لاشوں کو ایک ہی جگہ دفن کرنے کا حکم فرمایا، جب ان تمام شہدا کو دفن کرادیا تو آپ نے بنی اسد سے فرمایا۔ آؤ اب لاشہ حرؑ کو دفن کریں۔ جب آپ حضرت حرؑ کے لاشہ پر تشریف لائے تو فرمایا۔ ''اے حرؑ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے اور فرزند رسول اللہؐ کے قدموں پر جان قربان کرنے کے عوض تمہاری عظمت میں اضافہ فرمایا ہے۔ جب یہ شہسوار روانہ ہونے لگے تو تمام بنی اسد آپ کی رکاب سے چمٹ گئے اور کہنے لگے آپ جناب کو ان لاشوں کا واسطہ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ آپؑ نے فرمایا میں تمہارے لیے حجت خدا علی ابن الحسین علیہ السلام ہوں میں ابن زیاد کے قید خانہ سے نکل کر شہیدوں کو دفن کرنے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر دے حضرت امام حسین علیہ السلام کے لاشہ مطہر کے دفن کے سلسلہ میں شیخ طوسی لکھتے ہیں کہ لاشہ مظلوم کربلا کو دفن کرتے وقت بنی اسد ایک چٹائی لے کر آئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس چٹائی پر لاش مطہر کے بکھرے ہوئے ٹکڑے جمع کرکے دفن کیا۔ معالی السبطین میں دبرج سے روایت ہے کہ جب متوکل نے قبر جناب امام حسین علیہ السلام کھودنے کا حکم دیا اور میں نے قبر مظلوم کھودی تو میں نے چٹائی پر جسم حضرت امام حسین علیہ السلام کے ٹکڑے دیکھے۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں۔ لشکر ابن سعد اہل بیت اطہار کو قید کرکے اور سب شہیدوں کے سروں کو لے کر کربلا سے کوفہ روانہ ہو گیا اور شہیدوں کے اجسام مطہر کو بلا غسل وکفن اور دفن زمین کربلا پر چھوڑ دیا۔ اس وقت قبیلہ بنی اسد کے لوگ جو موضع غاضریہ میں رہتے تھے، اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور قتل گاہ میں آئے اور سب شہیدوں پر نماز پڑھی اور ان سب کو دفن کیا۔ جہاں اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر ہے۔ اسی مقام پر ان لوگوں نے حضرت کو دفن کیا تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاپائے مبارک کے قریب جناب علی اکبر علیہ السلام کو دفن کیا۔ اس کے بعد ایک بڑا گڑھا حضرت کے پاپائے مبارک سے ملا ہوا کھود کر سب شہیدوں کو اس میں دفن کیا۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو جہاں ان کی لاش مطہر تھی وہیں دفن کیا جہاں اس وقت آپ کی قبر منور ہے۔

ابومخنف اور دیگر اہل مقاتل نے لکھا ہے کہ جناب عباس علمدار کو علیحدہ دفن کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی لاش مطہر اس قدر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی کہ اٹھ نہیں سکتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی حضرت عباس علیہ السلام کی لاش اس جگہ نہ لاسکے جہاں دوسرے شہیدوں کی لاشہائے مقدسہ اپنے خیمہ کے سامنے لاکر رکھی تھیں۔ (روایات میں ملتا ہے کہ جناب عباس علیہ السلام کی لاش خیمہ تک نہ لانے کی وجہ یہ تھی کہ جناب عباس علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے وصیت کی تھی کہ آقا میری لاش خیمے میں نہیں لایئے گا، اس لیے کہ مجھے سکینہ علیہا السلام سے شرمندگی ہوگی کہ پانی بھتیجی تک نہ پہنچا سکا) حضرت حبیب ابن مظاہر کو بنی اسد نے حضرت کے سرہانے دفن کیا جہاں اب ان کی قبر مطہر ہے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر کا تعلق قبیلہ بنی اسد سے تھا لہٰذا علیحدہ دفن کیا تاکہ ان کی قبر نمایاں رہے۔ (اس کے علاوہ ایک وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بچپن کے جانثار دوست تھے)

بنو تمیم نے حضرت حرؑ کی لاش کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر منور سے ایک میل کے فاصلے پر اس جگہ دفن کیا جہاں اس وقت ان کی قبر موجود ہے۔ مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ جب عمر ابن سعد ملعون کربلا سے دور چلا گیا تو قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے دو کام انجام دیئے۔ شہدائے کربلا کی نماز جنازہ ادا کی اور جہاں ان کو شہید کیا گیا تھا وہیں ان کو دفن کیا۔

مقام تصور ہے کہ یہ بات مخدرات عصمت وطہارت کے لیے کس قدر اذیت کا باعث تھی کہ لاش پارہ پارہ مظلوم کربلا تو تیسرے روز دفن ہوئی مگر سر مبارک اشقیاء جدا کر کے طرف کوفہ وشام لے گئے۔ کبھی نیزہ پر بلند کیا کبھی دیر راہب میں اور کبھی خانہ خولی میں، کبھی شاخ درخت پر لٹکایا، کبھی ابن زیاد ملعون کے سامنے رکھا اور کبھی یزید ملعون کے دربار میں لایا گیا۔ یہ دونوں ملعون حضرت علیہ السلام کے سر مبارک کے ساتھ گستاخی کے مرتکب ہوئے، صرف یہی نہیں بلکہ دندان مبارک پر چھڑی سے توہین کرتے رہے۔ مظلوم کربلا کے ساتھ ظلم کی انتہا یہ کی کہ کبھی صندوق میں بند کیا اور کبھی دروازہ مسجد جامع پر آویزاں کیا اور کبھی دروازہ یزید پر لٹکایا۔ افسوس کہ وہ چہرہ مبارک جسے رسول خداؐ بوسے دیا کرتے تھے، یزید ملعون نے اتنے مقدس سر کو طشت طلا میں رکھ کر چھڑی سے دندان مبارک پر گستاخی کی۔

اسیران آل محمد کوفہ میں

اسیران آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کوفہ میں لایا گیا کہ زیادہ سے زیادہ ان کی تشہیر ہو سکے۔ سروں کو اسیروں کے اونٹوں کے درمیان رکھا گیا تھا۔ تمام کوفہ میں اہل بیت اطہار اور شہدا کے سروں کو تشہیر کی گئی۔ کوفہ میں کوئی گلی وکوچہ ایسا نہ تھا جہاں آل محمدؐ کے لٹے ہوئے قافلہ کو پھرایا نہ گیا ہو، ہر طرف خوشی منائی جا رہی تھی اور لوگوں نے عید کے لباس پہنے ہوئے تھے۔ شرح قصیدہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر نیزہ طویل پر تھا اور نیزہ بردار عمر سعد کے ساتھ تھا۔ نور کی کرنیں سر اقدس سے آسمان تک جا رہی تھیں۔ دن کی روشنی میں بھی سر سے ظاہر ہونے والی نور کی کرنیں نظر آ رہی تھیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چالیس محملیں چالیس اونٹوں پر چلی آ رہی ہیں، جن میں عورتیں اور بچے سوار تھے اور میں نے یکا یک دیکھا کہ ایک شتر برہنہ پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سوار ہیں اور رگہائے گردن سے خون جاری ہے اور آپ نہایت مغموم ہیں اور فرما رہے ہیں۔ "تم لوگوں نے ہم آل رسولؐ کو شتر برہنہ پر سوار کیا اور قید کر کے پھرایا۔" آہ شتر لاغر ومجروح پر ناہموار زمین پر سفر ہو تو بہت زیادہ تکان ہوتی ہے۔ اس وقت طوق خاردار آہنی کے سبب حضرت کی گردن سے خون جاری تھا۔

منہال سے روایت ہے کہ "خدا کی قسم اس سفر میں جناب زینب وحضرت ام کلثوم علیہما السلام کے بے پالان تکلیف دہ سفر سے ان کے بدن چھل گئے تھے۔" جب بیبیاں قید ہو کر کوفہ کی طرف چلیں تو جتنے شہید تھے ان کے سر کاٹ کر صندوقوں میں بند کیے گئے تھے۔ جب کوفہ دو میل رہ گیا تو ابن زیاد کا حکم آیا کہ قافلہ روک دیا جائے اور قیدیوں کو ٹھہرایا جائے کیونکہ ابھی بازار آراستہ نہیں ہوئے ہیں۔ اسیران کربلا اس منزل پر رکے رہے اس وقت تمام قیدی نفس طاہرہ

دھوپ میں کھڑے رہے جبکہ بیبیوں کی گود میں بچے بھی تھے۔ جب نقارے بجنا شروع ہوئے تو حکم ہوا قیدیوں کو آگے بڑھایا جائے اور ساتھ ہی صندوقوں سے شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا دیئے جائیں اور جس بی بی کا جو عزیز ہو اس کا سر اس بی بی کے سامنے ہو۔ کس قدر درد انگیز وقت تھا۔ جب جناب علی اکبر کا سر مبارک حضرت ام لیلیٰ کی سواری کے سامنے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جناب زینب علیہا السلام کی سواری کے سامنے بلند ہوا۔ جب جناب زینب علیہا السلام کی نگاہ بھائی کے سر پر پڑی تو بی بی نے زار و قطار روتے ہوئے کہا۔ ''میری ماں کے چاند کیا میری ماں نے چکیاں پیس کر اسی دن کے لیے پالا تھا۔''

صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ جب کوفہ میں شہیدوں کے سر نیزوں پر بلند ہوئے تو قیامت کا شور برپا تھا۔ سب سے آگے سر حضرت امام حسین علیہ السلام تھا۔ روایت ہے کہ بی بی زینب علیہا السلام سر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرماتی تھیں۔ ''بھیا سر انور آپ کا نیزہ پر ہو اور بہنیں قید ہو کر پھرائی جائیں اے میرے مظلوم بھائی اپنے فرزند جناب زین العابدین علیہ السلام کی طرف دیکھئے جو نا تواں چل نہیں سکتا ہے، ان کی پشت پر تازیانے لگائے گئے۔ بھائی یہ مظلوم بار بار آپ کو پکارتا ہے اور مصروف گریہ ہے۔ جب جناب ام کلثوم علیہا السلام کی نظر سر حضرت امام حسین علیہ السلام پر پڑی تو فرمایا۔ ''تم لوگوں نے ہم پر ظلم و دشمنی کی انتہا کر دی تم نے ایسے ظلم کیے ہیں کہ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔''

جناب ام کلثوم کے یہ بین سن کر لوگوں میں گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں راوی کہتا ہے اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے۔ ''اس وقت تم کیا جواب دو گے جب رسول خداؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم لوگوں نے میرے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ کیا ظلم کیا۔ تم نے میرے قرابت داروں کو قتل کیا اور قید کیا تم نے یہ ظلم جو میرے اہل بیت پر کیا ہے کیا میرے احسان اور نیکیوں کا تم لوگوں کی طرف سے یہی صلہ ہے۔ مجھے اس کا اب کوئی افسوس نہیں ہوگا کہ تم پر وہ عذاب خداوندی نازل ہو جو تم سے پہلی قوموں پر نازل ہوئے۔''

مقتل ابی مخنف نے سہل شہروری سے روایت کی ہے کہ جب میں کوفہ آیا تو تمام کوفہ میں عید کا سماں تھا، جب میں نے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ آج مسلمانوں میں یہ کون سی عید ہے۔ یہاں کچھ لوگ رو رہے تھے لیکن اکثریت خوشی سے جھوم رہی تھی۔ البتہ کوفہ کی عورتوں میں بہت کم نظر آئیں جو عید کا لباس پہنے ہوں، ورنہ زیادہ تر عورتیں سیاہ لباس پہنے کھلے سر چھتوں پر سوار ہائے نبیؐ ہائے علی علیہ السلام کہہ کر ماتم کر رہی تھیں۔ جب میں ایک ضعیف آدمی کے پاس گیا اور اس سے خوشی اور غم کے ملے جلے اظہار کا سبب پوچھا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہاں سے الگ جگہ لے گیا اور دھاڑیں مار کر رونے لگا اور کہا ہماری آج عید نہیں ہے بلکہ بدبختی کی انتہا کا دن ہے، جو خوشی منا رہے ہیں یہ بنی امیہ کے خیر خواہ ہیں، اور جو رو رہے ہیں، نبی اکرمؐ کے جانثار ہیں۔ میدان کربلا میں اموی حاکم نے اپنے مقتولین بدر کے قرض اولاد نبیؐ سے چکائے ہیں۔ فرزند رسول حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے تمام کنبے کو ان لوگوں نے بھوکا پیاسا شہید کر دیا ہے، اور آج دختر زہرا علیہا السلام کو ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ابھی اس ضعیف شخص کی بات ختم

بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ڈھول باجوں اور نعروں کی آوازیں بلند ہونے لگیں سامنے نوک نیزہ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر تھا جس سے نور کی شعاعیں آسمان تک جا رہی تھیں۔

حضرت علی بن الحسین علیہ السلام بے پالان اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے ہاتھ گردن سے بندھے تھے، آپ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور دونوں پاؤں اونٹ کی پشت سے بندھے تھے اونٹوں پر سر برہنہ مستورات تھیں۔ جن کے ہاتھ پس گردن سے بندھے تھے۔ یہ اپنے بالوں سے پردہ کیے ہوئے تھیں۔ اس وقت ہر آنکھ اشک بار تھی اس دوران ایک آواز بلند ہوئی۔ ''اے اہل کوفہ تم اپنی آنکھیں بند کرلو کیا تمہیں شرم نہیں آتی اللہ اور اس کے رسولؐ سے کہ رسولؐ کے گھرانے کی عورتیں سر برہنہ ہیں اور تم انہیں آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ہو۔'' راوی کہتا ہے کہ اس آواز میں اتنا اثر تھا کہ اس کے بعد کسی کی مجال نہ تھی کہ سر اٹھا کر اونٹوں کی طرف دیکھتا اس قافلہ کو باب بنی خزیمہ پر آنے کا حکم دیا گیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب قافلہ شہر کوفہ سے گزر رہا تھا تو عورتیں چھتوں پر بیٹھی اسیروں کی تشہیر دیکھ رہی تھیں، ایک چھوٹی بچی جو جناب زینب علیہا السلام کی گود میں تھیں کہنے لگیں، پھوپھی اماں مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے۔ چھت پر بیٹھی ایک عورت نے اس جملے کو سن لیا اس نے اپنی خادمہ کو آواز دی۔ ارے غضب خدا کا یہ بچی تو بہت پیاسی ہے، نامعلوم یہ کس گھرانے کے قیدی ہیں جلد از جلد جام آب لاؤ۔ یہ پانی کا کوزہ لیے ہوئے اتری تو یہ عورت خود بھی ساتھ آ گئی اور ناقہ کے قریب کھڑے ہو کر پانی آگے بڑھاتے ہوئے کہا اے بی بی تم بہت پیاسی ہو لو یہ پانی پی لو۔ جب بچی نے پانی کا کوزہ ہاتھ میں لیا تو جناب زینب علیہا السلام نے اس کی صورت دیکھ کر فرمایا۔ ''اے مومنہ! تیری کوئی خواہش ہو تو بتا جناب زینب علیہا السلام کی یہ بات سن کر اس عورت نے عرض کی بی بی ممکن ہو آپ کی دعا میں اثر ہو میں بہت دنوں سے مدینہ سے دور ہوں۔ میری شہزادی مدینے میں ہیں۔ خدا کرے ہمیں بی بی کی زیارت نصیب ہو جائے۔ اتنا سننا تھا کہ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا اے ام حبیبہ تم نے اپنی زینب علیہا السلام کو نہیں پہچانا اتنا سننا تھا کہ ام حبیبہ غم سے نڈھال ہو گئیں اور واقعات کربلا سن کر شدت سے گریہ وزاری کی۔

مقتل لہوف کے مواقف جب بازار کوفہ میں اسیران کربلا کی تشہیر کی جا رہی تھی۔ ایک مکان کی چھت سے ام حبیبہ نام کی ایک مستور نے پوچھا ''اے بیبیوں تم کہاں کی قیدی ہو'' بیبیوں نے جواب دیا۔ ''ہم آل محمدؐ سے قیدی ہیں۔'' یہ سن کر ام حبیبہ چھت سے اتریں پھر جا کر چادریں اکٹھا کیں اور لا کر تمام بیبیوں میں تقسیم کیں اس وقت کسی میں چادر لینے کی طاقت نہ تھی کیونکہ ان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ ام حبیبہ نے خود اپنے ہاتھوں سے ہر ایک بی بی کے سر پر چادر ڈالی لیکن جلد ہی ابن سعد کے حکم سے ان بیبیوں کے سروں سے تمام چادریں نیزوں سے اتار لی گئیں۔

شواہد النبوت میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ''جب ہم کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے کوچ اور قیام کی کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام نے حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام کا ذکر نہ کیا ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ دنیا کی ذلت و پستی کی یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کو ایک عورت کی

وساطت سے بنی اسرئیل کے اہلکاروں کو ہدیۃً پیش کیا گیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے روایت تحریر فرمائی کہ مسلم جصاص کا بیان ہے کہ مجھے دارالامارہ میں سفیدی کرنے کا حکم ملا تھا میں سفیدی کرنے میں مصروف تھا کہ ڈھول اور باجوں کی آواز آئی میں نے کام ختم کیا اور منہ ہاتھ دھو کر ایک چوک پر آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ چالیس اونٹ آئے جن پر پالان نہیں تھے ہر اونٹ پر ایک رسن بستہ مستور سوار تھی ایک اونٹ پر جناب علی بن الحسین علیہ السلام اس طرح سوار تھے کہ آپ کے پاؤں اونٹ کے پیٹ سے بندھے ہوئے تھے اور آپ کی پشت اور پاؤں سے خون بہہ رہا تھا، جو عورتیں چھتوں پر تھیں انہوں نے صدقہ کی کھجوریں بچوں کو دیں تو علی علیہ السلام کی بیٹیوں جناب زینب علیہا السلام اور جناب ام کلثوم علیہا السلام نے ان عورتوں کو بتایا۔ ''اے کوفی عورتوں شاید تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم آل محمدؐ ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے۔'' پھر بچوں سے فرمایا کھجوریں پھینک دو۔

علامہ دربندی علیہ الرحمہ نے اسرار الشادہ میں روایت کی ہے کہ کوفہ پہنچنے سے قبل قافلہ نے بیرون کوفہ قیام کیا لشکر اعدا نے اپنے لیے تو خیمے لگائے لیکن آل محمدؐ کے قیدیوں کو زیر آسمان ساری رات ایک گرم ٹیلے پر بٹھائے رکھا کیونکہ یہاں آنے کی اطلاع پہلے سے پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا ان لعینوں کے لیے تو کھانا اور پانی آ گیا لہٰذا یہ سب تو کھانا کھاتے رہے لیکن کسی نے اسیران آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ نہ دیا۔ یہ بچے جو کربلا میں پیاسے تھے بیرون کربلا بھی پیاس کی شدت سے بلکتے رہے مگر کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔

حافظ جمال الدین محدث اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ جب عبداللہ ابن زیاد کو اسیران اہل بیت کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے تمام شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص مسلح ہو کر گھر سے باہر نہ نکلے اور کسی قسم کا ہتھیار اپنے ساتھ نہ رکھے۔ اس کے علاوہ دس ہزار فوج کا لشکر شہر کی تمام گلیوں اور ناکوں پر مقرر کر دیا تا کہ شیعیان علی اور دوستداران اہل بیت کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ شہر کے تمام ضروری انتظامات کرنے کے بعد قصر دارالامارہ کو بھی خوب آراستہ و پیراستہ کیا دوسرے دن صبح کو عمر سعد فوج کے ہمراہ بڑے تزک و احتشام سے شہر میں داخل ہوا۔ اہل بیتؑ کی خبر سن کر چاروں طرف سے کوفہ کے بے غیرت نامردوں کا وہ ہجوم ہوا کہ الحفیظ والامان دوست و دشمن سب اہل بیت کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے اور دشمن اپنے کیے پر افسوس کرنے لگے۔

سہل شہرزوری کا بیان ہے کہ میں نے اسیران اہل بیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کو اسیران ترک و روم کی طرح لیے جا رہے تھے، چاروں طرف تماشائیوں کا ہجوم تھا اور کوٹھوں پر عورتیں یہ منظر دیکھنے میں مصروف تھیں۔ ان میں سے ایک عورت نے پوچھا تم لوگ کس قوم کے اسیر ہو جواب دیا ہم اسیران آل محمدؐ ہیں۔

سہل شہرزوری کا بیان ہے کہ جب قافلہ کوفہ میں داخل ہوا اور سر حسین علیہ السلام نیزہ پر بلند ہوا تو لوگوں کی گریہ کی آوازیں بلند ہوئیں میں نے دیکھا سر حسین علیہ السلام سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں اتنا رویا کہ میرا گلا بیٹھ گیا۔ آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے ان کے پیچھے جناب ام کلثوم علیہا السلام کی سواری تھی اور آپ فرما رہی تھیں۔ ''اے کوفہ والو! تم اپنی آنکھیں بند کر لو کیا تمہیں خدا اور رسولؐ سے حیا نہیں آتی کہ اہل حرم کے چہرے کھلے ہیں

اورتم ان کو دیکھتے ہو۔'' اس قافلہ کو بنی حزیمیہ کے دروازے پر روکا گیا اس وقت سر حسین علیہ السلام نیزہ پر سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب سر حسین علیہ السلام سے تلاوت اس آیت پر پہنچی۔ ''کیا تمہارا گمان ہے کہ اصحاب کہف ورقیم میری قدرت کی نشانیوں سے سے عجیب نشانی تھی۔'' سہل شہزوری کا بیان ہے کہ میں یہ منظر دیکھ کر بہت رویا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا فرزند رسول کا سر ان سب سے زیادہ عجیب ہے اس کے بعد مجھ پر روتے روتے بیہوشی طاری ہوگئی۔ جب مجھے ہوش آیا تو سر مبارک نے سورہ کہف کی تلاوت ختم کر لی تھی۔

ابی مخنف نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے عبداللہ بن عفیف کو شہید کرنے کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک منگوا کر عمر بن جابر مخزومی کو دیا اور اس سے کہا سر حسین علیہ السلام کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھراؤ زید بن ارقم سے روایت ہے کہ میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جو نیزہ پر تھا جب میرے قریب سے گزرا تو میں نے سنا کہ سر مبارک اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ ''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کر واقعہ اصحاب کہف ورقیم میری قدرت کی نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھی۔'' (ترجمہ سورہ کہف آیت ۹) زید بن ارقم کا کہنا ہے کہ یہ دیکھ کہ میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میرا بدن لکڑی کی طرح سخت ہوگیا اور میں نے کہا اے فرزند رسولؐ! آپ کے سر اقدس کا قصہ تو اصحاب کہف ورقیم سے زیادہ عجیب ہے۔

شواہد النبوت کے موافق زید بن ارقم سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے حکم سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر انور کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں پھرایا گیا تو اس وقت میں اپنے مکان کی کھڑکی میں کھڑا تھا جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک میرے پاس سے گزرا تو میں نے یہ آواز سنی۔ ''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ واقعہ اصحاب کہف و رقیم میری قدرت کی نشانیوں میں سے عجیب نشانی ہے۔'' اس آواز کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور میں پکار اٹھا خدا کی قسم یہ سر تو ابن رسول اللہ کا ہے اور اس میں سے ایسی آواز کا صادر ہونا عجیب بات ہے۔

سر الشہادتین میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے روایت کی ہے کہ ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے کہا میں نے دیکھا واللہ سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو نیزے پر لے کر دمشق جا رہے تھے اور آگے آگے سر مبارک کے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا جا رہا تھا جب اس آیت پر پہنچا کہ کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں سے عجوبہ تھے تو گویا کر دیا اللہ نے سر مبارک کو بزبان فصیح، پھر کہا سر مبارک نے عجیب تر ہے اصحاب کہف کے قصے سے قصہ میرے قتل کا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام بحکم ابن زیاد کوچہ و بازار میں پھرایا گیا۔

صاحب کامل و مناقب، ابن نما و ناسخ التواریخ نے ابو مخنف سے روایت نقل کی ہے کہ عمر سعد نے حضرت کا سر مبارک خولی اصبحی کی تحویل میں دیا اور کہا جب تک میں سر حسین علیہ السلام کو طلب نہ کروں تم اس سر کو اپنی تحویل میں رکھنا۔ یہ ملعون سر انور رات کو لے کر روانہ ہوا اور سر مبارک کو لے کر اپنے گھر پہنچا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک قبیلہ بنی اسد سے دوسری قبیلہ خضرم سے جس کا نام نوار تھا۔ یہ ملعون سر لے کر نوار کے پاس آیا تو اس نے دریافت کیا یہ سر کس کا ہے؟ خولی اصبحی ملعون نے بتایا کہ یہ سر حسین علیہ السلام کا ہے یہ سن کر اس نے کہا تو واپس چلا جا اور ایک لکڑی مار کر

کہنے لگی لوگ اپنے گھر سونا چاندی لاتے ہیں اور تو فرزند سرور کائنات کا سر لایا ہے۔ تو یہاں سے واپس چلا جا خدا کی قسم اب نہ میں تیری بیوی ہوں اور نہ تو میرا شوہر۔

یہ ملعون وہاں سے نکل کر دوسری بیوی کے پاس آیا جس کا نام اسدیہ تھا اس نے دریافت کیا یہ کس کا سر ہے۔ ملعون نے کہا یہ سر ایک خارجی کا ہے (معاذ اللہ) جس نے عراق میں بغاوت کی تھی اور ابن زیاد نے اسے قتل کر دیا زوجہ نے اس سے پوچھا جس کا یہ سر ہے اس کا نام کیا تھا؟ خولی نے اپنی بیوی پر نام ظاہر نہیں کیا اور سر مبارک کو ایک گوشے میں رکھ دیا اور رات کو سو گیا اس کی زوجہ کا بیان ہے کہ یہ سر مبارک صبح تک تلاوت قرآن کرتا رہا اور آخری آیت جو تلاوت کی وہ یہ تھی۔ ''جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کس جگہ پلٹ کر جانا ہے۔ خولی انحی ملعون کی زوجہ کہتی ہے جب میں نے بجلی کی کڑک جیسی آوازیں سنیں تو میں سمجھ گئی کہ یہ فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں ہیں۔

بازار کوفہ میں خطبہ جناب زینب علیہا السلام

مقتل لہوف، بحار الانوار، ریاض القدس، مثیر الاحزان اور ناسخ التواریخ میں منقول ہے۔ جناب زینب علیہا السلام نے کوفہ میں جو خطبہ دیا وہ فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھا۔ سننے والے کہہ رہے تھے، علی علیہ السلام کی بیٹی کا یہ انداز بالکل علی کی خطابت جیسا ہے۔

آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا خاموش ہو جاؤ اس اشارہ میں اتنا اثر تھا کہ لوگوں کی سانس سینوں میں رک گئی اونٹوں کے گلے میں پڑی گھنٹیوں کی آوازیں بھی رک گئیں پھر آپ نے خطبہ کا آغاز حمد و ثنائے الٰہی اور رسول خداؐ پر درود و سلام کے بعد فرمایا۔ ''اے اہل کوفہ! مکارو اور غدارو اب ہم پر کیا گریہ کرتے ہو؟ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں خدا کرے تمہارے آنسو بھی نہ رکیں۔ ہماری آہ و بکا نہیں رکی۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو دن بھر چرخے پر دھاگہ بنتی رہے اور رات کو اسے ادھیڑ دے۔ تم نے اسلام کی آڑ میں مکر و فریب کیا، تم مفسد اور خود غرض ہو۔ تم نے عہد توڑا ہے۔ تم لوگ کینہ پرور ہو۔ تم کنیزوں کی طرح چاپلوس اور ساز باز کرنے والے ہو۔ تمہاری مثال گندگی پر اگنے والے سبزے کی ہے جو کھانے کے قابل نہیں ہوتا اور تمہاری مثال تو اس چاندی کی طرح ہے جسے کسی قبر پر چڑھایا جائے جس سے کوئی فائدہ نہ ہو تم نے آخرت کیلئے کتنا برا ارادہ مہیا کیا ہے جو خدا کے غیض و غضب کا سبب ہے اور اسمیں تمہارے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ تم ہمیشہ عذاب خدا میں مبتلا رہو گے۔ تم ہمیں قتل کرنے کے بعد گریہ وزاری کر کے اپنے آپ کو سرزنش کر رہے ہو، خدا کی قسم تمہیں زیادہ رونا اور کم ہنسنا چاہئے تم نے جو اپنے دامن پر ذلت و رسوائی کا داغ لگایا ہے اسے تم کبھی نہیں مٹا سکتے۔ فرزند رسولؐ اور جوانان جنت کے خون کو نہیں مٹایا جا سکتا۔ وہ ہستی جو جنگوں اور مشکلات میں تمہاری پناہ گاہ تھی جس نے تمہیں دین سکھایا تم نے اسے قتل کیا تم نے اپنے سر بہت بڑا عذاب مول لیا ہے، تم نے گناہ کا جو بوجھ اٹھایا ہے خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور رکھے اور تم پر عذاب نازل کرے۔ تمہاری ہر کوشش پانی پر نقش بنانے کے مترادف ثابت ہوئی۔ تم نے خود اپنے ہاتھوں نقصان اٹھایا۔ تم نے خدا

کے عذاب کو دعوت دی اور ذلت ورسوائی نے تمہیں گھیر لیا۔

اے اہل کوفہ وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس جگر گوشہ رسولؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے؟ اور تم نے عصمت وطہارت کی پروردہ رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کیا اور تم نے کس کے خون کو زمین پر بہایا ہے، کس کی حرمت کو پامال کیا اور کیسا ظلم کیا تم نے کیسا غلط کام کیا اور کس قدر گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمہارا ظلم وستم زمین وآسمان کے مساوی ہے۔ کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ آسمان سے خون برسا۔ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت ہوگا اور تمہیں ذلیل وخوار کرنے والا ہوگا۔ اس وقت تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ خدا انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسلئے جو تمہیں مہلت ملی ہے اس پر مطمئن نہ ہو۔ پروردگار عالم تمہارے انتظار میں ہے تاکہ بہائے جانے والے خون ناحق کا حساب لے۔"

جناب زینب علیہا السلام کے اس اثر انگیز خطبہ کو سن کر لوگ حیران تھے اور گریہ وزاری کر رہے تھے اس وقت لوگ اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہے تھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اس وقت ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی اور کہہ رہا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ کے بزرگ بہترین بزرگ آپ کے جوان بہترین جوان آپ کی عورتیں بہترین عورتیں اور آپ کا خاندان بہترین خاندان ہے۔ جو کبھی رسوا نہیں ہو سکتا۔

بشیر بن جزلم اسدی کا کہنا ہے کہ قسم بخدا میں نے جناب زینب علیہا السلام سے بڑھ کر عرب میں کسی عورت کو ایسا فصیح وبلیغ نہیں پایا۔ ایسا لگتا تھا جیسے آپ لہجہ علی میں خطبہ ارشاد فرما رہی ہیں۔

بازار کوفہ میں جناب ام کلثوم کا خطبہ

ابو مخنف سے روایت ہے کہ جب اہل حرم بازار کوفہ میں داخل ہوئے تو اہل کوفہ بچوں کو کھانے کے لیے خرمے اور اخروٹ دیتے تھے۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام یہ دیکھ کر پریشان ہوگئیں اور فرمایا اے اہل کوفہ صدقہ ہم اہل بیت پر حرام ہے۔ آپ اس وقت بچوں کے ہاتھوں سے خرمے لے کر پھینک رہی تھیں۔ جب کوفیوں نے یہ دیکھا تو رونے پیٹنے لگے۔ اس وقت آپ علیہا السلام نے فرمایا اے اہل کوفہ تمہارے مرد ہمارے مردوں کو قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ اے کوفیو! تم نے ہمارے ساتھ دشمنی وعداوت کی اور ہم پر بہت بڑا ظلم کیا۔ اے کوفیو! تم بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہو عنقریب آسمان پھٹ پڑے گا اور زمین دھنس جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام کے یہ جملے اس قدر پر اثر تھے کہ سننے والوں کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوگئیں اور وہاں موجود لوگ چیخیں مار کر رونے لگے۔

بحار الانوار مقتل لہوف اور صاحبان سیر وتاریخ نے جناب ام کلثوم علیہا السلام کے بازار کوفہ میں خطبہ کی تفصیل اس طرح رقم کی ہے کہ جناب ام کلثوم علیہا السلام کوفہ میں اونٹ کی پشت پر سوار بلند آواز میں گریہ فرما رہی تھیں اور کوفیوں سے مخاطب تھیں۔ "اے کوفیو تم پر وائے ہو تم نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا ان کا مال واسباب لوٹا اور تم خود اس کے وارث بن گئے۔ تم نے اہل حرم کو قیدی بنایا اور مصائب میں مبتلا کیا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کتنا بڑا گناہ اپنے سر مول لیا

ہے۔ کیا تم جانتے ہو تم نے کس کا خون ناحق بہایا ہے اور کن بزرگ ہستیوں پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑے ہیں اور کن کا مال واسباب لوٹا ہے۔ تم نے ایسوں کو قتل کیا اور لوٹا ہے جو حضرت رسول خداؐ کے بعد سب سے زیادہ باعظمت تھے، یہ باعث عز و شرف تھے۔ تمہارے دلوں سے رحم و ہمدردی ختم ہوگئی لیکن یہ جان لو ہمیشہ اللہ والے کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور شیطانی گروہ اپنے مقصد میں ناکام ہوتا ہے۔ تم لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کیا۔ وائے ہو تم پر تم بہت جلد عذاب الٰہی میں مبتلا ہوگے اور آگ میں جلو گے۔ میں تمہیں جہنم کی خبر دیتی ہوں۔ تم ہمیشہ آتش دوزخ میں جلتے رہو گے اور تمہیں کبھی سکون نہیں ملے گا۔

اس خطبے کو سن کر لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور سروں پر مٹی ڈالنے لگیں۔ اس خطبے کے اثرات اتنے شدید تھے کہ عورتیں اپنے چہرے نوچ رہی تھیں اور منہ پر طمانچے مار رہی تھیں اور ان کے مرد چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔

کوفہ میں حضرت امام زین العابدینؑ کا خطبہ

بحارالانوار، مقتل لہوف اور دیگر معتبر کتب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے لوگوں کو اشارہ کیا خاموش ہو جاؤ۔ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو آپ کھڑے ہوئے اور بعد حمد وثناء اور درود وسلام فرمایا: "اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں اور جو نہیں جانتا اسے میں بتاتا ہوں کہ میں علی بن الحسین علیہ السلام ابن علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی عزت و ناموس کو پامال کیا گیا اور مال واسباب لوٹا گیا اور اہل وعیال کو قید کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کو بے جرم و خطا فرات کے کنارے ذبح کیا گیا اور بغیر دفن و کفن اسی حالت میں چھوڑ دیا گیا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ تم ہی نے میرے پدر بزرگوار کو خط لکھے اور ان کے ساتھ بے وفائی اور مکر و فریب کیا اور ان کو شہید کیا۔ کس قدر برا عقیدہ ہے تمہارا تم کسی طرح بھی رسول خداؐ کے پاکیزہ چہرے کو نہ دیکھ سکو گے جب جناب رسول خداؐ مخاطب ہوں گے۔ تم لوگوں نے میری عترت کو بے جرم و خطا قتل کیا اور ان کی بے حرمتی کی لہٰذا تم میرے امتی نہیں ہو۔

اس خطبہ کو سنکر ہر طرف رونے کی آوازیں بلند تھیں اور وہاں موجود لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے ہم ہلاک ہوئے اور ان کی عظمت کو نہ سمجھے۔

دربار ابن زیاد میں اہل بیت کا داخلہ

بحارالانوار، مقتل لہوف اور ینابیع المودۃ کے موافق ابن زیاد کوفہ کے محل میں آکر بیٹھا اور لوگوں کو یہاں آنے کی اجازت دی سراقدس حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے سامنے رکھا گیا اس کے بعد اسیران کربلا کو لایا گیا، خانوادہ رسولؐ کی عورتوں اور بچوں کو اس طرح دربار میں لایا گیا کہ کوئی یہ نہ جان سکے کہ یہ اہل بیت رسولؐ ہیں۔ جناب زینب علیہا السلام ایک گوشہ میں بیٹھی تھیں، ابن زیاد نے دریافت کیا یہ خاتون کون ہیں۔ اس کو بتایا گیا کہ یہ زینب بنت علی علیہ السلام ہیں۔ ابن زیاد

ملعون آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔" خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں رسوا کیا اور جھٹلایا۔" (معاذ اللہ)

جناب زینب علیہا السلام نے اس ملعون کو جواب دیا۔" رسوا وہ ہوتا ہے جو فاسق و فاجر ہو۔ جھوٹ فاجر بولتے ہیں وہ سب ہمارے سوا ہیں۔" ابن زیاد نے کہا" تم نے دیکھا کہ خدا نے تم لوگوں کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔" جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا" پروردگار عالم نے میرے بھائی اور ان کے اصحاب کے لیے شہادت کا درجہ عطا فرمایا اور یہ سب ہمیشہ رہنے والی آرام گاہوں میں چلے گئے۔ پروردگار عالم عنقریب ان شہیدوں کو اور تجھے ایک ہی مقام پر جمع کرے گا اور ان کے ظلم کے بارے میں جو تو نے کیا باز پرس کرے گا۔ اے مرجانہ کے بیٹے تیری ماں تیرے غم میں روئے تو آخرت میں دیکھے گا کہ کس کی فتح ہوئی"۔

جناب زینب علیہا السلام کے کلام کو سن کر ابن زیاد غضب ناک ہوا اور آپ کے قتل پر آمادہ ہوا اس وقت دربار میں سکتہ چھا گیا۔ عمرو بن حریث نے کہا یہ عورت ہیں ان کے قتل سے باز آجا۔ جب ابن زیاد لعین نے یہ دیکھا کہ بی بی کے خطبہ کا لوگوں پر گہرا اثر ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفت بڑھ جائے تو اس ملعون نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور کہنے لگا۔" خدا نے حسین علیہ السلام اور ان کے بھائی اور اہل بیت کے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈک بخشی ہے۔" جناب زینب علیہا السلام نے اس کے جواب میں فرمایا" تو نے ہمارے بزرگوں کو قتل کیا اور ہماری نسل کشی کی اور کہتا ہے تجھے اس ظلم کرنے سے سکون ملا۔"

جناب زینب علیہا السلام کی یہ گفتگو سنکر ابن زیاد نے کہا" زینب علیہا السلام وہ عورت ہیں کہ اس طرح فصیح و بلیغ کلام کر رہی ہیں کہ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے والد علی ابن ابی طالب بھی اسی طرح کلام کرتے تھے وہ بھی شاعر و شجاع تھے۔"

اس کے بعد ابن زیاد جناب زین العابدین علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا۔ یہ جوان کون ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ علی بن الحسین علیہ السلام ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کیا علی بن الحسین علیہ السلام کو خدا نے قتل نہیں کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جواب دیا علی بن الحسین علیہ السلام میرے بھائی تھے جن کو خدا نے نہیں لوگوں نے قتل کیا۔ دوبارہ ابن زیاد نے کہا ان لوگوں نے نہیں بلکہ خدا نے قتل کیا۔ اس کے جواب میں آپ علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ترجمہ" پروردگار عالم قبض کرتا ہے جانوں کو بوقت موت اور جو لوگ نہیں مرے ان کی روحیں ان کی نیند میں کھینچی جاتی ہیں"۔ (سورۃ الزمر، آیت ۴۲)

ابن زیاد نے کہا تمہاری یہ مجال کہ مجھے جواب دو۔ پھر ایک شقی کو حکم دیا کہ ان کو لے جا کر قتل کر دو۔ جب بیبیوں نے یہ سنا تو سب پریشان ہو گئیں اور جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا" اے پسر زیاد! تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اب اگر ان کے قتل کا ارادہ ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے"۔

علامہ باقر مجلسی، شیخ مفید اور ابن نما علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس وقت جناب زینب علیہا السلام نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت سید سجاد علیہ السلام کی گردن میں ڈال دیئے اور فرمایا" اے ابن زیاد اس قدر کشت و خون تجھ کو کافی نہیں

ہے"۔ یہ فرما کر حضرت سید سجاد علیہ السلام کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرماتی تھیں۔"اے ابن زیاد اس بیمار کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی قتل کر دے"۔ آخر ابن زیاد قتل کے ارادہ سے باز آیا۔ راوی کہتا ہے حضرت سید سجاد علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا۔"اے عمہ آپ اس سے کچھ نہ کہیں میں اس سے بات کرتا ہوں"۔ پھر ابن زیاد سے مخاطب ہوئے۔"اے ابن زیاد تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے کیا تو یہ نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہمارا شیوہ ہے اور بزرگی ہماری شہادت ہے"۔ اس کے بعد ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مسجد جات کے پہلو میں جو خرابہ ہے اس میں ان کو قید کر دو۔ جناب زینب علیہا السلام فرماتی ہیں اس خرابے میں ہمارے پاس سوائے کنیزوں اور اسیر عورتوں کے اور کوئی عورت نہیں آئی کیونکہ جو عورتیں آتی تھیں وہ سمجھتی تھیں کہ جیسے ہم اسیر ہیں ویسے ہی یہ بھی اسیر ہیں۔

اہل بیتؑ ابن زیاد کی قید میں

امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے مطابق عبداللہ، ابن زیاد کا دربان کہتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر میرے پاس پیش کیا جائے۔ اس حکم کے ساتھ ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا۔ اس ملعون کے ہاتھ میں چھڑی تھی، یہ ملعون یہ چھڑی حضرت علیہ السلام کے دندان مبارک پر مارنے لگا اور ساتھ ہی یہ کہتا تھا۔ حسین علیہ السلام کتنا جلدی بوڑھے ہو گئے۔ ابن زیاد کی یہ گستاخی دیکھ کر ایک مرد کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ اے ابن زیاد! تو اپنی ناپاک چھڑی جن دندان مبارک پر مار رہا ہے یہاں رسول اللہؐ بوسے دیا کرتے تھے۔ اس پر ابن زیاد ملعون نے کہا آج کا دن بدر کے دن کے انتقام کا دن ہے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ علی بن الحسین علیہ السلام کو زنجیروں میں جکڑ کر عورتوں اور بچوں کے ساتھ قید خانہ میں بند کر دیا جائے۔ قید خانہ کا دربان کہتا ہے میں بھی ان قیدیوں کے ساتھ قید خانہ تک گیا۔ میں نے دیکھا ہر کوچہ و گلی جہاں سے ہم گزرتے تھے، لوگوں کے ہجوم سے بھری ہوئی تھی۔ تمام لوگ رو رہے تھے اور سر پیٹ رہے تھے۔ ہم نے ان اسیروں کو زندان میں قید کر کے زندان کا دروازہ بند کر دیا۔ بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ابن زیاد سے فرمایا اے ابن زیاد! تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور بزرگی ہماری شہادت ہے۔ پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ پہلوئے مسجد اعظم میں ایک خرابہ ہے اس میں ان سب کو محبوس کرو۔ اس وقت جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا۔"ہمارے پاس زنان عرب سے کوئی نہ آئے سوائے کنیز یا ام ولد کے کیونکہ وہ بھی اسیر ہیں۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے اس بارے میں تحریر فرمایا ہے ابن زیاد نے حکم دیا کہ جو مکان مسجد اعظم کے پہلو میں ہے اس میں ان سب کو لے جا کر قید کرو۔ اس وقت حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا۔"ہمارے پاس زندان میں کوئی نہ آئے ہاں اگر کنیزیں آئیں تو آ جائیں کیونکہ یہ بھی اسیر ہیں اور ہم بھی اسیر ہیں"۔

حضرت زید بن ارقم

شیخ ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے امالی میں ابن زیاد کے دربان سے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد کے سامنے سر حضرت امام حسین علیہ السلام لایا گیا تو اس لعین نے اسے طشت طلاء میں رکھوا دیا اس وقت اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی جسے حضرت علیہ السلام کے دندان مبارک پر لگاتا تھا اور کہتا تھا۔ ''اے ابا عبداللہ تم کس قدر بوڑھے ہو گئے ہو اور تمہارے دانت کتنے اچھے ہیں۔'' یہ دیکھ کر حضرت زید بن ارقم نے ابن زیاد سے کہا دندان مبارک پر چھڑی نہ مار میں نے پیغمبر خداؐ کو اس مقام کے بوسے لیتے دیکھا ہے۔

ابن خلدون کے موافق ابن زیاد نے دربار عام کیا اور شہدائے کربلا کے سر لائے گئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ایک طشت میں ابن زیاد کے سامنے تھا اور اس کے ہاتھ میں بید کی چھڑی تھی جسے بار بار حضرت علیہ السلام کے دندان مبارک پر مار رہا تھا۔ حضرت زید بن ارقم سے ضبط نہ ہو سکا اور ابن زیاد سے مخاطب ہوئے۔ ''ان دانتوں پر چھڑی نہ مار بخدا میں نے بار بار ان لبوں اور دندان پر حضرت رسول خداؐ کو بوسے دیتے دیکھا ہے۔

روضۃ الصفاء، روضۃ لاحباب، اعثم کوفی، کامل ابن اثیر، تاریخ طبری اور بیشمار صاحبان سیر و تاریخ نے حضرت زید بن ارقم کی دربار ابن زیاد میں حق گوئی کو رقم کیا ہے۔ شیخ ابن نما علیہ الرحمہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں ابن زیاد کے پاس گیا تو دیکھا کہ یہ ایک چھڑی دندان مبارک حضرت امام حسین پر مار رہا ہے اور کہتا ہے حسین علیہ السلام کے دانت کتنے اچھے ہیں۔ انس کہتے ہیں میں نے اس سے کہا یہ ناشائستہ حرکت نہ کر کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جس جگہ تو چھڑی مار رہا ہے یہ بوسہ گاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی۔

ترمذی میں سعید بن معاذ اور عمر بن سہل جو دربار ابن زیاد میں موجود تھے۔ ان سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد شقی بے باک دندان مبارک پر حضرت کے چھڑی مار رہا تھا تو زید بن ارقم نے کہا ''تو حضرت کے دندان مبارک پر چھڑی نہ مار کیونکہ میں نے بچشم خود پیغمبر خداؐ کو لب ہائے مبارک پر بوسے دیتے دیکھا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت زید بن ارقم چیخ چیخ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے ان کو اس طرح شدت غم سے روتے دیکھا تو اس نے کہا ''خدا تجھ کو رلائے اے دشمن خدا!! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

حضرت زید بن ارقم نے کہا ''میں تیرے سامنے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو تجھے اس سے بھی زیادہ دشوار گزرے گی۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام رسول خداؐ کے دائیں زانو پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام بائیں زانو پر بیٹھے تھے اور حضرت رسول خداؐ دست مبارک دونوں کے سروں پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ ''اے اللہ میں ان کو اور صالح المومنین یعنی علی کو تیرے حوالے کرتا ہوں''۔ پس اے ابن زیاد تو نے اپنے پیغمبر کی امانت کی خوب حفاظت کی کہ انہیں بے جرم و خطا قتل کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عفیف

حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی محبان اہل بیت میں سے تھے۔ آپ نہایت متقی اور عابد و زاہد تھے۔ جنگ صفین اور جنگ جمل میں آپ حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ آپ کی دائیں آنکھ جنگ صفین میں اور بائیں آنکھ جنگ جمل میں ضائع ہوگئی تھی اس کے بعد سے آپ کوفہ کی جامع مسجد میں شب و روز عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

ابی مخنف، نورالابصار، مقتل لہوف اور دیگر کتب میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ ابن زیاد منبر پر گیا اور کہنے لگا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے حق ثابت کیا اور امیر المومنین یزید اور اس کے پیروکاروں کی مدد کی اور حسین بن علی علیہ السلام کو قتل کیا اس لعین نے حضرت کی شان میں گستاخی کی اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ حضرت عبداللہ بن عفیف یہ سن کر اپنی جگہ سے اٹھے اور ابن زیاد کو مخاطب کیا اے مرجانہ کے بیٹے تو جھوٹا ہے۔'' اے دشمن خدا تو انبیا کی آل اولاد کو قتل کر کے مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر ایسی باتیں کرتا ہے۔

ابن زیاد جناب عبداللہ بن عفیف کی یہ گفتگو سن کر بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا۔ یہ شخص کون ہے۔ حضرت عبداللہ بن عفیف نے با آواز بلند جواب دیا۔ یہ میں ہوں اور کہا'' اے دشمن خدا تو اولاد پیغمبر کو قتل کرتا ہے۔ جنہیں پروردگار عالم نے ہر طرح کی نجاست سے پاک رکھا۔ اس کے باوجود تجھے گمان ہے کہ تو مسلمان ہے۔ آپ نے آواز دی کہاں ہیں مہاجرین اور انصار کی اولادیں جوان پلیدوں سے انتقام لیں یہ وہ ملعون ہیں جنہیں رسول خداؐ ہمیشہ ملعون ابن ملعون کہا کرتے تھے۔ یہ سن کر ابن زیاد آپے سے باہر ہوگیا اور غیض میں آکر کہنے لگا۔ عبداللہ کو میرے پاس لاؤ۔

جب ابن زیاد کے سنگ دل سپاہی جناب عبداللہ بن عفیف کو گرفتار کرنے کیلئے بڑھے تو قبیلہ ازد سے تعلق رکھنے والے حضرت عبداللہ بن عفیف کے چچازاد بھائی اپنی جگہ سے اٹھے اور ان کو سپاہیوں سے چھڑا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبداللہ بن عفیف کو ان کے گھر جا کر گرفتار کیا جائے۔ سپاہی ان کی گرفتاری کیلئے روانہ ہوگئے۔ یہ خبر ملتے ہی قبیلہ ازد کے افراد جمع ہوگئے اور ان کے ساتھ یمن کے قبائل بھی مل گئے تا کہ حضرت عبداللہ بن عفیف کی حفاظت کریں۔

جب ابن زیاد کو اس کی خبر ملی تو اس نے قبیلہ مضر کے لوگوں کو جمع کیا اور محمد بن اشعث کی سربراہی میں ایک لشکر سواروں کا جنگ کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر پہنچا تو شدید جنگ ہوئی جس میں حضرت عبداللہ بن عفیف کی نصرت و حمایت میں لڑنے والے بہت سے لوگ مارے گئے۔ بحارالانوار میں ہے کہ اس کے بعد ابن زیاد کے سپاہی دروازہ توڑ کر حضرت عبداللہ بن عفیف کے گھر میں داخل ہوگئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عفیف کی صاحبزادی نے آواز دی بابا دشمن کی فوج گھر میں داخل ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا بیٹی گھبراؤ نہیں تم میری تلوار مجھے لا دو بیٹی نے تلوار آپ کو لا کر دیدی اور نہایت حسرت و یاس سے کہا بابا جان کاش میں مرد ہوتی اور ان بدکردار لوگوں سے جنگ کرتی جن لوگوں نے رسول خداؐ کی آل کو قتل کیا۔ ابن زیاد کے سپاہی حضرت عبداللہ بن عفیف پر حملہ کر رہے تھے اور آپ اس طرح دفاع کر رہے تھے جس سمت سے دشمن حملہ کرتے بیٹی آپ کو آگاہ کرتی تھی اور جب تک عبداللہ ابن

عفیف جنگ میں معروف رہے یہ سعادت مند بیٹی اپنے والد گرامی کو برابر بتلاتی رہی کہ داہنی طرف سے حملہ ہو رہا ہے اور اب بائیں جانب سے دشمن حملہ آور ہیں۔ مرزا دبیر علیہ الرحمہ اپنے ایک مرثیہ میں حضرت عبداللہ بن عفیف کے بارے میں اس مقام پر پہنچ کر فرماتے ہیں۔

کور ان کو کہنا دور ہے عارف کی شان سے
نور نظر تو بول رہا ہے زبان سے

یہاں تک کہ ان ظالموں نے آپ کا محاصرہ کر لیا اور آپ کی صاحبزادی نرغہ اعدا میں آہ و فریاد کرتی رہی۔ ''میرے بابا پر سخت مصیبت کا وقت ہے لیکن کوئی اس مصیبت میں مدد کرنے والا نہیں۔'' اس وقت حضرت عبداللہ بن عفیف تلوار کو سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے فرماتے تھے۔ ''کاش میری بینائی ہوتی تو میں بڑھ بڑھ کر حملے کرتا۔''

آخر کار بڑی مشکل سے ابن زیاد کے سپاہیوں نے اس جری کو گرفتار کیا اور ابن زیاد کے سامنے لے گئے۔ مقتل ابی مخنف میں رقوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن عفیف نے پچاس سواروں کو واصل جہنم کیا۔ دوران جنگ آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ''خدا کی قسم اگر مجھے بینائی مل جاتی تو میں تم پر اس طرح حملہ کرتا کہ تم پر زمین تنگ کر دیتا میں اپنے جوش و جذبہ کو جو میرے دل میں تمہارے خلاف ہے۔ اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کیونکہ میرا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے جو میری مدد کرے۔ میں اس حال میں ہوں کہ خولی اٹھی مجھ تنہا غضب ناک شیر کے مقابلہ پر آیا ہے اگر یہ ایک ایک کر کے مجھ سے مقابلہ کریں تو میں انہیں ایسا نیست و نابود کروں کہ ان پر زمین تنگ ہو''۔

ابن زیاد کے سپاہیوں نے بڑی مشکل سے اس جری کو گرفتار کیا اور ابن زیاد کے سامنے لے گئے۔ ابن زیاد ملعون آپ کو دیکھ کر کہنے لگا۔ خدا کی حمد و ثنا کہ اس نے انہیں ذلیل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عفیف نے اس ملعون کو جواب دیا۔ خدا کی قسم اگر میری آنکھیں روشن ہوتیں تو میں تیری دنیا تاریک کر دیتا۔ ابی مخنف نے لکھا ہے کہ ابن زیاد انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اندھا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے تیرے دل کی آنکھوں کو اندھا کر دیا''۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا ''خدا مجھے ہلاک کرے اگر میں تجھے بری طرح قتل نہ کروں''۔ یہ سن کر جناب عبداللہ بن عفیف نے کہا ''میری یہ دونوں آنکھیں جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی نصرت میں ضائع ہوئی تھیں تو میں نے یہ دعا مانگی تھی خدایا بدترین آدمی کے ہاتھوں مجھے شہادت نصیب ہو، میں نے روئے زمین پر تجھ سے زیادہ بدترین آدمی نہیں پایا''۔ اس کے بعد آپ نے اس معنی و مفہوم کے اشعار پڑھے۔ ''جب میں اپنی نیند سے بیدار ہوا تو عورتوں اور بچوں کو الوداع کہہ کر میں نے اپنے دوستوں سے کہا مقابلہ کرنے کی جسارت کرنے والوں کو جواب دیں۔ جب کوئی ہدایت کی راہ پر چل کر تمہیں دشمن کو قتل کرنے کی دعوت دے تو اس پر لبیک کہو جب وہ لڑنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کے مددگار بن جاؤ۔ اس لیے کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا اجر ضرور ملتا ہے۔ دشمن کے مقابلے پر ثابت قدمی کے ساتھ اپنے تیز رو گھوڑوں کا رخ دشمن کی طرف کر دو اپنے نیزوں اور تلواروں کے ساتھ دشمن کو کمزور نہ سمجھو جنگ کرنے کی غرض سے اس کی طرف آؤ حضرت امام حسین کی محبت سے اپنے دلوں کو سرشار کر لو ان کے

نانا اور والد گرامی بہترین خلائق عالم تھے جو ساری دنیا کے لیے راہ ہدایت تھے تم حسین علیہ السلام کی مصیبتوں پر گریہ کیوں نہیں کرتے جو تمہاری بخشش اور اجر و ثواب میں کثرت کا ذریعہ ہیں۔ جب سورج مشرق سے طلوع ہو اور جب رات کی سیاہی چھا جائے تو اپنے امام پر گریہ کرو۔ ہر شخص ننگے پاؤں، پیادہ اور سوار حسین علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے وہ قوم خدا کی لعنت کی مستحق ہے، جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خط لکھے جبکہ ان میں سے کوئی بھی دین کا حامی اور وعدوں کو پورا کرنے والا نہ تھا۔ جب جنگ کے شعلے بھڑکے تو کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ان بدکاروں کو اہل بیت سے دور کرتا اور کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا کہ اس پاک و پاکیزہ ہستی کو قتل کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ جو بھی پاکیزہ ہستیوں کو قتل کرتا ہے، وہ ضرور ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ سوائے بدکاروں، کینہ پرور اور عہد شکن لوگوں کے حضرت امام حسین علیہ السلام پر کسی اور نے ظلم کی جسارت نہ کی۔ حضرت تیروں سے زخمی ہوئے اور انہیں خاک کربلا پر ڈالا گیا۔ ان لوگوں نے حضرت علیہ السلام کو اس حال میں قتل کیا جیسے یہ ان کے حسب و نسب سے واقف نہ تھے۔ خدایا جس قوم نے حضرت علیہ السلام کو شہید کیا اس کا انجام ذلت و رسوائی ہو۔ کاش میں حضرت کے ہمراہ فاسقوں کو ان سے دور کرتا اور جب تک بدن میں جان باقی رہتی حضرت کی حفاظت کرتا اور نیزہ و شمشیر سے حضرت علیہ السلام کے دشمنوں پر وار کرتا۔ میری مجبوری کسی پر چھپی نہیں ہے۔ کاش میں بھی ان کے اصحاب میں شامل ہو کر اپنی جان حضرت پر قربان کرتا۔ کاش میں اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حضرت کی نصرت میں جہاد کرتا۔ تمام دنیا حضرت کی مظلومانہ شہادت سے لرز اٹھی حضرت علیہ السلام کی شہادت کے سبب ایک مضبوط قلعہ زمین بوس ہو گیا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور ان کی بلندیاں سرنگوں ہو گئیں، سورج کو گہن لگ گیا آسمان نے آنسو بہائے۔ اے قوم تو راہ حق سے ہٹ گئی ہے۔ اپنے اعمال سے توبہ کر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ذلت و رسوائی تمہارا مقدر بن جائے گی اپنی تلواروں اور نیزوں کو کام میں لاؤ تا کہ ان لوگوں کی طرح جو نصرت کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ تم بھی نجات یافتہ بن جاؤ ہمارے برادر ناصران حسین علیہ السلام رات بھر قرآن اور سورہ فاتحہ کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے لیکن ظالم اور گمراہ ان تک پہنچ گئے اور انہیں شہید کر دیا۔ ان پر باد صبا چلتی ہے ان پر اس وقت تک درود و سلام کا سلسلہ جاری رہے جب تک وہ ستارہ ہے جو سمتوں کی نشاندھی کرتا ہے اور ہمیشہ ضوفشانی کرتا ہے''۔ ابن زیاد نے حضرت عبداللہ بن عفیف کے جب یہ اشعار سنے تو اس نے حکم دیا کہ ان کی گردن تن سے جدا کر دی جائے اور جسم سولی پر لٹکا دیا جائے۔

جب آپ نے اپنے قتل کا حکم سنا تو حمد و ثنا کے بعد کہا ''مجھے تیرے دنیا میں آنے سے پہلے یہ خواہش تھی کہ خداوند کریم مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے اور مجھے شہید کرنے والا تیری بدترین مخلوق سے ہو۔ مگر جب سے میں نابینا ہوا میں شہادت سے مایوس تھا لیکن اب میں اپنے خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے میری ناامیدی کو امید میں بدل دیا اور میری دیرینہ دعا کو قبول کیا۔ اس کے بعد آپ کو شہید کر کے آپ کی لاش طاہرہ کو کوفہ کی ایک گلی میں لٹکایا گیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے حضرت عبداللہ بن عفیف صبح تا وقت عشا مسجد میں رہتے تھے۔ ابن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے مسجد میں صلیب پر چڑھا دیا۔ بقول کامل حضرت عبداللہ بن عفیف کا سر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر انور کے ساتھ پھرایا گیا اور یہ پہلا سر تھا جو لکڑی پر اٹھایا گیا۔

باب : ۱۷

اسیران کربلا کی کوفہ سے شام روانگی

مورخین اور صاحبان سیر نے کوفہ سے دمشق تک کے حالات تواتر سے نہیں لکھے۔ ابی مخنف، ابو اسحٰق اسفرائنی، روضۃ الشہدا اور ناسخ التواریخ نے کچھ درمیانی حالات جو اس سفر میں پیش آئے ان کا تذکرہ کیا ہے اور اکثر مورخین نے جن منازل سے قافلہ گزرا اس کا ذکر تو کیا ہے لیکن حالات کی مکمل تفصیل بیان نہیں کی۔ جن مورخین نے جن راستوں سے قافلہ گزرا ان منازل کا بھی ذکر کیا ہے ان میں ابی مخنف، نور العین، شہد الحسین علیہ السلام، ناسخ التواریخ اور روضۃ الشہداء کا نام سر فہرست ہے۔ زیادہ گزرگاہوں کی تفصیل ابی مخنف نے لکھی ہے۔

مزید براں صاحبان تاریخ و مقاتل نے جن منازل کا ذکر کیا ہے ان میں منازل کے ناموں میں ردو بدل پایا جاتا ہے۔ گو کہ حالات تقریباً سب نے یکساں بیان کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں مختلف قریہ اور شہر کئی ناموں سے مشہور تھے۔

شام تک جانے والے تین راستے

کوفہ سے شام تک جانے والے تین راستے تھے۔ پہلا راستہ غیر آباد، صحرائی اور غیر معروف تھا جو نزدیک ترین تھا۔ اس راستے سے قافلہ اس لیے نہیں لے جایا گیا کیونکہ اس کی ویرانی راہ کے سبب یزید کی فتح کی تشہیر ممکن نہ تھی۔ مزید یہ کہ اہل بیت علیہ السلام کی توہین کرنا جو دشمنان اہل بیت کا اولین مقصد تھا اس راستے میں پورا نہ ہوتا۔

دوسرا راستہ اگرچہ درمیانہ فاصلہ پر تھا لیکن اس کی گزرگاہوں پر جو علاقے آباد تھے ان میں محبان محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت تھی اور یزیدی لشکر کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہاں کے لوگ مداخلت نہ کریں لہٰذا یہاں سے گزرنے کا ارادہ بھی منسوخ کر دیا۔ تیسرا راستہ گو کہ طویل تھا لیکن اس کی گزرگاہوں میں دشمنان اہل بیت کی کثرت آباد تھی اور یہاں اہل بیت کی تشہیر کے مقاصد پورے ہونے کا امکان تھا۔ لہٰذا وہاں سے گزرنے کا فیصلہ کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل بیت کی توہین کی جائے اور دشمنان اہل بیت خوشی کا اظہار کریں۔

سفر شام

ابن زیاد نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جب یزید کو ابن زیاد کا خط ملا تو اس نے ابن زیاد کو جواب میں لکھا کہ اسیران اہل بیت علیہ السلام کو مع سرہائے شہدا شام روانہ کر دے ابن زیاد نے خط پاتے ہی

فوراً تعمیل حکم کی اور اہل بیت کرام علیہم السلام کو برہنہ سر مع ان کے شہدا کے شام کی طرف روانہ کر دیا۔
کوفہ سے یہ قافلہ شمر ابن ذی الجوشن، عمر ابن سعد اور زمر ابن قیس کے ہمراہ شام کو روانہ کیا۔
ابن خلدون کے مطابق ''عورتیں اونٹوں پر بغیر محمل کے سوار کرائی گئیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈال دی گئی، آپ ہتھکڑی، بیڑی اور طوق پہناتے وقت ان لوگوں سے نہ تو اس وقت نہ اثنائے راہ مخاطب ہوئے نہ ان سے کلام کیا۔

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب ابن زیاد بد کردار کا خط یزید ملعون کو ملا تو اس ملعون نے ابن زیاد کو لکھا کہ شہدا کے سر مع عورتوں اور بچوں کے روانہ کرے، یہ خط ملتے ہی ابن زیاد بدنہاد نے مخفر بن ثعلب کو طلب کیا اور سر ہائے شہدا اور مخدرات عصمت و طہارت کو اس کے سپرد کیا۔ یہ ملعون مثل اسیران کفار آل رسول کو کوچہ و بازار پھراتا ہوا روانہ ہوا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے سر انور حضرت امام حسین علیہ السلام اور دیگر شہدا کے سر اقدس زجر بن قیس کے ہمراہ شام روانہ کیے اس کے ساتھ ہی ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابوظبیان کو اہل کوفہ کے ہمراہ یزید کے پاس روانہ کیا۔ صاحب مناقب نے ابن ابی قبیل سے روایت کی ہے کہ جب حضرت کا سر مبارک یہ ملعون شام لے گئے تو جب پہلی منزل پر پہنچے تو شراب نوشی میں مشغول ہوئے۔ جب یہ ملعون اس فعل قبیح میں مشغول تھے کہ اچانک ایک ہاتھ مع قلم آہنی کے دیوار سے ظاہر ہوا جس نے خون سے تحریر کیا۔ اترجو امة و' قتلت حسینا شفاعة جده لایوم الحساب. جس امت بد کردار نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا وہ حسین علیہ السلام کے جد امجد محمد مصطفیؐ سے روز حساب شفاعت کی امید کیونکر رکھ سکتی ہے۔

ابی مخنف کے مطابق ''ابن زیاد نے شمر ذی الجوشن اور خولی اصبحی کو بلایا اور پانچ سو سوار ساتھ کیے اور سر ہائے شہدا اور اسیران کربلا کے ساتھ دمشق روانہ کیا اور حکم دیا کہ تمام شہروں میں اہل بیت علیہم السلام کی تشہیر کریں۔'' سہل بن سعید شہزوری کہتا ہے کہ جب میں نے سنا تو سفر کی تیاری کر کے روانہ ہو گیا جب قافلہ قادسیہ پہنچا تو حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا ''ہمارے مرد مارے گئے اور زمانے نے ہمارے سردار کو قتل کر دیا اور ہم لوگوں کی حسرتیں بڑھ گئیں۔ ان کمینوں کو ہم سے کیا عداوت تھی جبکہ انہیں معلوم تھا کہ ہم رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں جو ہدایت کی پروردہ ہیں۔ دشمنوں نے ہمیں بے پالان سوار کیا اور ہم ان کے قیدی ہیں۔ یا رسول اللہؐ! اے نور اطہر جو کچھ دشمنوں نے آپ کے اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کیا وہ آپ کیلئے اندوہ ناک ہے۔ اے! دشمنو وائے ہو تم پر کہ تم نے رسولؐ کی قرابت کا بھی لحاظ نہ کیا جنھوں نے ہمیں ہدایت دی اور ہر برائی سے بچایا۔ قادسیہ کی منزل طے کرنے کے بعد سر ہائے شہدا کے ساتھ قافلہ نے منزل حبصاصہ، تکریت، اعمیٰ، دیر عروہ اور صیلتا کی منازل طے کرتے ہوئے وادی نخلہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر ارمینا پہنچا ارمینا کے سفر کے بعد منازل طے کرتے ہوئے جب مقام لینا پہنچا جو ایک شہر تھا۔ یہاں کے لوگ محمدؐ و آل محمدؐ کے محب تھے۔ جب انہیں اسیران کربلا کی آمد کی خبر ہوئی تو عورتیں، بوڑھے اور جوان گھروں سے

نکل آئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرانور کو دیکھ کر آپ کے جد بزرگوار اور پدر بزرگوار پر صلوات بھیجتے تھے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیج رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے قاتلان اولاد انبیاء ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔

قافلہ یہاں سے نکل کر کحیل میں پہنچا اور عامل موصل کو خط لکھا جس میں اپنی آمد کی خبر دی کہ ہمارے پاس حسین علیہ السلام کا سر ہے جب عامل موصل کو یہ خط ملا تو اس نے اہل شہر کو قافلہ کی اطلاع دی اور شہر کو آراستہ کیا۔ لوگ ہر طرف سے آنا شروع ہو گئے اور والی شہر چھ میل آگے جا کر لعینوں سے ملا اس وقت لوگوں نے دریافت کیا کیا خبر ہے، ان لوگوں سے کہا گیا کہ خارجی کا سر ہے (معاذ اللہ) جس نے عراق میں خروج کیا تھا اور عبیداللہ بن زیاد نے اسے قتل کیا اور اس کا سر یزید کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا! اے قوم یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے اور جب تحقیق سے معلوم ہوا کہ واقعی یہ سر حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے تو اوس اور خزرج کے چالیس سوار جمع ہوئے اور آپس میں حلف لیا کہ ہم دشمنوں سے لڑیں گے اور ان سے امام عالی مقام علیہ السلام کا سر لے کر دفن کریں گے۔ یہ عمل ہمارے لیے تاقیامت قابل فخر و افتخار ہو گا۔ جب دشمنوں نے یہ دیکھا تو شہر میں داخل نہیں ہوئے، بلکہ یہاں سے تل ماعضر کی طرف روانہ ہوئے۔

صاحب روضۃ الشہدا کا کہنا ہے کہ جب قافلہ موصل پہنچا اور حاکم شہر کو اطلاع ملی عماد الدولہ حاکم شہر نے لوگوں کو بلا کر حالات سے آگاہ کیا اور صلاح و مشورہ کے بعد کہلوا دیا کہ قافلہ کا یہاں آنا اور استقبال مناسب نہیں ہے۔ اہل موصل نے اس بات سے اتفاق کیا اور صرف رسد بھیج دی۔ اس کے بعد دشمنان اہل بیت شہر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر اترے اور سرانور کو ایک پتھر پر رکھ دیا اس کے بعد سے ہر سال روز عاشورہ لوگ یہاں آ کر مراسم عزا ادا کرتے تھے۔ یہ پتھر جس پر خون حضرت امام حسین علیہ السلام کا نشان تھا جب عبدالملک بن مروان کا دور آیا تو اس نے اپنے دور حکمرانی میں اسے وہاں سے ہٹوا دیا۔

بعد میں وہاں ایک مقبرہ مشہد نقطہ کے نام سے تعمیر ہوا۔ ابی مخنف کے موافق تل ماعضر سے قافلہ جبل سخار کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں سے یطین پہنچا اور وہاں قیام کیا۔ سرہائے شہدا کی تشہیر کی اس کے بعد عین الورود سے گزر کر دعوات کے قریب پہنچا اور وہاں کے حاکم کو اطلاع دی کہ ہمارے ساتھ حسین علیہ السلام کا سر ہے اور قافلہ یہاں آ رہا ہے جب یہاں کے عامل نے خط پڑھا تو اس لعین نے خوشی سے شادیانے بجوائے اور شہر سے باہر جا کر دشمنان اہل بیت سے ملا یہاں سروں کی تشہیر ہوئی اور باب اربعین سے داخل ہو کر سر مبارک کو زوال ظہر سے عصر تک رحبہ میں نصب کیا یہ دیکھ کر کچھ اہل شہر گریہ و زاری کرتے اور کچھ ہنستے تھے اور منادی کی جا رہی تھی کہ خارجی کا سر ہے۔ جس نے یزید ابن معاویہ پر خروج کیا تھا۔ جس جگہ سرانور نصب ہوا تھا یہاں لوگ اپنی حاجات کی دعائیں مانگتے تھے۔

دوسرے دن یہاں سے کوچ کر کے قافلہ مندرین پہنچا جب اہل شہر کو قافلہ کی آمد کی خبر دی گئی تو لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے اور قاتلوں پر لعنت کی اور ان لعینوں پر پتھر پھینکے اور یہاں کے لوگ فریاد کر رہے تھے اور کہتے تھے۔ ''اے فجاروں اور قاتلان اولاد انبیاء تم ہمارے شہر میں داخل نہ ہو سکو گے۔ اس کے بعد یہ لعین

قافلہ لے کر معرۃ النعمان میں آئے یہاں ان جینوں کا استقبال کیا گیا۔ دروازے کھول دیئے گئے اور کھانے پینے کا انتظام کیا گیا۔ اس کے بعد قافلہ یہاں سے شیراز جسے شیزو بھی کہتے تھے کی طرف روانہ ہوا یہاں کے ایک مقامی ضعیف شخص نے کہا لوگوں یہ حسین علیہ السلام کا سر ہے یہ سن کر لوگوں نے یہاں داخل نہیں ہونے دیا۔ لہٰذا یہاں کے حالات دیکھ کر لشکر یزید نے کفر طاب کا رخ کیا۔ یہاں ایک چھوٹا قلعہ تھا اہل قلعہ نے دروازے بند کر لیے یہ دیکھ کر خولی ان کے قریب آیا اور کہنے لگا کیا تم لوگ ہماری اطاعت میں نہیں ہو ہمیں پانی پلاؤ۔ ان لوگوں نے کہا واللہ ہم تمہیں پانی نہ دیں گے، اس لیے کہ تم نے حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کو پانی سے منع کیا تھا۔

یہاں کے کچھ لوگ کہتے تھے قافلہ شہر سے گزرنے دیا جائے اور کچھ لوگ منع کرتے تھے۔ اس کے بعد لعین لیبور میں آئے یہاں حمایت و مخالفت کا ملا جلا رجحان تھا۔ جب یہ لشکر پل کی طرف بڑھا تو لوگوں نے پل کاٹ دیا اور مسلح ہو کر لشکر یزید کی طرف بڑھے۔ یہاں سخت جنگ ہوئی جس میں ابن زیاد کے لشکر کے چھ سو آدمی مارے گئے اور شہر لیبور کے پانچ آدمی شہید ہوئے۔ حضرت ام کلثوم نے شہر کا نام پوچھا اور یہاں کے لوگوں کو دعا دی کہ یہاں کا پانی شیریں اور نرخ سستا رہے اور ظالموں کا اس شہر پر غلبہ نہ ہو۔ یہاں سے کوچ کیا اور قافلہ عماۃ پہنچا۔ یہاں کے لوگوں نے بھی دروازہ بند کر لیا اوران ظالموں کو پیغام دیا کہ تم اس وقت تک ہمارے شہر میں داخل نہ ہوسکو گے جب تک ہمارا آخری آدمی بھی قتل نہ ہو جائے۔ یہاں کے حالات دیکھ کر لشکر یزید نے حمص کی طرف کوچ کیا اور یہاں کے عامل خالد بن نشیط کو لکھا ہمارے ساتھ حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ یہ خط ملتے ہی خالد نے شہر میں یہ خبر تشہیر کی اور شہر سجانے کا حکم دیا۔ اس نے لوگوں کو جمع کیا اور تین میل تک استقبال کے لیے گیا جب یہ لوگ واپس آئے تو اہل شہر نے ان پر پتھر مارنا شروع کیے، جس میں چھبیس آدمی مارے گئے اور دروازہ بند کر کے کہا "یہ گروہ اعدا ایمان کے بعد کافر ہو گیا اور ہدایت کے بعد گمراہ ہو گیا۔ لشکر یہاں سے ایک راہب کے دیر کے پاس ٹھہرا لوگوں نے یہاں بھی شدید مخالفت کی اور یہاں رکنے سے منع کیا اور ارادہ کیا کہ خولی کو قتل کر کے سر ہائے مبارک شہداء کو چھین لیں۔ جب لشکر یزید کو یہ معلوم ہوا تو یہاں سے کوچ کیا اور بعلبک جو عمالقہ کا شہر تھا۔ جہاں مشہور بت بعل کا مندر تھا۔ یہاں کے حاکم شہر کو اطلاع دی کہ ہمارے ساتھ حسین علیہ السلام کا سر ہے، اس نے شہر میں قافلہ کی آمد کا اعلان کیا دف اور بگل بجوائے اور لشکر کے لیے پانی اور غذا کا انتظام کیا۔ یہاں سے لعین ایک دیر کے پاس آئے، یہاں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے۔ "یہ وہ زمانہ ہے کہ اس کی نیرنگیاں شرفا سے دور ہیں یہاں مصیبتیں کم نہیں ہوتیں کیا معلوم یہ زمانہ کب تک ہمارے مقابل رہے گا اور گردش زمانہ سے ہمیں کب تک لڑنا پڑے گا۔ وائے ہوائے لعینوں تم پر کہ تم نے رسول اللہ کے ساتھ احسان فراموشی کی اے بری امت یہ تمہارے کیسے طرز عمل ہیں۔"

روضۃ الشہداء اور نور العین میں لکھا ہے کہ جب لشکر نے قنسرین کے حدود میں داخل ہونا چاہا تو اہل شہر نے یہاں داخل نہ ہونے دیا اور کہا اگر تم یہاں آؤ گے تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔ لہٰذا لشکر یزید یہاں نہ جاسکا۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ نصیبین میں بجلی گری اور شہر کے بڑے حصہ کو نقصان پہنچا اور لشکر یہاں داخل نہ ہوسکا آگے چل

کر ایک مقام پر دو بھائی جو شہر کے دروازوں پر متعین تھے اس بات پر دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی کہ کس دروازے سے لشکر داخل ہو گا اس خانہ جنگی کے سبب لشکر یہاں داخل نہ ہو سکا۔

جب یہ ملعون اہل بیت اطہار کو لے کر شہیدوں کے سروں کے ساتھ شام کی طرف بڑھ رہے تھے اور دمشق کے قریب پہنچے تو حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے شمر سے کہا "اگر تم ہمیں شہر لے کر جا رہے ہو تو اس دروازے سے لے کر جاؤ جہاں تماشائیوں کا ہجوم کم ہو اور اپنے سپاہیوں سے کہو کہ شہیدوں کے سروں کو ہماری سواریوں سے فاصلے پر لے جائیں تا کہ ہم پر لوگوں کی نظریں نہ پڑیں اور ہم رسوائی سے بچ سکیں جبکہ ہم اسیر ہیں شمر جو نہایت سنگ دل اور ظالم و جابر تھا۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام کے جواب میں اس لعین نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ سروں کو نیزوں پر بلند کر کے اہل بیت کی سواریوں کے سامنے لے جاؤ اور اسیران اہل بیت کو تماشائیوں کے درمیان سے گزارتے ہوئے دمشق کے مرکزی دروازے کی طرف سے لے کر جاؤ اور ان قیدیوں اور سروں کو شہر کی جامع مسجد کے دروازے کے سامنے ٹھہراؤ۔ ابی مخنف کے موافق جس دن سر ہائے شہدا داخل دمشق ہوئے اس دن دکانیں بند تھیں اور لوگ نشے میں پھر رہے تھے۔ یزید نے ایک سو بیس نشان فوج بھیجے تا کہ وہ سر حسین علیہ السلام کے آگے آگے رہیں اس وقت ان نشان فوج کے ساتھ تکبیر کہی جا رہی تھی۔ اچانک ہاتف غیبی نے صدا دی "اے دختر رسولؐ کے فرزند آپ کا سر یہ لعین لے کر آئے ہیں جو خون آلودہ ہے، اے فرزند بنت رسول آپ کے قتل سے گویا اعلانیہ محمد رسول اللہ کو قتل کیا گیا اور یہ ظالم اس پر مغرور ہیں کہ آپ کو قتل کیا، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے ساتھ تکبیر و تہلیل کو قتل کیا گیا۔"

سہل شہروری کہتا ہے لوگ دروازہ خیزران سے داخل ہوئے آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور قیدی بے پردہ لائے گئے تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شمر کے ہاتھ میں تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ میں طویل نیزے والا ہوں، میں نے ابن سید الوصیین کو قتل کیا ہے۔ اور ان کا سر یزید امیر المومنین (معاذ اللہ) کے پاس لے کر آیا ہوں۔

بچوں کا گودوں سے گرنا

کوفہ سے شام تک کا سفر اسیران کربلا کے لیے نہایت دشوار گزار تھا۔ اس لیے کہ تمام بیبیاں رسن بستہ تھیں اور ان کی گودوں میں معصوم بچے تھے۔ کوفہ سے شام تک مورخین نے ۳۴ منزلوں پر اتفاق کیا ہے۔ یہ سفر سولہ دنوں میں طے ہوا۔ طویل راستہ کو جلد طے کرنے کی غرض سے لعین اونٹوں کو تیز دوڑاتے تھے تا کہ بیبیوں کو زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچے۔ جب اونٹ ان ناہموار راستوں پر دوڑائے جاتے تھے۔ تو پس گردن سے ہاتھ بندھی مائیں جب یہ محسوس کرتیں کہ اب معصوم بچوں کو سنبھالنا مشکل ہے تو اپنے آپ کو ان بچوں پر جھکا لیتیں تا کہ بچوں کو گرنے سے بچا سکیں۔ جب اسی عالم میں بچے ماؤں کی گود سے گرتے تو یہ بچے ماں کو آواز دیتے لیکن ان بیکس و مجبور بیبیوں میں بسبب رسن بستہ ہونے کے اتنی سکت بھی نہ تھی کہ وہ مڑ کر اپنے لخت جگر کو دیکھ سکیں، جب مائیں ان معصوم بچوں کے گرنے پر آہ و بکا کرتیں تو لعین قہقہے لگاتے تھے۔ ماؤں کی گودوں سے گر کر گھوڑوں کے سموں سے پامال ہونے والے

بچوں کی قبریں بعد میں اہل قریہ نے بنا دیں۔ یہاں تک کہ مختلف منزلوں پر چالیس چھوٹی چھوٹی قبریں بن گئیں جو آج بھی اس ہونے والے ظلم کی یاد دلاتی ہیں۔

بوڑھی عورت کی سرانور سے بے ادبی

ابی مخنف نے سہل شہزوری سے روایت کی ہے کہ سہل کا بیان ہے کہ جب قافلہ جانب دمشق گزر رہا تھا کہ میں نے ایک کھڑکی کی طرف دیکھا وہاں پانچ عورتیں بیٹھی تھیں، ان میں ایک بوڑھی عورت جو کمر خمیدہ تھی اس لعینہ نے جب سر حضرت امام حسین علیہ السلام قریب آیا تو یہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ایک پتھر اٹھا کر حضرت کے دندان مبارک پر مارا۔

سہل کہتا ہے کہ میں نے یہ دردناک منظر دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں اس ملعونہ کے حق میں بددعا کی۔ ''خدایا! اس عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ ہلاک کر دے۔'' دفعتاً وہ بالا خانہ گرا، اور وہ پانچوں عورتیں نیچے گر کر ہلاک ہوگئیں۔

راہب کا سرانور حاصل کرنا

ابواسحق اسفرائنی، ابی مخنف، صواعق محرقہ، ینابیع المودۃ، بہار الانوار، روضۃ الصفا، ابوالفرج اصفہانی، کتاب نورالعین فی مقتل الحسین علیہ السلام، حافظ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں اور لاتعداد کتب میں یہ واقعہ تحریر ہے کہ جب رات ہوگئی تو یہ لعین سر حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک صومعہ کی طرف لے گئے۔ آدھی رات کو راہب نے بجلی کی کڑک اور تسبیح و تقدیس کی آوازیں سنیں۔ راہب نے دیکھا کہ سرانور حضرت امام حسین علیہ السلام سے نور ساطع ہو رہا ہے اور اس کی شعاعیں آسمان تک بلند ہیں ملائکہ کی تسبیح کی آوازیں سنیں جو سر حضرت امام حسین علیہ السلام پر سلام بھیج رہے تھے، آسمان کے در کھلے ہوئے تھے اور فرشتے گروہ در گروہ آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے، السلام علیک یا ابن رسول اللہ السلام علیک یا ابا عبداللہ۔

یہ منظر دیکھ کر راہب نے بہت گریہ کیا۔ صبح جب قافلہ کی روانگی کا وقت آیا اور شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں تو راہب نے لشکر کے سردار کا نام پوچھا تو اس کو اس کا نام خولی ابن یزید بتایا گیا پھر اس نے لوگوں سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس کا سر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک خارجی کا سر ہے۔ (معاذ اللہ) جس نے عراق میں خروج کیا تھا اور اسے عبیداللہ ابن زیاد نے قتل کیا ہے۔ راہب نے صاحب سر کے باپ کا نام دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ ان کے باپ کا نام علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے ماں کا نام فاطمۃ الزہرا علیہا السلام اور نانا کا نام محمد مصطفیٰ ہے۔ یہ سن کر راہب نے کہا احبار علمائے یہود نے سچ کہا تھا کہ اس شخص کے قتل پر آسمان سے خون برسے گا۔

راہب نے کہا تم پر افسوس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی اولاد ہوتی تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے تم کیسے برے لوگ ہو کہ اپنے رسولؐ کے فرزند کو شہید کر دیا۔

اس کے بعد راہب نے ان لوگوں سے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ تم ہمیں یہ سر کچھ دیر کے لیے دے دو، بعد میں

واپس کردوں گا۔ اس پر خولی نے کہا یہ سر یزید کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اس سے انعام لیا جائے گا۔ یہ سن کر راہب دس ہزار درہم دینے پر آمادہ ہوا، جس پر یہ لعین راضی ہو گئے۔ راہب نے سر انور لینے کے بعد کھولا اور گریہ کیا۔ سر انور کو غسل دیا، خوشبو سے معطر کیا اور گود میں لے کر روتا اور دعائیں مانگتا رہا اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے مسلمان ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے یہ معجزہ دیکھا تھا کہ سر منور سے نور ساطع ہو رہا تھا جو آسمان تک نظر آ رہا تھا۔ یہ گریہ کرتا جاتا اور کہتا "اے ابا عبداللہ مجھے بہت افسوس اور ندامت ہے کہ میں آپ پر اپنی جان فدا نہ کر سکا۔ اے ابا عبداللہ آپ اپنے جد بزرگوار کے سامنے گواہی دیجئے گا کہ میں نے صدق دل سے اقرار کیا ہے کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد اور لاشریک ہے اور محمد مصطفیٰؐ اس کے رسول اور حضرت علی علیہ السلام اللہ کے ولی ہیں۔" بعد میں راہب نے سر انور واپس کر دیا اور اس نے دیر کی سکونت ترک کر دی اور محبان اہل بیت میں شامل ہو گیا اور بقیہ تمام عمر عبادت و ریاضت میں بسر کی۔

اس کے بعد جب خولی ملعون نے یہ رقم تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو دیکھا یہ تمام درہم ٹھکریاں بن گئیں تھیں اور ان پر لکھا تھا۔ "عنقریب ظالموں کو اپنا انجام معلوم ہو جائیگا۔"

سہل شہزوری کہتا ہے میں نے اس وقت ہاتف غیبی کو یہ کہتے سنا "کیا وہ گروہ جس نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید کر سکتا ہے۔" صاحب صواعق محرقہ کے موافق جب راہب نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا نام سنا تو ان لعینوں سے کہا تم پر افسوس ہے کہ تمہارا اہل بیت کے ساتھ یہ سلوک روا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس وقت کوئی اولاد ہوتی تو ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے تم کیسے برے لوگ ہو کہ اپنے رسولؐ کے فرزند کو تم نے شہید کر دیا۔

یحییٰ حرانی کی شہادت

حافظ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ جب قافلہ حران کے قریب پہنچا تو یہاں ایک یہودی عالم جس کا نام یحییٰ حرانی تھا جو ایک ٹیلہ پر اپنے کلیسا میں رہتا تھا، اسے جب اہل بیت اطہار کے قافلہ کے آمد کی خبر ہوئی کہ عورتیں اور بچے اسیر کر کے لائے جا رہے ہیں اور سر ہائے بریدہ کو نیزوں پر نصب کیا ہوا ہے تو وہ اپنے ٹیلے سے اتر کر راہ میں کھڑا ہو گیا اور قافلہ کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ لشکر ابن زیاد ظاہر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ سر ہائے بریدہ نیزوں پر بلند ہیں، عورتیں سر عریاں ہیں اور بچے پریشان حال ہیں اور یہ سب اونٹوں کی برہنہ پشت پر سوار ہیں جیسے ہی یحییٰ حرانی کی نظر سر مبارک پر پڑی اس کی آنکھیں سر مبارک سے ساطع ہونے والے نور سے خیرہ ہو گئیں۔ پھر اس نے دیکھا کہ حضرت علیہ السلام کے لب ہائے مبارک متحرک ہیں۔ یہ دیکھ کر قریب آیا تو اس نے سنا کہ آپ علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ "کیا وہ گروہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا روز قیامت ان کے نانا کی شفاعت کی امید کر سکتا ہے۔" یہ دیکھ کر اس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور سخت خوف لاحق ہوا۔ آخر کار سالار لشکر کے پاس آیا اور دریافت کیا ان بزرگوار کا نام کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ حسین ابن علی علیہ السلام کا سر مبارک ہے پھر اس نے پوچھا یہ اسیر

کون ہیں۔ جواب ملا یہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے عزیز و اقارب ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے آہ و فریاد شروع کی اور اس نے کہا۔ اللہ کا شکر کہ آج مجھ پر بہت سے اسرار ظاہر ہو گئے واللہ کہ شریعت محمدؐ میں خون ناحق بہانے والے کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم ہے نیز ایسے مصائب خانوادہ انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لیے مخصوص نہیں اور یہ مصیبتیں ان کے حقوق کی واضح دلیلیں ہیں۔

اس کے بعد اس راہب نے دریافت کیا ان کی ماں کا کیا نام ہے؟ معلوم ہوا فاطمہ علیہا السلام دختر محمد مصطفیٰؐ یہ سنتے ہی وہ راہب مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے چادریں ہدیہ کے طور پر اہل بیت کی نذر کرنا چاہیں لیکن فوجی افسران نے منع کر دیا اور اسے ڈرایا دھمکایا تو اسے سخت غصہ آیا اور اہل بیت کی محبت میں اس نے لشکر اعدا کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا اس عظیم بزرگ کو دروازہ حران میں دفن کیا گیا اسوقت سے یحییٰ شہید کے خطاب سے انہیں یاد کیا جاتا ہے۔

خطبہ جناب ام کلثومؑ

سہل شہزوری کے موافق لوگ شہر دمشق میں باب خیزران سے داخل ہوئے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا اٹھارہ سر نوک نیزہ پر بلند ہیں اور کچھ قیدی بے کجادہ اونٹوں پر سوار ہیں اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شمر کے ہاتھ میں ہے اور کہتا ہے "میں بڑے نیزے والا ہوں میں حقیقی دین کے مالک کا قاتل ہوں میں نے ہی سردار و اوصیاء کے فرزند حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور میں ہی ان کا سر مبارک امیر المومنین یزید (معاذ اللہ) کے پاس لایا ہوں۔"

ابی مخنف کے موافق یہ سن کر حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا: "اے لعین ابن لعین تو نے غلط کہا خدا کی لعنت ہے اس قوم پر جو ظالم ہے، اے شمر تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو ایسی ذات کو شہید کر کے فخر کرتا ہے کہ گہوارہ میں جن کو جبرائیل و میکائیل نے جھولا جھلایا اور جن کا نام پروردگار عالم کے عرش کے پردوں پر لکھا ہے جن کے نانا محمدؐ پر خدا نے رسالت کو ختم کیا اور جن کے والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے خدا نے مشرکین کا قلع قمع کیا کون ہے جو میرے نانا محمد مصطفیٰؐ، میرے بابا علی مرتضیٰ علیہ السلام اور میری والدہ گرامی قدر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے مثل ہو۔"

ایک شامی کی گفتگو

مقتل لہوف کے موافق جب اہل بیت اطہار کا قافلہ شہر شام میں ایک مسجد کے دروازے کے سامنے ٹھہرایا گیا تو ایک ضعیف العمر شامی قریب آ کر کہنے لگا "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں قتل کیا اور تمہارے مردوں کے قتل سے شہروں میں امن قائم ہوا اور امیر المومنین کو تم پر فتح دی۔"

جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ سنا تو اس شخص سے آپ نے کہا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟ اس

نے کہاہاں پڑھا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیاتم نے یہ آیت پڑھی ہے۔"قل لااسئلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربیٰ" اس نے کہاہاں یہ آیت پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایاہم ہی حضرت محمدؐ کے قرابت دار ہیں۔اس کے بعد حضرت نے فرمایا کیاتم نے سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت پڑھی ہے۔ "واٰتِ ذالقربیٰ حقہ" اس نے جواب دیا یہ آیت بھی پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایاہم ہی رسول خدا کے قرابت دار ہیں اس کے بعد حضرت نے فرمایا کیاتم نے یہ آیت بھی پڑھی ہے؟"واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ" اس نے جواب دیا یہ آیت بھی پڑھی ہے۔ حضرت نے فرمایاہم ہی رسولؐ خدا کے رشتہ دار ہیں۔ پھرآپ نے فرمایا یہ آیت پڑھی ہے۔ "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا" ۔اس ضعیف نے کہا یہ آیت بھی پڑھی ہے۔آپ نے فرمایاہم ہی اہل بیت ہیں، خدا نے آیت تطہیر ہمارے حق میں بھیجی ہے۔

جب اس ضعیف نے یہ سنا تو اپنی باتوں پر بہت پشیمان ہوا اور کہنے لگا۔"میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، آپ یہ بتائیں، کیا قرآن کریم کی یہ آیات آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔" حضرت نے فرمایا۔"خدا اور اپنے جد بزرگوار اور رسول خدا کی قسم یہ آیات ہمارے حق میں اتری ہیں۔" یہ سن کر وہ زاروقطار رونے لگا اور اپنا عمامہ اتار کر زمین پر پھینک دیا اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے حضرت سے مخاطب ہوا۔"کیا ہماری توبہ قبول ہو جائے گی۔" حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔"ہاں تیری توبہ خداوند عالم قبول فرمائے گا اور تم ہمارے ساتھ ہو گے۔" روایات میں ملتا ہے کہ اس ضعیف شخص نے کہا مولا میں لڑنے کے قابل تو نہیں لیکن اجازت دیجئے کہ میں ان ناقوں کے سامنے لیٹ جاؤں تاکہ روز محشر رسول اللہؐ کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔" جب لشکر یزید کو اس شخص کے بارے میں خبر ملی تو اسے شہید کر دیا۔

اسی واقعہ کو طبقات ابن سعد میں اس طرح تحریر کیا گیا کہ جب اہل بیت رسولؐ کا قافلہ شام کے قریب پہنچا تو اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پا پیادہ زنجیروں کو تھامے ہوئے تھے اور قافلہ آگے بڑھ رہا تھا۔اسی اثناء مسجد سے ایک بوڑھا قافلہ کا شوروغل سن کر گھبرایا ہوا آیا اور قرآن کی تلاوت کرتا ہوا باہر آیا تو اس نے دیکھا ایک قافلہ آرہا ہے، اس نے معلوم کیا یہ قافلہ کیسا ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ یہ قافلہ وہ ہے کہ جس نے بادشاہ وقت کے خلاف خروج کیا تھا۔اس کے سردار اور ساتھیوں کو قتل کر دیا گیا اور اس کے بچوں کو قیدی بنا کر لایا جا رہا ہے۔ یہ سن کر بوڑھا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قریب آیا اور کہا"الحمدللہ الذی ذلتکم" اس اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں رسوا کیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا یہ تم کیا کہہ رہو؟ بوڑھے نے کہا آپ نے بادشاہ وقت کے خلاف بغاوت کی ہے۔اس کی بات سن کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا! تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو؟ اس نے کہا ابھی میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا تم نے سورہ شوریٰ میں اس آیت کی تلاوت کی ہے۔"قل لااسئلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربیٰ" (سورہ شوریٰ آیت ۲۳) اس نے کہا ہاں میں نے اس آیت کی تلاوت کی ہے۔ حضرت نے فرمایا سورہ احزاب میں آیت تطہیر کی تلاوت کی ہے۔اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا آیت مباہلہ کی

تلاوت کی ہے۔اس نے کہا ہاں لیکن آپ یہ بتائیں کہ ان آیات سے آپ کا کیا تعلق ہے۔اس لیے کہ یہ آیتیں تو آل محمدؐ کی شان میں ہیں۔آپ نے فرمایا "نحن آل محمدؐ"، ہم آل محمدؐ ہیں۔یہ سن کر بوڑھا شخص گھبرا کر کہنے لگا۔آپ قسم کھائیں کہ آپ آل محمدؐ ہیں۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا "واللہ نحن ھم" اللہ کی قسم ہم ہی آل محمدؐ ہیں۔اس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا علیؑ اس نے پوچھا آپ کے والد کا نام؟ فرمایا حسین علیہ السلام اس نے نام حسین سن کر تعجب سے کہا حسین؟ فرزند فاطمہ علیہا السلام حضرت نے فرمایا ہاں میں ان ہی کا فرزند ہوں۔یہ سن کر اس نے کہا ہائے یہ کیسا انقلاب ہے کہ محمدؐ کا لخت جگر قتل ہو گیا۔

اس کے آگے راوی کہتا ہے کہ اس نے دریافت کیا فرزند رسولؐ یہ ناقوں پر کون ہیں؟ فرمایا یہ نبی کی بیٹیاں ہیں،اس نے عرض کی فرزند رسولؐ میں بہت بوڑھا ہوں میں لڑ نہیں سکتا۔مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان ناقوں کے سامنے لیٹ جاؤں تا کہ یہ مجھے کچلتے ہوئے میرے جسم پر سے گزر جائیں تا کہ روز محشر میں رسولؐ کے سامنے شرمندہ نہ ہوں اور ان سے کہہ سکوں کہ میں نے آپ کی نواسیوں کو بے پردہ نہیں دیکھا۔

....

باب : 18

اسیران کربلا کا شام میں داخلہ

شام کا سفر نہایت دشوار گزار تھا۔ ناہموار زمین پر بے کجاوہ اونٹوں کا دوڑایا جانا مخدرات عصمت وطہارت کے لیے بہت دشوار تھا۔ پورے راستے اہل بیت کی تشہیر کی گئی اور ہر قدم پر مصیبت وآلام کا سامنا تھا۔ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحارالانوار میں لکھا ہے مصابیح میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن الحسین علیہ السلام سے پوچھا کہ شام میں آپ کس چیز پر سوار تھے؟ تو حضرت نے جواب دیا میں شتر بے کجاوہ پر سوار تھا اور سر حضرت امام حسین علیہ السلام ایک نیزہ پر تھا اور عورتیں ہمارے پیچھے بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھی۔ ہمارے چاروں طرف اشقیاء ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے تھے۔ جب کوئی روتا تھا تو نیزے مارتے تھے، دمشق پہنچنے تک ہم پر یہی ظلم وستم ہوتا رہا۔ شمر لعین قدم قدم پر اہل بیت اطہار کو اذیت پہنچاتا تھا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بازار شام میں بیماری اور نقاہت کے سبب گر پڑے تو شمر لعین آپ کو نیزے کی نوک سے تکلیف پہنچانے لگا آپ تکلیف سے مضطرب ہو کر کھڑے ہو گئے اور بابا کے سر کی طرف رخ کر کے عرض کی۔ "بابا میری کمر دیکھئے کتنی زخمی ہو چکی ہے"۔ جناب زینب علیہا السلام نے جب دیکھا تو آواز دی بیٹا منزل قریب آ گئی ہے گھبراؤ نہیں۔

منہال سے منقول ہے کہ شہر دمشق میں انہوں نے حضرت زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نحیف وناتواں ایک عصا پر تکیہ کیے ہوئے ہیں اور پائے اقدس خشک ہو رہے ہیں اور آپ کی پنڈلیوں سے خون جاری ہے اور چہرہ انور کا رنگ زرد ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے گریہ کیا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔ حضرت نے گریہ کیا اور فرمایا "کیا حال پوچھتے ہو تم اس شخص کا جو اسیر ہو یزید بن معاویہ جیسے بے رحم کا"۔

نفس المہموم، کامل بہائی اور محدث فیض کاشانی کے مطابق جس روز اسیران آل محمدؐ کا قافلہ شام پہنچا اس دن سارا دمشق دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ ہر طرف ایسا لگتا تھا کہ جیسے عید ہو لوگوں نے قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔ دمشق کو سجانے میں تین دن صرف ہوئے اور اسیران آل محمدؐ تین دن تک بیرون شام دروازہ شام پر داخلہ کے منتظر رہے۔

جب شہر شام کو سجا لیا گیا تو تیسرے روز سرہائے شہدا اور اسیران آل محمدؐ کی آمد کے موقع پر پانچ لاکھ مرد اور عورتیں جمع تھے۔ جو ڈھول بجانے رقص کرنے اور تالیاں بجانے میں مصروف تھے، ہر طرف لوگوں کا سمندر تھا۔ جب قافلہ یہاں داخل ہوا تو سب سے آگے سرہائے شہدا تھے، ان کے بعد اسیران کربلا تھے، کامل بہائی میں سہل ابن سعد سے مروی ہے کہ اسیران آل محمدؐ کے آگے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک تھا۔ مقتل ابی مخنف کے موافق مظلوم کربلا کا سر انور شمر نے نیزہ پر اٹھا رکھا تھا۔ یہ بڑے فخر سے کہتا تھا سب سے لمبا نیزہ میرا ہے، میں دین کے حقیقی

وارث کا قاتل ہوں، اس ملعون کے اس وقت یہ الفاظ تھے کہ میں سید الوصیین کے پارہ جگر کا قاتل ہوں، میں امیر المومنین یزید (معاذ اللہ) کی خدمت میں یہ سر لایا ہوں۔" ایک بی بی نے شمر کے یہ الفاظ سنے تو فرمایا: "اے ملعون کیا تو ان کے قتل پر فخر کر رہا جن کو جبرائیل ومیکائیل گہوارے میں لوری دیا کرتے تھے، کیا تو ان کے قتل پر فخر کر رہا جن کا نام رب العالمین کے عرش پر ہے، کیا تو ان کے قتل پر فخر کر رہا ہے جن کے نانا خاتم الانبیاء ہیں۔ کیا تو ان کے قتل پر فخر کر رہا ہے جن کے والد گرامی کے ذریعہ اللہ نے مشرکین کا قلع قمع کیا تھا۔

تمقام میں ابن شہر آشوب سے روایت ہے کہ بازار دمشق میں ہر شخص نے سنا کہ سر امام مظلوم نے پڑھا "**لاحول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم**".

دربار یزید میں داخلہ

شمر لعین جب اہل بیت کو لے کر دربار میں داخل ہونے لگا اور جناب زینب ؑ کی نظر یزید کے دربار پر پڑی جہاں نامحرموں کا ہجوم تھا اور لوگ خوشیاں منانے میں معروف تھے۔ یہ دیکھ کر جناب زینب ؑ نے فرمایا یہ کس کی مجال جو مجھے یہاں لے جائے؟ شمر کا یہ طریقہ کار تھا کہ جب جناب زینب ؑ سے کوئی بات منوانا چاہتا تھا، تو جناب زین العابدین ؑ کے تازیانے مارتا تھا، جب اس نے دیکھا کہ بیبیوں میں شدید اضطراب ہے اور جناب زینب ؑ دربار میں داخل ہونے پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے حضرت امام زین العابدین ؑ کی پشت پر تازیانے مارنا شروع کیے اور کہا "اپنی پھوپھی زینب ؑ سے کہو کہ دربار میں داخل ہو جائیں۔

راوی کہتا ہے جب شمر حضرت امام زین العابدین ؑ کی پشت پر تازیانے مار رہا تھا تو جناب زینب ؑ نے فرمایا: "اے شمر بیمار کی پشت پر تازیانے نہ مار میں دربار میں داخل ہو جاؤں گی۔ حضرت امام زین العابدین ؑ نے فرمایا پھوپھی اماں کیا آپ دربار میں داخل ہو جائیں گی۔ اس پر جناب زینب ؑ نے فرمایا بیٹا مجھے اس وقت بابا کی وصیت یاد آگئی جب وقت شہادت آپ ؑ سب کو وصیت فرما رہے تھے تو مجھ سے فرمایا تھا زینب ؑ کربلا میں وہ وقت تمہارے لیے بہت مشکل ہوگا جب تم دربار میں داخل ہوگی۔ بیٹی اس وقت تم ہمیں یاد کرنا تمہاری مشکل آسان ہو جائے گی۔ جناب زینب ؑ نے تین بار اپنے بابا مشکل کشا کو آواز دی اور دربار میں داخل ہو گئیں۔

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ حضرت امام زین العابدین ؑ کو دربار میں رسن بستہ لایا گیا۔ آپ ؑ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور یزید تخت پر بیٹھا تھا۔ حضرت امام زین العابدین ؑ یزید سے مخاطب ہوئے: "اے یزید تجھ پر خدا کی قسم ہے یہ بتا اگر جناب رسولؐ خدا ہمیں یہاں اس حالت میں دیکھیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ اسی دوران سر حضرت امام حسین ؑ یزید کے سامنے رکھا گیا۔ جیسے ہی جناب زینب ؑ کی نظر سر حضرت امام حسین ؑ پر پڑی، آپ نے منہ پیٹ لیا اور ایسا دردانگیز گریہ کیا کہ اسے سن کر دل بے چین ہو گئے۔ اس وقت دربار میں موجود لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔

معالی السبطین کے مطابق اسیران کربلا کی دربار میں آمد سے پہلے یزید نے دربار کو خوب آراستہ کیا۔ اس

نے اموی چھوٹے بڑے سجے بنے اپنے دائیں بائیں بٹھائے۔ سر پر جواہرات سے آراستہ تاج رکھا ہوا تھا۔ زوال آفتاب کے قریب اسیران آل محمدؐ کو باہر رکھا گیا یہ تین گھنٹے تک دربار کے دروازے پر اس انتظار میں روکے گئے کہ ابھی دربار کی آرائش مکمل نہیں ہوئی، اسی وجہ سے دربار میں آنے کی اجازت نہیں مل رہی تھی۔

محضر ابن ثعلبہ عائذی نے با آواز بلند کہا: ''ہم مجرموں کو لے کر شرف باریابی کی اجازت چاہتے ہیں۔''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ آواز سن کر فرمایا: ''اے محضر تجھ سے زیادہ روسیاہ بیٹا کم مائیں جنیں گی۔''

جب یزید کی طرف سے دربار میں داخلے کی اجازت ملی تو محضر نے کہا ''عزت امیر کی قسم ہم نے ابوتراب کے خاندان کے ہر چھوٹے بڑے کو قتل کیا ہے اور کوشش ہے کہ ان میں سے کوئی نہ بچے اس کے بعد ان لوگوں نے واقعات کربلا کی تفصیل بیان کی۔ اس وقت سر حضرت امام حسینؑ شمر کے ہاتھ میں تھا۔''

نفس المہموم کے مطابق سر مظلوم زہر اؑ زجر ابن قیس ملعون کے ہاتھ میں تھا اور اس لعین نے سر کو بجائے رکھنے کے یزید کی طرف ہوا میں اچھال کر کہا۔ یہ ہے باغی کا سر (معاذ اللہ) اس کے بعد اس ملعون نے واقعہ کربلا کی تفصیل بیان کی۔ اس کے بعد سر انور حضرت امام حسین علیہ السلام یزید کے سامنے رکھا گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے سر انور کو طشت میں دیکھا تو جو کیفیت آپ پر رنج وغم کی گزری وہ آپ کبھی نہ بھولے آپ جب تک زندہ رہے، کبھی کلہ گوسفند تناول نہ فرمایا اور زندگی بھر اس مصیبت پر محزون و مغموم رہے۔

دمعۃ الساکبہ سے مروی ہے کہ بازار شام میں بھی اسیران آل محمدؐ بے پالان اونٹوں پر بے مقنعہ و چادر سوار تھے۔

قمقام کی روایت کے مطابق جب اسیران آل محمدؐ کو باب جیرون سے داخل کیا گیا تو یزید باب جیرون پر کھڑا دیکھ رہا تھا جب اس نے شہدا کے سروں اور آل محمدؐ کو دیکھا تو کہنے لگا ''جب یہ سر سامنے آئے اور جیرون کی بلندی پر یہ آفتاب چمکا تو کوے نے کائیں کائیں کر کے خبر موت دی میں نے کوے سے کہا تو فریاد کر یا نہ کر میں نے نبیؐ سے اپنے تمام قرض چکا لیے۔''

معالی السبطین میں آقائے محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ''جب ہمیں دربار یزید میں پیش کیا گیا تو ہم بارہ مرد معہ بچوں کے جن میں سب سے بڑا میں تھا اور سب سے کمسن میرا ابا قر تھا ہمارے گلے میں ایک رسی بندھی تھی ہمارے پیچھے اس رسی کے ایک سرے سے رسول زادیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ہم سب کو باندھا اس طرح گیا تھا کہ ایک رسی سے پہلے ہاتھ پس گردن سے باندھے گئے تھے پھر رسی کو گلے میں ڈال کر اس کے پیچھے والے کے ہاتھ پس گردن سے باندھے گئے تھے، جب ہم دربار میں داخل ہوئے تو ہم سب ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے تھے، اگر ہم میں سے ایک بھی ذرا رکتا تو ہم تمام کو رکنا پڑتا تھا۔ رسی کا اگلا سرا زحر ابن قیس کے ہاتھ میں تھا اور پچھلا سرا رقیہ بنت علی کے گلے میں بندھا تھا۔ اگر ہماری رفتار بچیوں اور بچوں کی وجہ سے ذرا سست ہو جاتی تو تازیانے مار کر جلدی چلنے کو کہا جاتا تھا۔

جب یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ و شام کی دشوار گزار منزلیں طے کرتے ہوئے اور مصائب و آلام سہتے ہوئے دربار یزید کے دروازے پر پہنچا تو خانوادہ رسولؐ کے قیدیوں کو اونٹوں سے اتارا گیا اور زمین پر بٹھا دیا گیا جب دربار آراستہ

کیا جا چکا تو منادی نے با آواز بلند کہا قیدی دربار میں داخل ہو جائیں یہ سنتے ہی تمام بیبیاں کھڑی ہو گئیں اور رسولؐ اللہ کی نواسیوں جناب زینب علیہا السلام اور جناب ام کلثوم علیہا السلام کو اپنے پیچھے کرلیا تا کہ جب دربار میں داخل ہوں تو اہل دربار کی نظریں ان پر نہ پڑیں۔ یہ تعظیم وتکریم کا جذبہ ان حالات میں بھی ان بیبیوں میں قائم رہا جبکہ یہ تمام بیبیاں بھی مصائب کی انتہا سے گزر رہی تھیں۔

مقتل ابی مخنف کے موافق جب قافلہ کے ساتھ سرہائے مبارک کو یزید کی طرف روانہ کیا گیا تو اہل بیت اطہار کو باب الساعات سے گزارا گیا، یہاں تین گھنٹے تک دن کی گرمی میں روکے رکھا گیا۔ جب یہ قافلہ دربار یزید میں داخل ہوا تو مروان بن الحکم جو یزید کے پاس بیٹھا تھا، اس نے پوچھا تم لوگوں نے حسین علیہ السلام اوران کے خاندان کے ساتھ کیا کیا؟ اہل لشکر نے کہا حسین علیہ السلام اپنے خاندان کے اٹھارہ بنی ہاشم کے جوانوں اور پچاس سے زیادہ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ کرنے آئے تھے۔ ہم نے تمام مردوں کو قتل کر دیا۔ مروان نے جب یہ سنا تو اپنے کندھے جھٹک کر سر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھکر کہنے لگا۔ ''تمہارے چہرے کی ٹھنڈک اور رخساروں کی سرخی کتنی اچھی معلوم ہو رہی ہے۔ میرا دل حسین کے خون سے ٹھنڈا ہو گیا ہے، خاندان رسالت کا خون بہا کر میں نے اپنا قرض چکا دیا۔''

اخبار العصمانیہ میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اعدا ہم اہل بیت رسالت کو یزید کے پاس لے کر پہنچے تو اس وقت وہ اشقیاء کچھ رسیاں لے کر آئے اور ہم سب اسیروں کو مثل غلاموں کے باندھا اور ہم سب بارہ نفر اہل بیت رسولؐ خدا طوق وزنجیر اور رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے آہ ایک رسی سے میرا اور گلوئے جناب ام کلثوم علیہا السلام اور بازوئے جناب زینب علیہا السلام اور جناب سکینہ علیہا السلام کو باندھا ہوا تھا۔ اسی حال میں اشقیاء ہمیں لے کر چلے اور اگر ہم میں سے کوئی اذیت کی وجہ سے چلنے میں کمی کرتا تھا تو اعدا ہمیں تازیانوں سے اذیت دیتے تھے۔

یہاں تک کہ ہمیں سامنے یزید کے ٹھہرایا گیا وہ مغرور تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ افسوس کہ آل رسولؐ اسیر تھی، عالم اسیری میں آب و طعام کا کوئی انتظام نہ تھا۔ یزید چاہتا تھا ہم بھوکے پیاسے اذیتیں جھیل جھیل کر ہلاک ہو جائیں۔ بحارالانوار میں جناب محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا کہ اعدا آپ کو کس طرح مقید کر کے یزید کے سامنے لے گئے تھے تو آپ نے فرمایا مجھے ایک شتر برہنہ پر سوار کیا اور سر اقدس میرے پدر بزرگوار کا ایک نیزے پر رکھا ہماری خواتین ہمارے پیچھے تھیں اور اشقیاء نیزے لیے ہوئے ہمارے چاروں طرف تھے اور ہمیں آگے لے جاتے تھے۔ اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ سے آنسو نکلتا تھا تو اس کے سر کو نیزہ سے اذیت پہنچاتے تھے اور رونے سے منع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اعدا ہمیں شہر دمشق لائے جب اشقیاء ہمیں یزید تک لائے تو ہم بارہ نفر اہل بیت رسولؐ خدا طوق وزنجیر میں جکڑے ہوئے تھے اور ریسمان ستم سے بندھے ہوئے تھے۔

جناب زینب علیہا السلام نے اپنے نوحہ میں دربار یزید میں آمد کی دشواریوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ''ہمارا بحالت رنج وغم حال یہ تھا کہ مثل اسیران ترک وروم کے گرد وغبار آلودہ اور سر برہنہ تھے، ہمارے پاؤں پیادہ روی سے زخمی تھے۔''

یزید کی بیوی دربار میں

ابی مخنف اور کامل بن اثیر کے موافق جب یزید کے سامنے حضرت امام حسین کا سرانور آیا تو یہ خوشی سے اشعار پڑھ رہا تھا۔ یزید کی زوجہ ہند بنت عبداللہ بن عامر نے جب اس کی گفتگو سنی تو چادر اوڑھ کر پردے کے پیچھے آکر کہا: اے یزید! کیا تیرے پاس کوئی موجود ہے؟ یزید نے کہا یہاں لوگ موجود ہیں اس کے بعد یزید نے جو لوگ موجود تھے انہیں باہر جانے کو کہا اور اپنی بیوی کو اندر بلایا۔ عبداللہ کی بیٹی ہند اندر آ گئی اور سر حضرت امام حسین علیہ السلام دیکھ کر آہ وزاری کرنے لگی اور یزید سے کہا: ''یہ تیرے سامنے کیا ہے؟'' یزید نے کہا یہ حسین علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کا سر ہے۔ یہ سن کر ہند نے کہا: ''خدا کی قسم حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام تیرے سامنے اپنے فرزند کا سرانور دیکھ کر بہت ناراض ہوں گی، تو نے یہ کام کر کے اپنے گلے میں خدا اور رسولؐ کی لعنت کا طوق ڈال لیا ہے، خدا کی قسم اس ظلم کے بعد نہ تو میرا شوہر ہے اور نہ میں تیری بیوی ہوں۔'' یزید نے کہا کہ ''تیرا حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کیا تعلق ہے؟'' ہند نے کہا: ''خداوند تعالیٰ نے ان کے والد ماجد، شوہر اور بیٹوں کے ذریعہ سے ہماری ہدایت کی ہے۔ اے یزید! تجھ پر لعنت ہو اب تو کس منہ سے خدا اور رسولؐ کا سامنا کرے گا؟''

یہ سن کر یزید نے کہا: ''اے ہندان سب باتوں کو جانے دے۔'' ہند نے کہا: ''اے یزید خدا تجھے رلائے، میں علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کے فرزند کا سر تیرے سامنے دیکھ رہی ہوں تو نے جو ظلم کیا اس پر تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی لعنت کا مستحق ہے، واللہ اب نہ میں تیری زوجہ اور نہ تو میرا شوہر ہے۔'' یہ کہتی ہوئی روتی پیٹتی دربار سے نکل گئی۔

صاحب مناقب اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ سر حسین علیہ السلام قصر کے دروازے پر لٹکا یا جائے اور اہل بیت کو لایا جائے جب اہل بیت اطہار یزید کے قصر میں گئے تو تمام آل سفیان کی عورتیں رونے لگیں اور گریہ و نوحہ کرتی ہوئی اہل بیتؑ کے استقبال کو اس طرح آئیں کہ اپنے قیمتی پر تکلف لباس اور زیورات اتار دیئے، دو تین روز گریہ و ماتم برپا کیا۔ ہند جو عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی پردوں کو ہٹا کر دربار عام میں آئی اور چیخ مار کر کہا اے یزید! تو نے سر فرزند رسولؐ میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید ہند کا یہ حال دیکھ کر اس کی طرف دوڑا اور چادر اس کے سر پر ڈال دی۔

روایت ہے کہ اس وقت ہند نے کہا اے یزید! تجھے میرے پردہ کا اس قدر خیال ہے اور رسولؐ کی نواسیوں کو تو نے بے مقنعہ و چادر بازاروں میں پھرایا۔

ابو برزہ اسلمی

یزید ملعون نے دربار میں خیزران کی چھڑی طلب کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر مارنے لگا۔ جب ابو برزہ اسلمی نے یزید کو یہ گستاخی کرتے دیکھا تو یزید کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔ اے یزید تجھ پر وائے ہو

کہ تو فرزند فاطمہ علیہا السلام کے دانتوں پر چھڑی مار رہا ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسولؐ خدا کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے برادر حضرت امام حسن علیہ السلام کے لبوں کے بوسے دیتے اور ان کی زبان چوستے دیکھا ہے۔ اس موقعہ پر جناب رسولؐ خدا فرماتے تھے۔ ''تم دونوں تو جوانان جنت کے سردار ہو، خدا قتل کرے اور لعنت کرے ان لوگوں پر جو تمہارے قاتل ہیں اور اے اللہ تو ان کا انتقام اور انجام جہنم قرار دے۔'' ابو برزہ اسلمی کے یہ الفاظ سن کر یزید غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو دربار سے باہر کر دو، پھر یزید نے ابن زبعری کے یہ اشعار پڑھے ''کاش میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قتل ہوئے آج زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ خزرج کی جماعت کس طرح ہماری تلواروں کے سامنے شکست کھا چکی ہے۔ اور یہ لوگ رو رہے ہیں اور یہ منظر دیکھ کر خوشیوں کے شادیانے بجائے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں اے یزید سلامت رہ ہم نے بنی ہاشم کے بزرگوں کو قتل کر کے جنگ بدر کے بزرگوں کا بدلہ لے لیا، میں خندف کی اولاد سے نہیں اگر بنی ہاشم سے بدلہ نہ لوں۔''

یزید کے گستاخانہ اشعار

جس وقت یزید سر حضرت امام حسین علیہ السلام کی بے حرمتی کر رہا تھا۔ اس کے اکثر اشعار ابی مخنف، بحار الانوار، نور العین، تفسیر روح المعانی، اتحاف لحب الاشرف، وسیلۃ النجات، مفتاح النجات اور دیگر کتب میں مرقوم ہیں جو اس ملعون نے پڑھے۔

ملعون نے کہا ''حسین علیہ السلام کے خون سے میرے دل کو سکون ملا میں نے اپنا بدلہ لے لیا اور قرض ادا کیا''۔
''کاش وہ لوگ جو بدر میں تھے آج حسین علیہ السلام کو دیکھتے''۔

یزید یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے لب اقدس اور دندان مبارک پر چھڑی سے گستاخی کرتا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں یزید کے قصر پر ایک کوا چیخنے لگا تو یزید نے اس سے فال بدلی اور یہ شعر پڑھا ''اے کوئے تیرا جو جی چاہئے کہہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا'' ملعون نے عداوت اہل بیت کا اظہار ان اشعار میں کیا'' کاش میرے بزرگ موجود ہوتے جو جنگ بدر میں مارے گئے اور جنہوں نے خزرج کے مقتل اور واقعات کو دیکھا تھا کہ قبیلہ خزرج تلواروں کے پڑنے سے کس طرح چیخ اٹھے ہیں۔ آج وہ میرے بزرگ ہوتے تو خوشی سے کھل اٹھتے اور وہ کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ ہم نے ان کی قوم کے بزرگوں کو قتل کیا اور بدر کا بدلہ لیا اس طرح بدلہ برابر ہو گیا''۔ یزید ملعون نے یہ کافرانہ شعر پڑھا ''بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا تھا نہ کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی''۔ اہل بیت سے اپنے انتقام کی آگ کو جو اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی اس شعر میں بیان کیا۔ ''میں خندف کی اولاد سے نہیں اگر میں بنی ہاشم سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لوں''۔

جناب زینب علیہا السلام کے خطبہ کو سن کر اس ملعون نے یہ شعر پڑھا تھا۔

''سوگوار عورتوں کا نالہ و فغاں اچھا معلوم ہوتا ہے ان کی نوحہ گری سے ان کی موت آسان ہے''۔ جب یہ

ملعون سر مبارک سے گستاخی میں مصروف تھا تو یہ شعر پڑھ رہا تھا "یہ دندان کتنے خوبصورت اور خوشنما ہیں"۔

اس مقام پر بد السعد نے یہ دلخراش روایت نقل کی ہے کہ اس وقت یزید بن معاویہ نے سرانور سے سلائی میں خون لے کر مثل سرمہ کے اپنی آنکھوں میں لگایا تا کہ سکون پائے۔ یہ ملعون نئے نئے ظلم ایجاد کرتا رہا۔ حضرت کے سر انور کو دروازہ شہر پر لٹکایا یہ منظر دیکھ کر حضرت سید سجاد مضطرب ہوئے۔ معدن المصائب میں ہے کہ جناب سکینہ علیہا السلام نے جب دیکھا کہ یزید چھڑی سے گستاخی کی جسارت کر رہا ہے تو آپ نے زار و قطار آہ و زاری کرتے ہوئے کہا "پھوپھی اماں ذرا بوسہ گاہ نبی تو دیکھئے"۔

یزید ملعون ہر موقعہ پر اہل بیت کی مصیبت پر خوشی کا اظہار ناپاک زبان سے بیہودہ اشعار کی صورت میں کرتا تھا۔ یہ اشعار سن کر اہل بیت اطہار کو بہت اذیت پہنچتی تھی۔

ایک شامی کی شہادت

جن مورخین نے یہ واقعہ لکھا ان میں ابی مخنف، کامل، ابن اثیر، لہوف، نور العین، ناسخ التواریخ کے نام قابل ذکر ہیں۔ دربار یزید میں اہل حرم ایک ہی رسی میں بندھے تھے اور یزید حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک اور لب ہائے مقدسہ کو چھڑی سے ضرب لگا رہا تھا۔ دربار یزید میں جب حضرت زینب علیہا السلام و ام کلثوم علیہا السلام اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یزید کی بدکلامی سن کر مخاطب ہوئے تو اس دوران ایک شامی نے جناب فاطمہ علیہا السلام بنت الحسین علیہ السلام کی طرف دیکھ کر یزید سے کہا یہ کنیز مجھے دیدے یہ سن کر جناب فاطمہ علیہا السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے کہا پھوپھی اماں پہلے ان لوگوں نے ہمیں یتیم کیا اب یہ کنیزی میں دینا چاہتے ہیں۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا یہ فاسق و فاجر ہرگز ایسا نہیں کر سکتا"۔

اس مرد شامی نے یزید سے دریافت کیا یہ بچی کون ہے؟ یزید نے کہا یہ فاطمہ بنت حسین علیہ السلام ہے اور وہ زینب علیہا السلام بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے یہ سن کر اس شامی نے کہا ہم سے تو کہا گیا تھا یہ اسیران روم ہیں۔ یہ سن کر یزید ایسا غضبناک ہوا کہ اس نے کہا میں تجھے بھی ان کا شریک سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد یزید کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

ایک کنیز کی شہادت

جب خولی ملعون سر حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر دربار یزید میں آیا تو اس نے نواسہ رسولؐ کے سر کی بے ادبی کی۔ الثمر المذاب کے مطابق یزید ملعون کے ہاتھ میں بید کی چھڑی تھی، جسے یہ فرزند رسولؐ کے دندان مبارک پر مارنے لگا دربار کے تمام افراد اس کے اس مکروہ عمل کو دیکھ کر اٹھ گئے۔ ایک کنیز نے یزید کے سامنے آ کر کہا "اے ظالم تجھے کیا معلوم کہ ان لبوں کو رسولؐ خدا چوم چوم کر تھکتے نہیں تھے اور تو ان پر چھڑی مارتا ہے۔

یزید نے جلاد کو حکم دیا کہ اس بدزبان کنیز کو قتل کر دے۔ اس حکم کے ملتے ہی یہ بیچاری محبت فرزند رسولؐ میں سر دربار شہید کر دی گئی۔

دربار یزید میں شہنشاہ روم کا سفیر

مقتل لہوف میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب بھی سر حضرت امام حسین علیہ السلام یزید کے پاس لایا جاتا تھا، تو یہ خوشی میں جشن مناتا اور سر حضرت حسین علیہ السلام کو اپنے سامنے رکھتا تھا۔ ایک دن روم کے بادشاہ کا سفیر جس کا شمار اشراف روم میں ہوتا تھا۔ یہ یزید کے پاس موجود تھا۔ اس نے یزید سے پوچھا: ''اے عرب کے بادشاہ یہ سر کس کا ہے!'' یزید نے کہا ''تجھے اس سے کیا غرض''۔ اس نے کہا ''میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ جب میں اپنے بادشاہ کے پاس جاؤں گا تو وہ حالات دریافت کرے گا کہ تم نے وہاں کیا دیکھا۔ یہ کتنا اچھا ہوگا کہ میں اس سر اور اس کے وارث کے بارے میں اسے بتاؤں تاکہ وہ بھی تمہاری خوشیوں میں شریک ہو''۔

یزید نے اسے بتایا کہ ''یہ سر حسین بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ہے''۔ یہ جواب سن کر اس نے دریافت کیا ''اس کی ماں کا کیا نام ہے!''۔ تو یزید نے کہا ''فاطمہ بنت محمدؐ '' یہ سن کر سفیر نے کہا ''اے یزید وائے ہو تجھ پر اور تیرے دین پر۔ تیرے دین سے تو میرا دین بہتر ہے۔ اس لیے کہ میرا باپ حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہے اور میرے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ ہے اس کے باوجود نصرانی میرا بہت ادب کرتے ہیں اور میرے پاؤں کی خاک کو تبرک کے طور پر اٹھا لیتے ہیں جبکہ اے یزید حسین علیہ السلام اور تیرے پیغمبر کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ یہ کیسا دین ہے جو تو نے اختیار کیا ہے؟''

یہ سن کر یزید مزید غیض میں آ گیا اور کہا اس کو قتل کر دو اس نے مجھے میری سلطنت میں ذلیل کیا ہے۔ جب اس نصرانی سفیر نے اپنے قتل کا حکم سنا تو یزید سے پوچھا کیا تو مجھے قتل کر دے گا؟ یزید نے کہا ہاں میں تجھے قتل کر دوں گا، تو اس نے کہا اے یزید کل رات میں نے تیرے پیغمبرؐ کو خواب میں دیکھا تھا وہ مجھ سے فرما رہے تھے، تو اہل بہشت سے ہے۔ تو مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہوا تھا لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمہ توحید ادا کیا۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور پیغمبر حضرت محمدؐ برحق ہیں۔'' یہ مسلمان ہو گیا کلمہ پڑھ کر اس نے سر حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگایا اور اس کے بوسے لیے اور آپ پر گریہ کیا پھر اسی حالت میں اسے شہید کر دیا گیا۔

راس الجالوت

اس واقعہ کو ابومخنف اور ابواسحق اسفرائنی نے اپنی کتاب نور العین فی مقتل الحسین علیہ السلام میں علاوہ ازیں دیگر کتب مقاتل نے اس واقعہ کو لکھا ہے۔ منقول ہے یہودیوں کا سردار راس الجالوت جب یزید کے دربار میں پہنچا تو اس نے دیکھا یزید شراب نوشی میں مصروف ہے اور اس کے سامنے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر ہے۔

اس نے پوچھا اے خلیفہ! یہ سر کس کا ہے؟ یزید نے کہا یہ سر حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے۔ راس الجالوت نے پوچھا ان کی والدہ کا کیا نام ہے؟ یزید نے کہا ان کی والدہ حضرت محمدؐ کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام تھیں۔ اس نے پوچھا انہیں کس جرم

میں قتل کیا ہے؟ یزید نے جواب دیا۔ اہل عراق نے انہیں خطوط لکھے اور انہیں یہاں آنے کی دعوت دی جس میں کہا تھا کہ ہم آپ کو خلیفہ بنائیں گے۔ بعد میں ان کے یہاں آنے پر میرے مقرر کردہ حاکم عبید اللہ ابن زیاد نے انہیں قتل کر دیا۔

راس الجالوت نے جب یہ سنا تو کہنے لگا۔ وہ جو رسولؐ اللہ کی بیٹی کے فرزند ہیں ان سے زیادہ خلافت کا کون حق دار ہوسکتا ہے۔ اے یزید تو یہ کیا کفر بکتا ہے؟ اے یزید تو یہ جان لے کہ میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ایک سو تین پشتوں کا فاصلہ ہے اس کے باوجود یہودی میری تعظیم کرتے ہیں۔ یہ لوگ میری مرضی کے بغیر شادی بھی نہیں کرتے ہیں اور میرے قدموں کی خاک اٹھا کر تبرک سمجھ کر رکھتے ہیں۔ لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ کل تک پیغمبرؐ تمہارے درمیان تھے اور آج ان کے فرزند کو تم نے جنگ کر کے قتل کر دیا۔ تمہارے لیے بربادی اور ہلاکت ہو۔

یزید یہ سن کر کہنے لگا۔ ''اگر پیغمبرؐ کا یہ قول نہ سنا ہوتا کہ کوئی شخص ایسے کو قتل کرے جس کا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ ہو یا عہد و پیماں ہو تو روز قیامت میں اس کا قاتل اور دشمن ہوں گا، تو میں تجھے اس جسارت کے ساتھ معترض ہونے پر قتل کر دیتا۔ یہ سن کر راس الجالوت نے کہا: ''اے یزید! عہد و پیماں والے شخص کے قاتل کے تو دشمن پیغمبرؐ ہوں گے اور جس شخص نے ان کے فرزند کو قتل کر دیا ہو اس کے دشمن نہ ہوں گے۔'' اس کے بعد راس الجالوت سر حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہوا۔ ''اے ابا عبد اللہ اپنے جد کے سامنے میرے گواہ بنئے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے رسول خداؐ ہیں''۔ یزید بولا اب تو اپنے دین سے خارج ہو گیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا اب میں تجھ سے بری الزمہ ہوں اور تجھ سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد یزید نے راس الجالوت کے قتل کا حکم دیا۔

جاثلیق کی شہادت

صاحب ناسخ التواریخ نے کتاب عوالم کی اسناد سے لکھا ہے کہ ایک دوسرا مرد نصرانی سلطنت روم کی طرف سے سفارت کے عہدے پر مامور ہو کر آیا تھا۔ وہ یزید کے دربار میں موجود تھا کہ اس کی نظر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر انور پر پڑی تو اس کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ جو اس کے منہ اور داڑھی پر جاری ہوئے۔ اس نے زار و قطار روتے ہوئے۔ یزید سے کہا کہ میں اپنی جوانی کے دنوں میں تجارت پیشہ تھا، اسی سلسلہ میں ایک بار مدینہ گیا، وہاں پہنچ کر مجھے رسولؐ اللہ کی زیارت کا اشتیاق ہوا، اور ارادہ کیا کہ کوئی تحفہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کروں۔ لہٰذا میں نے صحابہ کے مشورے سے دو نافہ مشک اور تھوڑا سا عنبر اشہب لے کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ اس وقت ام المومنین حضرت ام سلمہ کے گھر تشریف رکھتے تھے، جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو آپ کے جمال انور کو دیکھ کر میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور دل میں آپؐ کی محبت قائم ہوگئی۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا عبد الشمس۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج سے میں نے تمہارا نام عبد الوہاب رکھا ہے اور میں نے تمہارا تحفہ قبول کیا مگر اس عہد پر کہ تم دعوت اسلام قبول کرو۔ میں نے آپ کی یہ ہدایت سن کر آپؐ کے چہرہ منور پر نظر کی تو وہ تمام آثار جاہ و جلالت جو خاصان خدا کے اصل معیار ہوتے ہیں آپ کی جبین مبارک پر موجود و آشکار

پائے اور میں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کی اس بشارت کو "انی مبشر لکم برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" میں تم کو ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ میں نے یہ قول ہر لحاظ سے صحیح اور برحق پایا اور میں اسی وقت مسلمان ہوگیا پھر میں نے جب تک مدینہ منورہ میں قیام کیا روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔" اے یزید حقیقت میں میں مسلمان ہوں مگر ملک روم میں اپنا مذہب پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ اے یزید جس مقدس ہستی کی دل آزاری خدا اور رسولؐ اور فاطمہ علیہا السلام اور علی مرتضیٰ علیہ السلام کو گوارہ نہ ہو تو نے اسی کو تکلیف پہنچائی اور قتل کیا تجھ پر اور تیرے دین پر افسوس ہے۔ یہ کہہ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور مسلسل بوسے لیتا رہا اور کہا اے حسین علیہ السلام مظلوم آپ اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں قیامت کے دن اس امر پر گواہ رہئے گا کہ میں آپ کے قاتل پر خدا کی طرف سے لعنت کا خواستگار ہوں خدا جاثلیق پر رحمت نازل کرے کہ محبت حسین علیہ السلام میں یزید کے ہاتھوں شہادت پائی۔

یہ واقعہ مقتل ابی مخنف میں اس طرح مرقوم ہے کہ ایک ضعیف العمر جاثلیق جو عیسائیوں کا بہت بڑا راہب تھا۔ جب دربار یزید میں پہنچا تو اس نے سر حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے یزید سے پوچھا: "اے خلیفہ! یہ کیا ہے؟" یزید نے جواب دیا یہ حسین ابن علی علیہ السلام کا سر ہے۔ جن کی ماں کا نام فاطمہ زہرا علیہا السلام ہے جو رسولؐ اللہ کی بیٹی تھیں۔" جاثلیق نے مزید دریافت کیا "ان کو کس جرم میں قتل کیا ہے؟"۔ یزید نے جواب دیا: "اہل عراق نے انہیں قتل کر کے سر میرے پاس بھیجا ہے۔" یہ سن کر جاثلیق نے کہا "ایک دن میں اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ ایک چیخ سنی اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک جوان مرد جو مثل آفتاب روشن تھا اور اس کے ہمراہ آسمان سے چند اور لوگ بھی نازل ہوئے میں نے ان میں سے ایک شخص سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟" انہوں نے جواب دیا "یہ پیغمبر اکرمؐ ہیں جنہیں فرشتے ان کے بیٹے حسین علیہ السلام کی تعزیت پیش کر رہے ہیں۔" یہ بیان کرنے کے بعد جاثلیق نے یزید سے کہا "تجھ پر لعنت ہو اس سر کو فوراً اپنے پاس سے اٹھوا دے ورنہ خدا تجھے ہلاک کر دے گا۔" یزید نے یہ واقعہ سن کر کہا "کیا تو جھوٹا خواب سنانے کے لیے آیا تھا؟" اور ساتھ ہی اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔ غلاموں نے جاثلیق کو گھسیٹتے ہوئے یزید کے پاس لا کر ڈال دیا اور یزید نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ غلاموں نے جاثلیق کو بہت بری طرح مارا اس وقت جاثلیق نے اپنا رخ سر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف کیا اور با آواز بلند کہا "اے اباعبداللہ! میرے لیے اپنے جد کے پاس گواہ رہئے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے رسول ہیں۔" یہ سن کر یزید غضب ناک ہوا اور کہنے لگا "اس کی روح اس کے بدن سے جدا کر دو۔" جاثلیق نے کہا "اے یزید لعین! تو مجھے مار یا نہ مار پیغمبر اکرمؐ میرے سامنے کھڑے ہیں ان کے ہاتھ میں نورانی کرتہ اور تاج ہے اور فرما رہے ہیں میرے اور تمہارے درمیان اب کوئی فاصلہ نہیں رہا، اب یہ نورانی کرتہ اور تاج پہن لو اور اس دنیا کو خیر باد کہہ دو اب تم میرے ساتھ بہشت میں رہو گے۔ اس وقت جاثلیق نے یزید کے ہاتھوں شہادت پائی۔

دربار یزید میں ایک عورت کا قتل

علامہ ابواسحٰق اسفرائنی سہل شہزوری کی اسناد سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ یزید کے سامنے موجود تھے کہ ایک حسین وجمیل عورت یزید کے پاس آئی اور یزید سے پوچھا یہ کس کا سر ہے جو عراق سے تیرے پاس لایا گیا ہے۔ یزید نے جواب دیا۔ یہ سر امام حسین علیہ السلام کا ہے۔ اس عورت نے کہا قسم بخدا یہ امر شاق ہے اس صاحب سر کے دادا اور اس کے ماں باپ اور اس کے اہل پر۔ قسم بخدا جب میں سوگئی تھی، تو میں نے دیکھا کہ آسمان کے در کھلے ہیں اور وہاں سے پانچ بادشاہ اترے ان کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے اور وہ کہتے تھے کہ خدائے جبار نے حکم دیا ہے کہ اس گھر کو جلا دیں۔ پس یزید اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا افسوس ہے تجھ پر کہ تو میرے ملک میں رہتی ہے اور پرورش پاتی ہے اور پھر ایسی بات کہتی ہے۔ میں تجھے بری طرح قتل کروں گا۔ اس عورت نے کہا کوئی ایسی شرط بھی ہے جس سے مجھ کو پناہ ملے۔ یزید نے کہا ہاں اس شرط سے میں البتہ تیرے قتل سے باز رہ سکتا ہوں کہ تو منبر پر جا کر جناب علی مرتضٰی علیہ السلام اور ان کی اولاد کو سب وشتم سے یاد کر۔ اس عورت نے کہا اچھا ایسا ہی کروں گی اس کے ساتھ ہی یزید نے سب کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ جب سب اردگرد جمع ہوگئے تو وہ عورت منبر پر گئی اور اس نے کہا: ایہا الناس! تم کو معلوم ہو کہ یزید نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کو برا کہوں حالانکہ وہ ساقی کوثر ہیں اور بروز قیامت لوائے حمد الٰہی ان کے ہاتھ میں ہوگا اور اولاد ان کی سرداران جوانان بہشت ہیں کہ آگاہ ہو تم لوگ کہ لعنت ہے خدا کی یزید پر اور لعنت ہے یزید پر لعنت کرنے والوں کی اور لعنت ہے ان لوگو! پر جنہوں نے یزید کی بیعت کی، اور قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف قدم بڑھائے، اور صلوات وسلام ہو علی علیہ السلام اور اولاد علی علیہ السلام اور شیعیان علی رضوان اللہ علیہم پر۔ جب سے اللہ نے پیدا کیا اور جب تک کہ قیامت آئے اس پر میں زندہ رہوں گی اور اسی پر مروں گی، اور اسی کے اوپر انشاء اللہ تعالٰی میں قیامت کے روز مبعوث ہوں گی۔ یہ سن کر یزید کو بہت غصہ آیا اور اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اسی وقت قتل کردی گئی۔

حضرت زینب علیہا السلام کا خطبہ

لہوف، بحارالانوار اور ریاض القدس میں مرقوم ہے کہ یزید کی گستاخانہ گفتگو سن کر جناب زینب علیہا السلام اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور ارشاد فرمایا: ''تمام تعریفیں خدا پر زینب علیہا السلام دیتی ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے، درود وسلام ہو رسول خداؐ اور ان کی آل پر۔ خداوند عالم نے سچ فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا انجام جنہوں نے اعمال بد انجام دیئے برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اڑایا۔ اے یزید کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم پر زمین وآسمان تنگ کر کے اور قیدی بنا کر پھرانے سے ہم خدا کے سامنے رسوا ہوگئے اور تیری عظمت میں اضافہ ہوگیا اور کیا تیرے یہ اعمال بد تیری بڑائی کی دلیل ہیں؟ جب تو نے یہ دیکھا کہ تو نے دنیا پالی اور خوشحال ہوگیا تو اس پر گھمنڈ کرنے لگا کہ تیری

خواہش کے مطابق ظاہری شان وشوکت تجھے حاصل ہوگئی۔ تو کچھ دن اور توقف کر۔ کیا تو اللہ کے اس فرمان کو بھول گیا کہ جو اس نے فرمایا ہے، یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ جو انہوں نے کفر اختیار کیا ہے اور گناہوں میں مبتلا ہیں اللہ نے جو انہیں چندروز کی مہلت دی ہے یہ ان کی خوش نصیبی ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ان کو اس لیے مہلت دی ہے کہ وہ زیادہ گناہوں کا ارتکاب کریں ان کے لیے اللہ کا دردناک عذاب ہے۔

اے یزید کیا یہی تیرا انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو پردہ میں رکھا اور دختران رسول کو قید کر کے بے مقنعہ وچادر شہروں اور بازاروں میں پھرایا اور ان کی تشہیر کی ہر ذلیل وشریف کی نظریں ان کے چہروں پر پڑ رہی تھیں جبکہ ان کے مردوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا جو ان کی مدد وحمایت کرے۔ اس سے رحم کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی جس کی پرورش ہی شہیدوں کے خون سے ہوئی ہو اور برگزیدہ لوگوں کے جگر کو چبایا گیا ہو، وہ ہماری دشمنی سے کس طرح باز آسکتے ہیں، جو ہم سے کینہ وحسد اور بغض رکھتے ہیں۔ اے یزید! تو دربار میں بیٹھ کر نوجوانان بہشت کے سردار ابا عبداللہ کے دندان اقدس پر چھڑی مار رہا ہے اور یہ کہتا ہے کاش تیرے اباواجداد زندہ ہوتے جو بدر میں مارے گئے وہ تیری تعریف کرتے اور خوش ہو کر کہتے اے یزید تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔ اے یزید تو نے ذریت محمدؐ اور اولاد عبدالمطلب کا خون بہا کر ہمارے دل کے زخموں کو تازہ کر دیا، تو جو اپنے بزرگوں کو پکارتا ہے تو بہت جلد ان کے انجام کو پہنچ جائے گا۔ اے خدا! تو ان ظالموں سے انتقام لے اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے مددگاروں کو قتل کیا۔ اے یزید خدا کی قسم تو نے اس اقدام سے کسی کو اذیت نہیں دی بلکہ تو نے اپنا نقصان کیا ہے، اور خود کو زخمی کیا ہے اور اپنا ہی گوشت پارہ پارہ کیا ہے، تو نے اپنی عاقبت اپنے ہاتھوں برباد کی ہے، تو بہت جلد رسولؐ اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ کیونکہ تو نے ان کی عترت کا خون بہایا ہے اور ان کی بے حرمتی کی ہے۔ اس کا گناہ تیری گردن پر ہوگا، خدا عنقریب اہل بیت اور ان کی جماعت کو ایک جگہ جمع کرے گا اور جو تو نے ان پر ظلم کیا اس کا تجھ سے انتقام لے گا۔ خدا فرماتا ہے جو لوگ راہ خدا میں شہید کیے گئے ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کی بارگاہ سے رزق پاتے ہیں۔

تیرے لیے یہی بہت ہے کہ جب خدا تیرا حاکم ہوگا اور فیصلہ کرنے والا ہوگا اور حضرت محمدؐ تیرے خلاف مقدمہ دائر کریں گے، جبرائیل ان کے پشت پناہ ہوں گے، بہت جلد ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جو تیرے مددگار رہے، اور تجھے تخت پر بٹھایا اور مسلمانوں پر مسلط کیا عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا انجام کیسا بد ہے، اور تیری آخرت کتنی بری ہے۔ یہ انقلاب زمانہ ہے کہ میں تجھ جیسے حقیر انسان سے گفتگو پر مجبور ہوں لیکن میں تیرا مقام جانتی ہوں اور تجھے حقیر سمجھتی ہوں۔ ہماری آنکھیں گریہ کناں ہیں، ہمارے سینوں میں غم کی آگ بھڑک رہی ہے۔ آہ یہ بات کس قدر تعجب آمیز ہے کہ شیطانی گروہ کے ہاتھوں خدا کے طیب وطاہر گروہ کو شہید کیا گیا اور اس شیطانی گروہ کے دہن نے ہمارا گوشت چبایا اور پاکیزہ جسموں پر جو زمین پر پڑے ہیں جنگل کے جانور فریاد کر رہے ہیں اور ان کی زیارت کو آرہے ہیں۔ اے یزید تو نے ہم پر مال غنیمت سمجھ کر قبضہ کیا، عنقریب تجھ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اور تجھے کچھ بھی حاصل نہ

ہوگا۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم اس کی بارگاہ میں شکایت کریں گے۔ وہی ہماری پناہ گاہ ہے۔ تو ہمارے ذکر کو نہیں مٹا سکتا۔ تو چاہے جتنی کوشش کیوں نہ کرلے، ہماری شریعت کو نہیں مٹا سکتا تو کبھی ہمارے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تو نے جو بے شرمی کے داغ کو اپنے دامن پر لگایا ہے اسے کبھی نہیں دھو سکتا۔ تیری رائے پست اور تیری حیثیت نہایت گری ہوئی ہے، اور تیری زندگی کے بہت کم دن رہ گئے ہیں۔ اس دن تیری جماعت بکھر جائیگی جب منادی ندا دے گا، خدا کی لعنت ہو ظالمین پر۔

حمد و ثنا ہے پروردگار عالم کی اور اس کا شکر ہے جس نے ہماری ابتدا سعادت و نصرت سے کی اور ہماری انتہا شہادت اور رحمت پر مکمل کی، ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ شہیدان راہ حق کو اجر و ثواب عطا فرمائے اور ان شہیدوں کے مراتب کو بلند کرے اور ہمیں اپنے نیک جانشینوں کے ساتھ قائم رکھے، خداوند تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی ہمارا بہترین وکیل ہے۔

جب یزید نے جناب زینب علیہا السلام کا یہ خطبہ سنا تو یہ شعر پڑھا۔ ''سوگوار عورتوں کا نالہ و فغاں اچھا معلوم ہوتا ہے اور نوحہ گری سے انکی موت آسان ہے۔''

جناب ام کلثوم علیہا السلام کا مرثیہ

یزید نے اہل بیت کے سامنے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی اور یہ مغرور اپنے جرم پر نازاں تھا، جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس کو اپنے کلام سے لاجواب کر دیا، تو اس ملعون نے آپ کے قتل کا حکم دیا، جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تو تمام بیبیاں ان سے لپٹ کر رونے لگیں اور فریاد کی۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ اس وقت جناب ام کلثوم علیہا السلام بہت زیادہ مضطرب تھیں اور آپ نے بہت گریہ کیا اور یزید سے مخاطب ہوئیں۔ ''اے لعین تو نے ہمارے خون ناحق سے زمین کو رنگین کیا اب سوائے علی بن الحسین علیہ السلام کے ہمارا کوئی اور باقی نہیں رہا، افسوس ہمارے مرد قتل ہوئے۔ اے یزید! تو نے مردوں میں سب کو شہید کر دیا اور ہم عورتوں کو قید کر لیا پھر بھی تیری عداوت کم نہ ہوئی اب بھی قتل کرنا چاہتا ہے۔ اے آسمانوں کے جبار و قہار اور اے زمین بطحا کے بچھانے والے خدا فریاد ہے۔ جب یزید نے آہ و فریاد کی آوازیں بلند ہوتے سنیں تو خوف زدہ ہو گیا کہ اس غم و الم کے اثر سے لوگ اہل بیت کی حمایت میں نہ اٹھ کھڑے ہوں لہٰذا قتل علی بن الحسین علیہ السلام سے باز رہا۔

ابو مخنف کے موافق جب یزید حضرت ام کلثوم علیہا السلام سے مخاطب ہوا ''اے ام کلثوم علیہا السلام تم نے دیکھا کہ خدا نے تم لوگوں کے ساتھ کیا کیا؟'' حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے یہ سن کر فرمایا ''اے ہمارے غلاموں کے آزاد کردہ بیٹے! تیری خواتین اور کنیزیں تو پردہ کے پیچھے بیٹھی ہیں اور پیغمبر خدا کی بیٹیاں ﷺ بے پالان اونٹوں پر سوار تھیں کہ انہیں ہر نیک و بد دیکھ رہا تھا، اور یہودی و عیسائی انہیں صدقے دیتے تھے۔ یزید نے حضرت ام کلثوم علیہا السلام کو غیض و غضب سے دیکھا دربار میں موجود بعض حاضرین نے جب یزید کو اس قدر غصے میں دیکھا تو کہا ''اے یزید یہ خواتین ہیں ان سے زیادتی نہ کر۔'' یزید لعین یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت سکینہ علیہاالسلام کا خواب

انوارالنعمانیہ میں مرقوم ہے کہ یزید لعین جناب سکینہ علیہاالسلام کی طرف متوجہ ہوااور پوچھا۔ یہ لڑکی کون ہے؟ اس وقت وہ مظلومہ اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپائے ہوئے تھیں۔ لوگوں نے بتایا یہ سکینہ علیہاالسلام دختر حسین بن علی علیہ السلام ہیں۔ یہ سن کر اس ستم رسیدہ کے رخساروں پر بے اختیار اشک جاری ہوئے۔ آپ سے جب دریافت کیا کہ کیوں روتی ہیں۔ یتیم کا دل نازک ہوتا ہے۔ اس یتیمہ نے جواب دیا میں کیوں نہ روؤں کہ وہ مظلومہ جس کے پاس کوئی کپڑا منہ اور سر چھپانے کو نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا میرے رونے کا سبب وہ خواب ہے جو میں نے شب کو دیکھا تھا۔ یزید نے کہا اپنا خواب بیان کرو۔ اس ستم رسیدہ نے فرمایا ''یزید جب سے میرے بابا شہید ہوئے ہیں اس روز سے میں سوئی نہیں ہوں۔ اس لیے کہ جب ہم سب شتران برہنہ پر سوار کیے گئے تو اونٹوں کی پشت پر تکان اور رنج و مصیبت کے سبب قرار نہ تھا اور مجھے ایک شتر مجروح اور لاغر پر بے پردہ بٹھایا وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتا تھا اور میں اس پر سے گر پڑتی تھی اس وقت یہ بے رحم زحر بن قیس جو تیرے سامنے کھڑا ہے مجھے تازیانے سے اذیت پہنچاتا تھا اور وہاں کوئی ایسا نظر نہیں آتا تھا جو مجھے اس کے ظلم سے بچاتا اس کے بعد آپ نے اپنا خواب بیان کیا۔

بحارانوار میں ابن نما علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جناب سکینہ نے دمشق میں خواب دیکھا کہ نور کے پانچ باغ ہیں یہاں پانچ بزرگ سوار ہیں ہر ناقے کے ساتھ ایک خادم ہے اور ان ناقوں کے گرد ملائکہ جمع ہیں، میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں! خادم نے جواب دیا اول حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام ہیں، دوسرے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، تیسرے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں چوتھے حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام ہیں پھر میں نے دریافت کیا یہ بزرگ کون ہیں جو اپنی ریش مبارک کو ہاتھ سے پکڑے ہیں اور نہایت پریشانی کے عالم میں کبھی زمین پر گرتے ہیں اور کبھی اٹھتے ہیں۔ اس شخص نے بتایا یہ آپ کے دادا رسول اللہؐ ہیں۔ میں نے پوچھا یہ حضرات کہاں تشریف لیے جارہے ہیں؟ کہا یہ آپ کے پدر بزرگوار کے پاس جارہے ہیں۔

یہ سن کر میں نے ارادہ کیا کہ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان سے جو ظلم و ستم مجھ پر گزرے ہیں بیان کروں۔ اسی دوران پانچ ہودج نورانی نظر آئے جن پر پانچ بیبیاں بیٹھی تھیں۔ میں نے ان کے بارے میں اس خادم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ خادم نے کہا اول ام البشر جناب حوا، دوسری جناب آسیہ دختر مزاحم، تیسری جناب مریم بنت عمران، چوتھی حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں پھر میں نے پوچھا یہ بی بی کون ہیں جو اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہیں اور کبھی ضعف و کمزوری کی وجہ سے گرتی ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اس خادم نے مجھے بتایا کہ یہ آپ کی دادی جناب فاطمہ زہرا دختر جناب رسول خداؐ ہیں میں نے کہا بخدا میں ان سے ضرور اپنی پریشانی عرض کروں گی۔

اس کے بعد میں ان کی خدمت میں جا کر باادب کھڑی ہوئی میں اس وقت بہت رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی ''اے دادی اماں! خدا کی قسم امت جد نے ہمارے حق سے انکار کیا۔ اے دادی اماں! امت نے ہمیں برباد کر دیا اور

ہماری حرمت کی پامالی کو جائز قرار دیا۔ اے دادی اماں! قسم بخدا امت نے میرے بابا جان کو قتل کر دیا۔" یہ سن کر خاتون محشر جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا "اے میری بیٹی سکینہ علیہا السلام اب نہ رو تمہارے بین نے میرا دل پاش پاش اور جگر زخمی کر دیا ہے۔ یہ تمہارے بابا حسین علیہ السلام کا کرتہ میرے پاس ہے اسے میں اپنے سے جدا نہ کرونگی۔ یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گی۔ جناب سکینہ فرماتی ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

ابومخنف کے موافق جب یزید نے دربار میں حضرت امام زین العابدین کے قتل کا حکم دیا تو تمام ہاشمی مستورات رونے لگیں اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنے حلقے میں لے لیا۔ اس وقت حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا "اے یزید! تو نے ہمارے مردوں کا خون بہایا اب زین العابدین علیہ السلام کے علاوہ مردوں میں ہمارا کوئی مرد باقی نہیں رہا۔ اس وقت بیبیاں حضرت زین العابدین علیہ السلام سے لپٹ کر بین کر رہی تھیں۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام فرماتی تھیں۔ اے یزید تو نے ہمارے مردوں کو قتل کر دیا۔ عورتوں کو قیدی بنایا، ہمارے معصوم بچوں کے سروں پر مسلسل تیری تلواریں ہیں۔ اے آسمانوں اور بیابانوں کے مالک تجھ سے فریاد ہے اس وقت بیبیاں شدت سے آہ وفغاں کر رہی تھیں اور دربار میں لوگ گریہ وزاری کر رہے تھے یہ دردناک منظر دیکھ کر یزید گھبرا گیا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل سے باز رہا۔ اس کے بعد جب اس کی گھبراہٹ میں کمی واقع ہوئی تو جناب سکینہ علیہا السلام نے یزید کو مخاطب کیا "اے یزید! میری بات سن کل میں نے نیم خوابی کے عالم میں ایک نورانی محل دیکھا جس کا بیرونی حصہ یاقوت کا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اچانک اس محل کا دروازہ کھلا اور اس میں پانچ بزرگ ظاہر ہوئے جو اس محل سے باہر آئے ان کے آگے آگے ایک غلام تھا میں نے اس سے پوچھا: اے جوان یہ محل کس کا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ تمہارے پدر بزرگوار حسین علیہ السلام کا ہے۔ پھر اس سے معلوم کیا یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ بزرگ جناب آدم علیہ السلام، جناب نوح علیہ السلام، جناب ابراہیم علیہ السلام اور جناب عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ میری گفتگو کے درمیان ان میں سے ایک مرد جن کا چہرہ مثل چاند روشن تھا۔ آگے بڑھے انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے ساری دنیا کے درد وغم انہوں نے اٹھا رکھے ہیں وہ ایک ہاتھ سے اپنی داڑھی کو پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ مجھے بتایا یہ آپ کے جد رسول اللہؐ ہیں۔ میں نے ان کے قریب جا کر عرض کی یا جداہ خدا کی قسم ہمارے مرد قتل کیے گئے۔ بچوں کو ذبح کیا گیا اور عورتوں کو رسوا کیا گیا۔ یہ سن کر میرے جد نے مجھے سینے سے لگایا اور شدید گریہ کیا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے نزدیک آ کر فرمایا "اے دختر مصطفیٰؐ اپنی بات مختصر کرو کیونکہ سید وسردار رسول اللہ کا دل آپ کی گفتگو سن کر بہت غمگین ہو گیا ہے۔ اس کے بعد اس غلام نے مجھے اس محل میں داخل کر دیا میں نے وہاں پانچ عورتوں کو دیکھا ان کے درمیان ایک بی بی بال پریشاں سیاہ لباس میں تھیں ان کے سامنے خوں بھرا ایک کرتہ تھا، جب یہ بی بی کھڑی ہوتی تھیں تو دوسری بیبیاں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ جب یہ بیٹھتی تھیں تو دوسری بھی بیٹھ جاتیں۔ وہ بی بی اپنے سر پر خاک ڈالتی تھیں۔ میں نے اس غلام سے دریافت کیا یہ بی بی کون ہیں؟ اس نے بتایا یہ جناب حوا علیہا السلام، مریم علیہا السلام، آسیہ مادر جناب موسیٰ علیہا السلام اور حضرت خدیجہ علیہا السلام ہیں اور جو بی بی خون آلودہ کرتہ لیے ہیں وہ

آپ کی جدہ حضرت فاطمہ ؑ ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ اے میری جدہ بزرگوار خدا کی قسم میرے بابا کو قتل کر دیا گیا یا جدہ میں بچپن میں یتیم ہو گئی، میری جدہ نے مجھے سینے سے لگا کر فرمایا ''بیٹی خدا کی قسم یہ صدمہ ایک عظیم صدمہ ہے''۔ اس کے بعد وہ بلند آواز سے رونے لگیں۔ اور فرمایا ''بیٹی سکینہ ؑ میرے بیٹے کو کس نے غسل دیا؟ کس نے کفن پہنایا؟ کس نے حنوط کیا؟ کس نے قبر میں اتارا؟ کس نے قبر کو مٹی سے پر کیا اور کس نے قبر کو بند کیا؟ اور کس نے میرے حسین ؑ کی شہادت کے بعد اسکے یتیموں کی دل جوئی کی؟ اور کس نے بیواؤں اور یتیموں کے کھانے پینے کا بندوبست کیا؟ یہ فرما کر جناب فاطمہ ؑ بین کرنے لگیں۔ اے میرے لعل اے میرے میوہ دل اس وقت دوسری بیبیاں بھی جدہ کے گرد گریہ و نوحہ کرنے لگیں۔ اس کے بعد مجھے وہاں سے واپس بھیج دیا۔ میں پریشانی کے عالم میں جب خواب سے بیدار ہوئی تو اپنی دادی حضرت فاطمۃ الزاہر ؑ کی جدائی نے میرے پریشان حال دل کو اور زیادہ رنجیدہ کر دیا۔

خطبہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

دربار یزید میں جب حضرت سکینہ ؑ نے اپنے جد بزرگوار جناب رسول خداؐ اور اپنی جدہ جناب فاطمہ زہرا ؑ سے متعلق جب اپنا خواب بیان کیا تو یزید لعین یہ خواب سن کر ہنسنے لگا اور حکم دیا کہ کوئی شخص منبر پر جا کر حضرت امام حسین ؑ کو برا کہے۔ اس کے ساتھ ہی خطیب نے منبر پر جا کر یزید کے حکم کی تعمیل کی اور اہل بیت کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا۔ حضرت امام زین العابدین ؑ نے خطیب سے فرمایا میں تجھے خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ مجھے منبر پر کلام کرنے دے۔ جس سے خدا اور اس کے پیغمبر خوش ہوں۔ خطیب نے کہا کہ آپ منبر پر جائیں اور جو چاہیں کہیں چنانچہ آپ نے منبر پر جا کر نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے الفاظ دلوں میں اتر گئے۔

ابو مخنف، مقتل لہوف اور بحار الانوار میں منقول ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین ؑ منبر پر تشریف لائے تو تمام لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے اسے معلوم ہے میں کون ہوں اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔ میں علی بن الحسین ؑ ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کیا، طواف اور سعی کی۔ لوگو! میں فرزند فاطمہ ؑ ہوں میں اس کا فرزند ہوں جسے پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو اس دنیا سے پیاسا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر پانی بند کیا گیا۔ جبکہ اللہ کی مخلوق پر کسی پر بندش آب نہ تھی۔ میں محمد مصطفےٰ کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کو کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار شہید ہوئے اور زمین پر آرام کی نیند سو گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل بیت قتل کیے گئے اور بچے بے جرم و خطا ذبح کیے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے خیمے جلائے گئے، میں اس کا فرزند ہوں جسے زمین کربلا پر شہید کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے نہ غسل دیا گیا نہ کفن اور سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی

میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم زمین پر چھوڑ دیا اور سر انور کو نیزہ پر پھرایا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا ہر طرف سے دشمن محاصرہ کیے ہوئے تھے اور کوئی ناصر و مددگار نہ تھا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کو قیدی بنا کر شہر شام تک پھرایا گیا۔ لوگو! میں اس کا فرزند ہوں جس کا کوئی مونس و مددگار نہ تھا۔ لوگو! پروردگار عالم نے ہمیں پانچ فضیلتوں سے سرفراز فرمایا۔ ① قسم بخدا ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت و رسالتؑ ہیں۔ ② ہماری شان میں قرآنی آیات کا نزول ہوا اور ہم نے لوگوں کو ہدایت کی۔ ③ شجاعت ہمارے گھر کی کنیز ہے ہم کبھی کسی کی طاقت سے نہ ڈرے نہ مرعوب ہوئے فصاحت ہمارا حصہ ہے۔ جس پر فصحا فخر و مباہات کرتے ہیں۔ ④ ہم ہی صراط مستقیم اور مرکز ہدایت ہیں جو علم حاصل کرنا چاہئے اس کے لیے ہم علم کا سرچشمہ ہیں مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔ ⑤ ہمارے مراتب زمینوں اور آسمانوں میں بلند ہیں اگر ہم نہ ہوتے تو خدا دنیا نہ بناتا۔ ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے اور قیامت میں ہمارے دوست سیراب ہوں گے اور دشمن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ابھی خطبہ اس منزل پر پہنچا تھا کہ لوگوں میں کہرام مچ گیا اور لوگ اپنے سر پیٹنے لگے اور حضرت علیہ السلام کی طرف مائل ہو گئے یہ دیکھ کر یزید گھبرا گیا کہ کہیں انقلاب نہ آ جائے۔ اس نے موذن کو حکم دیا کہ فوراً اذان دینا شروع کرے تا کہ امام کا خطبہ رک جائے۔ اس وقت موذن نے اذان شروع کی۔ جب موذن نے اللہ اکبر کہا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا تو نے برگزیدہ ذات کی بڑائی بیان کی اور اس کی عظیم الشان عظمت کو ظاہر کیا۔ جب موذن نے اشہدان لا الہ الا اللہ کہا تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میں بھی ہر گواہ کے ساتھ اس پر گواہ ہوں اور ہر منکر کے خلاف اقرار کرتا ہوں۔ اس کے بعد جب موذن نے اشہدان محمد رسول اللہ کہا تو آپ رو دیئے اور یزید سے مخاطب ہوئے اے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نانا تھے۔ یا تیرے۔ یزید نے جواب دیا آپ کے حضرت نے یزید سے کہا پھر تو نے میرے بابا کو کیوں شہید کیا؟ اس بات کا یزید نے کوئی جواب نہیں دیا اور یہ کہتا ہوا محل میں داخل ہو گیا کہ "مجھے نماز کی حاجت نہیں"۔

اس وقت منہال نے حضرت کا حال دریافت کیا۔ حضرت نے کہا اے منہال ایسے شخص کا حال کیا دریافت کرتے ہو جس کے باپ کو شہید کر دیا گیا ہو اور کوئی مددگار باقی نہ رہا ہوں اور اپنے چاروں طرف اپنے اہل حرم کو قیدی دیکھ رہا ہو جن کی چادریں چھن گئیں ہوں اور جو بے پردہ ہوں، جن کا نہ کوئی ناصر ہے نہ مددگار میں مقید ہوں مجھے رسوا کیا گیا۔ میرے اہل بیت بوسیدہ لباس میں ہیں۔ نئے لباس ہم پر حرام قرار دیئے گئے ہیں۔ اے منہال! اگر میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ ہمارے دشمن ہمیں برا کہتے ہیں اور ہم صبح و شام موت کے منتظر ہیں۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا عرب عجم پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ رسول خداؐ ان میں تھے اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ رسول خداؐ کا تعلق قریش عرب سے تھا اور ہم ان کے اہل بیت ہیں۔ لیکن ہمیں قتل کیا گیا اور ہم پر ظلم کیا گیا، اور ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور قید کر کے در بدر پھیرایا گیا۔ گویا ہمارا حسب بہت گرا ہوا ہے۔ جیسے ہم عزت و تکریم کے قابل نہیں گویا ہم عزت کی بلندیوں اور بزرگیوں کے فرش پر جلوہ گر نہ ہوئے۔ ایسا لگتا

ہے کہ ہر شے پر یزید کا اقتدار ہے۔ یہ تمام ملک اور لشکر پر قابض ہے اور آل رسولؐ جیسے یزید کے ادنیٰ غلام ہیں۔ حضرت کا یہ درد انگیز کلام سن کر گریہ و ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔

جب یزید نے یہ حال دیکھا تو گھبرا گیا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف نہ ہو جائیں اور جامع مسجد کے خطیب سے کہنے لگا۔ کیا تو نے ابن الحسین کو منبر پر اس لیے بٹھایا ہے کہ میری حکومت کو ختم کرنا چاہتا ہے"۔ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ نوجوان ایسی بلند پایہ گفتگو کرے گا۔ یزید نے غصہ سے کہا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ اہل بیت نبوت معدن رسالت کا فرد ہے"۔ موذن نے یزید سے کہا جب تجھے یہ معلوم تھا تو تو نے ان کے جد بزرگوار کو کیوں قتل کیا؟"

ریاض القدس میں مرقوم ہے کہ جب اہل بیت اطہار دربار یزید میں اسیر ہو کر آئے تو دمشق کی جامع مسجد شامیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یزید تخت پر بیٹھا تھا جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام منبر پر تشریف لائے تو آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا خطبہ کے بعد اپنے تعارف کا ذریعہ امام حسین علیہ السلام کی بلند شخصیت اور آپ کی مظلومیت و شہادت کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! میں اس کا فرزند ہوں جسے ظلم سے شہید کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا گلا پس گردن سے کاٹا گیا، میں اس کا بیٹا ہوں جو پیاسا اس دنیا سے اٹھ گیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی لاش میدان کربلا میں چھوڑ دی گئی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا عمامہ اور جس کی ردا چھینی گئی میں اس کا بیٹا ہوں جس پر آسمان کے فرشتوں نے گریہ کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر زمین پر جنات اور ہوا میں طائر روئے، میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر پھیرایا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے حرم عراق سے شام تک قیدی بنا کر لائے گئے میں اس کا بیٹا ہوں جو کربلا میں ذبح کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین کربلا میں جاگزیں ہو گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے چھوٹے چھوٹے بچے ذبح کیے گئے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں دشمنوں نے آگ لگا دی۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کو غسل نہیں دیا گیا اور نہ کفن پہنایا گیا۔ حضرت زین العابدین علیہ السلام کی اس تقریر کو سن کر تمام لوگ دھاڑیں مار کر رونے لگے اور جامع مسجد میں لوگوں کی آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جس سے یزید ملعون گھبرا گیا اور اس نے فوراً موذن کو اذان دینے کا حکم دیا۔

اب ہم اس مقام پر پہنچ کر سید اولاد حیدر بلگرامی دام ظلہ العالی کی مایہ ناز کتاب صحیفۃ العابدین جو آپ نے مورخہ ششم رجب ۱۳۲۶ ہجری میں مرتب فرمائی اس سے استفادہ کرتے ہوئے آپ کا پیش کردہ ترجمہ جو آپ نے ناسخ التواریخ اور اسفرائنی کی کتاب نور العین کے عربی متن سے کیا اس کتاب میں شامل کرتے ہیں۔

ناسخ التواریخ میں منقول ہے "ایک روز یزید نے اپنے خطیب سے کہا کہ منبر پر جا کر ہمارے محامد و مناقب اور بنی فاطمہ علیہا السلام کے مناقص و معائب بیان کر خطیب نے فوراً حکم یزید کی تعمیل کی جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی حاضر تھے۔ اس کے کلام شناعت التیام کو سن کر خطیب سے کہنے لگے۔ افسوس ہے تجھ پر تو نے ایک بندہ کی خوشنودی کے لیے اپنے خالق کی معصیت اختیار کر لی۔ پس اپنے مقام کو آتش جہنم سے بھرا ہوا تیار سمجھ لے۔ پھر اس کے بعد جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید سے کہا کہ اگر تو اجازت دے تو میں کچھ خطبہ کے طور پر بیان کروں۔ یزید

پہلے تو اسے قبول نہیں کرتا تھا مگر جب حاضرین نے اپنا کمال اشتیاق ظاہر کیا اور بہت اصرار کیا تب یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اجازت دی۔ اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفیٰؐ ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ''خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو علم و حلم و سماحت و فصاحت و شجاعت کے لیے خاص طور پر ممتاز فرمایا ہے اور مومنین کے دلوں کو ہماری محبت سے پر اور مملو کیا ہے اور ہم لوگوں کو بہ نسبت جناب احمد مختارؐ و حیدر کرار و جعفر طیار علیہ السلام و حمزہ علیہ السلام سید الشہدا علیہم التحیتہ و الثنا و فرزندان پیغمبرؐ ابو محمد و ابو عبداللہ کے تمام لوگوں پر فضیلت بخشی ہے اور جو شخص مجھے نہ جانتا ہو یا جانتا ہو میں اس کو اپنی شرافت حسب و فضیلت نسب سے اطلاع دیتا ہوں میں ہوں پسر مکہ و منیٰ اور میں ہوں پسر زم زم و صفا میں اس کا پسر ہوں جس نے حجر الاسود کو اپنے دامن میں اٹھایا۔ میں اس کا پسر ہوں جو براق پر سوار ہوا اور تمام آسمانوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا میں اس کا بیٹا ہوں جو سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچا اور جناب حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو اپنی وحی کا خزانہ بنایا۔ میں اس بزرگ کا پسر ہوں جو مقام قابَ قوسین تک پہنچا میں اس کا بیٹا ہوں جس نے دو تلواروں اور دو نیزوں سے لڑائیاں لڑیں۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی وجہ سے کفار نے طریقہ حق اختیار کیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے پیغمبرؐ کے ساتھ دو ہجرتیں کیں۔ ایک ہجرت شعب ابی طالب میں دوسری مدینہ میں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جبرئیل جس کا مولا (رفیق) اور میکائیل جس کا معین و ناصر تھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے خوارج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور طلحہ و زبیر کے لشکر کو برباد کر دیا اور شام کی فوجیں اپنی شمشیر آبدار سے کاٹ ڈالیں۔ میں جناب فاطمۃ الزاہرہ و حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کے رشتہ حیات کو ستم کے ہاتھوں پارہ پارہ کر دیا اور لب تشنہ کا سر تن سے جدا کیا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا جسم اطہر کربلا کی زمین گرم پر برہنہ چھوڑ دیا گیا اور عبا اس کی نکال لی گئی۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کا ماتم فرشتوں نے آسمان پر قائم کیا اور جن و انس اس کے لیے زمین پر روئے اور وحشی و طیور آہ و فغاں میں مصروف رہے۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر اس شہر سے اس شہر برابر پھرایا گیا اور اس کے اہل بیت عراق سے شام تک برابر مقید کر کے رسوا کیے گئے۔ پس اے لوگو! تم گواہ رہو کہ میں اس خدائے لایزال کا بیحد و بے حساب شکر کرتا ہوں جس نے ہم اہل بیت کو ایسے امتحان سخت میں مبتلا کیا اس وقت جس وقت رایت ہدایت ہمارے ہاتھوں میں تھا اور نشان ضلالت دوسروں کے ہاتھوں میں تھا۔

دربار یزید میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ اسفرائنی نے اپنی کتاب نور العین میں درج کیا اس کا ترجمہ سید اولاد حیدر بلگرامی دام ظلہ العالی نے اردو میں صحیفۃ العابدین میں فرمایا۔

''میں تمہیں دنیا کی چیزوں سے ڈراتا ہوں کہ وہ دار فنا و زوال ہیں۔ اس دنیا نے گزشتہ قرنوں اور طبقوں کو فنا کر دیا۔ حالانکہ وہ لوگ تم سے زیادہ بڑی عمر والے تھے اور تم سے زیادہ دولت مند تھے۔ مٹی نے ان کے جسموں کو کھا لیا اور ان کی حالتوں کو متغیر کر دیا۔ ان کے بعد بھی کیا تم اطمینان رکھتے ہو کہ تم دنیا میں ہمیشہ زندہ رہو گے۔ یہ تمہاری آرزو دور ہے تم کو ان لوگوں سے ملنا ضرور ہے۔ جو کچھ تمہاری عمر میں گزر گیا ہے اور باقی رہا ہے اس میں عمل صالح

کرو۔قبل اس کے موت آئے اور قبل اس کے کہ امیدوں سے فارغ ہو۔ بہت جلد تم ان محلوں سے نکل جاؤ گے اور قبور میں داخل کیے جاؤ گے اور پیش خدا اپنے افعال کے حساب دو گے۔ قسم خدا کی بہت سے مغرور لوگ ایسے ہیں کہ ہلاکتوں کے راستے میں پڑیں گے مگر اس وقت کوئی ندامت اور شرمندگی ان کو نفع پذیر نہ ہوگی، ہر چند فریاد کریں گے مگر کسی کو فریادرس نہ پائیں گے جو اعمال کیے ہیں وہ سب ان کے پیش نظر ہوں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہاالناس! جو مجھ کو جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اب جان لے کہ میں علی ابن الحسین ابن علی علیہ السلام اور فرزند فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہوں۔ میں فرزند خدیجۃ الکبریٰ ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب مکہ ومنیٰ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں جو صاحب مروہ اور صفا ہے۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کے ساتھ ملائکہ نے آسمانوں پر نماز پڑھی۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کی شان میں ثم دنیٰ فتدلّٰی نازل ہوا ہے۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو صاحب حوض ولوائے حمد ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب دلائل ومعجزات ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب قرآن و کرامات ہے۔ میں فرزند سید محمود ہوں۔ میں فرزند صاحب کرم وجود ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب تاج نورانی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب براق ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو کلمہ اسماعیل علیہ السلام ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو صاحب معانی تاویل قرآنی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو زاہد و عابد ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے اپنے عہد کو وفا کیا۔ میں فرزند رسول ملک معبود ہوں میں فرزندان نیک کار ہوں میں اس کا فرزند ہوں جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔ میں اس کا فرزند ہوں جن کے واسطے جنات نعیم کے دروازے کھول دیئے گئے۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جس پر اللہ کی خاص خوشنودیاں نازل ہوئیں۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جو قتیل ظلم وستم ہے۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جس کا سر پس گردن سے کاٹا گیا۔ میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا مارا گیا۔ میں اس شخص کا فرزند ہوں جو ارض کربلا پر بے گوروکفن پڑا ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر ملائکہ آسمان سے روئے۔ ایھا الناس خدا تعالیٰ نے بلائے شدید میں ہمارا امتحان لیا ہے۔ اس طرح کہ ہم میں رایت ہدایت اس نے مقرر کی اور ہمارے غیر لوگوں میں رایت ہلاکت دیا ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ہم کو تمام عالم پر فضیلت دی اور حق تعالیٰ نے ہم کو وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو کسی کے پاس خلق میں نہیں ہیں۔ علم، حلم، شجاعت، حب خدا اور حب رسولؐ یہ پانچوں چیزیں مخصوص ہم ہی کو دی گئی ہیں اور کسی کو نہیں۔

ملا ابواسحٰق اسفرائنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں اور ایسا ہی صاحب ناسخ التواریخ کا بھی بیان ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہاں تک فرما چکے تو تمام لوگ مسجد میں رونے لگے۔ یزید نے سوچا کہ خطبہ کو اذان دلوا کر موقوف کردے کیونکہ اس کو اہل شام کے منحرف ہو جانے کا خیال پیدا ہونے لگا تھا۔ اس لیے اس نے موذن کو اشارہ کیا اس نے اٹھتے ہی اذان کہنی شروع کردی جب اس نے اللہ اکبر کہا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا "اللہ سب سے بڑا ہے"۔ موذن نے کہا۔ اشھدان لاالہ الااللہ ۔ امام علیہ السلام نے بھی اپنے ایسے ہی تکرار فرمائی۔ پھر موذن نے کہا۔ اشھدان محمد رسول اللہ امام علیہ السلام نے فرمایا چپ رہ۔

جب وہ خاموش ہو گیا تو پھر آپ نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے یزید! اب تو ہی بتا یہ محمدؐ میرے جد بزرگوار تھے یا تیرے؟ اگر تو نے کہا میرے جد بزرگوار تھے تو تو نے سچ کہا اور اگر تو نے کہا وہ تیرے جد تھے تو تو جھوٹا ہے۔ یزید نے کہا وہ آپ ہی کے جد عالی مقدار تھے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا ''پھر تو نے کیوں ان کی ذریت کو قتل کیا اور ان کے حرم کو قید کیا؟ یہ سن کر یزید تو خاموش ہو گیا اور حاضرین مسجد زار و قطار رونے لگے۔ اور سب نے یک زبان ہو کر کہا اسلام میں تو یہ مصیبت عظیم نازل ہوئی ہے۔ اس کلام سے یزید کو خوف ہوا کہ لوگ بغاوت کر کے اسے مار نہ ڈالیں۔

جناب سید سجاد علیہ السلام کی غیبی مدد

ناسخ التواریخ میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دربار یزید میں فرمایا ''افسوس ہے اے یزید! اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تو نے جو گناہ، گستاخی اور ظلم جو تو نے میرے باپ بھائیوں اور چچازاد بھائیوں پر ڈھائے ہیں کاش کہ تو دیوانہ وار ہو کر جنگل اور بیابانوں میں نکل جاتا اور ہمیشہ فرش خاک پر بیٹھتا اور نالہ و فریاد کیا کرتا تو نے میرے بابا حسین علیہ السلام فرزند فاطمہ علیہا السلام و علی علیہ السلام کا سر دروازے پر لٹکایا اب اے یزید اس ذلت و رسوائی کے واسطے مستعد ہو جا جو تیرے لیے بروز قیامت نصیب ہونے والی ہے۔ جس وقت یہ کلمات حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے منہ سے ادا ہوئے یزید غصہ اور جلن میں آپے سے باہر ہو گیا اور فوراً آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ جلاد آپ کو ایک مقام پر لے گیا، اور چاہا کہ آپ علیہ السلام کو قتل کر کے آپ کی لاش ایک گڑھے میں ڈال دے کہ یکا یک ایک ہاتھ نکلا اور اس نے پیچھے سے قاتل کی گردن پکڑ لی تو وہ خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھاگا ہوا یزید کے پاس آیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ یہ واقعہ سن کر یزید بہت ہراساں ہوا اور آئندہ ایذا رسانیوں کی اس طرح کی تجویزوں سے باز رہا۔

قید خانہ شام

یزید کی یہ کوشش تھی کہ اسیران کربلا کو زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچائی جائے، جس قید خانے میں اہل بیت کو قید کیا وہ نہایت خستہ حال تھا۔ یہاں ٹوٹی ہوئی دیواروں سے مٹی جھڑتی تھی۔ دن کی دھوپ اور رات کی اوس سے بچنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ یہاں کے دردناک ماحول اور گھٹن سے اہل بیت بہت مضطرب و پریشان تھے۔ سورج کی تمازت سے بچنے کے لیے بیبیاں اپنے بالوں سے منہ کو چھپا لیتی تھیں۔ مائیں بچوں کو دھوپ کی شدت سے بچانے کیلئے اپنے آپ کو بچوں پر اس طرح جھکا لیتی تھیں کہ دھوپ ان کی پشت پر پڑتی۔ اس کے باوجود بچوں کا گرمی کی شدت سے بچنا محال تھا۔ یہ معصوم بچے قید و بند کی مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے لاغر اور کمزور ہو گئے تھے۔ یہ کھڑے ہوتے تو گر جاتے تھے اسیروں کے چہرے جھلس گئے تھے۔ اور مصیبتیں اٹھاتے اٹھاتے چہروں سے اداسی کے آثار نظر آتے تھے۔ یہاں نہ کھانے کا معقول انتظام تھا نہ پانی کا۔ غذا اور پانی اتنی کم مقدار میں آتا تھا کہ مخدرات عصمت و طہارت خود بھوکی پیاسی رہ جاتی تھیں اور اپنے حصہ کا بچوں کو دے دیتیں۔ اس کے باوجود بچوں کے لیے ناکافی ہوتا یہ قید خانہ ایک طرح

کا ماتم کدہ بن گیا تھا جہاں دن رات عورتیں اور بچے گریہ کیا کرتے تھے۔

امالی میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے جناب فاطمہ بنت حسین علیہا السلام سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتی ہیں یزید نے حکم دیا کہ بیمار امام کے ساتھ اسیر مستورات کو زندان میں بند کر دیا جائے۔ ہمیں جس زندان میں قید کیا گیا وہاں دن کی گرمی اور رات کی سردی سے نہیں بچا جا سکتا تھا اس زندان میں ہمارے چہروں کے رنگ بدل گئے تھے۔ ان دنوں بیت المقدسؑ سے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے سے خون تازہ نکلتا تھا۔ لوگ سورج کی روشنی کو دیواروں پر اس حال میں دیکھتے تھے جیسے ان پر سرخ کمبل ڈالا ہوا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت تک رہی جب تک علی بن الحسین علیہ السلام زندان سے اسیروں کے ساتھ رہا نہیں ہو گئے اور سر حسین علیہ السلام کو لے کر کربلا نہیں آ گئے۔

امالی شیخ صدوق، معالی السبطین، نفس المہموم، ارشاد مفید اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ اور دیگر مقاتل کے مواقف آل محمدؐ کو جس زندان میں قید کیا گیا تھا اس کی دیواریں نہایت خستہ اور بوسیدہ تھیں اس پر چھت نہیں تھی یہاں سردی اور گرمی سے بچنا ناممکن تھا۔ اس زندان میں اسیران آل محمدؐ نے اتنا عرصہ گزارا کہ گرمی اور سردی کی شدت سے تمام اسیروں کے چہروں کا گوشت پھٹ گیا تھا۔

قید خانہ شام کے مصائب کا تصور بھی ممکن نہیں اہل بیت اطہار نے یہاں جس طرح قید کے دن گزارے وہ نہایت سخت تھے۔ اس قید خانہ سے کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ تھی یہ قید خانہ اتنا ہیبت ناک اور خستہ حال تھا کہ اس کی دیواروں کے قریب جانے سے خوف آتا تھا۔ یہاں نہ ہوا کا گزر تھا نہ روشنی کا۔ بچے گھبرا کر در زندان پر آ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

ایک دن زندان بان نے آ کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ فرزند رسول! نصف شب میں قیدیوں میں سے ایک بی بی باہر نکل آتی ہے اور قید خانہ کے گرد پھرتی ہے اور روتی ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے زندان بان سے کہا ہم یہاں اسیر ہیں اور دروازہ مقفل رہتا ہے اس صورت میں کوئی قیدی کس طرح باہر آ سکتا ہے۔ زندان بان نے کہا انہیں قیدیوں میں سے کوئی بی بی دیوار سے لگ کر گریہ وزاری کرتی ہے۔ اس لیے کہ جو بی بی کونے میں سر جھکائے بیٹھی ہے اس بی بی کی آواز گریہ اس کی آواز سے ملتی ہے۔ جناب زین العابدین علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے فرمایا۔ پھوپھی اماں آپ نے سنا کہ دربان کیا کہتا ہے؟ جناب زینب نے فرمایا ہاں بیٹا۔ میں نے یہ بات سنی۔ آج رات دیکھیں گے کہ یہ بی بی کون ہے جو میرے بھائی پر اس طرح گریہ و نوحہ کرتی ہے۔ جب نصف شب کی تاریکی اپنی انتہا کو پہنچی تو قید خانہ کے عقب سے آواز آئی۔ ''میرے لال حسین علیہ السلام میرے دل کی ٹھنڈک حسین علیہ السلام'' یہ سن کر جناب زینب علیہا السلام در زندان کے پاس آئیں اور دروازہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کہا۔ اے رونے والی! تم کون ہو اور یہاں کس حسین کو رو رہی ہو۔ اے گریہ کناں میرے نزدیک آ جائیں وہ بی بی جناب زینب علیہا السلام کے قریب آ گئیں اور بے اختیار آہ بھر کر کہا اے زینب علیہا السلام! تم نے اپنی ماں کو نہیں پہچانا میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ روتی پھر رہی ہوں۔ صاحب ناسخ زینبیہ نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جناب زینب نے کہا۔ اماں جب آپ دنیا سے گئی تھیں تو اس وقت میں بہت چھوٹی تھی لہٰذا آپ کا چہرہ یاد نہیں اماں اپنے چہرے سے بال ہٹائے تا کہ بیٹی ماں کو دیکھ لے جب جناب

فاطمہ علیہا السلام نے اپنے چہرے سے بالوں کو ہٹایا تو جناب زینب علیہا السلام کی نظر چہرہ پر پڑی تو آپ ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئیں اور کہا اماں آپ کے چہرے پر یہ لہو کیسا ہے۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے کہا بیٹی زینب بوقت شہادت میں نے اپنے حسین علیہ السلام کا لہو اپنے چہرے پر مل لیا تھا تا کہ روز قیامت میں اپنے بابا کو بتاؤں کہ میرے اوپر لعینوں نے کیسا ظلم کیا۔

ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے زندان شام کا حال اور یہاں گزرنے والے شدائد کا ذکر اس طرح کیا کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران آل محمدؑ کو زندان میں ایسی جگہ رکھا جائے جہاں نہ تو گرمی کی شدت سے بچا جا سکے اور نہ سردی کی تیزی سے اس قید خانہ میں اسیران آل محمدؑ کے چہرے سردی اور گرمی کی شدت سے پھٹ گئے تھے۔ ان مظالم سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یزید یہ چاہتا تھا کہ خستہ حال دیواریں گر جائیں اور ان کے نیچے دب کر اسیران آل محمدؑ مر جائیں۔ پھر جو بچ جائیں انہیں قتل کرنا آسان ہوگا۔ یہ جتنے عرصہ قید خانے میں رہے نوحہ و ماتم کرتے ہوئے گزارا۔ ارشاد مفید کے مطابق جس مکان میں آل محمدؑ کو قید کیا گیا تھا وہ یزید کے محل سے متصل تھا۔ محل سے ہمہ وقت لہو و لہب اور رقص و سرور کی آوازیں آتی تھیں۔ ایک تو قید خانہ کا جان لیوا ماحول دوسرے پس دیوار زندان ناچ گانے اور سرور و موسیقی کی آوازوں سے مخدرات عصمت و طہارت کا دم گھٹتا تھا۔ جناب سکینہ علیہا السلام کو قید خانہ کی گھٹن میں ایک پل کو بھی قرار نہیں آتا تھا ہمہ وقت اپنے بابا بھائیوں اور چچا عباس علیہ السلام کو یاد کیا کرتی تھیں۔

حضرت سکینہ علیہا السلام کی شہادت

جناب سکینہ علیہا السلام زندان شام میں ہمہ وقت اپنے بابا، چچا اور بھائیوں کو یاد کیا کرتی تھیں۔ قید کی سختی اور غذا و پانی کی قلت نے بی بی کو بے جان کر دیا تھا۔ آپ ہر وقت اداس رہتی تھیں۔ آپ کے گریہ سے در و دیوار سوگوار نظر آتے تھے۔ کوفہ و شام کے سفر کی سختیاں اور قید خانے کے مصائب نے آپ کو اتنا ناتواں کر دیا تھا کہ جب آپ زمین پر چلتی تھیں تو قدم ڈگمگانے لگتے، گریہ و زاری ہر وقت کا معمول تھا۔ کمزوری کے سبب آپ قید خانے میں اکثر چلنے کی کوشش میں گر جاتی تھیں اور ہر وقت خاموش رہتی تھیں۔ آپ پر غم کی شدت اس وقت سے شدید ہوگئی تھی جب آپ نے دربار میں یزید کو بابا کے سر بریدہ سے گستاخی کرتے دیکھا تھا۔

نفس المہموم کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک چار سالہ بچی تھیں۔ ایک رات زندان میں آپ نے اپنے بابا کو بحالت یوم عاشورا خواب میں دیکھا یہ بچی گھبرا کر اٹھ گئیں اور رو رو کر پوچھنے لگیں "میرے بابا حسین علیہ السلام کہاں ہیں؟ میں نے بابا کو خواب میں تڑپتے دیکھا ہے۔ جب مخدرات عصمت و طہارت نے جناب سکینہ علیہا السلام کی بات سنی تو تمام بیبیاں رونے لگیں۔ اور زندان میں نوحہ و بکا شروع ہوگیا۔ جب یہ آوازیں دربار یزید تک پہنچیں تو یہ نیند سے بیدار ہوگیا اور پوچھا کیا بات ہے؟ غلام دوڑا ہوا زندان پر آیا اور حضرت سید سجاد علیہ السلام سے اس گریہ و زاری کا سبب پوچھا تو آپ علیہ السلام نے اس سے جناب سکینہ علیہا السلام کا خواب بیان کیا۔ غلام نے جا کر یزید کو واقعہ بتایا۔

یزید نے کہا کہ جاؤ سر امام حسین علیہ السلام بچی کو دکھا دو۔ جب سر حضرت امام حسین علیہ السلام جناب سکینہ علیہا السلام کی گود

میں دیا گیا تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

جناب ثانی زہراؑ نے فرمایا بیٹی یہ تمہارے بابا کا سر ہے۔

یہ سن کر چھوٹی شہزادی نے سر امام حسین علیہ السلام کو سینے سے لگا لیا اور ہائے بابا کہہ کر اتنا روئیں کہ غش آ گیا اور اسی عالم میں اپنے بابا سے جا ملیں۔

علامہ طریحی نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔ کہ جب یزید نے عورتوں کی صدائے گریہ سنی تو پوچھا یہ کیا بات ہے؟ اسے بتایا گیا کہ حسین علیہ السلام کی کمسن بچی نے خواب میں اپنے بابا کو دیکھا ہے اور وہ رو رہی ہیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سر حسین علیہ السلام لے جاؤ غلام جناب فاطمہؑ کے لال کا سر طشت میں رکھ کر اسے خوان پوش سے ڈھانپ کر زندان میں لائے جب بچی کے پاس یہ سر انور آیا تو بچی نے کہا میں اپنے بابا کو دیکھنا چاہتی ہوں اور تم مجھے کھانا دے رہے ہو۔ جناب ثانی زہراؑ جناب زینبؑ نے فرمایا۔ ''بیٹی یہ کھانا نہیں ہے ذرا یہ خوان پوش ہٹا کر دیکھو تمہارے بابا تم سے ملنے آئے ہیں''۔ جب بی بی نے دیکھا تو اپنے بابا کا خاک و خون میں غلطاں سر نظر آیا تو آپ نے ایک چیخ ماری اور سر انور پر گر گئیں۔ یہ دیکھ کر سب بیبیوں نے شدید گریہ کیا۔ بی بی سکینہؑ نے سر انور کو اپنے سینے سے لگا کر یہ بین کیے ''بابا آپ کو کس نے خون سے خضاب کیا ہے بابا اب میں کس کی گود میں بیٹھا کروں گی؟ بابا اب ان سر برہنہ مستورات کا کون مددگار ہوگا؟ بابا ان قیدی بیواؤں کا کون سہارا ہوگا؟ بابا ان گریہ کناں آنکھوں کو تسلی کون دے گا؟ بابا ان بے سہارا مستورات کا ضامن کون ہوگا؟ ان کے کھلے سروں کو چادریں کون دے گا؟ بابا آپ کے بعد ہمارا اب کون رہ گیا ہے، بابا آپ کے بعد پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں۔ بابا ہمارا سفر میں کون ہے؟ اے بابا! کاش میں آپ کے ساتھ مر جاتی۔ بابا کاش میری آنکھیں نہ ہوتیں جو آپ کا سر بریدہ دیکھتی۔ بابا کاش میں دفن ہو چکی ہوتی اور آپ کی خون آلود ریش مبارک نہ دیکھتی۔ آپ بار بار فرماتی تھیں۔ بابا آپ نے آنے میں بہت دیر کر دی۔ میں مدت سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اسی عالم میں روتے روتے بے ہوش ہو گئیں اور اچانک سانس رک گئی تو جناب زینبؑ نے کہا ''اے سید سجاد سکینہؑ اپنے بابا سے جا ملی۔''

شہادت جناب سکینہؑ پر یزید کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر جناب سکینہؑ کی لاش قید خانہ سے باہر دفن ہوئی تو ایک انقلاب برپا ہو جائے گا۔ لہذا اس نے کہلا بھیجا کہ بچی کو زندان ہی میں دفن کیا جائے۔ جناب زین العابدین نے جناب سکینہؑ کو قید خانے شام میں انہی کپڑوں میں جو آپ کے بدن پر تھے دفن کیا۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کے جسم پر جو کرتہ تھا وہ تازیانوں کی ضرب سے آپکی پشت انور سے پیوست ہو گیا تھا اور یہاں تجہیز و تکفین کا کوئی انتظام نہ تھا۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے روایت

جناب سکینہؑ کی دمشق میں قبر کو رقیہ کی قبر اس لیے مشہور کیا گیا کیونکہ بنی امیہ نے اپنے ظلم و جور پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ مشہور کر دیا تھا کہ یہ قبر علی علیہ السلام کی بیٹی رقیہ کی ہے جبکہ حضرت علی علیہ السلام کا دمشق میں قیام کسی طرح بھی

ثابت نہیں ہوتا۔ دمشق میں حضرت سکینہ علیہا السلام کی قبر منور کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی نہج البلاغہ مرتب کرنے والے مولف سید محمد رضی علیہ الرحمہ کے بھائی سید مرتضٰی علم الہدیٰ علیہ الرحمہ جو نہایت متقی عالم دین تھے جن دنوں آپ کا قیام دمشق میں تھا۔ ایک شب آپ نے حضرت سکینہ علیہا السلام کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''نہر کا پانی میری قبر میں آ گیا ہے۔ میں نے حاکم وقت کو اس کی خبر دی ہے کہ وہ قبر کو دوبارہ بنوائے۔ آپ میری میت کو اپنے ہاتھوں پر لیے رہئے گا اور جب قبر تیار ہو جائے تو آپ مجھے دوبارہ اس میں لٹا دیں۔''

صبح ہوتے ہی حاکم کی طرف سے بھیجا ہوا آدمی سید مرتضٰی علم الہدیٰ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اسے بھی جناب سکینہ علیہا السلام نے پہلے ہی اس امر کی تاکید فرما دی تھی۔ اس نے آ کر مدعا بیان کیا اور آپ قبر مطہر جناب سکینہ علیہا السلام پر حاضر ہوئے جب قبر مطہر کھودی گئی تو اتنی دیر تک آپ لاش مطہر جناب سکینہ علیہا السلام کو اپنے ہاتھوں پر لیے رہے جتنی دیر قبر کی تیاری ہوتی رہی۔ سید مرتضٰی علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ جناب سکینہ علیہا السلام کے رخساروں پر طمانچوں کے نشان تھے جو شمر لعین نے مارے تھے، بازوؤں اور کلائیوں پر رسی کے باندھے جانے سے جو نیل پڑ گئے تھے وہ بھی اسی طرح موجود تھے، کانوں سے بالیاں کھینچنے کے سبب خون بھی کرتے پر نمایاں تھا ایسا لگتا تھا جیسے شہزادی کو ابھی دفن کیا گیا ہے۔ اس وقت سید مرتضٰی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور دل صدمہ سے پاش پاش تھا لیکن فرض کی ادائیگی کی خاطر اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ یہاں تک کہ قبر میں لٹا دیا۔

اس واقعہ سے اجسام شہدا کی عظمت ظاہر ہوتی ہے کہ مدت گزرنے کے باوجود اپنی لحد میں اصل حالت میں رہتے ہیں۔ علامہ شیخ محمد شیخ طاہر ساوی نجفی ابصار العین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''میں نے یہ روایت سنی ہے کہ ایک شیعہ بادشاہ کو حیرت تھی کہ شہداء کے اجسام اقدس لحد میں باقی رہتے ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے اطمینان کی خاطر حضرت حبیب ابن مظاہر اور حضرت حر کی قبر کو کھدوا کر دیکھا تو حضرت حبیب ابن مظاہر کی شکل و شباہت ویسی تھی جیسی کتب میں تحریر ہے۔ اسی طرح حضرت حر کی قبر کھودی گئی تو وہ بھی اپنی اصل صورت و شباہت کے ساتھ تھے۔ حضرت حر کے سر پر ایک رومال بندھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے چاہا کہ اس میں سے ایک ٹکڑا بطور تبرک پھاڑ لے مگر رومال کا کھولنا تھا کہ خون تازہ حضرت حر کی پیشانی سے بہنا شروع ہوا یہ دیکھ کر فوراً رومال اسی طرح باندھ دیا اور دونوں قبروں پر دو ضریحیں بنوا کر رکھوا دیں۔

حضرت سکینہ علیہا السلام کے مصائب

جناب سکینہ بنت الحسین علیہا السلام کے مصائب نہایت پر درد ہیں، خاندان رسالت کی آپ ایسی چشم و چراغ تھیں کہ ماں باپ، بھائی، بہن، چچا اور پھوپھی سب کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور تھیں۔ آپ وہ مرکز محبت تھیں جن کی طرف پورا خاندان رسالت مائل تھا۔ آپ سے جناب علی اکبر کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب گھر میں داخل ہوتے تو جب تک اپنی بہن سکینہ کو نہ دیکھ لیتے بے قرار رہتے تھے۔ ایسے چاہنے والے بھائی کا جب ٹکڑے ٹکڑے لاشہ حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں لائے تو بالی سکینہ علیہا السلام شدید اضطراب کے عالم میں بین کر رہی تھیں۔ ''بابا وہ بہن کس طرح

صبر کرے جس کا علی اکبر جیسا محبت کرنے والا بھائی شہید ہو گیا۔ جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کی خبر سن کر زار و قطار رو رہی تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جب خون میں تر مشک و علم لے کر خیمہ میں آئے تو آپ بین کرتی تھیں۔ ''ہائے میرے چچا کو شہید کر دیا کاش میں اپنے چچا سے پانی کی فرمائش نہ کرتی۔'' اے چچا! نہر سے واپس آجائے میں پیاسی مر جاؤں گی مگر پانی نہ مانگوں گی۔''

جب چھوٹی شہزادی نے اپنے شیر خوار بھائی علی اصغر علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے تڑپ تڑپ کر گریہ و فریاد کی راوی کہتا ہے کہ جب بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام بعد تاراجی خیام جب پانی آیا تو جناب زینب علیہا السلام نے حضرت سکینہ علیہا السلام کو پانی کا کوزہ دیا تو یہ بی بی مقتل کی طرف جانے لگیں تا کہ پہلے جناب علی اصغر علیہ السلام کو پلا دیں۔ جناب زینب علیہا السلام نے روکا اور کہا سکینہ علیہا السلام یہ پانی پی لو لیکن آپ نے نہ پیا سب نے بہت کہا کہ سکینہ پانی پی لو لیکن آپ نے پانی نہ پیا اور گریہ کرتی رہیں۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا اے سکینہ میری دو انگلیوں کے درمیان آسمان کی طرف دیکھو بی بی نے نظر ڈالی تو دیکھا کہ رسول خداؐ کے سر پر عمامہ نہیں ہے، اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے فرما رہے ہیں۔ ''اے حسین! پانی پی لو تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا نانا میں پانی اس وقت تک نہیں پیوں گا جب تک پیاسی سکینہ نہ پی لے۔

جناب سکینہ پر جو مصیبتیں پڑیں وہ بہت جاں گزیں تھیں جب تک حضرت امام حسین علیہ السلام موجود تھے آپ کو تسلی دیتے رہے لیکن وہ وقت آپ پر بہت سخت تھا جب بابا کی جدائی کا داغ اٹھانا پڑا۔ ابھی یتیمی کا صدمہ برداشت کرنے بھی نہ پائی تھیں کہ خیموں میں آگ لگائی گئی اور آپ کے دامن میں آگ لگ گئی۔ شمر نے طمانچے مارے اور کانوں سے گوشوارے اس طرح کھینچے کہ لوئیں پھٹ گئیں۔ جس کے سبب بے انتہا اذیت پہنچی۔ جب آپ بابا کے لاشہ پر آئیں تو کانوں پر ہاتھ رکھ کر بین کر رہی تھیں۔ میرے کانوں سے شمر نے بالیاں اس طرح کھینچیں کہ کانوں سے خون جاری ہوا بابا! کاش یہ مجھ سے مانگتا تو میں اتار کر دے دیتی۔

وہ کون سے مصائب تھے جو اس کم سنی میں آپ پر نہ گزرے قیدی بن کر کوفہ و شام کی منزلیں طے کرنا اونٹ سے زمین پر گرنا۔ دربار یزید میں جانا اور قید خانہ شام کی اذیتیں اٹھانا۔ قید خانہ شام کے تکلیف دہ ماحول سے آپ کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ جب صبح پرندوں کو پرواز کرتے دیکھتیں تو جناب زینب علیہا السلام سے پوچھتیں پھوپھی اماں یہ کہاں جا رہے ہیں۔ تو بی بی فرماتیں اپنے آشیانوں سے باہر آ کر تلاش رزق میں پرواز کر رہے ہیں۔ جب شام کو یہ پرندے اپنے آشیانوں کی طرف پرواز کرتے تو جناب سکینہ علیہا السلام اپنی پھوپھی زینب علیہا السلام سے دریافت کرتیں پھوپھی اماں اب یہ کہاں جا رہے ہیں۔ یہ سن کر جناب سکینہ علیہا السلام آہ سرد بھر کر کہتیں پھوپھی اماں ہم کب قید خانے سے رہا ہو کر اپنے نانا کے مدینہ جائیں گے۔ صاحبان شعور جو سینے میں حساس دل رکھتے ہیں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس گفتگو کے پس پردہ کتنے مصائب و آلام تھے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی لاڈلی بیٹی جناب سکینہ علیہا السلام کی اس کمسنی سے وابستہ تھے اور چھوٹی شہزادی کی اس گفتگو سے بیبیوں کے دل پر جو کیفیت طاری ہوتی تھی اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

زوجہ یزید کا خواب

بحارالانوار میں ہند زوجہ یزید سے روایت منقول ہے کہ ''میں اپنی خواب گاہ میں تھی کہ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان کا ایک در کھلا ہے اور ملائکہ سر انور حضرت امام حسین علیہ السلام پر گروہ در گروہ آ رہے ہیں اور السلام علیک یا ابا عبداللہ السلام علیک یا بن رسول اللہ کہہ رہے ہیں۔ اس دوران ایک ابر ظاہر ہوا اس میں بہت سے لوگ تھے اور ایک بزرگ جن کا چہرہ روشن تھا ان سب کے درمیان تھے۔ وہ تیزی سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور جھک کر دندان مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو بوسہ دینے لگے۔ آپ فرماتے تھے۔ ''اے میرے فرزند تمہیں قتل کر دیا لوگوں نے تمہاری عظمت نہ جانی۔ اے میرے فرزند! میں تمہارا جد رسول خدا ہوں اور یہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ہیں، یہ بھائی حسن مجتبیٰ ہیں، یہ چچا جعفر طیار ہیں اور عقیل و حمزہ اور عباس ہیں۔'' اسی طرح ایک ایک نام لیتے تھے۔ ہند کہتی ہے میں یہ خواب دیکھ کر بہت ڈری اور پریشانی کی حالت میں بیدار ہوئی ناگاہ ایک نور دیکھا جو سر حضرت امام حسین علیہ السلام پر پھیلا ہوا تھا۔ میں یزید کو تلاش کرنے لگی۔ دیکھا کہ وہ ایک خانہ تاریک میں اپنا منہ دیوار کی طرف کیے ہوئے کہہ رہا تھا مجھے حسین علیہ السلام سے کیا غرض تھی۔ اس وقت میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا تو وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔

راوی کہتا ہے صبح کو یزید نے اہل بیت کو بلایا اور کہا اگر آپ کو منظور ہو تو یہاں قیام فرمائیں اور چاہیں تو مدینہ میں۔ میں آپ کو قتل حسین علیہ السلام کا خون بہا دیتا ہوں۔ اہل بیت نے خوں بہا لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا ہم چاہتے ہیں سب سے پہلے عزاداری حسین علیہ السلام میں نوحہ و ماتم کریں۔ اس کے بعد اہل بیت کے لیے ایک مکان خالی کرا دیا، جہاں تمام مستورات سوگوار داخل ہوئیں۔

....

باب: 19

اسیران آل رسولؐ کی رہائی

یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو قید خانہ سے طلب کیا اور کہا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ جو حاجات بیان کریں میں انہیں پورا کروں گا۔ حضرت نے فرمایا اول یہ کہ میرے والد بزرگوار کا سر اقدس مجھے دو تاکہ میں اس کی زیارت کروں دوئم یہ کہ جو مال و اسباب ہمارا لوٹا گیا ہے وہ واپس کیا جائے۔ سوئم یہ کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کا مکمل ارادہ کر لیا ہے تو کسی ایسے شخص کو اس کام کے لیے مقرر کر کہ وہ عورتوں کو مدینہ تک پہنچائے۔

یزید نے کہا کہ میں نے آپ کے قتل سے گریز کیا۔ عورتوں کو آپ خود لے کر جائیں گے اور جو اموال لوٹا گیا ہے اس کے بدلہ کئی گنا زیادہ قیمت ادا کروں گا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے یہ تم اپنے پاس رہنے دو تاکہ تمہارے مال میں کمی نہ آجائے لیکن ہم اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینا چاہتے ہیں کیونکہ اس سامان میں میری دادی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ہاتھ سے بنے ہوئے لباس مقنعہ و چادر اور کرتے ہیں۔ یزید نے کہا کہ زین العابدین علیہ السلام میں وہ مال و اسباب کہاں سے دلواؤں نہیں معلوم کون شخص کیا سامان کہاں لے گیا۔ لہٰذا اس کی قیمت لے لیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک چیخ بلند کی اور فرمایا اے یزید! اس مال کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ سارا جہاں بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتی۔ یزید نے کہا کہ اس سامان میں کون سی ایسی چیز ہے جس کی قیمت سارا جہاں نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میری دادی جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی چادر، میرے نانا کا عمامہ وہ قیمتی ورثہ ہے جس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ آپ کی اس گفتگو کے بعد یزید نے اعلان کیا کہ جو سامان جس کی پاس ہے وہ جمع کرا دے۔

یزید کے اعلان کے بعد سامان آنا شروع ہوا ایک صندوق دربار یزید میں کھولا گیا۔ اس میں سے ایک کرتہ برآمد ہوا جو خون میں ڈوبا ہوا تھا اور اس میں جابجا سوراخ تھے۔ یہ کرتا دیکھ کر یزید نے جناب زین العابدین علیہ السلام سے کہا یہ کس کا کرتہ ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اسوقت چیخیں مار کر رونے لگے اور فرمایا یہ میرے مظلوم بابا حسین علیہ السلام کا کرتہ ہے جو بعد شہادت ان کے جسم منور سے اتارا گیا تھا۔ اسکے بعد یہ صندوق مخدرات عصمت و طہارت کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جب جناب زینب علیہا السلام کی اس کرتہ پر نظر پڑی تو بے اختیار بین کیے اور یہ کرتہ اپنے پاس احتیاط سے رکھ لیا۔ اور اس وقت تک اسے اپنے سے جدا نہ کیا یہاں تک روضہ رسولؐ پر پہنچ کر اپنے نانا کی قبر پر یہ کہتے ہوئے رکھ دیا۔ نانا زینب علیہا السلام آ گئی ہر مسافر جب وطن کو لوٹتا ہے تو تحفہ ساتھ لاتا ہے، نانا میں یہ کرتہ کربلا سے

لائی ہوں نانا امت جفا کار نے آپ کے فرزند حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ نانا اس کرتے میں جتنے سوراخ ہیں اتنے تیر میرے بھائی کے جسم میں پیوست تھے۔

دمشق کے مکان میں قیام

جب یزید ہر طرح کے ظلم اہل بیت اطہار پر کر چکا تو اس نے محسوس کیا کہ مزید ظلم ممکن نہیں۔ اس لیے کہ حالات تیزی سے بدل رہے تھے اور لوگوں کے دلوں میں یزید کے خلاف نفرت بہت بڑھ چکی تھی۔ اس لیے یزید کو خوف تھا کہ کہیں لوگ اس کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں اور اس کی حکومت جاتی رہے۔ لہٰذا طویل مدت تک قید خانے میں رکھنے کے بعد اہل بیت کو رہائی ملی۔ جناب زینب علیہا السلام نے رہائی کے بعد جناب سید سجاد علیہ السلام سے فرمایا۔ بیٹا سید سجاد علیہ السلام میں چاہتی ہوں ایک مکان میں چند روز قیام کیا جائے جہاں میں اپنے مظلوم بھائی کی عزاداری کروں کیونکہ اب تک ہمیں جی بھر کر رونے نہیں دیا گیا اور نہ محبان آل محمدؐ کی مستورات کو ہمیں پرسہ دینے کی اجازت تھی۔ لہٰذا اس مکان میں ہم اپنے بھائی، عزیزوں اور اقربا کا غم منائیں گے۔ جس مکان میں اہل بیت رسولؐ نے قیام کیا وہاں سیاہ پرچم لگا دیئے گئے اور شام کی عورتوں کو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا پرسہ دیں۔ لہٰذا زن و مرد اور بچے عزاداری سید الشہداء میں شریک ہوتے تھے۔ دیواروں پر سیاہ چادریں لگائی گئیں ہر بی بی جو پرسہ دینے آتی سیدانیوں سے گلے مل کر روتی۔ جناب زینب علیہا السلام کو تمام مستورات پرسہ دیتیں۔ جب جناب زینب علیہا السلام واقعات کربلا بیان فرماتیں تو دل پاش پاش ہو جاتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر امنڈ آتا۔ دمشق میں کوئی قریشی عورت ایسی نہ تھی جو سوگوار نہ ہو اور اہل بیت کے پاس پرسہ دینے کے لیے نہ آئی ہو۔ اس مکان میں دن رات گریہ و ماتم کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ عورتیں اپنے عزیز و اقربا کو یاد کر کے روتی تھیں اور مصائب اس طرح بیان کرتی تھیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہو جاتے تھے۔ عصمت و طہارت کی پروردہ بیبیوں نے جتنے دن اس مکان میں قیام کیا ان کے پیش نظر گریہ و ماتم کے سوا کوئی اور امر نہ تھا۔

ابی مخنف کے موافق اس مکان میں آ کر عورتیں امام حسین علیہ السلام کے نوحہ و ماتم میں مشغول ہو گئیں۔ دمشق میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس نے سیاہ لباس نہ پہنا ہو۔ یہاں سات روز تک مجالس حسین علیہ السلام ہوتی رہیں جہاں گریہ و بکا اور نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ آٹھویں روز یزید نے اہل حرم سے کہا وہ یہاں رہنا چاہتے ہیں یا مدینہ جانا چاہتے ہیں۔ اہل حرم نے مدینہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

اس کے بعد کافی رقم دیکر یزید نے کہا یہ رقم حسین کے قتل کے عوض ہے۔ حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا: ''اے یزید تو کتنا سنگدل ہے کہ میرے بھائی کو قتل کر کے مجھے یہ رقم دے رہا ہے۔ خدا کی قسم! یہ ممکن نہیں۔ اس کے بعد کربلا میں لوٹا ہوا سامان اہل بیت کو واپس کیا گیا۔ ابو اسحٰق اسفرائنی کا بیان ہے کہ ایک ہفتہ تک اہل بیت علیہم السلام نے شہر دمشق میں قیام کیا اور عزائے جناب امام حسین علیہ السلام میں مصروف رہے۔

رہائی کے بعد قافلہ کی روانگی

قیدخانہ شام سے رہائی کے بعد ایک ہفتہ اہل بیت نے ایک مکان میں گریہ وزاری اور سوگ میں گزارا جہاں مخدرات عصمت وطہارت کو عورتیں پرسہ دینے آتی رہیں اور درودیوار سے یاحسین علیہ السلام کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام اس مکان میں واقعات کربلا بیان فرماتیں۔ جب پرسہ دار عورتیں گھروں کو لوٹتی تھیں تو یہ واقعات سب سے بیان کرتیں اس طرح ہر گھر میں شہادت امام حسین علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا اور گھروں سے اکثر رونے کی آوازیں سنائی دیتیں۔

سات روز قیام کے بعد اہل بیت رسولؐ کا قافلہ بشیر ابن جزلم کے ہمراہ کربلا روانہ ہوا۔ بشیر کو اہل بیت رسولؐ کی عزت واحترام کا بہت خیال تھا۔ لہٰذا قافلہ سے ہٹ کر پیچھے پیچھے چلتا اور کبھی قافلے کے آگے چلا جاتا۔ یہ قافلہ جہاں قیام کرتا وہاں مجلس عزا برپا ہوتی۔ تمام بیبیاں بین کرتیں اور ماتم کی صدائیں بلند ہوتیں۔

ابن طاؤس علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ جب قافلہ عرب وعراق سے ملنے والی سرحد پر پہنچا تو جناب زینب علیہا السلام نے شتربان سے دریافت کیا یہ دائیں جانب جانے والا راستہ کس طرف جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ راستہ کربلا کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت بشیر بلحاظ ادب پیچھے رہ گیا تھا۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا ذرا انتظار کرو تا کہ بشیر پہنچ جائے۔ بشیر کے پہنچنے پر دکھیاری بہن نے بھائی اور اپنے ورثا کا غم منانے کے لیے پہلے کربلا جانے کو کہا تا کہ شہیدوں کا غم منا سکیں یہ سن کر بشیر نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔

قافلہ کی کربلا آمد

بھائی کی قتل گاہ جتنی قریب ہوتی جاتی تھی مظلوم بہن کے گریہ میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین کربلا پر پہنچے تو زمین سے آسمان تک رونے کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور پورا ماحول غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

دوسری طرف سے جناب جابر بن عبداللہ انصاری ایک قافلہ کے ساتھ جس میں بنی ہاشم اور اقربا امام حسین علیہ السلام تھے بقصد زیارت مدینہ سے کربلا تشریف لا رہے تھے۔ دور سے نوحہ وماتم کی صدائیں بلند تھیں۔ پوری فضا آہوں اور نالوں سے گونج رہی تھی۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری غم سے نڈھال تھے۔ ادھر تمام بیبیوں نے بے اختیار اپنے آپ کو اونٹوں سے نیچے گرا لیا۔ زمین کربلا کی خاک اٹھا کر سروں میں ڈالی۔ جناب جابر بن عبداللہ انصاری جناب زین العابدین علیہ السلام سے گلے مل کر دل ہلا دینے والے بین کرنے لگے۔ یہ آہ وفغاں سن کر علاقائی لوگ بے اختیار رونے لگے۔ ہر شخص حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو پرسہ دے رہا تھا اور شہداء کی قبروں کے سرہانے مخدرات عصمت وطہارت کا ماتم برپا تھا۔

لہوف اور دیگر کتب میں منقول ہے کہ جب اہل بیت اطہار کا قافلہ شام سے عراق کی طرف چلا تو اہل بیت

نے قافلہ کے رہنما بشر بن جزلم سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف سے لے کر چلو جب اہل بیت کربلا پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور چند بنی ہاشم کے افراد سے ہوئی جو یہاں زیارت کے لیے آئے تھے۔ سب لوگ گریہ و ماتم کرنے لگے اور منہ پر طمانچے مارنے لگے اور یہاں اس طرح عزاداری کی جس سے دل و جگر مجروح ہونے لگے۔ کربلا میں عرب عورتوں کی جو جماعت موجود تھی۔ وہ چند روز اسی طرح عزائے حسین کرتی رہی۔ ابی حباب کلبی نے ایک جماعت سے روایت کی ہے جس کا کہنا ہے کہ ہم رات کو مقام حبابہ پر جاتے تھے اور اپنے کانوں سے جناب امام حسین علیہ السلام پر جنوں کے رونے کی آوازیں اور ان کے نوحے سنتے تھے۔

جیسا کہ مختلف روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل بیت اطہار ۲۰ صفر ۶۲ ہجری کو رہائی کے بعد کربلا پہنچے۔ جناب عطاء سے روایت ہے کہ میں ۲۰ صفر کو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے ہمراہ غاضریہ پہنچا۔ یہاں پہنچ کر حضرت جابر نے دریا کے کنارے غسل کیا اور مجھ سے خوشبو طلب کی اور اسے اپنے سر اور بدن پر لگایا اور پابرہنہ قبر مبارک کے پاس پہنچ کر سرہانے کھڑے ہوئے اور تین بار اللہ اکبر کہا۔ آپ غم سے نڈھال ہو کر بیہوش ہو کر گر گئے۔ جب ہوش آیا تو تین بار یا حسین علیہ السلام کہا ابھی حضرت جابر قبر سے لپٹے ہوئے گریہ وزاری میں مصروف تھے کہ شام کی جانب سے گرد اٹھی اور کچھ دیر کے بعد جب گرد چھٹ گئی تو سیاہ علم نظر آئے یہ لٹے ہوئے اہل حرم کا قافلہ تھا جو جناب سید سجاد علیہ السلام کی رہنمائی میں مدینہ جارہا تھا اور حضرت زینب علیہا السلام کی خواہش پر کربلا پہنچا تھا۔ جناب زینب علیہا السلام جناب سید سجاد علیہ السلام اور دوسرے بنی ہاشم اور انصار و اصحاب کے گریہ و ماتم سے زمین کربلا پر تلاطم برپا تھا۔ یہ کربلا میں اہل بیت کا پہلا چہلم تھا جس میں اہل بیت کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے شرکت کی اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو شہیدان راہ حق کا پرسہ دیا۔

بقول ابو اسحٰق اسفرائنی یہ قافلہ بیس صفر کو کربلا پہنچا، یہاں جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی جو زیارت قبر حسین علیہ السلام کے لیے آئے تھے۔ یہاں پہنچ کر قیام کیا اور گریہ و ماتم برپا کیا۔ لہوف کی روایت ہے کہ یہاں بنی ہاشم کے کچھ مرد بھی کئی روز اسی حالت میں رہے اور وہاں کی عورتیں بھی گریہ وزاری میں مصروف رہیں۔

روای کہتا ہے کہ بیبیاں رہا ہو کر مدینہ روانہ ہونے سے قبل پہلے کربلا آئیں۔ تین روز تک ہمہ وقت گریہ و ماتم میں مصروف رہیں۔ اس کے بعد جناب عابد بیمار علیہ السلام نے جناب زینب علیہا السلام سے کہا کہ پھوپھی اماں! اب وطن چلیے۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا بیٹا سید سجاد علیہ السلام تم امام ہو اے حجت خدا جیسی تمہاری مرضی سواریاں قریب آئیں حضرت زینب علیہا السلام نے سب کو سوار کیا جب خود سوار ہونے لگیں تو مقتل کی طرف حسرت دیاس سے دیکھا اور آخری سلام کی غرض سے جب قبر حسین علیہ السلام پر نظر گئی تو دیکھا کوئی بی بی قبر سے لپٹی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا میرے ناقے کو بٹھادو۔ آپ ناقے سے اتریں اور دوڑ کر قبر کے پاس آئیں اور کہا۔ اے بی بی تم کون ہو۔ اس بی بی نے سر کو بلند کرتے ہوئے کہا شہزادی میں حسین علیہ السلام کی کنیز ام رباب ہوں۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا بھابی آپ مدینہ نہیں چلیں گی۔ جناب ام رباب نے رو کر کہا شہزادی اب مدینے میں میرا کون ہے۔ اللہ نے مجھے دو بچے عطا کیے تھے۔ سکینہ قید خانہ شام میں سوگئی۔

میرے شیر خوار علی اصغر علیہ السلام اور میرے والی وامام کی قبر یہاں ہے اب میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ آخر حضرت زینب علیہا السلام کے حکم کی تعمیل میں یہاں سے روانہ ہوئیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرانور

ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے روایت تحریر کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور کربلا بھیجا گیا اور حضرت علیہ السلام کے جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ علمائے امامیہ میں یہ مشہور ہے کہ حضرت علیہ السلام کا سرانور کربلا ہی میں آپ کے جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ سید مرتضی علیہ الرحمہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک کربلا میں آپ کے جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

جناب طوسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یزید نے تمام سرہائے شہدا جناب سجاد علیہ السلام کے حوالے کر دیئے تھے اور آپ نے کربلا آکر انہیں دفن کیا تھا۔

سبط جوزی نے تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ سرہائے شہدائے کربلا کے بارے میں پانچ نظریات ہیں۔ ① پہلی روایت کے مطابق کربلا میں دفن ہوئے۔ ② دوسری روایت کے مطابق جنت البقیع میں جہاں جناب فاطمہ علیہا السلام کی قبر مطہر ہے۔ مدینہ میں دفن ہوئے۔ ③ تیسری روایت کے مطابق دمشق میں دفن ہوئے۔ ④ چوتھی روایت کے مطابق مسجد رقہ میں دفن ہوئے۔ ⑤ پانچویں روایت کے مطابق مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں دفن ہوئے۔ لیکن ان تمام روایات میں سے معتبر اور مشہور روایت یہی ہے کہ اہل بیت کے ساتھ شام سے واپس کربلا آئے اور وہیں دفن ہوئے۔ آخر میں لکھا ہے کہ سر حضرت امام حسین علیہ السلام مومن کے دل میں ہے۔

....

باب : ۲۰

قافلہ کی بیرون مدینہ آمد

صاحب لہوف اور ابی مخنف کے موافق کربلا کے بعد قافلہ مدینہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ بشیر بن جزلم سے روایت ہے کہ اہل حرم مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سواری سے نیچے اترے اور خیمے نصب کیے۔ مستورات کو سواریوں سے اتارا اور فرمایا: "اے بشیر خدا تمہارے باپ کی مغفرت فرمائے جو بڑے شاعر تھے تم بھی شعر کہنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔ لہٰذا مدینہ جا کر ہماری آمد کی خبر سنادو اور اہل مدینہ کو ہمارے حالات سے باخبر کردو۔

بشیر کا بیان ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوا اور تیزی سے مدینہ پہنچا جب میں مسجد نبویؐ کے دروازے پر پہنچا تو بلند آواز سے گریہ کرنے لگا اور یہ اشعار پڑھے۔ "اے اہل مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا، حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوگئے اور ان کی شہادت کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو بارش کی طرح رواں ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا جسم اطہر زمین کربلا پر خاک وخون میں غلطاں اور سر اقدس نیزہ پر شہروں میں پھرایا گیا۔ اے اہل مدینہ علی بن الحسین علیہ السلام اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے نزدیک آرہے ہیں۔ ابھی وہ تمہارے شہر کی دیواروں کے پیچھے تشریف فرما ہیں۔ میں ان کی طرف سے یہاں آیا ہوں تاکہ تمہیں ان کی منزل دکھادوں۔

اہل مدینہ کا گریہ وماتم

بشیر کی زبانی اہل بیت پر ظلم وستم کے واقعات اور بیرون مدینہ قافلہ کے قیام کے بارے میں سن کر مدینہ کی پردہ دار عورتیں ننگے سر باہر آگئیں اور فریاد کرنے لگیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی مدینے میں ایسا گریہ نہیں ہوا اور نہ کبھی ایسا سخت دن آیا۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے سنا ایک کمسن بچی جو حضرت پر گریہ کررہی تھی کہتی تھی کہ اے خبر دینے والے تم نے مجھے میرے آقا ومولا کی شہادت سے آگاہ کیا اس خبر سے میرا دل مجروح ہوگیا اس خبر نے مجھے بیمار اور غمگین کر دیا۔ اے میری آنکھوں کثرت سے گریہ وزاری کرو اور اس پر گریہ کرو جس کی مصیبت نے عرش خدا پر اثر کیا اور اسے ہلا دیا اور جس کی شہادت سے بزرگی ودیانت کے اعضاء وجوارح کٹ گئے۔ لوگوں گریہ کرو اولادِ رسولؐ خدا اور اولاد علی بن ابی طالب علیہ السلام پر جو وطن سے دور ہوگئے۔

بشیر کی زبان سے جب مزید اشعار سنے تو اس نے کہا اے خبر لانے والے تو نے ہمارے غم کو شہادت حسین علیہ السلام کی خبر سے تازہ کردیا ابھی ہمارے زخم بھرے بھی نہیں تھے کہ تو نے ان کو دوبارہ زخمی کردیا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں بشیر بن جزلم ہوں اور مجھے یہاں میرے آقا ومولا علی بن الحسین علیہ السلام نے بھیجا ہے۔ حضرت امام زین

العابدین علیہ السلام اہل حرم کے ساتھ قریب مدینہ اترے ہیں۔ بشیر کہتا ہے کہ اہل مدینہ بہت تیزی سے مجھے چھوڑ کر مدینہ سے باہر نکل گئے۔ اس وقت میں اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا واپس پہنچا میں نے دیکھا لوگوں کا اتنا مجمع تھا کہ راستہ بند ہو گیا اور میرے گزرنے کے لیے کہیں جگہ نہ تھی۔ میں گھوڑے سے اترا اور بڑی مشکل سے خیموں تک پہنچا۔

اس وقت علی بن الحسین علیہ السلام خیمہ میں تھے۔ چند لمحوں کے بعد آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں رومال تھا۔ جس سے آنسو پونچھ رہے تھے اور حضرت کے پیچھے ان کا خادم تھا۔ اس نے کرسی لا کر رکھی حضرت اس پر بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو رواں تھے اور ہر طرف سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مستورات اور کنیزوں کے نوحے اور ماتم کی صدائیں بلند تھیں اور ہر طرف سے لوگ تعزیت کر رہے تھے۔ اس وقت تمام عالم کی فضاء گریہ و ماتم سے گونج رہی تھی ایسا لگتا تھا جیسے آج ہی رسول اللہ کی وفات ہوئی ہے۔

نزد مدینہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ

ابی مخنف اور لہوف کے موافق جب بشیر نے اہل مدینہ کو کربلا سے اہل بیت کی آمد کی خبر سنائی تو عورتیں، بچے اور ضعیف گھروں سے گریہ وزاری کرتے ہوئے باہر نکل آئے، جہاں اہل حرم نزد مدینہ رکے ہوئے تھے وہاں بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور شدت غم سے سب کا یہ حال تھا کہ چیخ چیخ کر رو رہے تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

جب سب خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''حمد اس خدا کی جو ساری دنیا کا پروردگار ہے وہ روز جزا کا مالک اور تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ وہ بلند ہے کہ عقل وہاں تک نہیں پہنچ سکتی، اور اتنا نزدیک ہے کہ بالکل سامنے ہے۔ اس پر مخفی راز ظاہر ہیں۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں حادثات و مشکل اور زمانہ کی گردشوں پر، سختیوں پر، خطرناک آفتوں اور دل ہلا دینے والی مصیبتوں اور بلاؤں پر۔ لوگو! تعریف اس خدا کی جس نے تمہارا امتحان مصائب کے ذریعہ لیا۔ اسلام میں بہت رخنہ ڈالا گیا ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام اور ان کے انصار و اقربا شہید کیے گئے۔ ان کی عورتیں اور بچے قید ہوئے اور ان کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا گیا۔ یہ وہ مصیبت و پریشانی ہے کہ اس سے بڑھ کر مصیبت نہیں۔ اے لوگو! کون ایسا فرد ہو سکتا ہے جو شہادت حسین علیہ السلام کے بعد خوش ہو، اور کون سا ایسا دل ہے جو شہادت حسین علیہ السلام سے غمگین نہ ہو، اور کون سی ایسی آنکھ ہوگی جو اس غم پر آنسو نہ بہائے؟ یہ وہ شہادت ہے جس پر ساتوں آسمانوں نے گریہ کیا۔ دریا اور اس کی موجیں روئیں آسمانوں نے اپنے ارکان کے ساتھ گریہ کیا۔ تمام زمین نے گریہ وزاری کی۔ درختوں کی شاخوں، دریاؤں کی مچھلیوں، دریا کی موجوں اور ملائکہ مقربین نے گریہ کیا۔ کون سا ایسا دل ہے جو خبر شہادت حسین علیہ السلام پر نہ رویا ہو۔ کون سا ایسا کان ہے جو اس مصیبت و اندوہ کو سننے کی تاب رکھتا ہو۔ اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہمیں اپنے شہروں سے دور کیا گیا اور در بدر پھرایا گیا۔ ہمارے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ جیسے ہم ترک و کابل کے باشندے ہوں۔ حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا۔ نہ کسی برائی کے مرتکب

ہوئے نہ دین میں کوئی رخنہ ڈالا نہ کوئی تبدیلی کی خدا کی قسم رسول خداؐ نے جو ہمارے حق میں اعلان کیا اس کے بجائے ہمارے ساتھ جنگ نہ کرنے کو کہتے تو بھی یہ ظالم ظلم سے باز نہ آتے ہماری مصیبت کس قدر پر اثر اور درد انگیز اور دلوں کو ہلا دینے والی ہے۔ خدا سے درخواست ہے کہ ان مصائب اور سختیوں کے عوض ہمیں اجر عطا فرمائے کیونکہ وہ بڑی عظمت والا ہے اور انتقام لینے والا ہے ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا ہی کے لیے ہماری بازگشت ہے۔''

اہل بیت علیہم السلام کا مدینہ میں داخلہ

ناسخ التواریخ کے مطابق ۲۰ صفر ۶۲ ہجری کو اہل بیت وارد کربلا ہوئے سر حسین علیہ السلام کو لاش سے ملحق کیا اور ۸ ربیع الاول ۶۲ ہجری کو لٹا ہوا قافلہ مدینہ پہنچا۔ ریاض القدس میں مرقوم ہے کہ جب بے کجاوہ اونٹوں پر (اسیر ہو کر) عورتیں سوار ہوئیں تو ان کی تعداد ۶۴ تھی جن کی گودوں میں بچے تھے لیکن جب لٹا ہوا قافلہ مدینہ پہنچا تو ماؤں کی گودیں خالی تھیں اس لیے کہ مختلف منزلوں پر جب اونٹ دوڑائے جاتے تھے تو ماؤں کی گودوں سے بچے گر کر اونٹوں سے پامال ہو کر شہید ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب قافلہ مدینہ پہنچا تو جناب زینب علیہا السلام نے نوحہ کیا جب ہم مدینہ سے چلے تھے تو ہماری گودیں آباد تھیں اور ہم یہاں واپس آئے ہیں تو ہماری گودیں ویران ہیں۔

لٹا ہوا قافلہ جب مدینہ میں داخل ہوا تو قیامت کا منظر تھا ہر طرف صدائے یا حسین علیہ السلام کی گونج تھی زمین و آسمان سے گریہ وزاری کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام جب سواری سے اتریں تو نقاہت کے سبب آپ کے قدم زمین پر اس طرح پڑتے تھے کہ لگتا تھا گر جائیں گی۔ کوفہ و شام کی مسافت کربلا کے مصائب، قید خانہ کی اذیتیں اور دربار یزید میں طلبی یہ وہ مصائب تھے کہ مخدرات عصمت و طہار بالکل ناتواں اور شکستہ حال ہو چکی تھیں۔ لہوف کے موافق جب لٹا ہوا قافلہ مدینہ پہنچا تو ہر گھر سے آہ و فغاں کی آوازیں بلند تھیں، لوگ سروں پر خاک ڈالتے اور با آواز بلند رو رہے تھے۔ عورتیں، مرد اور بوڑھے سب گریہ و ماتم کر رہے تھے۔ لوگ اپنے سر زمین پر پٹخ رہے تھے۔ ہر طرف یا حسین یا مظلوم کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ سوائے گریہ کے کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

حضرت ام لقمان کا نوحہ

جب حضرت مسلم بن عقیل کی بہن حضرت ام لقمان نے قافلہ اہل بیت کی آمد کی خبر سنی تو گریہ وزاری کرتی ہوئی گھر سے باہر نکل آئیں اور اپنے خاندان کے مقتولین پر گریہ و ماتم کرنے لگیں۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ رو رہی تھیں اور یہ مرثیہ زبان سے ادا کر رہی تھیں۔ اے ظلم و ستم سے حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنے والوں میں تمہیں اس ظلم پر عذاب الٰہی کی خبر دیتی ہوں۔ اے ظالمو تم پر آسمان، تمام پیغمبر اور رسولؐ لعنت کر رہے ہیں۔ اب تم کس بنیاد پر مالک یوم جزاء سے اپنے لیے رحمت کی امید کر سکتے ہو؟ اس وقت حضرت ام لقمان کو حضرت زینب علیہا السلام و حضرت ام کلثوم اور دوسری بیبیوں کے رونے کی آوازیں

آ ئیں۔اس وقت حضرت ام لقمان اپنی بیٹیوں حضرت ام ہانی، حضرت رملہ واسماء اور دیگر دختران امیر المومنین کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ماتم کرنے لگیں۔

جب اہل حرم داخل مدینہ ہوئے یہ جمعہ کا دن تھا، خطیب منبروں سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر گزرنے والے مصائب کا ذکر خطبوں میں کر رہے تھے۔مصائب حضرت امام حسین علیہ السلام سن کر لوگوں نے گریہ کیا اور شدت سے آہ و فغاں بلند کی۔اس وقت ہر طرف سے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔

اہل بیت اطہار روضہ رسولؐ پر

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جناب زینب علیہا السلام مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مزار رسولؐ پر آئیں۔آپ نے عرض کی ''نانا زینب علیہا السلام آپ کو اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دیتی ہے۔'' پھر بی بی نے آگے بڑھ کر مزار رسولؐ کو گلے لگایا اور اپنا چہرہ مزار رسول پر رکھ دیا۔''

حضرت حجت علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے۔''آپ علیہ السلام کی موت کی خبر دینے والے آپ کے نانا رسول خداؐ کے مزار پر کھڑے ہوئے بہتے آنسوؤں کے ساتھ آپ کی خبر شہادت دینے والے کہہ رہے تھے۔''اے رسول خداؐ! آپؐ کے نواسے کو شہید کیا گیا۔آپ کے جوان قتل کر دیئے گئے۔آپ کے اہل بیت اور حامیوں کا خون بہانا مباح سمجھا گیا۔آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو قید کیا گیا آپ کی عترت اور آپ کے اقربا پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔''

مقتل ابی مخنف کے مطابق جب بی بی زینب علیہا السلام اپنے نانا کے مزار پر آہ و فریاد میں مصروف تھیں، قبر رسولؐ میں لرزہ ہوا اور قبر نبیؐ کے اردگرد تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ مزار نبیؐ سے با آواز بلند صدائے گریہ بلند ہوئی۔

قبر نبیؐ پر بھائی کی خبر شہادت سنانے کے بعد بی بی نے فرمایا۔اب سارے لوگ پیچھے ہٹ جائیں، جب سب لوگ وہاں سے ہٹ گئے تو رو رو کر فریاد کر رہی تھیں۔نانا میں آپ کے مدینے کے قابل نہیں رہی یہ کہہ کر بی بی نے اپنی چادر سے ایک کرتہ باہر نکالا اس کرتہ میں ایک ہزار نو سو پچاس سوراخ تھے جب آپ نے یہ قبر رسولؐ پر رکھا تو قبر رسول کانپ گئی اس وقت بی بی نے کہا۔نانا یہ کرتہ دیکھ کر آپ کی قبر لرز گئی۔نانا میں وہ زینب علیہا السلام ہوں جس نے بھائی کا جسم اطہر تیروں سے چھلنی دیکھا، نانا اس وقت میں فریاد کر رہی تھی لیکن کوئی دادرسی کرنے والا نہ تھا اس کے بعد فرمایا۔نانا میں رات کو آؤں گی جب کوئی دوسرا یہاں نہیں ہوگا تو تنہائی میں یہاں آؤں گی اور آپ کو اپنی پشت پر تازیانوں کے نشاں دکھاؤں گی کہ میرے ساتھ کیا کیا ظلم کیے گئے اور میں بھائی کی لاش سے کس عالم میں اٹھی۔

جب جناب زینب علیہا السلام اپنی مادر گرامی کی قبر پر آئیں تو قبر کو گلے لگایا اور روتے روتے غش کھا گئیں۔جب افاقہ ہوا تو عرض کیا۔''اماں ذرا اٹھ کر دیکھئے آپ کی زینب علیہا السلام شام سے واپس آگئی ہے۔اماں وہ مصائب آپ نے

نہیں دیکھے جو زینب علیہا السلام دیکھ کر آئی ہے۔ اماں زین العابدین علیہ السلام کے پاؤں میں بیڑیاں گلے میں خاردار طوق پہنایا گیا۔ اماں یتیم بچے پیاس سے بلکتے رہے۔"

لکھا ہے کہ جب حضرت سید سجاد قبر نبیؐ پر تشریف لائے تو قبر کو گلے سے لگایا اور عرض کی اے سید المرسلینؐ نانا آپ کو بتانے آیا ہوں کہ آپ کا محبوب بیٹا اور آپ کی ذریت کو شہید کر دیا گیا۔ نانا میں آپ کو بتانے آیا ہوں کہ مجھے آپ کی امت نے طوق و بیڑیاں اور زنجیر بستہ کیا، نانا میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کی امت نے مجھے غلاموں کی طرح قید کیا۔

جناب صغرا علیہا السلام کا گریہ

جناب صغرا علیہا السلام جب سے اپنے بابا اور چاہنے والے عزیزوں سے بچھڑی تھیں اس دن سے ہر نیا دن آپ کے لیے دشوار ہوتا تھا، رات دن آپ کی آنکھیں دروازے پر لگی رہتی تھیں، سارا دن بے چینی سے گزرتا اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر دروازے کی طرف دیکھتیں اور کبھی گہوارہ علی اصغر علیہ السلام پر سر رکھ کر روتیں جب آپ نے قافلہ کے آنے کی خبر سنی تو بے چین ہو گئیں اور ایک ایک سے پوچھتی تھیں کہاں ہیں میرے بابا حسین علیہ السلام، کہاں ہے میرا بھائی علی اکبر علیہ السلام، کہاں ہیں میرے چچا عباس علیہ السلام کبھی عونؑ و محمدؑ کو دریافت کرتیں، کبھی حضرت قاسمؑ کو۔ جب ہر طرف سوگ کا عالم دیکھا تو پریشان ہو گئیں، اور آپ کی آہ و فغاں میں شدت آ گئی۔ جب آپ روضہ رسولؐ پر آئیں اور گریہ کرتی ہوئی آگے بڑھیں تو جناب زینب علیہا السلام نے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے اور سینہ کوبی کرتے ہوئے فرمایا، صغرا آ رہی ہے جب یہ سب کے بارے میں پوچھے گی تو میں اسے کیا بتاؤں گی۔ اسی اثنا میں جناب صغرا اپنی پھوپھی جناب زینب علیہا السلام کی آغوش میں آئیں اور ایک ایک کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کے بعد آپ جناب زینب علیہا السلام کے پاس سے اٹھیں اور ایک ایک بی بی کی گود کے قریب جا کر اس طرح کھڑی ہوئیں جیسے کچھ تلاش کر رہی ہوں۔ جب آپ سے پوچھا بی بی کیا تلاش کر رہی ہیں تو روتے ہوئے کہا میں اپنے بھیا علی اصغر کو تلاش کر رہی ہوں کہ سب لوگ تو مقتل میں جا کر شہید ہوئے لیکن میرا شیر خوار بھائی تو رن میں جانے کے قابل نہ تھا وہ کہاں ہے۔ بیبیوں نے جب یہ جملہ سنا تو کہرام مچ گیا۔

حضرت محمد حنفیہ کا گریہ و نوحہ

جب لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت محمد حنفیہ بیمار تھے۔ جب آپ نے اہل بیت کے آنے کی خبر سنی تو آپ بحالت پریشانی گھر سے باہر تشریف لائے ناسخ التواریخ کے موافق سیاہ پرچم دیکھ کر گر پڑے اور پوچھا میرے بھتیجے اور بھائی کہاں ہیں۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے چچا ہم یتیم ہو گئے، ہمارے بابا حضرت ابا عبداللہ شہید ہو گئے۔ کاش آپ اپنے بھائی کو دیکھتے کہ وہ کس طرح استغاثہ بلند کرتے تھے اور کوئی نصرت کرنے والا نہ تھا۔ جانور سیراب ہو رہے تھے لیکن میرے بابا کے لیے پانی نہ تھا۔ بقول نور العین حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا۔ "اے

میرے پیارے بھائی کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا اور آپ علیہ السلام پر اپنی جان قربان کرتا۔" صاحب مفتاح البکا نے اہل بیت اطہار کی مدینہ میں داخلہ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے۔ جب محمد حنیفہ کو اہل بیت علیہ السلام کی مدینہ آمد کی خبر پہنچی تو وہ نہایت تیزی سے بیرون مدینہ تشریف لائے۔ جیسے ہی آپ کی نظر سیاہ علموں پر پڑی آپ فوراً بیتاب ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو ایک بار ان کی نظر جناب ام کلثوم اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر پڑی تو بے قرار ہو کر بین کیا۔ اے جان عم! اپنے چچا کو جو مرض ہلاکت میں ہے تھام لو پس، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دوڑے اور محمد حنفیہ کو سہارا دیا، جب انہیں ہوش آیا تو ان کی نظر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پر پڑی تو بے ساختہ ایک آہ دردناک بھری اور فرمایا: "اے جان عم! میرا بھائی، میری آنکھوں کی روشنی، میرا میوہ دل، میرے باپ کا خلیفہ اور میرا بھائی کہاں ہے؟" حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے نہایت افسوس سے کہا میں آپ کی خدمت میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ کربلا میں مردوں کو قتل کر دیا اور عورتوں کو اسیر کیا۔ اے چچا اگر آپ اس مقام پر ہوتے تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے کہ آپ کے برادر عالی مقدار کیسے کیسے استغاثے فرماتے تھے اور کوئی ان کی دل جوئی نہیں کرتا تھا۔ کس کس طرح سے وہ لوگوں کو اپنی حمایت کے لیے طلب فرماتے تھے اور کوئی ان کی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو تشنہ لب شہید کیا گیا۔ حالانکہ حیوانات اور تمام مخلوق فرات کے پانی سے سیراب ہو رہی تھی۔ یہ سن کر جناب محمد حنفیہ نے بہت آہ و بکا کیا۔ اور آہ سرد بھری یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے۔ یہی کیفیت بنی ہاشم کے ہر زن و مرد کی تھی جو لٹ کر آنے والے اہل بیت اطہار سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

حضرت ام کلثوم علیہا السلام کا گریہ و نوحہ

ابی مخنف کی روایت کے مطابق مدینہ پہنچ کر حضرت ام کلثوم علیہا السلام آہ و بکا کرتی ہوئی روضہ رسولؐ پر تشریف لائیں اور فرمایا: "اے نانا آپ پر میرا اسلام ہو میں آپ کے فرزند حسین علیہ السلام کی خبر شہادت سناتی ہوں۔" جب حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے پر درد نوحہ کیا تو راوی کہتا ہے کہ قبر رسولؐ سے گریہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اس وقت تمام لوگ گریہ و فریاد کرنے لگے۔

بحار الانوار اور مقتل ابو اسحٰق میں جناب ام کلثوم علیہا السلام کے رقت انگیز نوحہ کی تفصیل مرقوم ہے۔ آپ گریہ کرتے ہوئے نوحہ کناں تھیں۔ "اے ہمارے نانا کے مدینہ تو ہمارا استقبال نہ کر کیونکہ ہم حسرت و یاس اور مصیبت زدہ یہاں آئے ہیں۔ اے میرے نانا کے مدینے تو انہیں خبر دے کہ ہم رنج و غم کے ستائے ہوئے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے مردوں کے جسم بغیر سروں کے رہے ہمارے بچوں کو ذبح کیا گیا۔ اے مدینہ! جب ہم یہاں سے گئے تھے تو ہمارے مرد اور بچے ہمارے ساتھ تھے اور اب ہم جب واپس آئے ہیں تو نہ ہمارے بچے باقی ہیں نہ مرد۔ یا رسول اللہ! کاش آپ ان قیدیوں کو بے پالان اونٹوں پر سوار دیکھتے ہم بے ردا تھے، اور لوگ ہمارا تماشا دیکھنے کو جمع تھے۔ نانا آپ ہم اہل بیت کے محسن و مددگار تھے، آپ کے بعد دشمنوں نے ہم پر ہجوم کیا، ہمیں گرفتار کر کے قیدی بنایا۔ اے اللہ کے رسولؐ

آپ کا خاندان کربلا میں بے گور وکفن تھا۔ان کا لباس چھین لیا گیا۔ہم جب مدینہ سے رخصت ہوئے تھے نہایت عزت واحترام سے ناقوں پر سوار تھے اوراب ہم ناامید اور مایوس آئے ہیں۔جب ہم یہاں سے چلے تھے تو ہمارے مولا حسین علیہ السلام ہمارے مددگار تھے،اور ہمارے مونس وغم خوار تھے،اور جب ہم یہاں واپس آئے ہیں تو نہ حسین علیہ السلام ہیں نہ کوئی مددگار،اب ہمارے لیے آرام وسکون ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا ہے کیونکہ بھائی حسین علیہ السلام جو سبب زینت تھے دنیا کے غم وستم اٹھا کر نہایت رنج وغم کے عالم میں ہم سے رخصت ہوئے،اب ہم حسین علیہ السلام کے لیے رو رہے ہیں،اور فریاد کررہے ہیں اوران کے غم میں آنسو بہا رہے ہیں،ہم یٰسین اور طٰہ کی بیٹیاں ہیں اور بھائی کے غم میں آنسو بہا رہے ہیں۔اے نانا! لشکر یزید نے حسین علیہ السلام کو شہید کردیا۔اے پدر بزرگوار! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی اور آپ کے فرزند حسین علیہ السلام کو شہید کردیا۔اے نانا! لشکر یزید نے جناب زینب علیہا السلام کو خیموں سے باہر نکالا اور فاطمہ علیہا السلام کا کوئی مددگار نہ تھا۔سکینہ علیہا السلام گرمی کی شدت سے بے چین تھی اور فریاد کرتی تھیں اور اللہ کو مدد کے لیے پکارتی تھیں۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام نے بھائی حسن علیہ السلام کو مخاطب کیا اے بھائی لوگوں نے ہم پر ظلم کیا۔لشکر یزید نے حضرت زین العابدین علیہ السلام کو قید کیا نہایت ذلت کے ساتھ ہتھکڑیاں پہنائیں اوران کے قتل کا ارادہ کیا۔جبکہ یہ پہلے ہی رنج وغم میں مبتلا تھے۔ظالموں نے ہمیں شہر بشہر پھرایا۔اور لوگوں کے سامنے ہمیں رسوا کیا۔اب ان مرنے والوں کے بعد اس دنیا کی زندگی پر خاک ہے۔اے ہماری مصیبت کا حال سننے والوں ہماری مصیبت پر گریہ وبکا کرو اور ہمارے غم میں شریک رہو۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام نے اپنی مادر گرامی کے مزار پر آہ وبکا کی اور فرمایا: ''اے اماں فاطمہ علیہا السلام! آپ ہوتیں تو دیکھتیں کہ کس طرح آپ کی بیٹیوں کو شہر بشہر پھرایا گیا۔آپ زین العابدین علیہ السلام کو دیکھتیں کہ کس طرح ان پر ظلم ہوا،اماں آپ نے بہت مظالم برداشت کیے آپ کربلا میں ہوتیں تو دیکھتیں دشمنوں نے کیسے کیسے مظالم کیے۔''

جنت البقیع میں آپ نے بہت گریہ وزاری کی امام حسن علیہ السلام کی قبر منور پر نوحہ کیا: ''اے فرزند حبیب خداؐ حسن مجتبیٰ علیہ السلام آپ کے اہل وعیال واطفال قتل کیے گئے،آپ کا ماں جایا آپ سے دور کربلا میں ریگ گرم پر تن سے سر جدا تھا اور پرندے نوحہ کناں تھے۔

روضہ رسولؐ پر امام زین العابدینؑ

جب علی بن الحسین علیہ السلام اپنے نانا رسول خداؐ کی قبر منور پر تشریف لائے تو آپ اپنے رخسار روضہ رسولؐ پر رگڑ رہے تھے اور روتے ہوئے فرما رہے تھے۔نانا میں آپ سے فریاد کرتا ہوں۔نانا آپ کا مرتبہ تمام رسولوں سے افضل ہے نانا آپ کا حسین علیہ السلام جو آپ کو بہت محبوب تھا شہید کردیا گیا اور آپ کی نسل کو برباد کردیا۔میں رنج وخوف میں مبتلا آپ سے فریاد کرتا ہوں۔ مجھے قید کیا گیا۔میرا کوئی حامی ومددگار نہ تھا۔نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا جس طرح غلاموں اور کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے،اور ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

صحیفۃ العابدین علیہ السلام کے موافق جناب زین العابدین علیہ السلام نے روضہ رسول پر یہ اشعار پڑھے۔ ''اے جد بزرگوار! دشمنوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا ہم کو ان ظالموں نے رنج وغم کی انتہا تک پہنچا دیا۔ اے جد بزرگوار! ہمارے بابا کو ذلت کے ساتھ پیاسا شہید کیا گیا۔ ان کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کیا گیا۔ وہ نیزہ پر اس طرح چمکتا تھا جیسے آسمان پر ماہ کامل۔ ہمارے خیموں کو تاراج کیا اور مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس عالم میں ہمارا کوئی ناصر و مددگار نہ تھا۔ ہمیں بے پالان اونٹوں پر سوار کیا۔ ہماری عورتوں کو شہر ہائے مشرق و مغرب میں پھرایا گیا۔ لوگ ہماری اسیری دیکھتے تھے۔ ہمیں لوگوں کے سامنے لعینوں نے رسوا کیا، پھر ہمیں دمشق لے گئے، وہاں یزید لعین کے سامنے ہمیں کھڑا کیا گیا۔ یزید کہتا تھا میری تمام مرادیں تمہارے باپ کے قتل سے پوری ہوگئیں۔ پھر اس نے چاہا مجھے قتل کر کے نسل کو قطع کر دے۔ اس وقت ہماری پھوپھی کھڑی ہو کر گریہ وزاری کرنے لگیں۔ اس وقت تمام آدمی یزید کے سامنے چیخنے چلانے لگے تب یزید نے مجھے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ یہ بیمار ہے۔ اے جد بزرگوار! ہمارے انتقام کو بروز قیامت آپ لیجئے گا۔ جب تمام مقدمات کا تصفیہ ہوگا۔ یزید نے ہم پر ہر ظلم کو جائز قرار دیا اور خون اہل بیت علیہ السلام کو مباح کیا۔ اہل بیت رسولؐ سے اس نے انتقام لیا، اور ہر طرح کی اذیت پہنچائی۔ اس کی تلواریں ہمارے لیے کھلی ہوئی تھیں۔ اے پروردگار تو ان سے ظلم کا بدلہ لے کیونکہ تو تمام آسمانوں سے بلند تر ہے۔''

....

باب: ۲۱

مدینہ کے گھر میں داخلہ اور واقعات

جب نبیؐ کی نواسیاں جملہ مصائب وآلام سے گزرنے کے بعد مدینہ کے گھر میں واپس آئیں جو پہلے آباد تھا اب ویران نظر آیا، ہر طرف یا حسین علیہ السلام کی صدائیں بلند تھیں، مدینہ کی عورتیں پرسہ دینے کے لیے جمع تھیں۔ جناب زینب علیہا السلام کے لیے وہ وقت بہت گراں تھا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا دو چھوٹے چھوٹے بستر بچھے ہوئے تھے یہ جناب عبداللہ نے اس امید پر بچھائے تھے کہ ان کے دونوں فرزند حضرت عون ومحمد آئیں گے تو ان پر آرام کریں گے۔ جناب زینب علیہا السلام کی جب ان پر نظر پڑی تو اپنے دونوں ہاتھ ان پر رکھ کر جھک گئیں اور ہائے میرے عون ومحمد کہہ کر گریہ وماتم بپا کیا۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر کہرام مچ گیا۔

جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اقربا اور اصحاب کے گھروں پر نگاہ کی تو دیکھا ہر گھر میں اپنے عزیزوں سے بچھڑ جانے پر گریہ وماتم برپا ہے۔ سب اپنے وارثوں کا حال دریافت کر رہے تھے اور حضرت غم سے بے حال ایک ایک کا احوال بیان کرتے تھے۔ جب تک ستم رسیدہ بیبیاں زندہ رہیں شب وروز مصروف گریہ وماتم رہیں۔ ہر گھر مستقل طور پر ماتم کدہ بن گیا، عورتیں گروہ در گروہ پرسے کے لیے آتی تھیں۔

اسی طرح جناب مسلم کے گھر میں آپ کی بہنیں ہمہ وقت گریہ وماتم میں مصروف رہتی تھیں۔ جناب ام رباب دھوپ میں بیٹھی رہتیں اور بین کرتی تھیں، جناب زینب علیہا السلام کا یہ دستور تھا کہ روزانہ جب مدینہ کی عورتیں آپ کے پاس پرسہ کے لیے جمع ہوتیں تو آپ ان سے واقعات کربلا بیان کرتیں۔ ایک دن جب بی بی نے صف ماتم بچھائی تو جناب زینب علیہا السلام نے ایک ہاشمی پرسہ دار عورت سے کہا جا کر صغرا علیہا السلام سے کہو کہ پھوپھی زینب علیہا السلام تمہیں بلا رہی ہیں کہ آؤ سب مل کر حسین علیہ السلام کا ماتم کریں۔ اس عورت کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جناب صغرا علیہا السلام چھوٹی چھوٹی بچیوں کو جمع کر کے گریہ وماتم کر رہی ہیں۔ میں نے قریب جا کر کہا کہ بی بی صغرا علیہا السلام آپ کی پھوپھی زینب علیہا السلام آپ کو بلا رہی ہیں تا کہ آپ بھی ماتم میں شریک ہو جائیں، یہ سن کر جناب صغرا علیہا السلام نے روتے ہوئے کہا پہلے بھی میں تنہا ماتم کرتی تھی اور بابا کو اکیلے روتی تھی اب بھی اکیلے رویا کروں گی۔ بقول شہرابن آشوب جب یہ بی بی (ام رباب) مدینہ پہنچیں تو اسی روز سے کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں اور جب تک زندہ رہیں شب وروز حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں مصروف بکا رہیں، آخر کار اسی غم میں روتے روتے دنیا سے گزر گئیں۔ ابن قتیبہ نے جب مدینہ کی ویرانی دیکھی تو گریہ کیا اور یہاں کی ویرانی اور درد انگیز منظر کو اس طرح قلمبند کیا "جب میرا گزر آل محمدؐ کے گھروں کے قریب سے ہوا تو میں نے دیکھا کہ اب دن میں وہ رونق نہ تھی جیسی ان دنوں تھی جب یہاں آل محمدؐ کا قیام تھا۔ اے خدا! تو ان

گھروں اوران کے مکینوں کو اپنی رحمت سے دور نہ کرگو کہ یہ مکانات اپنے مکینوں سے خالی ہو چکے ہیں یاد رکھو شہدائے کربلا کا قتل مسلمانوں کی گردن پر لعنت کا طوق ہے اوراب ان لوگوں کی ذلت کے آثار نظر آرہے ہیں جن لوگوں نے ظلم کیے فرزندرسولؐ جو ہمیشہ لوگوں کے لیے پناہ گاہ تھے، اب دلوں پران کی مصیبت نقش ہوگئی ہے کیونکہ ان کی غربت تمام مصیبتوں سے زیادہ عظیم اوردردناک ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سورج کا رنگ شہادت حسین علیہ السلام کی وجہ سے بیماروں کی طرح زرد ہوگیا ہے اور زمین ان کی مصیبت کے سبب لرزنے لگی۔ اے لوگو! جب حسین علیہ السلام کی مصیبت سنوتو غم وحزن اس طرح کرو، جس طرح فرزند رسول خداؐ اس غم میں مصروف رہتے تھے۔

جناب زینب علیہا السلام کا یہ حال تھا کہ ساری زندگی آنسو خشک نہ ہوئے نالہ وزاری شب وروز کا معمول تھا۔ آپ کے چہرہ پر بعد کربلا کبھی مسکراہٹ نہ آئی جب آپ مدینہ کے اس گھر میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بحالت غم واندوہ کی تصویر کے دیکھتیں تو آپ کا غم اور تازہ ہو جاتا تھا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھ کر بھائی حسین علیہ السلام، جناب عباس علیہ السلام، جناب علی اکبر علیہ السلام، جناب قاسم علیہ السلام، جناب عون ومحمد اور شیر خوار علی اصغر علیہ السلام کی یادشدت اختیار کرلیتی تھی۔

جناب زینب علیہا السلام وحضرت ام کلثوم علیہا السلام ہر لحہ تصویر غم بنی رہتی تھیں۔ حضرت ام کلثوم علیہا السلام یہ غم زیادہ دن برداشت نہ کرسکیں اور مدینہ پہنچنے کے چالیس دن بعد گھر سے ایک جنازہ نکلا جس سے اہل بیت پرایک اور صدمہ ناقابل برداشت گزرا۔ جناب زینب علیہا السلام کے لیے حضرت ام کلثوم علیہا السلام کی جدائی بہت گراں گزری۔

جناب زینب علیہا السلام کا گریہ اور واقعات کربلا سے اہل مدینہ کو آگاہ کرنا یزید پر گراں گزرتا تھا۔ لہٰذا عامل مدینہ نے حکم یزید پر حضرت زینب علیہا السلام پر یہ دباؤ ڈالا کہ یا تو شہیدوں کی تشہیر بند کردیں یا مدینہ چھوڑ دیں۔ یہ اصرار کافی دنوں سے کیا جارہا تھا۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام کے انتقال کے بعد آپ کا دل اور زیادہ اداس ہوگیا۔ حضرت ام کلثوم علیہا السلام کے بعد حضرت ام سلمہ اور حضرت ام البنین کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ ان دنوں مدینہ کی عورتیں پرسہ کے لیے جمع ہوتیں تو نبی کی نواسیاں ان سے اپنے وارثوں کا ذکر کرتیں ایک ایک شہید کے ذکر پرعورتیں اپنے سروں کو پیٹتیں اور گریہ وزاری کرتیں، جب یہ عورتیں گھروں کو لوٹتیں تو اہل بیت پر گزرنے والے حالات اور مظالم کا ذکر کرتیں اس طرح وہ مظالم جو یزید نے ڈھائے ان کی تشہیر ہوتی۔ دوسری جانب جناب زینب علیہا السلام واقعات کربلا سے پرسہ دینے والی عورتوں کو آگاہ فرماتیں یہ بات یزید کو اس لیے ناپسند تھی کہ اسے اپنی حکومت کے لیے یہ تشہیر خطرہ محسوس ہوتی تھی۔

جب جناب زینب علیہا السلام پر مسلسل یزید کی طرف سے مدینہ چھوڑنے پر اصرار بڑھا تو پہلے آپ بھائی حسین علیہ السلام کی قبر پر کربلا تشریف لائیں جہاں مصائب پر دن رات گریہ وزاری میں مصروف رہیں۔ منقول ہے کہ آپ دوبار کربلا آئیں۔ اس کے بعد مصر تشریف لائیں اس کے علاوہ دوبار شام تشریف لائیں، کربلا وشام میں مزارات اعزا اور اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام پر آکر واقعات بیان فرماتی تھیں، جب آپ آخری بار شام تشریف لائیں جہاں

جناب سکینہ علیہا السلام کی قبر یزید کے مظالم پر گواہ تھی۔ جناب زینب علیہا السلام نے پچپن سال کی عمر میں بتاریخ ۱۴ ررجب ۶۲ ہجری مقصد حسین علیہ السلام کو پورا کرتے ہوئے شہادت کو لبیک کہا۔

اہل بیت کا سوگ

دمعۃ الساکبہ کے مطابق اہل بیت کے سوگ میں پورے مدینہ میں پندرہ دن تک ماتم حسین علیہ السلام ہوتا رہا۔ نفس المہموم میں ہے کہ حضرت امام جعفر ابن محمد باقرؑ سے منقول ہے نہ کبھی گرمی کا خیال کیا نہ سردی کا ہاشمی مستورات نے پانچ سال تک سیاہ لباس پہنے کسی بھی ہاشمی عورت نے نہ آنکھوں میں سرمایہ لگایا نہ سر میں کنگھی کی نہ خضاب لگایا اور نہ گھروں میں چولہے جلے پانچ سال تک عزاداری شبیرؑ میں شب و روز نوحہ وبکار میں گزرے جب ابن زیاد کا سر آیا تو ہاشمی گھروں میں چولہے جلے۔

لہوف کے مطابق جناب سجاد علیہ السلام چالیس برس تک اس طرح عزاداری میں مصروف رہے کہ کبھی کسی نے آپ کی آنکھیں خشک نہ دیکھیں جب آپ کے لیے کھانا و پانی آتا تو آپ فرماتے میرے بابا بھوکے پیاسے شہید کیے گئے، اس کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں میں اشک جاری ہو جاتے تھے اور کھانا و پانی آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا اور روتے روتے غش کر جاتے تھے۔ ایک دن آپ کے غلام نے عرض کی آقا آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اب گریہ و نوحہ ختم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا یا بندہ خدا جناب یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے سے بارہ فرزندوں میں سے ایک فرزند جدا ہوا تھا جبکہ منجانب اللہ آپ کو معلوم تھا کہ حضرت یوسف زندہ ہیں اس کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں جناب یوسف علیہ السلام کے فراق میں جاتی رہیں۔ ان کے بال سفید ہو گئے تھے اور کمر جھک گئی تھی، اور میں اپنے بھائی اور باپ کے علاوہ اپنے اہل بیت کے فخر یوسف نوخیز نوجوان اور بچوں کو پیاس سے تڑپتا اور نیزہ وسنان سے پارہ پارہ ریگزار کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اپنی آنکھوں سے بے گور و کفن دیکھ کر آیا ہوں میری آنکھیں گریہ سے کس طرح رک سکتی ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں جب مدینہ منورہ میں بعض بدبختوں نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا تو اس شب مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل اشعار سنائی دیئے لیکن ان کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ ''اے حسین علیہ السلام کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں سخت ترین عذاب کی خوش خبری ہو آسمان میں بھی جتنی مخلوق ہے خواہ وہ انبیاء علیہ السلام ہوں یا ملائکہ وہ سب تم پر بددعا کرتے ہیں۔ تم پر لعنت ہو برزبان سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام جو صاحب انجیل ہیں ان کی۔'' اس کے ساتھ ہی مولانا جامی نے سرزمین روم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے ''کیا وہ قوم جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے ان کے جدامجد رسول اللہؐ سے بروز حشر شفاعت کی امید رکھتی ہے؟'' اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا یہ شعر کس نے لکھا ہے تو اہل گرجا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

نفس المہموم میں تاریخ ذہبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ۳۵۲ ہجری میں معز الدولہ نے یوم عاشورہ پر بغداد میں سرکاری سطح پر سوگ منانے کا اعلان کیا اس دن بازار بند کر دیے گئے اور سیاہ لباس پہنائے گئے۔

مصائب جناب ام البنین

جناب ام البنین پر واقعات کربلا کا بہت اثر ہوا آپ ہمہ وقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ فرمایا کرتی تھیں۔ اپنے فرزندوں کی شہادت سے زیادہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ و نوحہ فرماتی تھیں۔ جس طرح جناب فاطمہ علیہا السلام حضرت رسالت مآبؐ کی قبر پر جا کر جنت البقیع میں گریہ فرمایا کرتی تھیں، اسی طرح حضرت ام البنین روزانہ جنت البقیع میں جا کر شہیدان کربلا پر گریہ فرماتی تھیں۔ آپ روزانہ اپنے پوتے فرزند جناب عباس علیہ السلام جناب عبداللہ کو اپنے ہمراہ جنت البقیع لے جاتی تھیں اور ایسا نوحہ و بکا اور نالہ و زاری کرتی تھیں کہ اہل مدینہ وہاں ان بی بی کا نوحہ سننے جایا کرتے تھے۔

جناب ام البنین جنت البقیع میں جا کر زمین پر بیٹھ جاتیں اپنے ہاتھوں سے پانچ نشان لحد بناتیں چار نشانات اپنے بیٹوں جناب عبداللہ، جناب عثمان، جناب جعفر اور جناب عباس علیہ السلام کے ناموں سے منسوب کرتیں اوران پر اپنے فرزندوں کے نام تحریر کرتیں پانچویں نشان لحد کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام سے منسوب کرتیں اور اس پر نام حسین علیہ السلام تحریر کرتیں۔ جب جناب عبداللہ کے نشان لحد کو دیکھتیں دل تڑپتا لیکن یہ نشان مٹا دیتیں اور فرماتیں اے عبداللہ میں تمہیں نہیں روؤں گی، اسی طرح جناب جعفر و عثمان کے نشان لحد کو دیکھ کر دل میں درد اٹھتا لیکن یہ نشان لحد بھی مٹا دیتیں اور کہتیں ''اے جعفر، اے عثمان، اے عبداللہ میں تمہیں نہیں روؤں گی، جناب عباس علیہ السلام کے نشان لحد کو دیکھتیں تو کہتیں بیٹا عباس علیہ السلام لعینوں نے دھوکے اور فریب و دغا سے تمہارے بازو قلم کیے کوئی سامنے آ کر تم سے مقابلہ کرتا تو اسے معلوم ہوتا کہ میرا عباس علیہ السلام کتنا جری ہے کاش میرے عباس کے بازو قلم نہ ہوتے تو کس کی مجال تھی جو اہل حرم کے سروں سے چادریں اتارتا پھر فرماتیں بیٹا میں تمہیں بھی نہ روؤں گی، آخر میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے نشان لحد کو دیکھتیں اور ایک چیخ مار کر نشان لحد سے لپٹ جاتیں اور ہائے حسین علیہ السلام ہائے حسین علیہ السلام کے دلخراش نالے بلند کرتیں۔

معالی السبطین میں آقائے محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ کے موافق واقعہ کربلا کے بعد جناب ام البنین روزانہ جنت البقیع تشریف لاتی تھیں اور صبح سے شام تک اپنے بیٹوں پر اس طرح دردانگیز بین فرماتی تھیں کہ لوگ آپ کی مرثیہ خوانی سننے کے لیے مدینہ سے باہر آ جاتے تھے۔ جناب ام البنین کے مرثیہ کے چند دردانگیز اشعار بطور نمونہ اردو معنی و مفہوم کے ساتھ نذر قارئین ہیں۔

لوگو! مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکارو اس سے مجھے میری دادی محرین کے شیر دل بیٹے یاد آتے ہیں۔

ایک وقت تھا جب میرے بیٹے تھے اور میں ام البنین کہلاتی تھی لیکن آج تو میرا ایک بیٹا بھی باقی نہ رہا۔

بھو کے مردار خوروں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ آج ہر ایک سینہ پر نیزہ کا زخم کھا کر خاک کربلا میں مل گیا۔

ہائے افسوس کیا یہ سچ بتایا گیا ہے کہ میرے عباس کے دونوں بازو قلم کیے گئے تھے۔

جناب ام البنین نے ایک اور مرثیہ میں ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت وار کیا گیا تھا جب اس کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔

افسوس ہے کہ میرے شیر سے بیٹے کے اس مشکل وقت میں سر کو گرز کے وار نے جھکا دیا۔

اے بیٹا عباس علیہ السلام! اگر تلوار تمہارے ہاتھ میں ہوتی تو کسی کی مجال نہ تھی جو تمہارے قریب آتا۔

مروان بن حکم کا بیان ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد میں جنت البقیع کے راستے سے گزر رہا تھا کہ دور سے کسی بی بی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ میں نے اس آواز کو سنا تو اپنے گھوڑے کا رخ اس طرف کر دیا میں نے دیکھا کہ ایک بی بی خاک پر بیٹھی بین کر رہی ہیں، میں نے جب بغور سنا تو ان کے یہ بین تھے۔ ''عباس علیہ السلام اگر تمہارے بازو قلم نہ ہوتے تو میرا حسین علیہ السلام نہ مارا جاتا۔''

شہادت حضرت ام رباب

جب یزیدی لشکر مخدرات عصمت وطہارت کو اسیر کر کے رسن بستہ قتل گاہ سے گزرا تو بیبیوں نے اپنے آپ کو اونٹوں کی پشت سے زمین پر گرا لیا اور یا حسینا کی صدا بلند کرتی ہوئی عزیز واقربا کی لاشوں پر بین کرنے لگیں۔ اس وقت مقتل مظلوموں کی آہوں سے گونج رہا تھا، سب بیبیوں نے بین کیا لیکن مادر علی اصغر جناب ام رباب حسرت و یاس کی تصویر بنی لاش حضرت امام حسین علیہ السلام سے دور کھڑی تھیں۔ راوی کہتا ہے اس وقت آپ کے چہرہ سے موت کے آثار نمایاں تھے۔ جناب زینب علیہا السلام جو بھائی کے لاشہ پر محوئے گریہ تھیں اور اس طرح بین کر رہی تھیں کہ سننے والوں کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے اسی عالم میں شمر لعین جب تازیانہ لیے ان بیکسوں کے قریب آیا اور یہاں سے بیبیوں کو چلنے کو کہا تو جناب ام رباب نے اپنے والی کی لاش کی طرف دیکھ کر کہا میرے سرتاج! میں آپ کی لاش کو دھوپ میں تنہا چھوڑ کر جا رہی ہوں، میرے سر پر چادر نہیں ہے جو آپ پر سایہ کروں لیکن میرے والی میں آپ کی لاش پر کھڑے ہو کر وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک رباب زندہ رہے گی نہ ٹھنڈا پانی پیئے گی نہ سائے میں بیٹھے گی۔

صاحبان سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ رہائی کے بعد جب بیبیاں مدینہ میں آئیں تو تمام بیبیاں گھروں کے اندر داخل ہو گئیں، مگر حضرت ام رباب علیہا السلام صحن میں بیٹھ گئیں اور کربلا کی طرف منہ کر کے کہا میرے والی و وارث! مجھے وہ وعدہ یاد ہے میں نے آپ کے بے گور و کفن لاشہ پر کیا تھا، میں مر جاؤں گی لیکن نہ تو سائے میں بیٹھوں گی نہ ٹھنڈا پانی پیوں گی۔

جب اسی رنج والم میں ایک سال گزر گیا تو مدینہ کی عورتیں جمع ہو کر حضرت زینب علیہا السلام کی خدمت میں آئیں کہا بی بی! یہ مدینہ ہے شام نہیں اب ہم سے برداشت نہیں ہوتا کہ ام رباب علیہا السلام مزید دھوپ میں بیٹھیں لہذا آپ ام

رباب سے کہئے کہ سایہ میں آ کر بیٹھ جائیں۔ جناب زینب علیہا السلام اٹھیں اور جناب ام رباب علیہا السلام سے فرمایا اے رباب! تم مجھے کیا سمجھتی ہو۔ حضرت ام رباب علیہا السلام نے کہا میں آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی جگہ سمجھتی ہوں، جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا اگر تم مجھے میرے بھائی حسین علیہ السلام کی طرح سمجھتی ہو تو میں کہتی ہوں کہ اب آ کر سائے میں بیٹھ جاؤ یہ سننا تھا کہ حضرت ام رباب نے آسمان کی طرف حسرت کی نگاہ کی اور عرض کیا بارالہا! یہ میرے لیے بہت مجبوری کا مقام آ گیا ہے کہ ہاتھ جناب زینب علیہا السلام کا ہے اور وعدہ میں اپنے والی حسین علیہ السلام سے کر کے آئی ہوں، اگر سائے میں بیٹھتی ہوں تو وفا میں فرق آتا ہے اور اگر سائے میں نہ بیٹھوں تو یہ جناب زینب علیہا السلام کے حکم کی عدولی ہے، یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد آپ کے چہرے پر موت کا پسینہ نمودار ہوا اس وقت جناب فضہ قریب کھڑی تھیں، آپ نے جناب زینب علیہا السلام سے کہا زینب علیہا السلام آپ کس کا ہاتھ پکڑے کھڑی ہیں، ام رباب تو اس دنیا سے گزر گئیں۔

گریہ جناب ام لیلیٰ

راوی کہتا ہے کہ میں مدینہ میں نو وارد تھا، ایک دن محلہ بنی ہاشم سے گزر رہا تھا اچانک میرا ناقہ رک گیا، میں نے چاہا کہ یہ آگے بڑھے لیکن یہ نہ بڑھا اس کو تازیانہ لگایا پھر بھی یہ آگے نہ بڑھا میں اتر کر اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ میرا ناقہ رو رہا ہے۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں، اتنے میں مجھے ایک گھر سے رونے کی آواز آئی ولدی علی اکبر علیہ السلام میرے لعل علی اکبر۔ اتنے میں گھر کا پردہ ہٹا تو ایک کنیز باہر آئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ یہ کون بی بی اس قدر گریہ کر رہی ہے؟ کنیز نے پوچھا کیا تم اس شہر میں نو وارد ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر اس کنیز نے کہا تمہیں نہیں خبر کہ یہ حضرت ام لیلیٰ مادر علی اکبر علیہ السلام ہیں جو اپنے لعل کے غم میں گریہ کناں ہیں۔

خواہر حضرت حمزہ اور خواہر حضرت امام حسین علیہ السلام

جب جنگ احد میں حضرت حمزہ کی شہادت ہوئی اور یہ خبر دردناک آپ کی بہن حضرت صفیہ نے سنی تو بے اختیار کوہ احد کی طرف روانہ ہوئیں جو مدینہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جناب رسول خداؐ نے دور سے خواہر حضرت حمزہ کو آتے دیکھا تو جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا اے علی علیہ السلام! جلد لاش حمزہ کو چھپا دو۔ آنحضرت نے فوراً اپنی ردا حضرت حمزہ کی لاش پر ڈال دی تا کہ بہن کی نظر بھائی کی لاش پر نہ پڑے۔ رحمت اللعالمینؐ نے اپنی ردا حضرت حمزہ کی لاش پر ڈال دی اس کے باوجود جب حضرت صفیہ کی نظر پڑی تو بے اختیار چیخیں مار کر روئیں جبکہ سہارا دینے والوں میں رحمت اللعالمینؐ اور مشکل کشا علی علیہ السلام موجود تھے اس کے باوجود صبر نہ کر سکیں۔ مگر جب جناب زینب علیہا السلام لاش حضرت امام حسین علیہ السلام پر آئیں تو دل ہلا دینے والا منظر دیکھا لباس کہنہ کو ظالموں نے لوٹ لیا تھا، ایک انگشتری کے لیے حضرت علیہ السلام کی انگلی کو قطع کیا۔ جسم پر جتنے تبرکات تھے لوٹ لیے حضرت علیہ السلام کے جسم پر ایک ہزار نو سو پچاس زخم تھے۔ تیر و تلوار نیزہ اور پتھروں سے جسم چور چور تھا، بے گور و کفن بھائی کے لاشہ پر جب

آپ کی نظر پڑی تو بے اختیار گریہ و بکا کیا اور فرماتی تھیں بھیا کاش میرے سر پر چادر ہوتی تو میں تمہارے جسم پر ڈھک دیتی۔ افسوس کہ اس عالم بیکسی میں کوئی بی بی کو سہارا دینے والا نہ تھا۔ نہ کوئی مونس تھا نہ غم خوار۔

خواہر حضرت امام رضا اور خواہر حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب آپ کی بہن داخل شہر قم ہوئیں تو دیکھا کہ اہل شہر ماتم دار ہیں اور سیاہ لباس پہنے ہیں۔ وہ معظمہ بے قرار ہوئیں اور پوچھا یہ کس کا ماتم بپا ہے یہ سن کر سب خاموش ہو گئے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا تمہیں ہمارے حق کی قسم مجھے خبر دو کہ یہ ماتم کس کا بپا ہے۔ جب اس معظمہ نے اصرار کیا تو لوگ رونے لگے اور عمامے اپنے سروں سے پھینک دیئے اور عرض کی اے سیدہ ہمارا رونا ہمارے آقا غریب الغرباء آپ کے بھائی حضرت امام علی رضا علیہ السلام پر ہے کہ وہ مظلوم زہر دغا سے شہید ہوئے یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئیں اور بین کرتی تھیں ''ہائے میرے بھائی، ہائے میرے سید غریب، افسوس یہ بہن آپ کے مرنے کی خبر سننے کو زندہ رہی، کاش اس خبر کے سننے سے پہلے موت آجاتی۔

جناب امام علی رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ نے بھائی کو تیر و تلوار کے زخم کھاتے نہ دیکھا ان معظمہ نے اپنے بھائی کو تین دن کا بھوکا پیاسا دیکھا نہ گلے پر خنجر چلتے دیکھا، نہ خیموں میں فریاد العطش سنی اس کے باوجود مخدومہ رات دن اتنا روئیں کہ تیرھویں دن دنیا سے رحلت کی بھائی کی شہادت کے بعد اس عرصہ میں حسب دستور زمانہ آپ کی مہمان نوازی بھی ہوئی اور لوگوں نے پرسہ بھی دیا، سب نے تسلی اور خبر گیری کی۔ عورتیں مسلسل پرسہ کے لیے آتی رہیں۔ آپ کی خدمت میں سب مصروف رہے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی بہن جناب زینب علیہا السلام نے بھائی کو تین دن کی بھوک و پیاس میں دشمنوں کے نرغہ میں تیروں اور تلواروں کے زخموں سے چور دیکھا، کند خنجر سے ذبح ہوتے دیکھا، لاش منور کو پامال ہوتے دیکھا اس کے باوجود کوئی تسلی دینے والا نہ تھا بلکہ خیموں میں لعین در آئے مال و اسباب لوٹا اور تاراجی خیام کے بعد ان میں آگ لگا دی۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شب و روز۔

بعد واقعہ کربلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خانہ نشینی اختیار فرمائی شب و روز ہمہ وقت عبادت الٰہی میں بسر کرنے لگے۔ ابو اسحٰق اسفرائنی کی روایت ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات نماز پڑھنے میں صرف کرتے اور اپنے بابا پر گریہ فرماتے تھے۔ جب افطار کے وقت آپ کے سامنے آب و طعام لایا جاتا تو آپ فرماتے ہمارے پدر بزرگوار بھوکے پیاسے شہید ہوئے آپ یہ کلمات بار بار فرمایا کرتے تھے۔ آپ اس قدر گریہ کرتے کہ طعام آنسوؤں سے مخلوط ہو جاتا تھا۔ آخری دم تک آپ کا یہی حال رہا۔

بحار الانوار اور نزہتہ المصائب میں منقول ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت امام زین

العابدین علیہ السلام چالیس سال تک عبادت وگریہ میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ جب کھانا اور پانی آپ کے سامنے آتا تو آپ کے غم وحزن کی انتہا نہ ہوتی اور کھانا و پانی آنسوؤں سے منسلک ہو جاتا۔

ایک دن آپ کے غلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آقا میری جان آپ پر فدا ہو آپ کب تک اس طرح روئیں گے۔ آقا مجھے خوف ہے کہ کہیں روتے روتے جان سے نہ گزر جائیں۔ حضرت نے فرمایا اے شخص حضرت یعقوب نبی کے بارہ فرزند تھے، ان میں سے ایک نظروں سے جدا ہو گیا تھا اور بصارت جاتی رہی تھی۔ حالانکہ حضرت یوسف زندہ وسلامت تھے اور میرے پدر مظلوم مع اٹھارہ بنی ہاشم کے تشنہ لب شہید ہوئے مجھے صبر کس طرح آئے۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام چالیس سال اپنے والد بزرگوار کی مصیبت پر روتے رہے حالانکہ آپ روزے سے ہوتے تھے اور راتوں کو عبادت کرتے تھے اور جب افطار کا وقت ہوتا اور آپ کا غلام آپ کے سامنے کھانا اور پانی رکھتا اور کہتا میرے آقا تناول فرمائیے تو آپ فرماتے رسول اللہؐ کے فرزند کو بھوکا پیاسا قتل کیا گیا۔ یہ کہہ کر آپ شدت سے گریہ فرماتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے غلام سے روایت ہے کہ ایک دن آپ صحرا کی طرف تشریف لے گئے میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ حضرت علیہ السلام نے اپنی پیشانی سجدہ میں رکھی میں وہاں کھڑا ہو گیا اور ان کا گریہ ونالہ سنتا رہا اور میں نے شمار کیا، آپ نے ایک ہزار مرتبہ "**لاالہ الاالله حقا حقا لااله الا الله تعبد او رقا لا الہ الاالله ایمانا و تصدیقا و صدقا**" کہا اور جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت کا چہرہ اور ریش مبارک اشکوں سے تر تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے آپ سے پوچھا۔ مولا! کیا آپ کا یہ گریہ کبھی ختم ہونے والا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے۔ حضرت یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خود نبی تھے اور نبی کے بیٹے تھے، ان کے بارہ فرزند تھے، خداوند تعالٰی نے ان کے بارہ بیٹوں میں سے صرف ایک کو ان کی نظروں سے دور کر دیا تھا جس کی وجہ سے آپ اس قدر پریشان اور غمگین تھے کہ ان کے سر کے بال سفید ہو گئے اور کمر خمیدہ ہو گئی اور روتے روتے آنکھوں کا نور جاتا رہا حالانکہ ان کا فرزند زندہ تھا لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے والد بزرگوار، بھائی اور تمام اعزا و اقربا تین دن کے بھوکے پیاسے قتل کیے گئے اور ان کے لاشے ریت پر رہے، میرا غم کس طرح ختم ہو سکتا ہے اور میرے رونے میں کیسے کمی آسکتی ہے۔

مقتل لہوف میں مرقوم ہے کہ ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے جا رہے تھے، جب آپ کا گزر دمشق کے بازار سے ہوا تو منہال بن عمران حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ "اے فرزند رسولؐ آپ نے شام میں کیسا وقت گزارا تھا"۔ تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جس طرح سے بنی اسرائیل نے قوم فرعون کے درمیان بسر کی تھی کہ ان کے بیٹوں کو قتل کیا جاتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھا جاتا تھا۔ اے منہال اہل عجم اہل عرب پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب تھے اور اہل قریش تمام عربوں پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ ہمارے قبیلہ سے تھے اور ہم حضرت رسالتمآبؐ کے اہل بیت ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے

حق کو غصب کیا گیا، قتل کیا گیا اور در بدر پھرایا گیا۔

جناب سید سجاد علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا آپ کے بابا کے جسم پر کتنے تیر تھے؟ تو آپ نے ہاتھ سے اپنی انگشتری اتاری اور فرمایا "میرے بابا کے جسم اطہر پر اس نگینہ کے برابر بھی جگہ نہ تھی"۔ یہ فرما کر آپ نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

جب منہال نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا کثرت سے گریہ دیکھا تو ایک دن آپ سے کہا مولا آپ کب تک روئیے گا شہادت تو آپ کا ورثہ ہے۔ تو فرمایا "اے منہال تم نے انصاف نہیں کیا، ہاں شہادت میرا ورثہ ضرور ہے لیکن کیا یہ بھی میرا ورثہ ہے کہ بہنیں رسن بستہ سر برہنہ اونٹوں پر سوار ہوں اور میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں پہنے اسیر ہوں اور میں ان کا ساربان بنا کر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام پھرایا جاؤں"۔

بعد کربلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ میرے بابا کو بھوکا پیاسا پس گردن سے ذبح کیا گیا جبکہ جانور کو ذبح کرتے ہیں تو پہلے اسے پانی پلاتے ہیں اور تیز دھار خنجر سے سامنے کی طرف سے ذبح کرتے ہیں تا کہ جلدی سے جان نکل جائے۔ اور زیادہ دیر اذیت نہ ہو۔ لیکن میرے بابا کو بھوکا پیاسا کند خنجر سے پس گردن شہید کیا گیا۔

ہمہ وقت گریہ وزاری اور عبادت میں آپ کا وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب حضرت مختار نے قاتلان حسین علیہ السلام سے انتقام لینا شروع کیا۔ ایک دن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں جب قاصد پہنچا تو حضرت نے اس سے دریافت فرمایا مختار کا کیا حال ہے؟ قاصد نے بتایا مختار آپ کے پدر بزرگوار کے دشمنوں کو چن چن کر قتل کر رہے ہیں اور مختلف قاتلوں کے نام بھی بتائے یہ سن کر حضرت نے دریافت فرمایا کیا حرملہ گرفتار ہوا؟ قاصد نے ہاتھ جوڑ کر خدمت امام میں عرض کی۔ "فرزند رسولؐ آپ نے اس قاتل کا خاص طور پر نام لیا۔ آپ نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کے قاتل کا نام نہیں لیا نہ آپ نے حضرت عباس کے قاتل کا نام لیا اور نہ آپ نے اپنے پدر گرامی حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل کا نام لیا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے خاص طور پر حرملہ کی بابت دریافت فرمایا؟ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا افسوس کہ حرملہ نے جو تیر چلایا وہ فقط شیر خوار علی اصغر کے گلے پر نہیں لگا بلکہ آل محمد کے دلوں کو چیرتا ہوا گزر گیا۔ اس کے بعد قاصد واپس کوفہ آیا اور دربار میں اسی دن پہنچا جس دن اعلان ہوا کہ حرملہ گرفتار ہو کر آیا ہے۔ یہ سن کر اس قاصد نے کہا۔ "اللہ اکبر" جناب مختار نے کہا۔ اللہ اکبر تو کبریائی کے لیے ہے، مگر یہ کون سا موقع ہے کہ تم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس نے کہا "اے امیر میں مدینہ سے آرہا ہوں، میرے امام نے دریافت فرمایا تھا کہ کیا حرملہ گرفتار ہوگیا ہے؟" یہ سن کر جناب مختار کی آنکھوں میں آنسو آگئے اتنے میں قاتل سامنے آیا تو حضرت مختار نے پوچھا حرملہ بتلا تو نے کربلا میں کیا کیا ظلم کیے تھے۔ حرملہ لعین نے کہا امیر درگزر کریں۔ جو سزا تجویز کرنی ہو کر دیں مگر تفصیل نہ پوچھیں۔ جناب مختار نے کہا تجھے تفصیل بتانا ہوگی۔ حرملہ نے پھر اصرار کیا مجھے معاف کریں۔ اس لیے کہ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ اس پر جناب مختار نے کہا ہم وہ سب کچھ سننا چاہتے ہیں۔ حرملہ نے کہا امیر میرے ترکش میں سات تیر تھے، ان میں سے چار تیر نشانے پر نہ لگے تین تیر نشانے پر لگے، ان میں سے پہلا

تیر مشک سکینہ پر دوسرا تیر حسین علیہ السلام ابن علی کے سینے پر اس وقت لگا جب آپ پشت ذوالجناح پر سنبھلنے کے قابل نہ تھے۔ یہ کہہ کر اس ملعون نے سر جھکا لیا۔ جناب مختار نے پوچھا تیسرے تیر کے بارے میں بھی بتا۔ حرملہ نے کہا امیر اس کے بارے میں دریافت نہ کریں۔ جناب مختار نے اصرار کیا تو اس ملعون نے کہا۔ حسین علیہ السلام ایک چھوٹے سے بچے کو لے کر میدان میں آئے اور بچے کے لیے لشکر سے پانی طلب کر رہے تھے کہ عمر سعد نے کہا۔ اقطع کلام الحسینؑ۔ حسین علیہ السلام کے کلام کو قطع کر دے۔ حرملہ کہتا ہے میں نے بچے کو تیر مارا۔ جناب مختار نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ حرملہ ملعون نے کہا بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

بحار الانوار میں اس واقعہ سے متعلق منہال سے روایت ہے کہ میں مکہ سے واپسی پر علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ ''اے منہال حرملہ کی کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اس کو کوفہ میں میں نے زندہ چھوڑا تھا۔'' یہ سن کر حضرت علیہ السلام نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا۔ ''اے خدا تو حرملہ کو لوہے اور آگ کی گرمی کا مزہ چکھا۔'' منہال کہتے ہیں۔ پھر میں کوفہ واپس آیا اس وقت جناب مختار وہاں کے حاکم تھے اور میرے ان سے دوستانہ تعلقات تھے۔ میں کچھ دنوں تک تو اپنے گھر ہی میں رہا۔ جب لوگوں کا آنا جانا بند ہوا تو ایک دن میں جناب مختار سے ملنے کے لیے چلا تو وہ گھر سے نکلے ہی تھے کہ میری ملاقات ہو گئی اور انہوں نے مجھ سے کہا ''اے منہال تم ہماری حکومت کے زمانے میں ہمارے پاس نہ آئے اور نہ ہم کو مبارک باد دی اور نہ ہمارے کاموں میں حصہ لیا۔'' میں نے جواب دیا کہ میں مکہ میں تھا اور ابھی آیا ہوں۔ پھر میں امیر مختار کے ساتھ چلا اور ہم دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ کچھ لوگوں کے پاس پہنچے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر کسی کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں ان کو حرملہ بن کاہل کی گرفتاری کی خبر ملی۔ تھوڑی دیر بعد حرملہ لایا گیا۔ جب امیر مختار نے اسے دیکھا تو کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو تیرے اوپر قابو دیا۔'' پھر جلاد کو بلایا اور حکم دیا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں۔ لہٰذا اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے، پھر آگ منگائی گئی اور حرملہ کو اس میں ڈال دیا گیا اور یہ ملعون آگ میں جل گیا۔ منہال کہتے ہیں میں نے سبحان اللہ کہا تو امیر مختار نے کہا۔ اے منہال تسبیح پڑھنا تو بہرحال بہتر ہے لیکن اس وقت تم نے سبحان اللہ کیوں کہا۔ میں نے جواب دیا۔ اے امیر جب میں اس سفر میں مکہ سے واپس آ رہا تھا تو حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے حرملہ کے متعلق پوچھا میں نے کہا میں تو اس کو کوفہ میں زندہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور فرمایا۔ ''اے خدا تو حرملہ کو لوہے اور آگ کا مزہ چکھا''۔ منہال نے جناب مختار سے کہا میں نے سبحان اللہ اس وجہ سے کہا کہ امام کی تمنا کا کس قدر جلد اثر ہوا۔ جناب مختار نے کہا منہال کیا تم نے علی بن الحسین علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا؟ منہال نے کہا ہاں بخدا میں نے اسی طرح سنا۔ امیر مختار اس وقت گھوڑے سے اترے دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر سوار ہو کر روانہ ہوئے اس وقت حرملہ جل کر راکھ ہو گیا۔

جناب زین العابدین علیہ السلام کی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہے لیکن آپؑ کے معمولات زندگی میں شہیدان کربلا

پر گریہ اور عبادت خداوندی میں کبھی فرق نہ آیا اور آپ ان امور کی بجا آوری میں اس قدر محو ہو گئے کہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ آپ کے اصحاب خاص کو بھی نہایت مشکل سے آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ لیکن مسائل شرعیہ کی بجا آوری میں آپ نے کبھی کمی نہ آنے دی۔ آپ کے اصحاب خاص اکثر دینی مسائل دریافت کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ان حاضرین میں زہری جنہوں نے سواد اعظم اہلسنت میں علم الحدیث کی سب سے پہلے تدوین کی ہے۔ ان کے علاوہ ابوحمزہ ثمالی اکثر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

واقعہ کربلا کے بعد ۹۵ ہجری تک آپ نے خانہ نشینی میں زندگی بسر کی۔ آپ کے مشاغل میں عبادت الٰہی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب کو یاد کر کے گریہ وزاری کو اولیت حاصل تھی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے معمولات کے بارے میں فرمایا کہ ''ہمارے پدر بزرگوار جب کبھی نعمت خدا کو یاد فرماتے تھے تو سجدے کرتے تھے اور جب کسی آیہ مبارکہ کی تلاوت فرماتے تو وہ سجدہ واجب ہو یا سنت تو ضرور سجدہ کرتے تھے اور جب مکروہات دنیاوی میں سے کوئی شے آپ کو پیش آتی تھی اور وہ دفع ہو جاتی تھی تو آپ سجدہ فرماتے تھے اور جب دو آدمیوں کے درمیان صلح فرماتے تب سجدہ کرتے جب واجب نماز سے فارغ ہوتے تب سجدہ کرتے جملہ امور میں کثرت سجدہ نمایاں تھے۔ اس وجہ سے آپ کو سجاد کہتے ہیں۔

علامہ ابوالفرج اصفہانی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی، آپ اس وقت سجدہ میں تھے۔ لوگ آگ آگ چیخنے لگے لیکن حضرت نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھا دی گئی، لوگوں نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپ علیہ السلام کو کس چیز نے اس آگ سے بے خبر کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا آخرت کی آگ نے۔

عبدالملک بن مروان کے شدائد

عبدالملک بن مروان ۶۵ ہجری میں مصر و شام کا بادشاہ ہوا اور ۷۳ ہجری میں تمام ممالک اسلامیہ کا بادشاہ بن گیا۔ یہ بڑا ظالم و جابر حکمران تھا۔ مسعودی نے عبدالملک کے ظلم وتشدد کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے عامل خون بہانے میں اس کے نقش قدم پر چلتے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج کے ذریعہ مدینہ میں ظلم کا بازار گرم کیا اور تباہی مچائی تھی۔ اس زمانے میں عبدالملک بن مروان نے حکم دیا تھا کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو گرفتار کر کے شام پہنچایا جائے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جن کے دل پر واقعات کربلا کا ایسا صدمہ تھا کہ آپ دن رات بین کیا کرتے تھے۔ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر مدینہ سے باہر ایک خیمہ میں رکھا گیا لیکن بعد میں عوامی حمایت اور آپ کو ستانے والوں کے انجام کو دیکھتے ہوئے آپ کو رہا کرنا پڑا۔

واقعات کربلا کے بعد آپ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہے تھے، حق کی ترویج مقصد حسین علیہ السلام کو اجاگر کرنا آپ کا مقصد حیات تھا۔ آپ کے روحانی اقتدار نے ولید بن عبدالملک کو دشمنی پر آمادہ کیا۔ اس لعین نے آپ کو زہر سے شہید کیا۔

شواہد النبوت میں مولانا عبدالرحمٰن جامی ''امام زین العابدین علیہ السلام بنوامیہ کی قید میں'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے علی بن حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے، ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالا گیا، اوران پر نگہبانوں کو مقرر کیا گیا۔ جب میں نے آپ کو وداع کرنے کو سلام کیا تو اس وقت آپ ایک خیمہ میں تھے، میں آپ کو اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ حضرت نے فرمایا ''اے زہری! تم سمجھتے ہو کہ میں ان طوق وسلاسل میں مجبور ہوں مگر میں چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنا چاہیے ہیں تاکہ تم عذاب خداوندی کو یاد رکھو اور روز حشر آسانیاں واقع ہوں''۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کرلیا اور فرمایا۔ ''اے زہری میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہیں جاؤں گا۔ جب چار دن گزرے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس چلے گئے اور آپ کو مدینہ بلاتے رہے لیکن آپ کو نہ پاسکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

زہری کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا حال دریافت کیا مجھے جو علم تھا۔ اس کے مطابق بیان کر دیا تو وہ کہنے لگا۔ جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقع ہوئی ہے۔ میں نے کہا ذرا ٹھہریئے تو آپ نے فرمایا میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ علیہ السلام باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ وجلال سے ڈر گیا۔ زہری جب بھی علی بن حسین علیہ السلام کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے! یہ واقعی زین العابدین علیہ السلام ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی سے ہیں۔ یزدگرد نوشیرواں عادل کی اولاد میں سے تھے۔ جامی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین زین العابدین علیہ السلام کے نام سے یوں مشہور ہیں کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ اس کی ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھا جائے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا، اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ کی اور اللہ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ سانپ شیطان ہے۔ آپ نے اسے برا کہا (لعنت کی) اور مارا یہاں تک کہ یہ دور ہوگیا۔ دریں اثنا آپ نے آواز سنی۔ ''آپ زین العابدین ہیں آپ زین العابدین علیہ السلام ہیں۔ آپ زین العابدین علیہ السلام ہیں۔''

حضرت امام زین العابدینؑ کی شہادت

واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اللہ کی عبادت اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوگ میں زندگی بسر کی، اگرچہ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور آپ کے معمولات زندگی میں سیاست کا کوئی دخل نہ تھا، نہ

آپ کو دنیاوی اقتدار میں کوئی دلچسپی تھی لیکن آپ کے روحانی اقتدار سے ظالم و جابر بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک آپ کو اپنی حکومت کے لیے خطرہ محسوس کرتا تھا اور آپ کے خلاف مختلف حربے استعمال کرتا تھا۔ آخر جب اس کا اہل بیت کے خلاف جوش عداوت بڑھا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر دیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام کی شب وفات آئی تو آپ بیہوش تھے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا: ''حمد کرتا ہوں اس خدا کی جس نے سچا کیا اپنے وعدہ کو اور ہم کو وارث بنایا زمین کا جس جگہ ہم چاہیں وہاں رہیں پس کیا نیک ہے اجر عمل کنندگان کا واسطے خدا کے یہ فرما کر آپ اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ علامہ ابن حجر، علامہ سلنجی اور علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جس نے آپ کو زہر دیکر شہید کیا وہ ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت تھا۔

آپ کی تاریخ شہادت ۲۵ محرم ۹۵ ہجری ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دیئے اور نماز جنازہ پڑھائی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے بوقت شہادت آپ کی عمر ستاون سال تھی۔ آپ کی شہادت کی خبر سن کر لوگ مضطرب و گریہ کناں تھے۔ مولانا جامی سے روایت ہے کہ آپ کا ناقہ آپ کی شہادت کے تین روز بعد آپ کی قبر مطہر پر نالہ و فریاد کرتے ہوئے مر گیا۔

باب : ۲۲

(حالات اور واقعات بعد شہادت)

طائر کا خبر شہادت لانا

بحار الانوار میں ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو ایک طائر نے اپنے پروں کو خون حضرت امام مظلوم سے تر کیا اور آہ و بکا کرتا ہوا۔ روضہ رسول پر جا کر طواف کرنے لگا۔ اس کے بازوؤں سے خون ٹپک رہا تھا اور خبر شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام دے رہا تھا۔ اس کی آواز پر تمام طائر جمع ہو گئے اور یہ سب گریہ و بکا میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت اہل مدینہ اس کی وجہ نہ سمجھ سکے لیکن جب شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت آئی تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ طائر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فرزند، رسول اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنا رہا تھا۔

مٹی کا سرخ ہونا

مشکواۃ، الاستیعاب اور البدایہ والنہایہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے پاس ایک خون سے بھری ہوئی شیشی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اسے آج جمع کر رہا ہوں۔ عمار کہتے ہیں ہم نے وہ دن یاد رکھا اور بعد میں معلوم ہوا یہ وہی دن تھا۔ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔

البدایہ والنہایہ میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کی زلفیں اور ریش مبارک گرد آلود ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ آپ کا کیا حال ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہم مقتل حسین میں گئے تھے۔

صحیح ترمذی، مسند احمد، دلائل النبوۃ، بیہقی، استیعاب، صواعق محرقہ ابن حجر مکی، تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا با حال پریشاں باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی، جس میں خون آلود مٹی بھری تھی۔ لوگوں نے دریافت کیا یہ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا اس میں حسین علیہ السلام اور ان کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ میں ہمیشہ اسے دیکھتا تھا۔ ایک دن دیکھا کہ اس میں تازہ خون جوش مار رہا ہے، میں سمجھ گیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوت میں لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ علیہا السلام سے روایت ہے کہ ایک رات حضور گھر سے باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر بعد واپس آئے۔ میں نے آپ کو بال پریشاں و غبار آلود دیکھا تو عرض

کی یارسول اللہؐ میں آج آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں۔حضور نے فرمایا مجھے آج (کارکنان قدرت) ایک ایسے مقام پر لے گئے جو عراق میں ہے اور جسے کربلا کہتے ہیں یہی حسین علیہ السلام کی شہادت گاہ ہے۔وہاں میں نے اپنی اولاد کا مشاہدہ کیا اور ان کے خون کو زمین سے اٹھایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مٹھی کھولی اور فرمایا یہ لو اور اسے حفاظت سے رکھو۔جب میں نے اسے دیکھا تو یہ سرخ مٹی تھی۔میں نے اسے بوتل میں رکھ لیا اور اس بوتل کا منہ اچھی طرح سے بند کر دیا۔جب حضرت حسین بن علی علیہ السلام نے عراق کا سفر شروع کیا تو میں ہر روز اس شیشی کو باہر لا کر دیکھتی تھی۔جب میں نے اسے روز عاشورا دیکھا تو یہ خون تازہ ہو چکی تھی۔میں سمجھ گئی کہ لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے۔اس وقت میں بہت روئی۔

صحیح ترمذی، صواعق محرقہ ابن حجر مکی تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی اور ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ روایت تحریر کی ہے کہ سلمہ انصاریہ کا بیان ہے کہ میں ایک بار ام المومنین حضرت ام سلمہ کے یہاں گئی تو دیکھا کہ آپ رو رہی ہیں، میں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔آپ نے جواب دیا کہ میں نے ابھی رسول اللہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے سر اور داڑھی پر گرد تھی اور آپ رو رہے تھے۔میں نے پوچھا یارسول اللہ آپ کا یہ کیا حال ہے۔فرمایا:"ابھی حسین کی قتل گاہ گیا تھا۔"

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ مستورات بنی ہاشم حضرت ام سلمہ علیہا السلام کے گھر جمع ہیں اور زار و قطار رو رہی ہیں۔میں نے رونے کا سبب دریافت کیا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ان مستورات نے حضرت ام سلمہ کی طرف متوجہ کیا تو فرمانے لگیں۔آگاہ ہو کہ نواسہ رسولؐ شہید ہو گئے۔میں نے کہا اے ام المومنین آپ شہادت حضرت امام حسین سے کس طرح مطلع ہوئیں۔تو آپ نے فرمایا میں نے ابھی خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا کہ ان کا لباس گرد آلود تھا۔آپ غم سے نڈھال اور بال پریشاں تھے، جب میں نے دریافت کیا آقا اس پریشانی کا سبب کیا ہے۔تو فرمایا اے ام سلمہ میرے بیٹے حسین علیہ السلام کو بھائیوں، بھتیجوں اور انصار کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو نیم غشی کے عالم میں اس شیشی کی طرف متوجہ ہوئی جس میں رسول خداؐ کی دی ہوئی خاک تھی، میں نے دیکھا کہ خاک کربلا جس شیشی میں تھی اس میں خون تازہ جوش مار رہا تھا۔اس وقت آپ نے گریہ و ماتم کیا۔

تسبیح کا سرخ ہونا

مولانا حافظ مفتی محمد ہادی علی خان صاحب حنفی لکھنوی کی تصنیف مجلس شہادت جو ۱۹۱۳ء میں باہتمام مولانا محمد برکت اللہ صاحب فرنگی محلی مطبع انصاری فرنگی محل لکھنؤ شائع ہوئی۔اس میں تحریر فرماتے ہیں۔"اس وقت تک مقتل امام مظلوم کی خاک کے دانہائے تسبیح بنے ہوئے بعض موجود ہیں جنہیں آنکھوں سے دیکھا کہ ہفتم ماہ محرم سے ان میں سرخی پیدا ہوتی ہے اور یوم عاشورا کو جو آل عبا کی مصیبت کا دن ہے۔دوپہر تک ان میں سرخی بڑھتی ہے اور دانے مثل مونگے کے ہو جاتے ہیں اور بعد زوال آفتاب سرخی کم ہونے لگتی ہے اور بتدریج اپنی اصل رنگت پر آجاتی ہے۔یہ

ایک روشن کرامت ہے اور امام عرش عالی مقام کی کھلی دلیل ہے۔ امام علیہ السلام کی شہادت جہر یہ پر اور جب ان مصیبت کے دنوں کے عود کرنے پر مٹی پر کہ جو ایک جماد ہے۔ بسبب تعلق امام علیہ السلام یہ اثر غم پیدا ہوتا ہے تو وہ انسان جن کو تعلق غلامی اور ارادت ومحبت مولائے مظلوم کے ساتھ ہے۔ ایام عزا میں ان کے دلوں میں کیوں نہ غم واندوہ تازہ ہو اور ان ایام کو کیوں نہ ایام غم ومصیبت سمجھیں۔

مصیبت آل عبا خصوصاً مصائب سید الشہداء پر مغموم ہونا اور گریہ کرنا سنت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ سید عالم نے جب خبر مصائب اہل بیت کی سنی ہے تو مغموم ہوئے ہیں اور گریہ بھی فرمایا ہے۔

جس طرح کی تسبیح کا مجلس شہادت میں ذکر کیا گیا ہے ایسی تسبیحیں ہندوستان میں مختلف مقامات پر موجود ہیں بنارس، امروہہ وغیرہ میں یہ معجزاتی تسبیحیں موجود ہیں۔ پٹیالہ کے قریب سامانہ میں ایسی تسبیحیں ہیں۔ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۷ء کے اخبار اسٹیسمین کے سنڈے ایڈیشن میں ان تسبیحوں کی تفصیلات شائع ہوئی تھیں جس کا عنوان تھا ''معجزاتی تسبیحیں'' اس عنوان کے ذیل میں تحریر تھا۔ ''پٹیالہ کے قریب موضع سامانہ میں چند تعجب انگیز تسبیحیں ہیں جو ہر سال عشرہ محرم کے دن بارہ اور چار بجے کے درمیان یعنی مابین ظہر وعصر مثل خون سرخ ہو جاتی ہیں۔ یہ تسبیحیں خاک کربلا کی ہیں جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ودفن ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تسبیح میں سو دانے ہیں جن کا اصلی رنگ بھورا ہے لیکن یہ اپنا اصل رنگ بدل دیتی ہے اور دانے مثل خون کے سرخ ہو جاتے ہیں۔ بقیہ دو تسبیحیں جو دوسرے شخص کے پاس ہیں جو وہیں کا رہنے والا ہے جن میں سے ایک تسبیح کے بہتر دانے ہیں جو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور دوسری تسبیح کے بائیس دانے سرخ ہو جاتے ہیں۔ ان کے دانے اصل میں ہلکے سبز رنگ کے ہیں لیکن رنگ بدلنے کے بعد ان کا رنگ بالکل خون جیسا ہو جاتا ہے۔ معتقدین کی ایک بہت بڑی تعداد ان کی ہر سال زیارت کرتی ہے اور لوگوں نے تحقیق کرنے کے بعد اس کی شہادت دی ہے کہ اس میں واقعیت کو دخل ہے۔

یوم سوگ

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا یا ابن رسول اللہؐ اس کی کیا وجہ ہے کہ مخالفین یوم عاشورا کو یوم برکت سمجھتے ہیں۔ حضرت یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا۔ جب میرے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام مظلوم شہید ہوئے تو لوگوں نے یزید کو خوش کرنے کے لیے حدیثیں وضع کیں۔ اسی کے ذیل میں یہ حدیث فضیلت وبرکت روز عاشورا بھی وضع کی تاکہ لوگ گریہ وزاری سے باز رہیں اور اس دن کو مبارک جان کر خوشیاں منائیں۔ پس خدا انصاف کرنے میں ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان ہے۔

ابن بابویہ نے کتاب امالی میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ماہ محرم وہ مہینہ ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ اس مہینے میں قتال وجدال حرام سمجھتے تھے لیکن امت جفا کار نے اس ماہ ہماری خون ریزی کو حلال جانا ہماری ہتک عزت کی، عورتوں اور آل اولاد کو اسیر کیا، خیموں کو آگ لگائی، مال واسباب لوٹا اور حرمت

رسولؐ کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ ان مصائب نے ہمارے دل کو زخمی کیا اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے ظالموں نے زمین کربلا پر ہمارے عزیزوں کو رسوا کیا اور ان کو مثل قیامت مصیبت و آلام میں مبتلا کیا۔ آپ نے فرمایا حسین علیہ السلام مظلوم پر گریہ گناہان کبیرہ کو ختم کرتا ہے۔ لہٰذا حسین علیہ السلام پر گریہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا جب ماہ محرم آتا تو کوئی میرے پدر بزرگوار کو ہنستا نہ دیکھتا۔ ان دنوں آپ پر غم و اندوہ اور مصیبت زیادہ ہو جاتی اور جب روز عاشور ہوتا اس دن آپ پر رنج اور زیادہ نمایاں ہوتا تھا۔

شہادت حسینؑ کے اثرات

جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابو اسحٰق اسفرائنی نے نور العین میں اور ابی مخنف و روضۃ الصفا میں مذکور ہے کہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد ایک شدید طوفان آیا جو سرخی مائل تھا۔ اس وقت ہر طرف تاریکی چھا گئی اکثر لوگوں نے یہ سمجھا کہ خدا نے اپنا عذاب نازل کیا ہے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام تین دن تک ساری دنیا تاریکی میں ڈوبی رہی اور آسمان میں سرخی ظاہر ہوئی۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون تازہ ابلتا تھا۔ آسمان سے اتنا خون برسا کہ اس کے اثرات کافی عرصہ تک کپڑوں پر باقی رہے۔ یہاں تک کہ کپڑے پھٹ گئے مگر خون کے نشان نہ گئے۔

صواعق محرقہ میں مروی ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ کے مکانات اور دیواروں پر خون کی بارش ہوئی اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد کے دارالامارہ میں لایا گیا تو اس کی دیواروں سے خون ابل پڑا۔ ثعلبی نے روایت کی ہے غم حسین علیہ السلام میں آسمان رویا آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا ہے۔

صواعق محرقہ میں ابن اسیر کا بیان ہے کہ "مجھے بتایا گیا کہ آسمان پر شفق کی سرخی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔" ابن جوزی کے قول کے موافق آسمان کے سرخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غصہ کے وقت ہمارا چہرہ سرخ ہو جاتا ہے، آسمان حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر یقیناً غضبناک تھا کیونکہ وہ جسم نہیں رکھتا اس لیے اس کا غصہ اس پر سرخی کی صورت میں ظاہر ہوا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ وہ قاتلان حسین علیہ السلام کے اس عظیم ارتکاب جرم پر غضبناک ہے۔

کامل الزیارت میں زہری سے منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو کوئی سنگ ریزہ بیت المقدس میں ایسا نہ تھا کہ اس کے نیچے خون تازہ نہ پایا گیا ہو۔ کامل الزیارت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ انس و جن، چرند و پرند سب حضرت امام حسین علیہ السلام پر زار و قطار روئے کامل الزیارت میں زرارہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے زرارہ! آسمان چالیس دن حضرت امام حسین علیہ السلام پر خون رویا، زمین چالیس دن سیاہ اشکوں سے روئی، آفتاب اس طرح رویا کہ چالیس دن گہن میں رہا اور اس کا رنگ سرخ

ہوگیا۔اس غم سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگئے۔دریا جوش میں آئے فرشتوں نے چالیس دن تک گریہ کیااور ہماری عورتوں میں سے کسی نے اس وقت تک نہ سر میں خضاب کیا نہ تیل ڈالا نہ کنگھی کی اور نہ سرمہ لگایا۔جب تک عبیداللہ بن زیاد کا سر نہ آیا۔اس کے بعد بھی ہم حضرت علیہ السلام پر گریہ وبکا کرتے رہے۔ہمارے جد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اتنا گریہ کرتے تھے کہ آپ کی ریش مبارک اشکوں سے تر ہو جاتی تھی۔جو شخص بھی آپ کو گریہ کرتے دیکھتا وہ بھی رونے لگتا۔ اور جو فرشتے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک کے قریب ہیں حضرت پر گریہ کرتے ہیں۔ان کے رونے سے آسمان اور زمین کے تمام فرشتے بھی روتے ہیں۔کتاب مناقب میں نضرہ ازدیہ سے مروی ہے کہ وقت شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام آسمان سے اتنا خون برسا کہ کپڑے رنگین ہوگئے اور ہمارے برتن خون سے لبریز ہوگئے۔

قرظہ بن عبداللہ کہتا ہے کہ ''ایک دن دوپہر میں بارش ہوئی جس سے کپڑے سرخ ہوگئے میں نے جب دیکھا تو وہ خون تھا۔جب اونٹ پانی پینے کے لیے گئے تو سب پانی خون ہوگیا تھا۔معلوم ہوا یہ یوم شہادت حضرت امام حسین تھا۔''

مولانا جامی لکھتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ''جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسنے لگا اور ہماری ہر چیز خون آلود ہوگئی نیز آسمان کئی روز تک خون آلود نظر آتا تھا۔''

روایت ہے کہ کوفیوں کے پاس جو زرد رنگ کی گھاس کا ذخیرہ تھا وہ سب مٹی میں تبدیل ہوگیا،ستارے سات یوم تک ٹوٹتے رہے،آسمان کے کنارے سرخ ہوگئے تھے۔رفتہ رفتہ اس میں کمی آئی جو شفق میں سرخی ہے شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے قبل نہ تھی۔

صواعق محرقہ میں ابن عینیہ سے روایت ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی وجہ سے آسمان سرخ ہوگیا تھا اور سورج کو گہن لگ گیا تھا۔یہاں تک کہ ستارے دوپہر کو دکھائی دینے لگے لوگ سمجھے قیامت آگئی۔ملک شام میں جہاں کہیں بھی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے سے خون ابلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

صحیح مسلم میں اس آیت ''ان لوگوں پر آسمان اور زمین کو بھی رونا آیا اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی'' (الدخان:۲۹)۔کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپؑ کی مصیبت پر آسمان رویا۔ آسمان کا رونا اس کا سرخ ہونا ہے۔

تفسیر صافی میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آسمان اور زمین کے گریہ سے متعلق فرمایا۔''آسمان اور زمین صرف حضرت یحییٰ ابن ذکریا اور حضرت امام حسین علیہ السلام ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر روئے''۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔''آسمان چالیس دن تک حضرت یحییٰ بن ذکریا علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر رویا۔''یہ حدیث سن کر لوگوں نے پوچھا آسمان کے رونے کا کیا مطلب ہے؟حضرت نے فرمایا آسمان کے رونے سے مراد اس کا سرخ ہونا ہے،اسی لیے سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت اس کا رنگ سرخ رہتا ہے۔ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اثرات زمین تا آسمان نمایاں تھے۔لشکر اعدا کے سپاہی جب اونٹوں کو

ذبح کر کے گوشت پکاتے تو وہ گوشت آگ کے انگارے بن جاتا تھا اور جب یہ لعین صبح اٹھتے تو ان کے تمام برتن خون سے بھرے ہوتے تھے۔

ثعلبی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آپ پر آسمان رویا اور اس کا رونا آسمان کی سرخی ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ آسمان کی سرخی قبل شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام نہیں دکھائی دیتی تھی۔ قاضی سلیم کہتے ہیں کہ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ایام میں آسمان سے خون برسا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین اور آسمان سوائے حضرت یحییٰ اور میرے فرزند حسین کسی پر نہیں روئیں گے۔ کثیر بن شہاب الحارثی بیان کرتے ہیں کہ مقام رحبہ میں ہم لوگ حضرت علی علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام پر نظر پڑی تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اس آیت میں **فما بکت علیھم السماء والارض** میں کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ قسم ہے اس کی جس نے دانوں کو شگافتہ کیا میرا یہ فرزند شہید کیا جائے گا۔ اور اس پر آسمان اور زمین روئیں گے۔

ینابیع المودۃ قندوزی کے موافق ابن عباس سے روایت ہے کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے آسمان سے خون ٹپکا اور آسمان کی سرخی اس دن سے ظاہر ہوئی اس سے پہلے یہ نظر نہیں آتی تھی۔ جس دن سے حضرت شہید ہوئے زمین سے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔

الازویہ کہتی ہیں جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون برسا ہم لوگوں نے اس حالت میں صبح کی تھی کہ ہمارے تمام گھڑے (مٹکے) خون سے بھر گئے تھے اور شہادت کے دن بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ آسمان بالکل سیاہ ہو گیا گھٹا ٹوپ اندھیرے کی وجہ سے زمین پر تارے دکھائی دیئے ہر پتھر کے نیچے سے خون تازہ ملتا تھا، آسمان حضرت کی شہادت کی وجہ سے سرخ ہو گیا اور سورج کو گہن لگ گیا۔ یہاں تک کے دن میں دوپہر کے وقت تارے دکھائی دیئے اور آسمان سات روز تک سرخ رہا دیواروں پر دھوپ کی تیزی ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے گہری رنگی ہوئی چادریں ستارے آپس میں ٹکراتے تھے۔ علامہ ابن جوزی ابن سیریں سے روایت کرتے ہیں کہ بعد شہادت دنیا تین دن تک اندھیرے میں رہی اس کے بعد آسمان سرخ ہوا۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو بھی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون تھا اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ سرخی کا اثر کپڑوں پر مدت تک باقی رہا اور سرخی نہ چھوٹی سوائے اس کے کہ کپڑا کاٹ دیا گیا۔

امام ثعلبی نے روایت کی ہے کہ آسمان کے کنارے چھ ماہ تک بعد شہادت سرخ رہے اس کے بعد بھی سرخی مٹی نہیں بلکہ بعد میں بھی دکھائی دیتی رہی۔

جن و ملک کا گریہ

شواہد النبوت کے موافق ایک ثقہ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص کو جو قبیلہ طے سے ہمارے پاس آیا تھا اس سے پوچھا کیا تم نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر جنوں کو نوحہ کرتے سنا ہے، اس نے کہا ہاں لیکن اس قبیلہ کے ہر

آدمی سے نہ پوچھتے رہنا اور نہ ہر آدمی تمہیں اس بارے میں بتانے لگے گا میں نے کہا میں تو صرف تم سے پوچھنا بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ تم نے بھی تو انہی سے سنا ہے۔اس نے کہا میں نے انہیں یہ کہتے سنا ہے کہ ''رسول اللہؐ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا جس کے رخسار تاباں و درخشاں ہیں اس کے آباواجدا داعلیٰ وآخر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔''

ینابیع المودۃ جلد دوم شیخ الاسلام قندوذی طبع قسطنطنیہ میں مرقوم ہے کہ جب فوج یزید اہل بیت کو اسیر کر کے دمشق کی طرف منزل بمنزل جا رہی تھی اور مقام تکریت سے کوچ کر کے وادی نخلہ میں پہنچی تو ان لوگوں نے جنات کو روتے ہوئے سنا اس حالت میں کہ جن اپنے رخسار پیٹ رہے تھے اور نوحہ پڑھ رہے تھے۔جب حضرت ام کلثوم نے سنا تو فرمایا خدا تم پر رحم کرے کون ہو؟ جواب آیا کہ میں قوم جن کا بادشاہ ہوں، میں مع جنات کی فوج کے حضرت امام حسین کی مدد کے لیے آیا تھا لیکن بدقسمتی سے ہم دیر سے پہنچے اور حضرت شہید ہو گئے۔جب فوج یزید نے سنا تو ان لعینوں کو یقین ہو گیا کہ یہ دوزخی ہیں۔

البدایہ والنہایہ میں امام احمد بن حنبل الرحمٰن بن مہدی ابن مسلم سے اور وہ عمار سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ سے سنا ہے کہ حضرت امام حسین کی شہادت پر جنوں نے نوحہ خوانی کی اور روئے۔

ابوحباب کلبی سے روایت ہے کہ ہم کربلا میں موجود تھے اور ہم نے جنات کے نوحے سنے۔

مقتل ابی مخنف کے موافق حضرت ام کلثوم علیہا السلام نے فرمایا میں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی لیکن کوئی دکھائی نہ دیا جو یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔خدا کی قسم میں کربلا میں آپ کے پاس اس وقت پہنچا جب آپ ذبح ہو چکے تھے۔میں نے آپ کا چہرہ مبارک گرد آلود دیکھا آپ علیہ السلام کے گرد دوسرے جوانوں کی گردنوں سے بھی خون جاری تھا۔آپ کے نور سے تاریکی میں روشنی تھی۔میں سوار ہوا تا کہ آپ تک جلد پہنچوں اس سے قبل کہ حوران جنت بوسے لیں میں اس وقت پہنچا جب خدا کی قضاوقدر کا فیصلہ ہو چکا تھا۔حسین علیہ السلام نور کا منبع تھے۔خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ بات غلط نہیں کہی۔

حضرت ام کلثوم علیہا السلام فرماتی ہیں میں نے اس کو مخاطب کر کے کہا تجھے خدا کا واسطہ یہ بتا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں قوم جنات کا ایک بادشاہ ہوں میں اور میری قوم یہاں آئے ہیں تا کہ حضرت علیہ السلام کی نصرت کریں لیکن ہم نے انہیں یہاں قتل کیا ہوا پایا۔اس کے بعد تین بار اس نے کہا ''بہت افسوس ہے اے ابا عبداللہ''۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سرالشہادتین میں لکھتے ہیں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہو چکی تو اس کا شہرہ یوں ہوا کہ وہاں کی زمین خون ہو گئی اور آسمان سے خون برسا آواز غیبی سے مرثیہ کی آوازیں آئیں اور جنوں کا نوحہ اور رونے کی آوازیں سنائی دیں۔درندے لاشوں کے گرد چکر لگا رہے تھے۔قاتلوں کے نتھنوں میں غذاب الٰہی کے سانپ داخل ہوئے اس سے آگے لکھتے ہیں۔ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے ''میں نے جنوں کو سنا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر یہ نوحہ کرتے ہیں۔'' ان کی پیشانی مبارک کو رسول اللہ نے چوما تھا، ان کے رخسار مبارک نور سے روشن تھے، ان کے ماں باپ بلند ترین قریش تھے اور حسین علیہ السلام کے نانا ہر نانا سے بہتر تھے۔''

ذخائر عقبیٰ میں ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔''جب حضرت امام

حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو جنوں نے آپ پر نوحہ کیا اور خون کی بارش ہوئی۔'' ابن ضحاک نے روایت کی ہے کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا۔ ''میں نے جنوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کرتے سنا۔''

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد سے ہم نے کبھی جنوں کو نوحہ کرتے نہیں سنا تھا لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ہم نے پھر جنوں کا نوحہ سنا اور کنیز سے کہا باہر جا کر دریافت کر و یہ نوحہ کیسا ہے۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ میرا حسین علیہ السلام شہید ہو گیا۔ جب کنیز نے باہر آ کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے۔ ماثبت من السنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، صواعق محرقہ اور تحریر الشہادتین میں حافظ ابونعیم نے دلائل میں حضرت ام المومنین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ حسین علیہ السلام پر روتے اور نوحہ کرتے تھے۔ ماثبت من السنۃ میں شیخ عبداللہ الحق محدث دہلوی مزید لکھتے ہیں کہ ابی حباب کلبی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کربلا سے آیا پس میں نے ایک شخص سے جو وہاں کے اشراف میں سے تھا پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ جنوں کے نوحے سنا کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ جس سے ملو گے وہ یہی بیان کرے گا کہ ہم نے نوحہ سنا ہے۔

تحریر الشہادتین میں حافظ ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک جنیہ کو سنا کہ وہ امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کرتی ہے اور کہتی ہے۔ ''رسول نے ان کی پیشانی کا بوسہ لیا ان کے رخسار میں چمک ہے اور ان کے باپ سردار قریش کے بزرگ ہیں اور ان کے نانا سب سے بہتر ہیں۔'' جابر حضرمی اپنی ماں کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک جن کو سنا جو حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کر رہا تھا اور کہتا تھا حسین علیہ السلام کی سنانی سنا رہا ہوں۔ ''غنیۃ الطالبین'' شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی کی جلد دوم میں مرقوم ہے کہ ابو نصر اپنے والد کے استاد سے ابو اسار کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ روز شہادت قبر حسین علیہ السلام پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے کہ وہ قیامت تک حضرت پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔ روضۃ الشہدا ملا حسین واعظ کاشفی اور در مصابح القلوب میں مذکور ہے کہ کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز اہل مدینہ کو اس فتنہ و فساد سے آگاہ کر رہے تھے جس کو انہوں نے توریت میں پڑھا تھا اور یہ کہہ رہے کہ قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے۔ میں نے کتب سابقہ توریت میں پڑھا ہے۔ کہ جس دن حضرت امام حسین علیہ السلام کو اشقیاء شہید کریں گے۔ اس دن فرشتے زمین مقتل و مقام روضہ پر نازل ہوں گے اور گریہ وزاری کریں گے اور گریہ میں برابر مشغول رہیں گے اس کے علاوہ ہر شب جمعہ کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے حضرت کے مزار پر نازل ہوں گے اور گریہ و زاری کریں گے اور صبح ہوتے ہی اپنے صوامع عبادت میں پلٹ جائیں گے۔

علامہ محب الدین طبری کی کتاب ذخائر العقبیٰ فی المودۃ اہل القربیٰ میں مرقوم ہے کہ قبر مقدس حضرت امام حسین علیہ السلام کے چہار جانب ستر ہزار فرشتے ہیں جو گرد و غبار آلود رہتے ہیں اور قیامت تک حضرت پر گریہ کرتے رہیں گے۔ شیخ الاعظم محمد بن ابی الفورس الرازی اپنی کتاب ''الاربعین'' میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے آبائے طاہرین کے سلسلے سے جناب رسالت مآبؐ سے روایت فرمائی ہے کہ (یہ حدیث ان

چالیس میں بارہویں حدیث ہے جس کو علامہ ابی الفورس نے کتب الاربعین میں نقل کیا ہے) حضرت نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہر چار جانب چار ہزار بال پریشاں و پراگندہ مو فرشتے ہیں جو حضرت پر قیامت تک روتے رہیں گے اور ایک روایت حضرت ابو عبداللہ سے بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ چار ہزار فرشتے حضرت امام حسین کی قبر مبارک پر موجود ہیں۔ جن کے جسم گرد و غبار میں آلودہ ہیں اور یہ قیامت تک مصائب حضرت امام حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ کرتے رہیں گے۔

آئمہ اہل بیت کا گریہ

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہر مصیبت پر صبر اچھا ہے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر صبر کرنا عیب ہے۔ بحارالانوار میں ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم کے بارے میں فرمایا "اے وہ ہستی جس کا نام ہمیشہ ہر مومن کی آنکھ میں سبب اشک ہوگا"۔ بحارالانوار، لہوف اور مثیر الاحزان میں ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا "مجھے زہر سے شہید کیا جا رہا ہے لیکن حسین علیہ السلام کی شہادت کے دن کی مانند مصیبت کا کوئی دن نہ ہوگا۔

بحارالانوار، کامل الزیارات اور اثبات الہدیٰ میں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "مجھے رونے کے لیے قتل کیا گیا ہے مومن مجھے آنکھوں سے اشک جاری کیے بغیر یاد نہیں کرتا" بحارالانوار اور عوالم میں منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں اس کا فرزند ہوں جس پر آسمان نے آنسو بہائے میں اس کا فرزند ہوں جس پر جنوں نے نوحہ پڑھا اور پرندے ہوا میں نوحہ کناں ہیں۔"

کامل الزیارات، عوالم اور بحارالانوار میں لکھا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا "آسمان نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد کسی اور پر اتنا گریہ نہیں کیا سوائے امام حسین علیہ السلام کے حضرت امام حسین علیہ السلام پر آسمان چالیس دن تک گریہ کرتا رہا۔

علامہ کلینی علیہ الرحمہ نے اپنی معروف تصنیف روضۃ الکافی میں روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر اہل بیت کمیت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا کمیت کوئی مرثیہ سناؤ کمیت نے شہزادہ علی اصغر علیہ السلام کی شہادت کا مرثیہ سنایا۔ پس پردہ مستورات کے رونے کی صدا بلند ہوئی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ اتنے میں ایک کنیز اندر سے ایک کمسن بچہ کو اٹھا کر لائی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی گود میں سلا دیا، اس بچہ کو گود میں دیکھتے ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی صدائے گریہ بلند ہوگئی۔ (جو لوگ تبرکات شبیہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت اور اسے دیکھ کر صاحبان مودت کے گریہ پر معترض ہیں ذرا غور کریں کہ حضرت امام جعفر صادق نے اس کی کس طرح مثال قائم کی اور حدیث کے راوی بھی متقی و پرہیزگار صاحب علم و فراست سرکار علامہ کلینی علیہ الرحمہ ہیں)

ابو جعفر طوسی نے مصباح المتجد میں عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے کہ ایک دن جب میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ زرد تھا۔ چہرہ پر اداسی چھائی ہوئی تھی، اور آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے حضرت سے کہا۔ حضرت خیریت تو ہے۔ آپ کے گریہ کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا "تم

اتنے غافل ہو کہ تمہیں یہ خبر نہیں کہ آج کے دن نواسہ رسولؐ اور غریب زہراؑ کو اپنے اصحاب واقربا کے ساتھ بھوکا پیاسا شہید کیا گیا۔ میں نے حضرت سے عرض کی۔ آج کے دن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت نے فرمایا اس دن روزہ نہیں فاقہ کیا کرو اور عصر کے ایک گھنٹہ بعد فاقہ کھول لیا کرو (فاقہ شکنی کرلیا کرو) یہ وہی وقت ہے جب بنات زہراؑ کو تین دن کے بعد کھانے پینے کو ملا تھا اور ان کے سامنے تین دن کے بھوکے پیاسے نوجوانوں اور کمسن بچوں کی لاشیں تھیں۔ اگر اس دن رسول اللہؐ اس عالم فانی میں ہوتے تو تمام کائنات آپ کو تعزیت کرتی۔ پھر آپ اتنا روئے کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

امالی، عوالم اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ جب ماہ محرم آتا تو میرے پدر بزرگوار نہ ہنستے تھے نہ خوشی ومسرت کا اظہار کرتے، ان پر ہمہ وقت حزن و ملال طاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ روز عاشور آجاتا جو ان کے لیے بہت زیادہ روز حزن ہوتا اور بہت زیادہ گریہ کرتے اور فرماتے۔ "آج کا دن وہ دن ہے جس میں حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے۔"

امالی، عوالم اور بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا یوم عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم نے آنکھوں کو خستہ حال اور زخمی کیا۔ ان کے مصائب نے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری کیے۔ ہمارے عزیزوں کو اس سرزمین پر ذلت ورسوائی اٹھانا پڑی، اس دن نے ہمیں ہمیشہ کے لیے غمگین کردیا۔

....

باب: ۲۳

شعرائے عرب کی مرثیہ خوانی

بحارالانوار میں علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ شیخ کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس اثنا جعفر بن عفان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے ان کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بیٹھایا اور فرمایا ''اے جعفر ہم نے سنا ہے کہ تم مرثیہ میں بہت عمدہ اشعار کہتے ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ ابن رسول اللہؐ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا۔ کوئی شعر حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کا سناؤ۔ حضرت جعفر بن عفان کا کہنا ہے جب میں نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اتنا روئے کہ آنسوؤں سے آپ کی ریش مبارک تر ہوگئی۔ جو لوگ وہاں موجود تھے سب رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا۔ ''اے جعفر! خدا کی قسم جب تم نے مرثیہ کے اشعار پڑھے تو ملائکہ مقربین یہاں حاضر ہوئے اور سب نے یہ اشعار سنے اور بہت گریہ کیا حق تعالیٰ نے تمہارے لیے اسی وقت بہشت کو واجب کیا اور گناہوں کو معاف کیا۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ اس ثواب سے زیادہ اس کا اجر بیان کروں۔ میں نے عرض کیا جی مولا تب حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص مرثیہ حسین علیہ السلام میں ایک شعر کہے روئے اور رلائے حق تعالیٰ اس کے لیے بہشت واجب قرار دیتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

شاعر ابو عمارہ سے روایت ہے کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ذکر حسین علیہ السلام ہوتا تھا تو آپ علیہ السلام کو شام تک کوئی ہنستے نہ دیکھتا تھا۔ خصائص حسینہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں جعفر بن عفان، عباداللہ بن غالب، ابو ہارون اور ملغوف وغیرہ مرثیہ پڑھتے تھے۔ حضرت اس بات کا اہتمام فرماتے تھے کہ اہل حرم بھی سنیں۔ جب مرثیہ پڑھا جاتا تھا تو پس پردہ سے یا ابتاہ کی صدائیں آتی تھیں۔

ناسخ التواریخ کے موافق امیر سیف الملک اور قاضی موتمن حضرت امام حسین علیہ السلام کی مرقد منورہ کی زیارت کرتے تھے۔ مجلس کا اہتمام ہوتا، داہنے بائیں قاضی ہوتے تھے۔ مرثیہ خوان ایک دوسرے کے بعد پڑھتے تھے اور لوگ مرثیہ سن کر گریہ کرتے تھے۔ اس کے بعد دسترخوان بچھایا جاتا تھا۔ زوال کے وقت لوگ گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ اس وقت دکاندار اپنی دکانیں بند رکھتے تھے۔

دعبل خزاعی کا مرثیہ

بحارالانوار میں دعبل خزاعی سے روایت ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عشرہ محرم میں حاضر

ہوا اس وقت حضرت بہت غمگین تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد جمع تھے۔ حضرت نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ''اے دعبل مرحبا! اے دست و زبان سے ہماری مدد کرنے والے مرحبا۔ پھر مجھے اپنی مجلس میں کشادہ جگہ مرحمت فرمائی اور اپنے پہلو میں بیٹھا کر فرمایا! اے دعبل میری خواہش ہے کہ تم کچھ اشعار پڑھو کیونکہ یہ دن اہل بیت کے لیے غم کے ہیں اور ہمارے دشمنوں خصوصاً بنی امیہ کے لیے مسرت کے ہیں۔ اے دعبل جو بھی ہماری مصیبت پر روئے اور رلائے چاہے ایک ہی شخص کو رلائے اس کا اجر و ثواب پروردگار عالم پر ہے۔ اے دعبل جس کی آنکھ سے ہماری مصیبت پر آنسو بہیں حق تعالیٰ اسے ہمارے گروہ میں محشور کرے گا۔ اے دعبل جو شخص ہمارے بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرے گا خداوند عالم اس کے گناہ ضرور بخشے گا۔

دعبل کہتے ہیں اس کے بعد حضرت نے ایک پردہ باندھا اور مخدرات عصمت و اطہارت کو پس پردہ بیٹھایا تاکہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب پر گریہ کریں۔ پھر مجھ سے فرمایا۔ ''اے دعبل تم حضرت امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھو کیوں کہ تم ہمارے مداح و مددگار رہو۔ جب تک تم زندہ ہو ہماری نصرت میں کمی نہ کرنا۔ دعبل کہتے ہیں یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر میں نے یہ اشعار خدمت امام میں پیش کیے۔

''اے فاطمہ علیہا السلام اگر آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کو فرات کے کنارے پیاسا قتل ہوتے دیکھتیں تو آپ اپنا منہ پیٹتیں اور اس قدر گریہ کرتیں کہ آپ کے رخسار اشکوں سے تر ہو جاتے، اے دختر خیر البشر فاطمہ علیہا السلام اٹھئے اور نوحہ کیجئے کہ آسمان کے ستارے خاک صحرا پر پڑے ہیں۔ اہل بیت اطہار کی تمام قبریں ایک دوسرے سے متفرق ہیں کوئی کوفہ میں، کوئی مدینہ میں اور کوئی مقام فخ یعنی کربلا میں۔ ان میں سے کئی قبریں کربلا میں دریا کے کنارے ہیں، ان کے مزارات دریائے فرات کے کنارے ہیں۔ جو بزرگ لب فرات شہید ہوئے کاش کہ میں ان سے پہلے مر جاتا۔ ذکر شہیدان حق پر جو لوگ مجھے جام ذلت پلاتے ہیں میں اس کی تلخی کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں۔ ہم ان بزرگوں کا فخر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ، جبرائیل امین سورہ ہائے قرآن، صاحب مناقب علی و فاطمہ، حمزہ و عباس صاحبان دین و تقویٰ ہیں اور حضرت جعفر طیار جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ جب تک حجاج زیارت کعبہ سے اور جب تک قمریاں درختوں پر نوحہ خواں ہیں میں ان ہستیوں پر گریہ کرتا رہوں گا اے آنکھ ان پر آنسو بہا کہ یہ وقت گریہ و زاری کا ہے۔ افسوس کہ زیاد کی بیٹیاں تو محلوں میں محفوظ تھیں اور آل رسولؐ بے پردہ تھی اولاد زیاد تو بلند قلعوں میں اور آل رسول جنگلوں میں سرگرداں پھرائی گئی۔ رسول اللہ کا گھر ویران ہو گیا اور آل زیاد اپنے گھروں میں عیش کرتی رہی۔ رسول اللہ کی آل کو کمزور اور ضعیف کیا اور خود آل زیاد ظلم کر کے قوی بن گئی۔ آل رسول اللہ کے گلوں سے خون جاری ہے۔ آل زیاد بے فکر و بے خوف و خطر ہے۔ آل رسول کو اسیر کیا اور آل زیاد حجرہ نشین ہے۔ میں شہیدان کربلا پر اس وقت تک گریہ کروں گا جب تک سورج میں روشنی ہے۔ منادی کار خیر اور صلوٰۃ کے لیے ندا دیتا رہے گا اور جب تک سورج طلوع و غروب ہو میں ان پر صبح و شام روتا رہوں گا۔

مرثیہ ابن حماد

بحارالانوار میں ابن حماد کا یہ مرثیہ مرقوم ہے۔ ''شہدا کے مصائب نے میرے بدن کو ناتواں اور عیش وعشرت کو مکدر کر دیا۔ ہلال عاشور کے نمایاں ہوتے ہی میرے دل کے تمام رنج والم تازہ ہو گئے اور میں گرفتار رنج و بلا ہو گیا۔ میں اپنے آقا حسین علیہ السلام کو یاد کرتا ہوں اور جو کچھ قوم نابکار سے ان پر رنج والم گزرے۔ قسم بخدا میں امام مظلوم کا وہ کلام جو صحرائے کربلا میں آپ نے اپنے اہل بیت کے سامنے کیا نہیں بھولتا۔ آپ فرماتے تھے۔ ''اترو اس زمین پر کہ یہاں کی خوں خوار زمین میں خاک وخون میں تڑپوں گا اور زمین کربلا پر شربت موت تشنگی کے عالم میں پیوں گا۔ یہاں میرے جسم کے لہو سے غسل ہوگا۔'' افسوس صد افسوس کہ حضرت فریاد کرتے تھے کہ میرے کلام میں فکر کروائے بدترین قوم تامل کرو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں رسول خداؐ کی بیٹی کا فرزند ہوں اور میرے والد گرامی حیدر کرار ہیں آپ نے دین کو مکمل کیا۔ کیا میں نے سنت نبوی اور شریعت محمدی کو مسخ کیا یا متغیر کیا ہے۔ یا میں نے دین خدا کو تبدیل کیا ہے۔ یا جسے رسول خداؐ نے حلال قرار دیا تھا اسے میں نے حرام قرار دیا ہے۔ ان ظالموں نے حضرت سے کہا ان باتوں کو جانے دیں ہم بہت جلد تمہیں موت کا جام پلائیں گے جیسا کے تمہارے باپ علی مرتضٰی علیہ السلام نے ہمارے بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ ہم بھی اس کا انتقام لے کر اپنے سینوں کو تسکین دیں گے جو بغض وحسد سے بھرے ہیں۔ جب حضرت نے اپنے گھوڑے کی باگ خیمہ اہل بیت اطہار کی طرف پھیری اس وقت آپ کا دل غم والم سے بھرا ہوا تھا۔ آپ آواز دیتے تھے اے میرے اہل بیت صبر کرو ان مصیبتوں پر جو میرے بعد تمہیں پہنچیں گی۔ میں بحالت مجبوری تم سے جدا ہو رہا ہوں نہ رنجیدہ ہو کر نہ تم سے ناراض ہو کر۔ پس اے میرے اہل بیت اٹھو اور جلد آؤ تاکہ آنسوؤں کے ساتھ تم کو وداع کروں اس وقت حضرت کے آنسو رخسار مبارک سے جاری تھے۔ صبر جمیل اور پرہیز گاری مدنظر رکھو، پروردگار تمہیں بہت جلد جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ اہل عناد کے مقابلہ پر آئے اور مثل شیر جری اس قوم پر حملہ کیا۔ قوم جفاکار نے آپ پر ہر طرف سے حملہ کیا اور آپ کو گھوڑے سے گرا دیا۔ آپ گھوڑے کی پشت سے زمین کربلا پر گرے، آپ کے گرنے سے دین خدا معطل ہوا، زلزلہ آیا اور آپ پر جنوں اور صحرا کے وحشی جانوروں نے اس وقت گریہ کیا اور آپ کا اسپ وفادار خیمہ اہل بیت کی طرف نوحہ کرتا ہوا روانہ ہوا جو تشنہ لب اور خاک وخوں آلودہ کی خبر شہادت دیتا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہ علیہا السلام کی بیٹیاں کھلے سر باہر نکل آئیں اور جب ذوالجناح کو خالی زین دیکھا اس وقت یہ مخدرات عصمت وطہارت اپنے رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور سوزش غم سے آنسو بہاتی تھیں۔ ان کے علاوہ کوئی اور اس سوزش میں جلنے والا نہ تھا۔ مجھے زینب علیہا السلام سوختہ جگر کے نالے نہیں بھولتے جو بین وفریاد کر رہی تھیں۔ اے بھائی آپ ہمارے لیے ایک قلعہ کی طرح جائے پناہ تھے۔ میرے بھائی میری یہ آرزو تھی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں گی۔ افسوس کہ میری یہ تمنا پوری نہ ہوئی، اے بھائی گروہ ولد ناجائز کے ہاتھوں آپ کی شہادت نے مجھے تباہ کر دیا اور کبھی نہ ختم ہونے والا غم ان لوگوں نے مجھے دیا کاش میں نابینا

ہو جاتی اور آپ کی پیشانی اور روئے مبارک خاک وخوں آلودہ نہ دیکھتی۔ جناب زینب علیہا السلام حضرت فاطمہ علیہا السلام سے مخاطب ہوکر فرماتی تھیں۔اے مادر گرامی مہربان میرا استون محکم خم ہوگیا اور تزلزل میں آ گیا اے مادر گرامی آپ کے فرزند کو دشت کربلا میں ذبح کر دیا گیا اوران کا بدن نازنین خاک وخوں میں غلطاں ہے۔اے مادر مہربان نوحہ کیجئے کہ آپ کے فرزند کا سر نیزہ پر ہے۔اور مثل ماہ تاباں چمکتا ہے اور نوحہ کیجئے حلق بریدہ پر جس کے چہرہ کا خضاب خون سے ہوا اور گریہ کیجئے رخسار وخاک وخوں آلودہ پر۔نوحہ کیجئے اس جسم خاک آلودہ پر جس کو بنی سفیان کے گھوڑے زمین کربلا میں پامال کرر ہے تھے اور نوحہ کیجئے جناب سید سجاد پر جن کو قیدی بنا کر اور طوق وزنجیر پہنا کر ناپاک لعین کے روبرو پیش کیا۔رنج وغم ان کی مصیبت پر اس وقت تک ختم نہ ہوگا جب تک کہ ہم یہ دیکھیں کہ مہدی وہادی صاحب العصر علیہ السلام مدد کو تشریف لائیں۔یہ وہ امام ہیں جو دین خدا پوشیدہ ہونے کے بعد قائم رہیں گے۔آپ کو خداوند عالم نے جو زمین وآسمان کا مالک ہے اس نے بزرگی عطا فرمائی ہے۔اے آل طٰہٰ اے میری امید کے مرکز اور پناہ گاہ اور مددگار۔اے اہل فخر وبزرگی قسم بخدا میں آپ کی مصیبتوں کو نہیں بھولتا، تمام رات مصیبت و بے قراری میں بسر کرتا ہوں۔آپ کا رنج وغم مرتے دم تک میرے دل میں رہیگا۔آپ کا یہ کم ترین غلام حزیں وغمگین ہے اور اس کو آپ پر بھروسہ اور اعتماد ہے۔اے میرے سردار! یوم حساب میری شفاعت کرنا۔روز قیامت جب میں عرصہ محشر میں آؤں گا تو آپ کے سوا کسی سے امید شفاعت نہیں کروں گا۔یہ وہ وقت ہوگا کہ مجھ سے میرے ماں باپ اور دوست فریاد کریں گے اور میں ان اعمالوں کو دیکھوں گا جو گزشتہ زمانہ میں بجالایا ہوں اور آپ روز قیامت حاضرین مجلس پر بھی احسان کیجئے اس لیے کہ آپ کی دوستی کے سبب ان کا مرتبہ بلند ہوا۔اے آل محمد آپ پر سلام ہو، آپ زمانہ طویل تک قائم ہیں۔

امام شافعی کا نوحہ

میرا دل جتلائے آہ ہے کون ہے جو میرا پیغام حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچائے حسین علیہ السلام کو بے گناہ ذبح کیا گیا اوران کا کرتہ خون سے رنگین ہوا یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ رسول ہاشمی پر صلوات بھیجی جائے اوران کی اولاد سے جنگ کی جائے۔جس غم نے میری نیند اڑادی اور میرے بالوں کو سفید کر دیا وہ زمانہ کی شدید گردش اور مصائب ہیں یہ وہ مصائب ہیں جن کے سبب میرا غم بڑھ گیا ہے اور میرا دل غمگین ہوگیا، اس غم کے سبب میری آنکھوں کی نیند اڑ گئی میں اس غم کے سبب جاگتا ہوں دنیا آل محمد کے غم سے لرز گئی اور قریب ہے کہ سخت پہاڑ بھی اس شدت غم سے پگھل جائیں۔

بوصیری کا نوحہ

دونوں شہید جن کی یاد کنارہ فرات اور زمین کربلا سے ہمیشہ تازہ ہے، نہ رعایا نے ان کے بارے میں حقوق کا لحاظ کیا اور نہ حکام نے آپ کے عہد وپیماں کا پاس کیا۔انہوں نے آپ کے قرابت داروں کی محبت کے بدلے میں کینہ وعداوت کو اختیار کیا۔جس کے آثار نمایاں ہوگئے۔ان کے دل سخت ہوگئے، ان لوگوں کے

لیے جن پر زمین و آسمان تک نے گریہ کیا، جب تک میرے دم میں دم ہے روتا رہوں گا۔ اس لیے کہ ان کی مصیبت کے مقابلے میں گریہ بہت کم ہے۔ ہر دن ان کے غم میں مجھے روز عاشورا اور ہر زمین زمینِ کربلا ہے، اے اہل بیت نبیؐ میرے دل سے کوئی چیز آپ کا خیال دور نہیں کرسکتی۔ سوائے اس کے کہ میں ان مظالم کو خدا کے سپرد کروں اور اس کے بعد بری الذمہ ہو جاؤں۔ کتنے مجرم ہیں کہ زمین کربلا کی زیارت ان کے گناہوں میں تخفیف کر دیتی ہے۔ اے اہل بیت نبیؐ آپ پاکیزہ ہیں اور آپ کی شان میں مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے۔ میں آپ کی مدح میں حسان کا درجہ رکھتا ہوں اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا (مشہور مرثیہ گو شاعر) ہوں آپ نے دنیا پر تقویٰ و پرہیز گاری کے ذریعے سے حکومت کی جبکہ آپ کے سوا دوسرے لوگوں نے سنہرے روپہلے سکوں سے اپنی حکومت قائم کی۔

علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر بن بکری العجیلی الحفظی الشافعی اپنی کتاب ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر الالٓل میں تحریر فرماتے ہیں۔ خدا بھلا کرے بوصیری کا جنہوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں کیا خوب کہا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اے اہل بیت نبیؐ آپ پاکیزہ اور آپ کی شان میں جو مدح نظم ہو اور مرثیہ کہا جائے وہ بھی پاکیزہ ہے میں آپ کی مدح میں حسان کا درجہ رکھتا ہوں اور جب نوحہ پڑھنے لگوں تو خنسا ہوں اور حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جو شخص اس مصیبت عظمیٰ پر نہ روئے اس کو چاہیئے کہ اپنے کو بہ تکلف رونے والا بنائے۔ یہ کیونکر نہ ہو اس لیے کہ اس مصیبت کی وجہ سے رسول اللہ روئے اے شخص جب تک کہ دم میں دم ہے تو بھی روتا رہ اس لیے کہ اس مصیبت کے مقابلے میں رونا بہت کم چیز ہے اور یہ گریہ وزاری کرنا صرف روز عاشور یا زمین کربلا ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ کبیر بوصیری نے کہا ہے کہ ہر دن ان کے غم میں مجھے عاشورا اور ہر زمین زمین کربلا ہے یعنی برابر روتا رہتا ہوں۔

عبداللہ ابن غالب اور ابو ہارون کے اشعار

بعد واقعہ کربلا اکثر شعرا خدمت آئمہ اہل بیت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور شہیدان کربلا کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے تھے۔ ابن قولویہ نے کتاب کامل الزیارت میں عبداللہ ابن غالب سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور چند اشعار حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں پڑھے اثنائے مرثیہ میں نے سنا کہ ایک عورت نے حرم حضرت سے صدائے گریہ بلند کی اور فرمایا۔ یا ابتاہ یعنی اے پدر بزرگوار۔ کتاب کامل الزیارت میں ابو ہارون سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابو ہارون کوئی شعر حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ کا پڑھو۔ جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اس طرح نہ پڑھو بلکہ جس طرح اپنی مجلس میں اور حضرت کی قبر مطہر پر پڑھتے ہو اسی طرح پڑھو تب میں نے یہ شعر پڑھا۔ یعنی گزر کر قبر حسین علیہ السلام پر اور عرض کر ان کے جسد پاک و پاکیزہ

سے۔ یہ شعر سن کر حضرت بہت روئے میں خاموش رہا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا مصیبت حسین علیہ السلام کو اور زیادہ بیان کرو۔ تب میں نے اس بیت کو پڑھا۔ یعنی اے مریم علیہا السلام مادر عیسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے اٹھئے اور اپنے سید مولا پر نوحہ اور ندبہ کیجئے اور ماتم حسین علیہ السلام مظلوم میں گریہ وزاری کیجئے۔ راوی کہتا ہے یہ بیت سن کر حضرت بہت روئے اور مخدرات عصمت وطہارت نے پس پردہ سے صدائے گریہ وزاری بلند کی۔

حضرت امام حسینؑ پر پہلا مرثیہ

شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد سے تاحال مختلف زبانوں میں اشعار و مرثیے لکھے گئے۔ عربی شاعری میں پہلا مرثیہ جو منظر عام پر آیا۔ عقبہ بن عمرو سہمی کا ہے۔ امالی میں شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ابراہیم بن راحہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حال میں سب سے پہلا مرثیہ عقبہ بن عمرو سہمی نے کہا۔ (اس کا اردو متن یہ ہے) اگر زندگی میں آنکھوں کو ٹھنڈک میسر ہو۔ لیکن اے آل رسولؐ اگر آپ ستائے جائیں تو ان آنکھوں میں ٹھنڈ کے بجائے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جب میں کربلا میں قبر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف سے گزرا تو میری آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہوا اب میں ہمیشہ ان کا مرثیہ پڑھوں گا اور گریہ کرتا رہوں گا۔ میری آنکھ اشکوں کو روانی دینے میں معاون رہے گی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کے بعد اس جماعت پر گریہ کروں گا جن کی قبریں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر اطہر کے دونوں جانب ہیں۔ میرا سلام ہو کربلا کے اہل قبور پر اور میرا سلام ان تک پہنچے جو ان کے مراتب کے اعتبار سے بہت کم ہے۔ میرا سلام ان تک شام وسحر باد مخالف اور غبار اڑانے والی ہوا پہنچاتی ہے۔ اس قبر پر ہمیشہ زائرین کا اجتماع رہے گا اور وہ اس پر مشک وعنبر چھڑکتے رہیں گے۔

مدینہ میں اہل بیت کی واپسی پر ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ہر سمت سے یا حسین علیہ السلام کی صدائیں بلند تھیں۔ ابو مخنف نے لکھا ہے کہ عقبہ بن عروہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام پر یہ مرثیہ پڑھا۔ ''جب میں کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر گیا تو بہت آہ وزاری کی۔ میں حضرت کی مصیبت پر نوحہ پڑھ رہا ہوں اور یہ مصیبت وہ ہے کہ جس پر میں ہمیشہ روتا رہوں گا۔ میری آنکھیں، میرے آنسوؤں اور نالہ وفریاد کا ساتھ دے رہی ہیں۔ اے میری آنکھ حسین علیہ السلام اور ان کے گرد قبروں میں مدفون شہداء پر اشک بہا میرا سلام ہو کربلا میں دفن ہونے والوں پر میرا سلام ہو ان قبروں کے زائرین پر یہ اپنے نفس کو اس بات پر آمادہ کر کے کھانا پینا چھوڑ دیں کیونکہ ان کے ناصر وحامی رخصت ہو گئے جو لوگ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ ان میں سے عظیم ہستی حضرت امام حسین علیہ السلام کی ہے کہ ہم ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں۔ وہ حسین علیہ السلام جو تمام لوگوں کے امیر ہیں اور ان کے پدر بزرگوار بھی۔ اے دشمنان حسین علیہ السلام تم حسین علیہ السلام کے قتل پر جمع ہو کر خوش ہو رہے ہو۔ تم سب جلد ہی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جاؤ گے۔ حسین علیہ السلام کی قبر سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی رہے گی اور حضرت کی قبر مطہر کی زیارت کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو گا۔

منظوم نذرانہ عقیدت

حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقیدت مندوں نے ہر زبان میں آپ کی بارگاہ میں نذرانہ پیش کیا۔ برصغیر کے مایہ ناز بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی مشہور آفاق رباعی میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے عقیدت اور حق شناسی کا بھرپور اظہار کیا گیا ہے۔

رباعی

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دیں است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسینؑ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی یہ مناجات مقبول عام و خاص ہے۔

مناجات

یارب بحق سید کونین مصطفیٰؐ
آں شافع معاصی و آں منبع عطا
یارب بحق شاہ نجف آں کہ آمدہ
درشان او تبارک یٰسین و ہل اتٰی
یارب بسوز سینہ و افغان فاطمہ علیہا السلام
یارب بآہ و نالہ آں سرور النساء
یارب بحرمت دل صد پارۂ حسن علیہ السلام
آں بادشاہ جملہ آفاق مجتبیٰ
یارب بحق جگر تشنہ حسین علیہ السلام
یارب بجان خون شہیدان کربلا
یارب بحق عابدؑ و باقر امام دیں
یارب بحق جعفرؑ و ہم موسیٰ و رضاؑ
یارب بحرمت تقی و نقی

یارب بحق عسکریؑ آں شاہ پیشوا

یارب بحق مہدیؑ ہادی کہ ذات او

مانند مصطفیٰؐ است موالی و مرتضیٰؑ

یارب بحق جملہء پیغمبران خود

یارب بحق جملہء ارواح انبیاء

دارد معین امید در اں دم زلطف خود

بخشی و را بادشاہ شہیدان کربلا

مولانا محمد علی جوہر کا یہ شعر مقبول عام ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مولانا ماہر القادری مرحوم کا یہ شعر عظمت حسین علیہ السلام پر دلیل ہے۔

حسین اس لیے سجدہ میں سر کٹا کے گئے

کسی زمانہ میں سجدہ قضا نہ ہو جائے

مولانا ظفر علی خان مرحوم نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے اپنی عقیدت کا اظہار نہایت بلند فکر کے ساتھ کیا ہے۔

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول

تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشہ بتول

اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی

سیراب کر گیا تجھے خون رگ رسولؐ

سیماب اکبر آبادی نے مصائب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اس شعر میں نہایت پر درد انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

سجادؑ اسیر جور ہوئے صد حیف کسی نے یہ نہ کہا

یہ پاؤں ستونِ کعبہ ہیں زنجیر کسے پہناتے ہو

مولانا ظفر علی خاں نے اپنے اس ایک مصرعے میں واقعہ کربلا کی تفسیر بیان فرمادی۔

گردن شبیرؑ سے خون محمدؐ بہہ گیا

مولانا جلال الدین رومی نے اہل بیت سے اپنی عقیدت کا اظہار نہایت واضح الفاظ میں کیا ہے۔

شاہم علی مرتضیٰؑ بعد ش حسنؑ نجم اسماء

خو انم حسینؑ کربلا اللہ مولانا علیؑ

آن آدم آل عبا دانم علی زین العباءؑ
ہم باقرؑ و صادقؑ گواہ اللہ مولانا علیؑ

شاہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے اپنے اس شعر میں کیا خوب دعا فرمائی ہے۔

نصیر الدین دہلی را بحق چہاردہ معصوم
شفاعت سرور عالم خداوندا کرم فرما

مولانا جلال الدین رومی نے اس تخیل کو ایک اور انداز میں پیش کیا جو قابل ذکر ہے۔

کرد گارا بہ پسندی کہ گل تربت من
خاک دیوار صنم خانہ کفار شود
کربلا مرقد من ساز کہ تا تربت من
سجدہ گاہ ملکوت واحد ابرار شود

شاہ محی الدین عبد القادر جیلانی در آل نبیؐ پر دست طلب پھیلائے نظر آتے ہیں۔

کفایت است از روح رسولؐ اولا دش
ہمیشہ ورد زباں جملہء مہماتم
زغیر آل نبیؐ حاجتے اگر طلبم
روامدار یکے از ہزار حاجاتم

کنور مہندر سنگھ بیدی نے اپنے اس شعر میں ایک ایسی حقیقت بیان کی ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے
مر کے جینا سکھا دیا تو نے

شاعر مشرق علامہ اقبال نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں جو نذرانہ عقیدت پیش کیا اس کا ہر شعر تخیل کی بلندی پر نظر آتا ہے۔

① تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد
② بحر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
پس بنائے لاالہ گردیدہ است
③ زندہ حق از قوت شبیریؑ است
باطل آخر داغ حسرت میری است
④ خون او تفسیر ایں اسرار کرد

ملت خوابیدہ را بیدار کرد

⑤موسیٰ و فرعون و شبیرؑ و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

⑥غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیل

⑦رمز قرآں از حسینؑ آموختیم
ز آتشِ او شعلہ ہا اندو ختیم

⑧نقش الااللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات مانو نوشت

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

گریہ و ماتم کا اجر و ثواب

ابن بابویہ نے امالی میں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحارالانوار میں لکھا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ "جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے اور ان مصیبتوں پر گریہ کرے وہ شخص روز قیامت ہمارے درجہ میں ہوگا اور جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کر کے روئے اور رلائے تو اس کی آنکھیں اس دن نہ روئیں گیں جس دن سب آنکھیں گریہ کناں ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارا ذکر ہوتا ہو اس کا دل اس دن مردہ نہ ہوگا جس دن سب دل مردہ ہوں گے"۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے "جو شخص ہمیں یاد کرے اور جب اس کے سامنے ہمارے مصائب بیان ہوں اور اس کی آنکھوں سے قطرہ برابر آنسو نکلے تو پروردگار عالم اس کے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہے اگر چہ یہ کف دریا کے برابر کیوں نہ ہوں"۔

شیخ السلام قسطنطنیہ الشیخ سلیمان البلخی القندوزی اپنی کتاب ینابیع لمودۃ جلد دوم میں ایک خاص باب فضائل گریہ کے متعلق قرار دیتے ہیں۔ اس میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس مومن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر اور رخسار پر بہہ آئیں تو خداوند عالم اس کے عوض اسے جنت میں ایک غرفہ عطا فرماتا ہے، اور جس مومن کے آنسو جاری ہوں اور رخسار پر بہہ

آئیں ہماری مصیبتوں پر جو ہمارے دشمنوں نے پہنچائیں تو پروردگار عالم اس گریہ کرنے والے کو منزل صدق کرامت عطا کرتا ہے۔ جو شخص ہماری ان مصیبتوں پر جو ہمیں دشمنوں سے پہنچی ہیں ان پر آنسو بہائے اور ایک قطرہ اشک بھی رخسار تک آئے تو خداوند عالم تکالیف کو اس سے برطرف فرماتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو اپنے غضب اور عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ روضۃ الشہداء میں ملا حسین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں ''غم حسین میں گریہ کرنا خدا کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں روئے یا رونے والوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہوتی ہے، اس لیے کہ رونے والوں کی شکل بنانے سے اس ضمن میں آتا ہے کہ ''جو کسی قوم کی نقل کرے تو وہ ان میں سے ہے''۔ گویا رونے والوں کی شکل بنانے والا خود گریہ کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس پر بھی جنت واجب ہے۔ امام رضی بخاری فرماتے ہیں اے عزیزو! کربلا کی وہ خاک ہے جس میں شہادت کا بیج بویا گیا ہے۔ اس سے اس کو سیراب کرنے کے لیے دوستوں کے آب چشم کی ضرورت ہے۔ پس جو شخص اپنی آنکھ کے سوتوں سے پانی بہائے اور خاک کربلا کو سینچے تو گویا نیکی کے بیج کو شہداء کی محبت میں بویا ہے۔ اپنے آنسوؤں سے مزارع کو سیراب کر دیا ہے۔ جب ایسا شخص اس دنیا کی اس منزل کے لیے مثل کھیتی کے ہے چلا جائے گا تو اس کو آخرت میں جنت کی نعمتیں ملیں گی۔ روضۃ الشہداء میں آئمہ اہل بیت سے روایت ہے کہ غم حسین میں جو آنسو نکلتا ہے۔ وہ در بے بہا بنتا ہے۔ اس نایاب موتی کی قدر و قیمت بازار حشر میں مخلوق پر ظاہر ہوگی۔ یعنی ایک آنسو کے عوض نعم جنت حاصل ہوگی۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روز عاشور حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رویا اور دل میں کہنے لگا کہ اگرچہ میں عاشور کے دن نہ تھا کہ امام کے لیے اپنا خون بہاتا تو کم از کم آج چند آنسو اپنی آنکھوں سے بہا دوں۔ رات کو جب میں سویا تو حضرت رسالت مآبؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپ تبسم کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اے سہل میرے فرزند حسین علیہ السلام کے غم میں تمہارا ایک آنسو بھی ضائع نہیں ہوگا۔ آج کے دن جو تم نے گریہ کیا ہے۔ اس کے عوض میں کل قیامت کے دن اتنا ثواب ملے گا کہ اس کا حساب شمار نہ ہو سکے گا۔ حدیث میں ہے کہ روز قیامت حضرت امام حسین علیہ السلام خون آلودہ چہرہ کے ساتھ تشریف لائیں گے اور عرض کریں گے خداوند میں ان لوگوں کی شفاعت کرتا ہوں جنہوں نے مجھ پر گریہ کیا تھا۔ امام کی دعا قبول ہوگی اور رونے والوں کو پروانہ نجات مل جائے گا۔

صحابی رسول معمر ابی الرضا حضرت بابا رتن بن ساہوک ہندی کی صحابیت کی توثیق متقدر علمائے اہل سنت نے کی ہے اور ان کی عظمت و جلالت کا اعتراف تمام صوفیائے کرام کرتے ہیں۔ ان کی صحابیت کی توثیق کرنے والوں میں درج ذیل علمائے اعلام قابل ذکر ہیں۔ مورخ شمس الدین محمد بن ابراہیم الجزری نے اپنی تاریخ میں علامہ علاوالدین الوداعی نے اپنے تذکرہ میں۔ علامہ صلاح الدین الصفدری نے اپنے تذکرہ میں شیخ عبدالغفار بن نوح القوسی نے اپنی کتاب الوحید فی سلوک اہل الطریق التوحید میں۔ مورخ البہا الجندی نے اپنی تاریخ الیمینی میں، محدث المکثر الرجال علامہ جمال الدین محمد بن احمد بن الامین الاقشہری نزیل المدینہ نے اپنی کتاب فوائد رحلتہ

میں۔ علامہ ابن حجر صاحب اصابہ کے شیخ الحدیث علامہ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس نے۔ علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعراوی الانصاری نے لواقح الانوار فی طبقات الاخبار میں۔ علامہ طاشکری زادہ نے شقائق النعمانیہ میں۔ علامہ مجد الدین علی بن ظہیر الدین محمد البدخشانی نے جامع السلاسل میں۔ شیخ نور الدین جعفر بن سالار المعروف بامیر ملا خلیفہ سید علی الہمدانی نے خلاصۃ المناقب میں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں۔ شیخ خواجہ محمد پارسا النقشبندی البخاری صاحب کتاب فصل الخطاب نے مسند رتن الہندی سے احادیث کا انتخاب تصنیف فرمایا ہے۔ علامہ عبدالعلی الملقب بہ بحر العلوم فرنگی محلی نے اپنی کتاب فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت میں۔ اس کے علاوہ ذہبی کے بیان کی بناء پر شیخ محمد بن ابی بکر بن اسماعیل بن علی الانصاری نے بابا رتن سے احادیث کو اخراج کر کے ایک مجموعہ مسند بابا رتن کے نام سے تصنیف کیا ہے۔ بابا رتن ہندی فضیلت گریہ میں ایک حدیث جناب رسالت مآب سے روایت فرماتے ہیں کہ روایت کیا عبیداللہ بن محمد بن عبدالعزیز سمرقندی نے بیان کیا کہ ان سے صفوۃ الاولیا امام جلال الدین موسیٰ بن مجلی بن بندار الدلسیری نے کہ بتلایا ان سے بابا رتن ہندی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے کہ جو بندہ مومن عاشور کے دن حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئے تو قیامت کے دن وہ انبیائے اولی العزم کے ساتھ ہوگا۔ اور فرمایا رسول اللہؐ نے کہ عاشور کے دن رونا قیامت کے دن کے لیے نور تام (کامل نور) ہوگا۔ اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ فی تمیز الصحابہ کی جلد اول میں نقل کیا ہے۔

ملک العلماء علامہ شہاب الدین کی کتاب ہدایۃ السعداء میں مرقوم ہے۔ ''امام کے رونے والوں کے بارے میں حدیث ہے کہ جو شخص دسویں محرم کو روئے تو اس سال وہ اپنی اولاد کے غم میں نہ روئے گا اور نہ ایمان کے زائل ہونے کی مصیبت پر گریہ کرے گا۔ اے عاشقان رسالتؐ اگر یزیدیوں نے اس دن حسین کو پانی نہیں دیا تو آج کے دن تو تم اپنی آنکھوں سے باران اشک برساؤ اور انہی آنسوؤں کے طفیل حسین علیہ السلام کے غم میں رسول اللہؐ اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کو پرسہ دیتے ہوئے روئے تو اس رونے والے کے بارے میں حضرت رسول اللہؐ اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ارواح پاک اللہ سے طلب بخشش کرتی ہیں روز قیامت جناب فاطمہ علیہا السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گی۔ خداوند دوستوں اور شہیدان کربلا پر رونے والوں کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں فرمائیں گے کہ خداوندا میرے دوستوں میں سے جو میری غربت وشہادت اور مظلومی پر رویا ہے اس کو بخش کر میری شفاعت قبول فرما۔

شیخ مفید نے کتاب مجالس میں اور شیخ ابو جعفر طوسی نے کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص غمگین و مغموم ہو بہ سبب ان جور وستم کے جو ہم پر گزرے ہیں، سانس لینا اس کا ثواب و تسبیح رکھتا ہے، ہمارے لیے اس کا غمگین ہونا عبادت ہے اور ہمارے راز کو چھپانے میں ثواب جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ارشاد کیا سزاوار ہے کہ اس حدیث کو آب زر سے لکھے۔

شیخ ابو جعفر طوسی نے کتاب امالی میں محمد بن ابی عمارہ کوفی سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

نے فرمایا جس شخص کی آنکھ سے ایک قطرہ آنسو کا نکلے گا ہماری مصیبت میں اس خون کے لیے جو ناحق بہایا گیا اس حق کے لیے جو غصب کیا گیا یا ہماری یا ہمارے شیعوں کی ہتک حرمت پر حق تعالیٰ اس کو ہمیشہ بہشت میں ساکن کرے گا۔
کامل الزیارت، عوالم اور بحار الانوار کی روایت کے موافق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "بندے کے لیے رونا مکروہ ہے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام پر رونے میں اجر ہے۔"

شیخ جعفر نجفی روایت کرتے ہیں رونا سید مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام پر آتش جہنم سے نجات دیتا ہے اور ایک قطرہ آنسو کا تمام گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ گناہ مثل ستارہ ہائے آسمان اور کف دریا کے ہوں اور آنسو کے ہر قطرہ کی قیمت یہ ہے کہ رونے والا ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں اولاد فاطمہ علیہا السلام کی محبت میں ان کے تمام وگوناگوں مصائب پر جزع وفزع کر کے اظہار غم وگریہ وزاری وہی شخص کرے گا جسکے دل میں کچھ ایمان ہو۔

نور العین فی مشہد الحسین علیہ السلام تالیف ابو اسحٰق اسفرائنی اور شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب ہدایۃ السعداء کے موافق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ماہ محرم میں جاہلیت کے زمانے میں کفار بھی جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے لیکن (مسلمانوں نے) اس ماہ ہمارے خون کو حلال قرار دیا، ہمارے مال کو لوٹا اور ہماری حرمت کو برباد کیا۔ عاشور محرم کو ہمارے قلوب غم سے جلتے ہیں کہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں کربلا کی زمین سے کرب ومصائب ہمیں ورثہ میں ملے رونے والوں کو چاہئے کہ حسین پر روئیں اس لیے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر رونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔

عزائے حسین

واقعات کربلا کے بعد محبان اہل بیت کے علاوہ مخالفین کے دل بھی اہل بیت کی طرف مائل ہونے لگے۔
طبری جز دوم طبع لیڈن کے موافق جب عبداللہ بن زبیر شہادت امام مظلوم کو سنتے تو منبر پر جا کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے فضائل ومصائب بیان کرتے اور ان کے دوسرے بھائی مصعب بن زبیر جب عبدالملک بن مروان سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے تو واقعات کربلا اور شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سننے کی خواہش کیا کرتے تھے۔

خود آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے بھی واقعات کربلا کی نشر واشاعت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ عزائے حسین علیہ السلام میں خود بھی مصروف رہے اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے رہے۔ مجالس کے قیام اور ذکر حسین علیہ السلام سے متعلق احادیث ارشاد فرمائیں۔ حکمرانوں کے شدائد اور مظالم کے باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام کی تعزیت کو بند نہ کیا جاسکا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔

شعرا واقعات کربلا پر مرثیے مرتب کرتے تھے۔ چنانچہ ابو عمارہ اور جعفر بن عفان نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مرثیے پڑھے اسی طرح دعبل خزاعی اور ابراہیم بن عباس نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حضور مرثیے پڑھے واقعہ کربلا کے بعد اموی اور عباسی عہد میں کوئی ایسا شیعی شاعر نہیں جس نے امام مظلوم کا مرثیہ نہ کہا ہو۔

تاریخ ابوالفدا جلد دوم کے موافق ۳۵۲ ہجری میں عشرہ محرم کو معزالدولہ نے اہل بغداد کو حضرت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ و ماتم کرنے کا حکم دیا اور اظہار غم کے لیے بازار بند کر دیئے گئے۔

اسی طرح ۳۶۳ ہجری میں المعز الدین اللہ الفاطمی نے بھی یہی حکم مصر میں جاری کیا اور وہاں بھی امام مظلوم کی عزاداری اعلانیہ ہونے لگی اور اس کی تفصیل الخطط للمقریزی میں مرقوم ہے۔

اہل ایران کا عزائے حسینی کے قیام میں اہم کردار رہا ہے، جب داعی صغیر زید الحسنی نے طبرستان میں اپنی مستقل حکومت قائم کی تو عزائے حسین علیہ السلام میں بھی اضافہ ہوا انہی بزرگ کے صاحبزادے داعی صغیر محمد بن زید الحسنی تھے جنہوں نے سب سے پہلے مشہد امام مظلوم اور روضہ جناب امیر علیہ السلام تعمیر کرایا۔

شہر حلب سے باہر صدیوں سے عزائے حسین علیہ السلام کے اجتماعات ہوتے رہے آج بھی مملکت شام و عراق میں عزائے حسین علیہ السلام پوری عقیدت سے منعقد ہوتی ہے، جہاں دنیا کے کونے کونے سے زائرین آکر شرکت کرتے ہیں۔ جس کا اعتراف ساری دنیا کرتی ہے کہ اتنے بڑے اجتماعات دنیا کے کسی اور گوشے میں دیکھنے میں نہ آئے۔ دنیا کی ہر قوم حضرت امام حسین علیہ السلام کی بے مثال قربانی کا اعتراف کرتی ہے اور عزائے حسین علیہ السلام میں شرکت کرتی ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی تمام قومیں ہندو، سکھ اور مرہٹے تعزیہ داری کر کے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہندوستان میں اہل بیت سے عقیدت کی ایک وجہ یہ بھی ہے عہد خلافت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے دور میں سب سے پہلا شیعی مسلمان جس نے سندھ فتح کیا وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کا ایک جوانمرد سپاہی حارث بن مرۃ العبدی تھا جس نے مورخ بلاذری کے موافق اوائل ۳۹ ہجری میں سندھ کو بحکم امیر المومنین علیہ السلام اسلامی فتوحات میں شامل کیا۔ اس روایت کی تفصیل فتوح البلدان بلاذری ذکر فتوح السندھ کے علاوہ عہد امیر المومنین میں فتح سندھ کا ثبوت تاریخ الرسل والملوک ابوجعفر الطبری یعنی تاریخ کبیر طبری، تاریخ الکامل ابن اثیر جرزی، تاریخ التمدن الاسلامی جرجی زیدان میں ملتا ہے۔

سید شریف الدین پیرزادہ نے اپنی کتاب ''پاکستان منزل بہ منزل'' میں لکھا ہے منضبط و مرتب تاریخ سے قبل ہی عربوں اور ہندوستان کے مابین تجارتی روابط و تعلقات موجود تھے۔ آگے چل کر تحریر کیا ہے کہ بعض جاٹ سپاہی حضرت علی علیہ السلام کے تحت کارپرداز تھے۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات رسوخ سے کہی جاسکتی ہے کہ سندھ میں مولائے کائنات کی تعلیم کے اثرات واقعہ کربلا سے قبل موجود تھے اور اہل بیت سے یہاں کے لوگوں کو واقفیت تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہاں عزائے حسینی میں اضافہ ہوتا رہا۔

الفہرس الطوسی کے موافق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حلقہ درس میں جہاں فلسفہ آل محمد اور علوم قرآن کی نشر و اشاعت کیجا رہی تھی وہاں دیگر ملک و قوم کے تشنگان علم کے ساتھ ہندوستان کے بھی قابل ذکر افراد شامل تھے۔ ان میں فرج سندھی، خلاد سندھی بزار، ابان بن محمد سندھی، طلحہ بن زید اور ابوالخرج ہندی تھے۔ ان حضرات کا شمار اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں ہوتا تھا۔ اسی طرح صباح بن نصر ہندی وہ قابل ذکر ہستی ہیں جو احکام و مسائل

حضرت امام رضا علیہ السلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ المقدسی کے قول کے مواق ہندوستان میں مذہب شیعہ کا کافی رسوخ تقریباً تیسری صدی ہجری کے اختتام اور چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں معلوم ہوتا ہے۔ صاحبان سیر و تاریخ کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان میں عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کا آغاز و قیام اسی دور سے شروع ہوا۔

چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں عشرہ محرم میں تذکرہ حسین علیہ السلام کیا جاتا تھا۔ مورخ منہاج نے اپنی تاریخ طبقات ناصری میں درج ذیل تذکرہ کیا ہے۔ سلطان شمس الدین التمش لکھتا ہے۔ ''وتمام عشرہ محرم تذکیر گفتہ آمد''

تاریخ طبرستان محمد بن الحسن بن اسفندیار مولف ۶۱۳ ہجری کے موافق اسی چھٹی صدی ہجری میں شیعوں کا ایک تبلیغی مشن بھی پایا جاتا ہے جو ہندوستان میں شیعیت کی اشاعت کرتا تھا۔ خلفائے فاطمین کو قیام عزائے حضرت امام حسین علیہ السلام میں خاص شغف وانہماک تھا جیسا کہ علامہ مقریزی نے ''الخطط'' میں تحریر فرمایا ہے ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کی ''ہدایۃ السعداء'' میں محرم کے مراسم عزا کا کافی ذکر ملتا ہے جو اس زمانہ میں رائج تھے۔ یہ بزرگ اپنے زمانہ میں عزائے امام علیہ السلام کی نشر و اشاعت میں کافی حصہ لیتے تھے۔

تاریخ فرشتہ کے موافق دکن میں گولکنڈہ، بیجاپور اور احمد نگر کی قطب شاہی اور عادل شاہی اور نظام شاہی کے شیعہ حکمرانوں نے تعزیہ داری کی ترویج کی اور اس میں کافی جدوجہد کی ہے۔ برہان نظام شاہ بحری اور یوسف عادل شاہ آج تک تاریخ ''مروج مذہب اثناعشر'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

سلاطین دکن کے زمانہ میں عزاخانوں میں علم نصب کیے جاتے تھے اور علم کے جلوس برآمد ہوتے تھے۔

پنجاب میں عزائے حسینی کے قیام میں نواب حیات اللہ خان المخاطب بہ نواب شاہنواز خاں کا اہم کردار رہا۔ یہاں علم و تعزیوں کے قدیم جلوس اپنی روایات کے مطابق قائم ہیں۔ فرض عین طبع لکھنؤ کے موافق تیمور نے جب دمشق فتح کیا تو وہاں سے اس کو اہل بیت علیہم السلام کے بہت سے تبرکات دستیاب ہوئے تھے۔ چنانچہ ان میں کچھ خون آلود کپڑے حضرت کے جسم مطہر کے بھی تھے۔ تیمور نے ان سب تبرکات اور ضریح معجزہ کو ایک عماری میں رکھ دیا تھا۔ تیمور اس عماری کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ یہ عماری مع تبرکات کے برابر اس خاندان میں محفوظ رہی۔ ایام عزا میں اس عماری کا گشت بڑی عقیدت سے ہوتا تھا۔ امراء اور ارا کین سلطنت میں جو لوگ نہایت بزرگ و مقدس ہوتے تھے وہ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتے تھے اور تمام فوج ساتھ رہتی تھی۔ ریاست عالیہ محمود آباد میں اس وقت تک ایک علم تیمور کے زمانے کا موجود ہے۔ جو فولاد کا ہے اور اس پر تیمور کا نام اور سن ہجری کندہ ہے۔

دنیا کے دیگر ممالک کی طرح ہندوپاک میں بھی مجالس حسین کا انعقاد نہایت عقیدت و احترام سے کیا جاتا ہے اس سلسلے میں لکھنؤ کو خاص شرف حاصل ہے۔ اودھ کے فرماں راؤں کے دور میں ایام عزا کو جو وسعت ملی اور جوش و جذبہ پیدا ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے اس زمانہ میں شیعہ، سنی اور ہندوستان کی دوسری قومیں سب مل کر عزائے حضرت امام حسین علیہ السلام میں بڑے جوش و عقیدت سے حصہ لیتے تھے۔ لکھنؤ کے امام بارگاہوں میں امام بارگاہ آصفی قابل ذکر شہرہ آفاق امام بارگاہ نواب آصف الدولہ نے اپنے دور حکومت ۱۷۹۷ء تا ۱۷۷۵ء میں تعمیر کیا جو اسلامی فن تعمیر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

باب ۲۴

پانی پلانے کا اجر وثواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام نے "جب روز قیامت اعمال خیر کا اجر وثواب عطا ہوگا تو ابتدا اس کی ان لوگوں سے ہوگی جن لوگوں نے دنیا میں کسی پیاسے کو پانی پلایا ہوگا۔" فرمایا آنحضرتؐ نے "بہترین صدقہ سرد کرنا ہے اس جگر کا جو سبب شدت پیاس کے گرم ہو۔" آپؐ نے فرمایا "جس شخص نے کسی پیاسے کو پانی پلایا ہو اس جگہ کہ جہاں پانی میسر نہ ہو تو حق سبحانہ تعالیٰ اسے ثواب عطا کرے گا برابر اس شخص کے جس نے ایک بندہ راہ خدا میں آزاد کیا ہو اور جس کسی نے پیاسے کو پانی پلایا ہو ایسی جگہ جہاں پانی میسر نہ ہو اس شخص نے گویا زندہ کیا ایک بندہ خدا کو اور جس نے ایک بندہ خدا کو زندہ کیا یعنی اس کی جان بچائی گویا اس نے تمام بندگان خدا کو زندہ کیا ایک مرتبہ ایک شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ عمل بتائیں جو جنت سے قریب تر کر دے تو زبان وحی ترجمان نے اسے یہ تلقین کی کہ ایک نئی مشک خریدو اور مشک سے پانی پلاتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ بوسیدہ ہو جائے۔ یہ عمل تمہیں جنت سے قریب کر دے گا۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ جو شخص ایسے مقام پر پانی پلائے جہاں پہلے سے پانی موجود نہ ہو تو گویا اس نے ایک نفس کو زندہ کیا۔

مصادف سے منقول ہے۔ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ درمیان مکہ اور مدینہ کے ہمسفر تھا۔ اثنائے راہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص درخت کی جڑ میں پڑا ہے اور اس کا حال متغیر ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے مصادف میرے ساتھ اس شخص کے پاس چلو مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ شخص پیاس سے جاں بلب نہ ہو جائے۔ ہم اس کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ حضرت نے اس سے پوچھا کیا تم پیاسے ہو اس نے عرض کیا ہاں۔ حضرت کو اس پر رحم آیا اور ارشاد فرمایا۔ اے مصادف گھوڑے سے اتر کر اسے پانی پلاؤ مصادف گھوڑے سے اترے اور اسے پانی پلایا۔ اس کے بعد حضرت روانہ ہوئے مصادف نے عرض کی یا ابن رسول اللہؐ یہ شخص نصرانی تھا کیا نصاریٰ کے ساتھ نیکی جائز ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں اے مصادف جب یہ لوگ ایسے حال میں مبتلا ہوں تو ان سے نیکی کرنی چاہیے۔ وائے ہو اشقیاء پر کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو مع انکے اصحاب اور اعزا کے روز عاشور تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کیا انتہائے ظلم یہ کہ جب حضرت نے ششماہے علی اصغر علیہ السلام کو پانی پلانے کو کہا تو تیر سہ شعبہ سے شہید کیا۔

زیارت قبر حضرت امام حسینؑ کی فضیلت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا ۲۳ رمضان المبارک کی شب، شب قدر ہے پروردگار عالم اس رات ہر شئے کا

انتظام فرماتا ہے جو شخص اس رات حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے گا۔ اس سے چالیس ہزار فرشتے مصافحہ کریں گے جو زمین پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنے گھر سے بقصد زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام نکلتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ نہر فرات جائے اور وہاں غسل کرے تو خداوند عالم اس شخص کا نام نجات پانے والوں میں شامل کرتا ہے۔ جب وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو سلام پیش کرتا ہے۔ تو اس کا شمار نجات پانے والوں میں ہوتا ہے اور جب یہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو ملک آواز دیتا ہے کہ "اے شخص پیغمبر نے تمہیں سلام کہا ہے اور اللہ نے پیغام بھیجا ہے کہ ہم نے تمہارے گناہ بخش دیئے اب اسی عمل کو دوبارہ بجالاؤ۔" تزک تیموری (جو ترکی زبان میں ہے) کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ تیمور اہل بیت کا محب اور تعزیہ دار تھا۔ صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ نجم الدین بن فہد اور مقریزی نے بیان کیا کہ ایک قاری جب تیمور کی قبر کے پاس سے گزرا تو اس نے آیت خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ (الحاقہ آیت ۳۰) "(پھر حکم ہوگا) اسے گرفتار کر کے طوق پہنا دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو" بتکرار پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں اور تیمور آپ کے پہلو میں ہے وہ کہتا ہے میں نے تیمور کو ڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمن خدا تو یہاں بھی آپہنچا اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اسے رسولؐ کے پہلو سے اٹھادوں تو رسول اللہؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محب ہے پھر میں ڈرتے ہوئے بیدار ہوا اور خلوت میں اس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے جو کچھ پڑھا کرتا تھا ترک کر دیا۔

صواعق محرقہ میں تیمور سے متعلق یہ روایت بھی تحریر ہے کہ جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ تیمور کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور مرض الموت میں بیمار ہوا تو اسے ایک دن شدید اضطراب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ (بعض کتب میں یہ روایت بھی مرقوم ہے کہ اس کے ساتھ ہی چہرہ نورانی ہو گیا) جب ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کی کیفیت کو بیان کیا گیا تو تیمور نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا کہ چلے جاؤ یہ میری اولاد کا محب ہے اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے، اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔ اس روایت کے آخر میں صاحب صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ "جب اہل بیت کی محبت اس شخص کو بھی فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدے دے گی۔"

من لا یحضرہ الفقیہ میں مرقوم ہے کہ اسحاق بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ جس دن سے آپ وہاں دفن ہوئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن گیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

ہارون بن حمزہ غنوی سے امالی شیخ صدوق میں روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ خدا نے قبر حضرت امام حسین علیہ السلام پر چار ہزار فرشتوں کو معین فرمایا ہے جو پریشان حال سروں پر خاک کے ساتھ قیامت تک حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے رہیں گے۔ جو شخص حضرت کے حق کی معرفت کے ساتھ آپ کی زیارت کرتا ہے تو یہ فرشتے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنی منزل تک پہنچ جائے اگر وہ زائر بیمار ہو

جائے تو وہ صبح وشام اس کی عیادت کرتے ہیں۔ مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلتے ہیں اور قیامت تک اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔"

امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق کی معرفت کے ساتھ آپ کی قبر مطہر کی زیارت کرے خدا اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہوں کو بخش دے گا۔ مزید براں امالی شیخ صدوق کے موافق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کو بتا دو کہ وہ قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے آئیں کیونکہ انکی زیارت سے مشرف ہونے والا دبکر، ڈوب کر، جل کر اور درندوں کے پھاڑ کھانے سے مرجانے سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ عزوجل کی طرف اس شخص پر زیارت فرض ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو امام تسلیم کرتا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ من لایحضرہ الفقیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب تم امام ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے آؤ تو پہلے فرات کے کنارے غسل کرو۔ پاک و طاہر لباس پہنو اور پاپیادہ چلو کہ تم اللہ کے حرم اور اس کے رسولؐ کے حرم میں ہو اور تم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تکبیر و تہلیل و تمجید کرو اور محمد اور ان کے اہل بیت پر درود بھیجتے ہوئے چلو یہاں تک کہ باب حائر حسین علیہ السلام تک پہنچ جاؤ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے زیارت کے باب میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں ابن ابی عمیر نے ہشام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "جب تمہارے لیے دور دراز کا سفر بہت دشوار ہو تو اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو اور ہماری قبروں کی طرف اشارہ کر کے سلام پڑھو وہ سلام اہل بیت تک پہنچ جائے گی۔

بحارالانوار میں مرقوم ہے نوادر بن اسباط میں با اسناد متعدد منقول ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر شہروں میں پہنچی تو ایک لاکھ ایسی عورتیں حضرت کی زیارت کو آئیں کہ ان میں سے کسی کے یہاں بھی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ فرزند رسولؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کی برکت سے سب صاحب اولاد ہوئیں۔ شیخ طوسی نے کتاب امالی میں اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحارالانوار میں حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے عوض جوان کو کرامات عطا فرمائیں وہ یہ ہیں۔ ① امامت کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذریت میں قرار دیا۔ ② شفاء کو آپ کی مرقد منور کی خاک میں مقرر کیا۔ ③ آپ کی قبر منور پر دعا کو مستجاب کیا۔ ④ حضرت علیہ السلام کے زائر کے جو دن آمد و رفت میں صرف ہوں ان کو عمر میں شمار نہیں کیا جائیگا۔

حضرت کا یہ کلام سن کر ایک شخص نے عرض کیا مولا جب لوگ قبر منور سے اس قدر برکتیں اور فضیلتیں حاصل کرتے ہیں تو خود حضرت امام حسین علیہ السلام جو درجہ شہادت پر فائز ہیں آپ نے کتنا عظیم درجہ حاصل کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اللہ نے ان کو اپنے رسولؐ سے ملایا تا کہ درجہ فضیلت میں ان کے ساتھ رہیں۔ یہ فرما کر آپ نے تلاوت فرمائی "جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے حالت ایمان میں ان کی پیروی کی ہم نے ملا دیا ان کے ساتھ ان کی ذریت کو (سورہ طور آیت ۲۱)

کتاب محاسن میں ابوبصیر نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ "چار ہزار فرشتے غبار آلودہ بال پریشاں اور غم زدہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر تا قیامت گریہ کرتے رہیں گے۔ جو شخص حضرت کی زیارت کو آتا ہے یہ اس کا استقبال کرتے ہیں اور جو زائر بیمار ہو جاتا ہے۔ اس کی عیادت کرتے ہیں اور جو زائر مر جاتا ہے، اس کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں اور اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔" امام فرماتے اگر لوگوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا ثواب معلوم ہو جائے تو اس کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگیں اور اپنا مال اس راہ میں فروخت کر دیں۔ حدیث ہے کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام روضہ حسین علیہ السلام میں زائرین پر نظر کرم کرتی ہیں اور ان کے حق میں دعائے خیر کرتی ہیں۔ زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کے درجات و حسنات جو احادیث میں بیان کیے گئے ہیں وہ بے شمار ہیں۔

کتاب دعوات راوندی میں شیخ ابوجعفر نیشاپوری سے مروی ہے کہ میں کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کو گیا ابھی روضہ مبارک دو فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ ہم میں سے ایک شخص پر فالج گرا اور اس کا سارا جسم بیکار ہو گیا اس شخص کو ہم لوگ کسی نہ کسی طرح کربلا لائے پھر اس کو ایک چادر میں ڈال کر حرم مبارک میں لائے وہ شخص بہت زیادہ عاجزی اور آہ و زاری کر رہا تھا اور خداوند عالم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قسم دے رہا تھا کہ بارالہا مجھ کو شفاء عطا فرما۔ جس وقت ہم لوگوں نے چادر کو زمین پر رکھا تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پوری توانائی اور صحت کے ساتھ اپنے پیروں سے اس طرح چلنے لگا گویا اس کو کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوا تھا۔

زمین کربلا کی فضیلت

صاحب خصائص حسینیہ لکھتے ہیں کہ زمین کربلا کعبہ سے نسبتاً افضل و برتر ہے۔ ایک تو خدا نے اس زمین کو چار ہزار سال قبل خلقت کعبہ پیدا کیا۔ دوسرے یہ زمین مسکن و مدفن اولیاء اللہ ہے۔ اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے قبل دو سو انبیاء اور دو سو وصی اور دو سو اسباط انبیاء مدفون ہیں۔ اس زمین کی یہ فضیلت ہے کہ یہ مقام نزول ملائکہ ہے یہ جنت کے چمن زاروں میں سے ایک چمن ہے۔

زمین کربلا کی فضیلت میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب زلزلہ قیامت ہوگا تو قبر حضرت امام حسین علیہ السلام مع زمین کربلا بہ حکم خدا بلند ہوگی اور باغ جنت میں پہنچ جائے گی اس کا نور مثل ستاروں کے درخشاں ہوگا اور یہ زمین با آواز بلند اعلان کرے گی کہ میں وہ طیب و طاہر زمین ہوں جو جناب سید الشہداء علیہ السلام کا جسد اطہر اپنے دامن میں لیے ہے اور زلزلہ قیامت سے محفوظ ہوں۔ اسی لیے زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کا ثواب حج سے افضل ہے۔ حدیث قدسی میں پروردگار عالم فرماتا ہے میری گنجائش نہ زمین میں نہ آسمان میں ہے۔ ہاں اگر ہے تو قلب مومن میں جب مومن کا قلب بیت اللہ ہے تو قلب حضرت امام حسین علیہ السلام بدرجہ اولیٰ بیت اللہ ہوگا اور قبر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت خانہ حقیقی کی عبادت ہے جبکہ خانہ کعبہ کی زیارت خانہ خدا ظاہری کی عبادت ہے۔

معالی السبطین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے زمین مکہ کو حرم بنانے سے چوبیس ہزار سال پہلے کربلا کو حرم بنایا جناب سید الشھداء کے زمین کربلا پر خیمہ زن ہونے سے ایک ہزار سال قبل ذات احدیت کی طرف سے زمین کربلا کو ملائکہ کی زیارت گاہ بنا دیا تھا۔ خصائص کے موافق حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ "ایک مرتبہ زمین مکہ نے اپنے فضائل کا تذکرہ کیا اور کہا میری برابری کون کرسکتا ہے بیت اللہ میری پشت پر ہے اور ہر سال کرہ ارض کے ہر گوشہ سے میری عقیدت میں لوگ آتے ہیں۔ اللہ نے زمین مکہ کو وحی کی اور فرمایا اپنے فضائل ضرور بیان کر لیکن ذرا آرام سے تجھے علم ہونا چاہئے کہ جتنے فضائل تجھے دیئے گئے ہیں اگر ان کا مقابلہ کربلا سے کرے تو تجھے پتہ چلے کہ تیرے تمام تر فضائل کی زمین کربلا کے فضائل کے مقابلے میں وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔ زمین کربلا کے جہاں بیشمار فضائل ہیں ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ ذرہ کو آفتاب بنا دیتی ہے۔ یہاں جو محب حسین علیہ السلام دفن ہوتا ہے اور اس مقدس زمین میں آلودہ خاک ہوتا ہے تو اس کی سجدہ گاہ اور تسبیح بنتی ہے لہٰذا اس پر سجدے ادا ہوتے ہیں، تسبیح و تہلیل ہوتی ہے اس طرح مومن کو دائی عظمت عطا ہوتی ہے۔

خاک شفاء

معالی السبطین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد مرقوم ہے کہ "قبر مطہر شبیر علیہ السلام کی مٹی میں شفاء ہے اور یہ بہت بڑی دوا ہے جو شخص بھی جس مرض میں بھی مبتلا ہو اگر خاک کربلا سے علاج کرے تو اللہ اسے شفاء دیگا۔"

خصائص الحسینیہ میں حضرت علیہ السلام کا یہ قول مرقوم ہے کہ "خاک کربلا کے علاوہ ہر مٹی کا کھانا حرام ہے۔"

معالی السبطین میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اپنی اولاد کی ولادت کے فوراً بعد ان کے گلے میں خاک شفاء کا خط کھینچو بچے کے لیے ہر حیثیت میں امان ہے۔ جو شخص خاک کربلا کی تسبیح کے ہر دانے پر ایک مرتبہ **سبحان اللہ و الحمدللہ و لا الہ الااللہ و اللہ اکبر** پڑھے تو اللہ ہر ایک مرتبہ کے عوض اس کے نامہ اعمال میں چھ ہزار نیکیوں کا اضافہ کرے گا۔ اس کے نامہ اعمال سے چھ ہزار گناہ مٹا دے گا۔ اس کے مراتب میں چھ ہزار درجات کا اضافہ ہوگا اور یوم حشر چھ ہزار گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے گا۔

معالی السبطین میں یہ بھی مرقوم ہے کہ خاک کربلا کی تسبیح اگر کسی کے ہاتھ میں ہو خواہ وہ کچھ بھی نہ پڑھے اس کے اعمال میں تسبیح پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔ جب ملائکہ عرش زمین پر آتے ہیں تو حوریں ان سے درخواست کرتی ہیں کہ تھوڑی سی خاک شفاء لے کر آنا۔

معالی السبطین میں یہ روایت بھی مرقوم ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت میرے پاس خاک شفاء ہے لیکن آج تک میں نے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا خاک شفاء سے مستفید ہونے کے لیے ایک دعا ہے اگر اس دعا کے بغیر اسے استعمال کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس نے عرض کیا حضرت وہ کونسی دعا ہے۔ آپ نے فرمایا خاک شفاء لینے کے بعد اسے آنکھوں سے لگایا

جائے پھر اس کا بوسہ لیا جائے۔ خاک شفاء ایک چنے کی مقدار سے زیادہ مت لینا۔ یاد رکھنا اگر اس سے زیادہ لیا تو یہ سمجھنا کہ ہمارا گوشت کھا رہے ہو۔ ایک چنے کے برابر لے کر یہ دعا پڑھنا **اللّٰھمہ انی اسئلک بحق الملک الذی قبضھا و السّائلک بحق انبی الذی حزن و اسالک بحق الوصی الذی حل فیھا ان تعلی علی محمد و آل محمد و ان تجعلہ شفاء من کل داء و اماناً من کل خوف و حفظاً من کل سوء،** ترجمہ' اے اللہ! میں تجھ سے اس فرشتہ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس نے اس خاک شفاء کو ذخیرہ کیا تھا۔ میں اس وصی کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو اس مٹی میں سو رہا ہے۔ محمد و آل محمد پر درود بھیج اور اس خاک شفاء کو میرے لیے ہر بیماری میں شفاء قرار دے ہر خوف سے باعث امن بنا اور ہر تکلیف سے محافظ بنا۔

تمام آئمہ خود بھی خاک کربلا سے شفاء حاصل کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو بھی خاک کربلا سے شفا حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

بحارالانوار میں شیخ طوسی کے حوالہ سے علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس روایت کو بیان فرمایا اور علامہ محمد مہدی مازندرانی علیہ الرحمہ نے معالی السبطین میں یہ روایت تحریر فرمائی ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ خاک کربلا میں بہت بڑی شفا ہے۔ مجھے ایک مرتبہ ایک بیماری نے آگھیرا میں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہر قسم کا علاج کیا لیکن مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ میرے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی اس نے جب ایک دن مجھے تڑپتا دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ اگر تو اجازت دے تو میں تیرا علاج کروں۔ میں نے کہا ماں اگر ہو سکے تو برائے مہربانی کچھ کر میں تو ہلاک ہو چکا ہوں۔ وہ واپس اپنے گھر گئی تھوڑی دیر کے بعد پانی کا ایک گلاس لائی مجھے پینے کو کہا میں نے پی لیا۔ اسی وقت میں شفایاب ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھے بیماری کبھی تھی ہی نہیں۔ چند دنوں کے بعد وہی بڑھیا آئی تو میں نے اس سے قسم دے کر پوچھا تم نے میرا علاج کس دوا سے کیا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے خاک شفاء کی تسبیح نکال کر دکھائی اور کہا بیٹا اسی تسبیح سے ایک دانہ میں نے پانی میں ملا کر تمہیں پلایا تھا۔ جب میں نے خاک کربلا کو دیکھا تو غصہ سے بھڑک گیا اور کہا اے رافضیہ تو نے کربلا کی مٹی پلا دی وہ بھی غصہ کرتی ہوئی واپس چلی گئی اور میری بیماری بھی واپس آ گئی اور اب تو مجھے اپنی جان کا بھی خطرہ ہے۔

باب: ۲۵

قاتلان حضرت امام حسین کا انجام

نورالابصار میں زہری سے روایت ہے کہ قتل حضرت امام حسین علیہ السلام میں جو بھی شریک ہوا اس کو آخرت سے پہلے اس دنیا ہی میں سزا مل گئی۔ وہ قتل ہوا یا اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا یا اس کی صورت مسخ ہو گئی اور اس کی حکومت تھوڑے ہی عرصہ میں ختم ہو گئی۔

بحارالانوار میں لکھا ہے۔ امیر مختار نے شمر ذی الجوشن کو طلب کیا وہ ایک دیہات کی طرف بھاگا ابو عمرہ کو خبر کی گئی یہ اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر شمر کی طرف روانہ ہوئے۔ شمر سے زبردست جنگ ہوئی وہ شدید زخمی ہوا اور ابو عمرہ نے اسے گرفتار کیا اور امیر مختار کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے اس ملعون کو قتل کیا اور ایک دیگ میں تیل گرم کر کے اس میں شمر ملعون کو ڈال دیا جس سے اس کا جسم پھٹ گیا۔

ابو مخنف نے لکھا ہے کہ جب حضرت مختار نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون ناحق کا انتقام لینا شروع کیا تو آپ کے پاس خولی کو لایا گیا۔ جب خولی ملعون آپ کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا تو نے کربلا میں کیا کیا تھا؟ خولی نے جواب دیا میں علی بن الحسین علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کے نیچے سے چمڑے کا بستر گھسیٹ لیا۔ حضرت زینب علیہا السلام بنت علی علیہ السلام کا مقنعہ اور گوشوارے چھینے یہ سن کر حضرت مختار رو دیئے اور پوچھا پھر ان بی بی نے تجھ سے کیا کہا؟ خولی نے کہا حضرت زینب علیہا السلام نے فرمایا ''خدا تیرے ہاتھ اور پیر قطع کرے اور تجھے آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ میں جلا دے''۔ حضرت مختار نے کہا ''قسم بخدا طاہرہ اور مظلومہ کی آواز پر ضرور لبیک کہوں گا، پھر حضرت مختار نے اس کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے اور اس کو آگ میں جلا دیا''۔

قاسم بن اصبغ نباتہ بیان کرتا ہے کہ قبیلہ بنی آبان بن دارم کے ایک شخص کو جسے میں پہلے سے پہچانتا تھا جو بہت خوبصورت اور گورا تھا، جب چند روز بعد اسے دیکھا تو اس کا منہ نہایت سیاہ تھا، تو مجھے بہت تعجب ہوا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے جو تیرا رنگ سیاہ ہو گیا، پہلے تو تیرا رنگ بہت صاف تھا، اب تیرا چہرہ اس قدر سیاہ کیوں ہے۔ اس نے کہا کیا بتاؤں کربلا میں روز عاشورا میں ایک جوان رعنا کو جو بہت خوبصورت تھا جس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان تھا، اسے قتل کیا۔ بس جب سے ہر روز خواب میں دیکھتا ہوں وہ میرے پاس آتا ہے اور میرا گلا پکڑ کر کھینچتا ہوا جہنم میں لے جاتا ہے اور میں سوتے میں اس قدر چیختا ہوں کہ میرا سارا قبیلہ جاگ جاتا ہے۔ قاسم کا بیان ہے کہ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو اس کے ہمسائے کی ایک عورت نے اس کی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے، اور کس نے تیرے شوہر کو مارا ہے۔ اس نے کہا جب اس نے خود اپنا قصہ لوگوں کو بتا دیا تو اب بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اے ہمسائی اس شخص نے جناب عباس علیہ السلام ابن علی علیہ السلام کو قتل کیا ہے، یہ ان کا قاتل ہے۔

ایک ملعون جس نے حضرت کی شان میں گستاخی کی تھی وہ فوراً جل گیا۔ ایک لعین نے کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹ کر آیا اور اس کو اندھا کر دیا۔ الغرض دشمنان حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے انجام کو پہنچ رہے تھے۔ ایک طرف ان لعینوں کو مختلف بیماریاں اور پریشانیاں لاحق تھیں دوسری صورت ان لعینوں کے ساتھ یہ تھی کہ حضرت مختار کے حامی و مددگار قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کی تلاش میں مصروف عمل تھے۔

نورالابصار میں مرقوم ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھی ۶۷ ھ میں دسویں محرم ہی کو قتل کیے گئے۔ حضرت مختار ابن ابی عبیدہ نے ابن زیاد کی گرفتاری کے لیے لشکر بھیجا۔ ابراہیم بن مالک اشتر نے اس کو میدان جنگ میں قتل کیا اور اس ملعون کا سر امیر مختار کے پاس بھیج دیا۔ امیر مختار نے اس کو عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا اور ابن زبیر نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام (حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) کے پاس بھیج دیا۔

ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد کا سر لایا گیا اور مسجد میں اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ رکھا گیا تو ایک سانپ آیا اور تمام سروں سے گزرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اور اس کی ناک کے اندر گیا اور باہر آیا۔ ابن زیاد کا سر وہیں رکھا گیا جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا تھا۔

بحارالانوار کے موافق سنان بن انس بصرہ کی جانب بھاگا لیکن اس کا گھر گرا دیا گیا۔ پھر وہ بصرہ سے نکل کر قادسیہ کی طرف چلا وہاں حضرت مختار کے جاسوس موجود تھے۔ انہوں نے حضرت مختار کو اس کی خبر کر دی۔ وہ عذیب اور قادسیہ کے درمیان گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے اس کی انگلی کاٹی گئی پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ اس کے بعد ایک دیگ میں روغن زیتون گرم کیا گیا اور سنان لعین کو اس میں ڈال دیا گیا۔

اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو گرفتار کیا جاتا رہا اور ان لعینوں کو ان کے ظلم کی سزا دی گئی۔ یہاں تک کہ حرملہ لعین جس نے ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ گرفتار ہوا اور اپنے انجام کو پہنچا اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں ''امام زین العابدین علیہ السلام کے شب و روز'' کے عنوان میں لکھی جا چکی ہے۔

صواعق محرقہ کے مطابق ایک جگہ لوگ تبصرہ کر رہے تھے کہ جس شخص نے بھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا اور اس ظلم میں شریک ہوا وہ مصیبت میں مبتلا ہوا ایک شخص نے کہا یہ بات غلط ہے میں نے بھی حضرت کے خلاف جنگ میں حصہ لیا لیکن مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اسی رات جب وہ چراغ کی لو درست کرنے لگا تو آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا یہ آگ آگ کا شور کرتا رہا اور جسم مثل کوئلہ کے سیاہ ہو گیا اور یہ واصل جہنم ہو گیا۔

زہری سے روایت ہے کہ قاتلان حسین علیہ السلام میں کوئی مارا گیا کوئی اندھا ہو کر مرا کسی کا منہ سیاہ ہو گیا اور قاتلان حسین علیہ السلام کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ واقدی کا بیان ہے کہ ایک شخص کے جناب رسول خداؐ خواب میں آئے آپ نے آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں اور آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور دس قاتلان حسین علیہ السلام آپ کے سامنے ذبح

کیے ہوئے پڑے تھے۔ آپ نے مجھ سے غضب ناک ہو کر فرمایا تو نے میرے بیٹے حسین علیہ السلام کے قاتلوں کی تعداد کیوں بڑھائی اور ایک خون کی سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی جب میں بیدار ہوا تو اندھا ہو چکا تھا۔

سبط ابن جوزی کا بیان ہے کہ جس شخص نے کوفہ سے شام جاتے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر انور کپڑے میں باندھ کر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کا منہ نہایت مکروہ اور کالا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو بہت خوبصورت تھا۔ یہ تجھے کیا ہو گیا تو اس لعین نے بتایا جس دن میں نے حضرت علیہ السلام کے سر کو گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس دن سے مصیبت میں مبتلا ہوں۔ دو آدمی رات کو آتے ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ پر لے کر دھکیل دیتے ہیں۔ میرا سر جھلکتا ہے اور آگ چہرہ جھلسا دیتی ہے اور اس عذاب میں مبتلا ہوں۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی شواہد النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ سعید بن جبیر نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی آئی کہ ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار افراد کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزند کے بدلے دو گنا افراد کو ہلاک کریں گے۔ یہ بات بصحت ثابت ہو چکی ہے کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو موت سے پہلے ذلیل نہ ہوا ہو۔ وہ سب کے سب قتل ہوئے یا کثرت مصائب میں گرفتار ہوئے۔

مولانا جامی کی شواہد النبوت میں یہ روایت ملتی ہے کہ ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ جب عبداللہ ابن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سر کوفہ کی مسجد میں لائے گئے تو انہیں سرائے میں رکھا گیا میں بھی وہاں گیا۔ میں نے لوگوں کی زبان سے ''آ گیا آ گیا'' کے الفاظ سنے آخر ایک سانپ اس طرف آیا اور ان کے سروں کے درمیان بیٹھ گیا۔ پھر عبیداللہ ابن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور کچھ دیر کے بعد باہر نکل کر چلا گیا۔ یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے ''آ گیا آ گیا'' کہنا شروع کیا۔ دوسری دفعہ وہ سانپ پھر آ گیا اور جس طرح پہلے کیا تھا اسی طرح اب بھی کیا۔

منصور بن عمار روایت کرتے ہیں کہ قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام میں سے ایک شخص پیاس کے مرض میں گرفتار ہوا وہ پانی پیتا تھا مگر اس کی پیاس نہ بجھتی تھی۔

قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کو قدرت نے آگاہ کر دیا تھا کہ صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ان کا انجام بدترین ہوگا اور یہ شفاعت سے محروم ہوں گے۔ جعفر ابن نما اور علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ نظری نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن ایام حج میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ ''خداوند مجھے بخش دے جبکہ میں جانتا ہوں مجھے نہیں بخشے گا''۔ میں نے اس سے مایوسی کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں ان چالیس لوگوں میں سے ہوں جو سر مبارک سید الشہداء علیہ السلام نوک نیزہ پر لیے ہوئے یزید کی طرف جا رہے تھے۔ جب ہم کربلا سے کوچ کر کے پہلی منزل پر پہنچے تو ایک نصرانی کے دیر میں اترے جب ہم سب کھانا کھانے میں مصروف تھے تو ایک ہاتھ ظاہر ہوا اس ہاتھ میں لوہے کا قلم تھا اس نے خون سے دیوار پر یہ شعر لکھا۔ ''امت کے جن لوگوں نے حسین علیہ السلام کو قتل کیا، کیا وہ حسین کے جد سے روز قیامت شفاعت کی امید رکھتے ہیں؟''۔ یہ ملعون کہتا

ہے کہ ہم سب اس منظر کو دیکھ کر بہت خائف ہوئے اور جب ہم نے چاہا اس ہاتھ کو پکڑیں تو یہ غائب ہو گیا''۔

تبرکات لوٹنے والوں کا انجام

مقتل لہوف کے مطابق حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس جب شمر لعین نے کند خنجر سے حضرت کے تن سے جدا کر دیا تو اس کے بعد لشکر ابن سعد حضرت کے تبرکات لوٹنے میں مصروف ہو گیا۔ آپ کے جسم اطہر پر جو پیراہن تھا وہ اسحاق بن حویہ حضرمی آپ کے جسم سے اتار کر لے گیا اور جب اس ملعون نے اسے پہنا تو برص کی بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کے بدن کے تمام بال گر گئے۔ آپ کا لباس زیریں بحر بن کعب تمیمی لے گیا اس کے بعد اس کی دونوں ٹانگیں مفلوج ہو گئیں اور ساری عمر چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ حضرت کا عمامہ اخنس بن مرثد بن علقمہ ملعون لے گیا اور بعض کتب میں ہے جس ملعون نے حضرت کا عمامہ لیا اس کا نام جابر بن یزید اودی لکھا ہے۔ جب اس ملعون نے حضرت کا عمامہ سر پر باندھا تو پاگل ہو گیا۔ حضرت کی نالین اسود بن خالد لے گیا جسے عبرتناک موت آئی۔ حضرت کی انگشتری بجدل بن سلیم کلبی لے گیا۔ اس ملعون نے اس انگشتری کی خاطر حضرت کی انگلی کو ہاتھ سے قطع کیا تھا۔ اس لعین کو جب حضرت مختار نے گرفتار کیا تو اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا۔ وہ اسی حالت میں ہلاک ہوا۔ صاحبان مقاتل نے لکھا ہے کہ جس لعین نے بھی حضرت کو اذیت پہنچائی اور آپ کے تبرکات لوٹے اس کا انجام عبرتناک ہوا۔

شواہد النبوت میں مرقوم ہے کہ شمر بن ذالجوشن کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامان سے کچھ سونا ملا جس میں سے اس نے کچھ اپنی لڑکی کو دے دیا تھا۔ اس کی لڑکی نے یہ سونا ایک زرگر کو دیا تا کہ وہ اس کے لیے کچھ زیور بنا دے۔ جب زرگر نے یہ سونا آگ میں ڈالا تو وہ راکھ ہو گیا۔ اس باب کے آخر میں شواہد النبوت میں یہ روایت مرقوم ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے چند اونٹ جو بچ گئے تھے۔ انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور اس کے کباب بنائے تو ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ کسی کو یہ کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

یزید کے بیٹے معاویہ کا جانشینی سے انکار

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد یزید ملعون بہت جلد اپنے انجام کو پہنچا۔ ہر آنے والا نیا دن اس کے لیے قہر الٰہی کا پیغام لاتا تھا۔ یہ ایسی بیماری میں مبتلا ہوا جس کی تشخیص ممکن نہ تھی۔ جب اس لعین کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے معاویہ کو بلایا اور امور سلطنت کے متعلق کچھ وصیتیں کرنا چاہیں ابھی یہ وصیتیں بیان ہی کر رہا تھا کہ معاویہ چلا اٹھا کہ جس حکومت کی بنیاد اہل بیت کے خون سے رکھی گئی ہے میں اس حکومت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بعد میں جب لوگوں نے اسے تخت پر بٹھایا تو اس نے تخت نشین ہونے سے صاف انکار کر دیا لیکن جب مرگ یزید کے بعد زبردستی بٹھایا تو یہ ابھی بیٹھا ہی تھا کہ چیخ اٹھا کہ جو تخت حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون سے آلودہ ہو میں اس پر نہیں بیٹھوں گا۔ یہ اپنے حجرے میں ایسا روپوش ہوا کہ پندرہ دن بعد وہاں سے اسکی لاش برآمد ہوئی۔

مرگ یزید

مرگ یزید کے بارے میں یہ روایت لکھی ہے کہ یزید شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد چند روز زندہ رہا مرگ یزید کے بارے میں ابومخنف نے لکھا ہے کہ ایک دن یزید ایک ہزار سواروں اور دس غلاموں کے ساتھ جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے۔ یہ اس کے کنبہ اولاد اور مال کے محافظ شمار کیے جاتے تھے۔ شکار کو نکلا اسے دور ایک ہرن نظر آیا اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کوئی میرے پیچھے نہ آئے ہرن دوڑتا ہوا کافی دور چلا گیا اور یزید اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک خوفناک جنگل میں پہنچ گیا لیکن ہرن کہیں نظر نہ آیا۔ پیاس کا اس پر غلبہ ہوا لیکن کہیں پانی میسر نہ ہوا۔ اچانک ایک اعرابی نظر آیا۔ اس سے یزید نے کہا میں یزید بن معاویہ ہوں۔ مجھے تھوڑا سا پانی دے دو۔ اس شخص نے کہا اے دشمن خدا تو حسین علیہ السلام کا قاتل ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص یزید لعین پر جھپٹا تاکہ اسے پکڑ کر قتل کر دے۔ اسی اثنا یزید کا گھوڑا بدک کر بھاگا اور یزید کو نیچے گرا دیا۔ یزید کا ایک پاؤں رکاب میں پھنس گیا اور گھوڑے نے تیزی میں بھاگنا شروع کیا اور یزید لعین کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جہنم واصل ہوا۔

کافی انتظار کے بعد اس کے دس محافظ خاص یزید کی تلاش کو نکلے۔ کافی تلاش کے بعد انہیں یزید کا گھوڑا ملا جس کی رکاب میں یزید کی ٹانگ لٹک رہی تھی یہ دیکھ کر یزید کے سارے ہمراہی روتے پیٹتے دمشق واپس چلے گئے۔ علامہ حسام الواعظ کا بیان ہے کہ یزید کتے کی شکل میں مسخ ہو گیا تھا۔

ایک تاریخی حقیقت

مولانا شاہ عبدالرحمٰن الخاطب بہ مقبول النبی بحوالہ انوار الرحمٰن تنویر الجناں میں ارشاد فرماتے ہیں "علمائے ظاہر کا عجیب دین اور اسلام ہے کہ جس کو چاہتے ہیں کافر بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں مومن کہہ دیتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی عالم کی شان میں کوئی اہانت آمیز لفظ کہے تو قائل کو اس دلیل سے کافر بنا دیتے ہیں کہ اس نے عالم کی جو پیغمبر کا وارث ہے اہانت کی ہے لیکن اس کے خلاف شمر ملعون کو جو جگر گوشہ رسولؐ و راحت قلب بتولؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے اس کو کافر نہیں کہتے بلکہ مومن سمجھتے ہیں۔ اسی سلسلہ گفتگو میں مولانا نے ارشاد فرمایا کہ جب شمر بدبخت سینہ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام پر آپ کو ذبح کرنے کے لیے سوار ہوا تو ایک شخص نے پوچھا کیا تو فرزند رسولؐ کے رتبہ سے ناواقف ہے، جو یہ ارادہ کر رہا ہے۔ یہ سن کر اس مردود نے اپنے عمامہ کو سر سے اتارا اور اس میں سے ایک فتویٰ کا کاغذ نکال کر دکھایا جس میں دوسو (۲۰۰) علمائے وقت نے امام مظلوم کے قتل پر فتویٰ دیا تھا ان سب علماء کی اس پر مہریں ثبت تھیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اکثر قدیمی کتابیں انہی علماء کی تصانیف سے ہیں خداوند عالم نے اپنے فضل و مہربانی سے ان کتابوں کے مطالعہ سے ہم کو محفوظ رکھا۔"

باب: ۲۶

روزِ محشر حضرت امام حسین علیہ السلام کی آمد

نزہتہ المصائب میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب روزِ محشر تشریف لائیں گے تو آپ کے بدن اقدس پر سر انور نہ ہوگا اور خون رگہائے گردن سے جاری ہوگا۔ آپ کا جسم اقدس زخموں سے چور چور ہوگا جب جناب فاطمہ علیہا السلام اپنے فرزند کو اس حال میں دیکھیں گی تو ایک چیخ بلند کریں گی۔ اس وقت جناب رسول خداؐ، حضرت علی مرتضٰی علیہ السلام آئمہ ہدیٰ تمام انبیاء و اوصیاء، ملائکہ اور مومنین یہ تمام شدت سے گریہ کرینگے۔ اس وقت جناب فاطمہ علیہا السلام اللہ کی بارگاہ میں فریاد کریں گی۔ بالٰہا میرے اور میرے فرزند کے تمام قاتلوں کے درمیان انصاف فرما، اس وقت قاتلان حضرت امام حسین علیہ السلام کو جہنم گھیرے ہوگا اور یہ شقی جہنم کے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہونگے۔

روزِ محشر جناب فاطمہ علیہا السلام کا تشریف لانا

ابن بابویہ نے عقاب الاعمال میں اور ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے مقتل لہوف میں یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا روز قیامت حضرت فاطمہ علیہا السلام چند خواتین کے ہمراہ تشریف لائیں گی تو ان سے خطاب ہوگا۔ بہشت میں داخل ہو جائیں تو آپ فرمائیں گی۔ میں جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہونگی جب تک کہ وہ ظلم جو میرے بعد میرے بیٹے حسین علیہ السلام پر ہوا اسے نہ دیکھ لوں اس وقت خطاب ہوگا۔ میدان حشر کے درمیان دیکھئے۔ جناب فاطمہ علیہا السلام اس طرف دیکھیں گی کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اس طرح کھڑے ہیں کہ آپ کے بدن پر سر نہیں ہے۔ یہ منظر دیکھ کر باآواز بلند گریہ فرمائیں گی۔ آپ کے اس گریہ کے سبب فرشتے بھی گریہ کریں گے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی، اس دن آپ کے ہاتھ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا خوں بھرا پیراہن ہوگا۔ آپ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گی جب تک ان کے لال پر رونے والے بخش نہ دیئے جائیں۔

امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں جناب فاطمہ علیہا السلام کی روزِ محشر آمد کی تفصیل لکھی ہے۔ اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام میدان محشر میں تشریف لائیں گی تو حضرت جبرائیل کے ہاتھوں میں آپ کے ناقہ کی مہار ہوگی اور وہ باآواز بلند ندا کریں گے۔ ''اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد میدان محشر عبور کر لیں۔'' اس دن کوئی نبی، مرسل، صدیق اور شہید ایسا نہ ہوگا جو آنکھیں بند نہ کر لے۔ حتیٰ کہ وہ مخدرہ عرش الٰہی کے برابر پہنچ جائیں گی۔ آپ اپنے ناقہ سے اترنے کے بعد آواز

دیں گی۔ ''اے میرے مولا و آقا! میرے اور ان لوگوں کے درمیان حکم فرما جنہوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ اے اللہ حکم کر میرے اور ان لوگوں کے درمیان جن لوگوں نے میری اولاد کو قتل کیا ہے۔ اچانک آواز قدرت آئے گی۔ اے مجھے عزیز اور میرے محبوب کی بیٹی! مجھ سے تم سوال کرو تا کہ میں تمہیں عطا کروں اور شفاعت کو کہو تا کہ تمہاری شفاعت کو قبول کیا جائے۔ مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم آج میں تمام ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

جناب فاطمہ علیہا السلام عرض کریں گی۔ ''اے میرے آقا و مولا آج میری ذریت میرے اور میری ذریت کے شیعہ، میرے اور جو میری ذریت کے محب ہیں میں ان کی شفاعت کرتی ہوں، جب آپ یہ فرمائیں گی تو آواز قدرت آئے گی۔ فاطمہ علیہا السلام کی ذریت اور ان کے شیعہ اور ان کے محبّ اور ان کی ذریت کے محبّ ان سب کو میرے فرشتوں حاضر کرو ملائکہ رحمت ان کو لیے ہوئے آئیں گے اور ان کے آگے آگے جناب فاطمہ علیہا السلام ہوں گی۔ یہاں تک کہ سب ایک ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

مودۃ القربیٰ میں سید علی الہمدانی لکھتے ہیں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد مع حسین علیہ السلام کے خون آلود کرتے کے عرصہ قیامت سے گزر جائیں۔ اس وقت جناب فاطمہ علیہا السلام عرش کا پایہ پکڑیں گی اور فریاد کریں گی کہ اے جبار اے عادل میرے اور میرے حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر اس پر خداوند عالم میری بیٹی کے موافق فیصلہ فرمائے گا۔ پھر جناب فاطمہ بارگاہ رب العزت میں عرض کریں گی۔ خداوند! ان لوگوں کے حق میں جو میرے حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روتے تھے۔ میری شفاعت قبول فرما پروردگار عالم شفاعت قبول فرمائے گا اور حضرت امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری کرنے والے بخش دیئے جائیں گے۔

اسرار الشہادہ میں مرقوم ہے کہ روز قیامت جب حساب کتاب کا معاملہ انتہا پر ہوگا۔ تو اس وقت سرور کونینؐ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فرمائیں گے۔ ''میری بیٹی امت کی شفاعت کے لیے تمہارے پاس بھی کچھ ہے تو جناب فاطمہ علیہا السلام عرض کریں گی بابا آپ کی امت کی شفاعت کے لیے میرے پاس میرے عباس علیہ السلام کے دو بازو ہی کافی ہیں۔

باب : ۲۷

حضرت امام زمانہؑ کا واقعہ کربلا بیان فرمانا

اعلام الھدیٰ، ارشاد مفید اور نورالابصار میں مرقوم ہے کہ ظہور حضرت امام زمانہ کے وقت جب کوئی منافق باقی نہ رہے گا تو حضرت امام زمانہ ایک منبر پر تشریف لائیں گے اور واقعہ کربلا بیان فرمائیں گے۔ اس وقت لوگ محو گریہ ہوں گے اور کئی گھنٹہ تک رونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ غم حسین علیہ السلام مقاصد حضرت امام زمانہ علیہ السلام میں شامل ہے۔

بحارالانوار کے موافق حضرت امام حجت علیہ السلام فرماتے ہیں اگر زمانہ نے میرے ظہور میں تاخیر کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت سے باز رکھا اور میں آپ کے دشمنوں سے جنگ نہ کرسکا تو میں ہر صبح و شام آپ پر نوحہ پڑھوں گا اور آنسو بہاتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے خون جاری رہے گا۔

عالم و محقق محترم علی الکورانی نے عصر ظہور میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی دعاؤں کے باب میں حضرت کی یہ دعا مرقوم کی ہے خدایا! محمد اور ان کی آل علیہم السلام پر کثرت سے صلوٰۃ بھیج ویسی دائمی اور عمدہ صلوٰۃ جس کا احاطہ صرف تو ہی کر سکے اس صلوٰۃ کی بلندیوں کی وسعت کو صرف تیرا ہی علم پاسکے اور تیرے سوا کوئی اور ان صلوٰۃ کا شمار نہ کر سکے۔ اہل بیت حضرت محمدؐ جو طیب اور پاکیزہ ترین ہیں ان کے مصائب پر رونے والوں کو نالہ و فریاد کرنا چاہئے اور ان پر اشک بہانا چاہئے۔

حضرت امام زمانہ نے اپنے جد کو سلام کیا اور زیارت پڑھی اور فرمایا ہر میت خواہ وہ فقیر ہو یا غنی اسے یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ غسل، روئی، کافور، کفن اور قبر لیکن میرے جد حضرت امام حسین علیہ السلام کیسے بے کس تھے کہ آپ کو ان میں سے کوئی چیز بھی میسر نہ ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں۔ میرا سلام ہو حضرت امام حسین علیہ السلام پر کہ غسل کے لیے پانی تک میسر نہ ہوا۔ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخموں سے جو خون نکلا اس سے آپ نے غسل کیا اور آپ کی ریش مبارک سفید روئی کی طرح قائم مقام بنی۔ کافور کہاں تھا کربلا کی ریگ گرم اڑ کر جسم مبارک پر پڑی اور کافور بنی کفن کے لیے کپڑا کہاں میسر تھا، ہوا کے تھپیڑوں نے خاک اڑا کر جسم مبارک کی پردہ پوشی کی اور کفن بنا ہائے آپ کا جنازہ اس طرح اٹھا کہ نوک نیزہ پر سر انور بلند کر کے دیار بہ دیار پھرایا گیا اور ان لوگوں کے دلوں میں جن کو آپ علیہ السلام سے محبت ہے قبر بنی۔

زیارت ناحیہ جز اول

(حضرت صاحب العصر والزمان صلوٰت اللہ علیہ کا مرثیہ)

حضرت صاحب العصر والزمان صلوات اللہ علیہ نے جو دردانگیز اور پر اثر مرثیہ اپنے جد مظلوم کی قبر مطہر کے

پاس کھڑے ہو کر پڑھا اس کی تاثیر تا قیامت باقی رہے گی۔ حضرت علیہ السلام نے یہ مرثیہ زیارت ناحیہ مقدسہ کی صورت میں پیش فرمایا۔ اس زیارت کی سند حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے نائبین سے ملتی ہے۔ سید ابن طاؤس، علامہ مجلسی اور شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے اسے نقل فرمایا۔ علاوہ ازیں شیخ مفید علیہ الرحمہ جو شیخ ابو جعفر طوسی اور شیخ نجاشی علیہ الرحمہ کے استاد تھے۔ انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب المزار میں زیارت ناحیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ ان قابل قدر علمائے عظام کے علاوہ وہ بیشمار حوالہ جات اور معتبر کتب زیارت ناحیہ کی جامعیت پر دلالت کرتی ہیں۔

یہ ایک ایسی معجزاتی دعا ہے کہ اس کا اثر سخت سے سخت دل پر بھی فوری طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور پڑھنے والے کی آنکھوں میں کربلا کا منظر سما جاتا ہے۔ اسے پڑھنے کے دوران آدمی ایسا محو ہو جاتا ہے کہ دنیاوی خیالات اس کے قریب سے بھی نہیں گزرتے۔

یہ علم و آگہی کا ایسا چشمہ ہے جو تا قیامت تشنگان مودت کی روحانی پیاس بجھاتا رہے گا۔ اس زیارت مقدسہ میں حمد و نعت، شانِ خداوندی، انبیاء و مرسلین کی عظمت، مناجات و حاجات، شکر و قناعت، عنایت و کرم، ہدایت و حق گوئی اور فضائل و مناقب شہیدانِ کربلا شامل ہیں۔

زیارت ناحیہ واقعات کربلا کا ایک مکمل باب ہے، اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اعزا اور انصار کی شہادت، شہدائے کربلا کی شجاعت اور صبر و استقلال کی ایسی منظر کشی ہے جو دلوں پر نقش ہو جاتی ہے۔ اس دعا میں شہیدان کربلا پر مخلوق خدا کا گریہ اور برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بارگاہ الٰہی میں جو عرض دعا کی گئی ہے اس کی کوئی اور مثال نہیں ملتی۔ دراصل یہ عظیم الشان دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ زیارت ناحیہ میں حضرت امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

(ترجمہ از سید محمد جعفر صاحب قبلہ خطیب جامعہ شیعہ اسلام پورہ لاہور)۔

سلام حضرت آدم علیہ السلام پر جو مخلوق خدا میں برگزیدہ ہیں۔ سلام شیث علیہ السلام پر جو اللہ کے ولی اور پسندیدہ ہیں۔ سلام ادریس علیہ السلام پر جو اپنی دلیل کے ساتھ جنت میں مقیم ہیں۔ سلام نوح علیہ السلام پر جن کی دعا مقبول بارگاہ ہوئی۔ سلام ہود علیہ السلام پر جن کی اللہ کی طرف سے خاص مدد کی گئی۔ سلام صالح علیہ السلام پر جن کو اللہ نے اپنے کرم سے صاحب عظمت قرار دیا۔ سلام ابراہیم علیہ السلام پر جن کو اللہ نے اپنی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ سلام اسماعیل علیہ السلام پر جن کے لیے اللہ نے ذبح عظیم قرار فرمایا کہ اپنی جنت سے فدیہ بھیجا۔ سلام اسحٰق علیہ السلام پر جن کی ذریت میں اللہ نے نبوت کا سلسلہ رکھا۔ سلام یعقوب علیہ السلام پر جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دوبارہ بینائی عطا فرمائی۔ سلام یوسف علیہ السلام پر جن کو اللہ نے اپنا کرم عظیم فرما کر کنوئیں سے نجات دی۔ سلام موسیٰ علیہ السلام پر جن کے لیے خدا نے اپنی قدرت سے دریا کو شگافتہ فرمایا۔ سلام ہارون علیہ السلام پر جن کو خدا نے اپنی نبوت سے مخصوص قرار دیا۔ سلام شعیب علیہ السلام پر جن کو خدا نے ان کی امت پر غالب کیا۔ سلام داؤد علیہ السلام پر جن کے ترک اولیٰ کو اللہ نے معاف فرمایا، سلام سلیمان علیہ السلام پر جن کے لیے خدا کی دی ہوئی عزت کی بدولت قوم جن تابع ہو گئی۔ سلام ایوب علیہ السلام پر جن کو خدا نے ان کی بیماری سے شفا عطا فرمائی۔ سلام یونس علیہ السلام پر کہ اللہ نے ان کے ساتھ اس وعدہ کو پورا کیا جس کی انہوں نے ضمانت کی تھی۔ سلام ذکریا علیہ السلام پر جو اپنی شدید آزمائش میں بھی

صابر رہے۔ سلام یحییٰ علیہ السلام پر جن کے مرتبہ میں اللہ نے ان کی شہادت سے اضافہ فرمایا۔ سلام عزیر علیہ السلام پر جن کو خدا نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا۔ سلام عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان وحی اللہ کی روح اور اللہ کا کلمہ ہیں۔ سلام محمد مصطفیٰ پر جو محبوب خدا اور اور پسندیدہ خدا ہیں۔ سلام امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب پر جن کو پیغمبر کے بھائی ہونے کا مخصوص شرف عطا کیا گیا۔ سلام جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام دختر رسولؐ پر سلام ابو محمد حسن مجتبیٰ علیہ السلام پر جو اپنے والد گرامی کے وصی اور جانشین ہیں۔ سلام حسین علیہ السلام پر جنہوں نے راہ خدا میں انتہائی زخمی ہونے کے بعد جو جان جسم میں باقی رہ گئی تھی وہ بھی راہ خدا میں دے دی۔ اس پر سلام جس نے مخفی اور آشکار خدا کی اطاعت کی۔ اس پر سلام جس کی خاک میں اللہ نے اثر شفا قرار دیا۔ سلام اس پر جس کے قبہ کے نیچے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس پر سلام جس کی ذریت سے قیامت تک امام رہیں گے۔ آخری پیغمبر کے فرزند پر سلام سردار اوصیا (حضرت علی علیہ السلام) کے فرزند پر سلام فاطمہ زہرا علیہا السلام کے فرزند پر سلام۔ خدیجہ بزرگ واعلیٰ مرتبہ کے فرزند پر سلام۔ سدرۃ المنتہیٰ کے وارث پر سلام۔ جنت جیسی پناہ گاہ کے وارث پر سلام۔ زم زم وصفا کے وارث پر سلام۔ آلودہ خاک دخوں پر سلام۔ سلام اس پر جس کا خیمہ شکافتہ کیا گیا۔ سلام مسافروں میں سب سے زیادہ بے کس مسافر پر۔ سلام شہیدوں میں سب ساکن ارض کربلا پر سلام، اس پر جس کو آسمان کے فرشتے روئے۔ سلام اس پر جس کی نسل سے آئمہ اطہار ہیں۔ سلام دین کے سردار پر سلام ان (آئمہ) پر جو حق کی منزلیں ہیں۔ سلام ان پر جو پیشوائے امت ہیں۔ ان گریبانوں پر سلام جو خون آلودہ تھے۔ ان ہونٹوں پر سلام جو شدت پیاس سے خشک تھے۔ سلام ان پر جو ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ سلام ان پر جن کو قتل کے بعد فوراً لوٹا گیا۔ ارض کربلا پر بہنے والے خون پر سلام۔ جسموں سے جدا کر دیئے جانے والے اعضا پر سلام۔ نیزوں پر اٹھائے جانے والے سروں پر سلام، بے ردا ہونے والی مستورات پر سلام۔ حجت پروردگار عالم پر سلام اور آپ کے پاکیزہ آباو اجداد پر سلام۔ آپ علیہ السلام پر سلام اور آپ کے شہید ہونے والے فرزندوں پر سلام۔ آپ علیہ السلام پر سلام اور حمایت حق کرنے والی آپ علیہ السلام کی ذریت پر سلام اور آپ کے پہلو میں رہنے والے فرشتوں پر سلام۔ سلام ظلم وستم سے قتل کیے جانے والے پر اور ان کے بھائی حسن علیہ السلام پر جن کو زہر دیا گیا۔ سلام جناب علی اکبر علیہ السلام پر سلام کم سن شیر خوار پر۔ سلام ان جسموں پر جن کو لوٹا گیا۔ سلام ان مسافروں پر جو اپنے وطن سے دور تھے۔ سلام بے کفن دفن کیے جانے والوں پر۔ سلام ان سروں پر جن کو جسموں سے جدا کیا گیا۔ راہ خدا میں اذیت اٹھانے والے صابر پر سلام۔ عالم بے کسی میں ظلم کیے جانے والے پر سلام۔ سلام خاک پاک پر رہنے والے پر۔ سلام قبہ بلند رکھنے والے پر سلام اس پر جس کو خدائے بزرگ نے پاک وپاکیزہ قرار دیا۔ اس پر سلام جس پر جبرائیل علیہ السلام نے فخر کیا۔ اس پر سلام جس کو گہوارہ میں میکائیل نے لوریاں دیں۔ اس پر سلام جس کے بارے میں عہد وپیمان کو توڑا گیا۔ اس پر سلام جس کی حرمت کو ضائع کیا گیا۔ اس پر سلام جس کا خون ظلم سے بہایا گیا۔ اس پر سلام جسے زخموں سے بہنے والے خون میں نہلایا گیا۔ اس پر سلام جسے نیزوں کے گھونٹ پلائے گئے۔ اس پر سلام جس پر ظلم وستم روا رکھا گیا۔ اس پر سلام جس کو ہر طرف سے نیزے لگائے گئے۔ اس پر سلام جس کو گاؤں والوں (بنی اسد) نے دفن کیا۔ اس پر سلام جس کی شہ رگ کو

بیدردی سے کاٹا گیا۔ سلام اس پر جو یک و تنہا دشمنوں کی یلغار کو ہٹا رہا تھا۔ اس ریش اقدس پر سلام جو خون سے سرخ تھی۔ اس رخسار پر سلام جو خاک آلودہ تھا۔ اس بدن پر سلام جو غبار آلود تھا۔ ان دندان مبارک پر سلام جن پر ظلم کی چھڑی چل رہی تھی۔ اس پر سلام جو نیزہ پر اٹھایا گیا۔ ان جسموں پر سلام جو بیابان میں برہنہ پڑے تھے۔ جن کو ستم گاران امت بھیڑیوں کی طرح دوڑ دوڑ کر جھنجھوڑ رہے تھے اور کٹ کھنے درندے بن کر پامالی اور لوٹ کھسوٹ کے لیے منڈلا رہے تھے۔ میرے مولا آپ پر سلام اور آپ کے قبہ کے گرد جمع رہنے والے فرشتوں پر سلام جو آپ کی تربت کو گھیرے رہتے ہیں اور آپ کے صحن اقدس کا طواف کرتے ہیں اور آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام میں نے آپ کی جانب رخ کیا ہے اور آپ کی بارگاہ سے کامیابی کا امیدوار ہوں۔ آپ پر سلام۔ آپ کی حرمت کو پہچاننے والے کا سلام آپ کے خالص محبت رکھنے والے کا سلام آپ کی محبت کے ذریعہ سے قرب خدا حاصل کرنے والے کا سلام اس کا سلام جو آپ کے دشمنوں سے بیزار ہے۔ اس کا سلام جس کا دل آپ علیہ السلام کے غم سے زخمی ہے اور آپ کا ذکر کرتے وقت اس کی آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں جو آپ کے مصائب سے نہایت دردمند بہت غمگین اور بے حال ہے۔ اس کا سلام جو طف کربلا میں اگر آپ کے ساتھ ہوتا تو تلواروں کی باڑھ میں اپنی جان کو ڈال دیتا اور آمادہ موت ہو کر اپنے خون کا آخری قطرہ آپ پر نثار کر دیتا اور باغیوں کے مقابلے میں آپ کے سامنے جہاد کر کے آپ کی نصرت کرتا اور اپنی روح، اپنا جسم، اپنا مال اور اپنی اولاد سب کچھ آپ پر فدا کر دیتا۔ اس کی روح آپ کی روح پر نثار ہوتی اور اس کے اہل آپ کے اہل پر فدا ہوتے۔ اب جبکہ زمانہ نے مجھے موخر کر دیا ہے اور اس وقت ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے میرے مقدر نے مجھے آپ کی نصرت سے روک دیا ہے اور آپ کے لڑنے والوں سے میں لڑ نہ سکا اور آپ کے دشمنوں کے مقابلے میں میدان میں آ کر کھڑا نہ ہو سکا۔ صبح وشام بے قراری سے آپ کے غم میں رویا کروں گا اور خون کے بدلے آنکھوں سے آنسو بہاؤں گا۔ آپ کے غم میں اور آپ کے مصائب پر رنج و ملال اور آہ پر درد کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ اسی سوزش غم، اسی رنج و ملال کو ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ جاؤں گا۔ مولا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز کو قائم کیا۔ بڑی زبردست زکوٰۃ دی۔ نیکیوں کا حکم دیا، برائیوں اور سرکشی سے روکا۔ آپ علیہ السلام نے خدا کی اطاعت کی کبھی اس کی نافرمانی نہیں کی۔ آپ نے اپنا رابطہ خدا سے قائم رکھا اور اس کو انتہائی خوش رکھا۔ آپ ہمیشہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے۔ آپ کی نظر اسی کی طرف رہی۔ آپ نے ہمیشہ اس کی رضا کو پسند فرمایا۔ آپ نے سنت خدا اور رسول کو قائم کیا اور فتنوں کی آگ کو بجھایا۔ دوسروں کو راہ حق کی طرف بلایا اور حق کے راستوں کو اجاگر کر کے دکھایا اور خدا کی راہ میں جو جہاد کا حق تھا اسے پورا کر دیا۔ آپ خدا کے مطیع رہے اور اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار رہے اور اپنے والد کے تابع فرمان رہے اور اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام کی وصیت کو جلد پورا کیا۔ آپ ستون دین کو بلند کرنے، سرکشی کی بنیادوں کو کھودنے، سرکشوں کے سروں کو ضرب نیزہ و شمشیر سے کچلنے اور امت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ موت کے بھنور میں تیرنے والے، اہل فسق و فجور کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والے، خدا کی حجتوں کے ساتھ قائم رہنے والے

اسلام اور مسلمین کے لیے دل میں رحم رکھنے والے، حق کی نصرت کرنے والے، سخت آزمائش کے وقت صبر کرنے والے، دین کی حفاظت کرنے والے، دین پر حملہ کرنے والوں کا منہ پھیرنے دینے والے تھے۔ آپ ہدایت کی حفاظت اور نصرت کرتے رہے اور عدل و انصاف کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ دین کی نصرت و حمایت کرتے رہے اور دین کی بے حرمتی کرنے والوں کی روک ٹوک اور سرزنش کرتے رہے۔ آپ طاقتور سے کمزور کا حق دلاتے رہے اور حکم میں طاقتور اور کمزور کو برابر رکھتے تھے۔ آپ یتیموں کی بہار تھے۔ مخلوق کے لیے پناہ گاہ تھے۔ اسلام کی عزت تھے اور آپ کے پاس احکام الٰہی کا سرمایہ تھا۔ آپ حاجت مندوں کو گراں قدر عطیہ دینے کا عزم کیے ہوئے تھے۔ اپنے جد امجد اور پدر نامدار کے طریقوں پر چلنے والے اور اپنے بھائی کی طرح امر خیر کی ہدایت فرمانے والے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے والے پسندیدہ عادتوں کے حامل تھے۔ آپ کی سخاوت اظہر من الشمس تھی۔ آپ پردہ شب میں تہجد گزار اور آپ کا ہر طریقہ محکم اور درست، آپ کی ہر عادت بزرگانہ شان کی حامل، آپ کی ہر سبقت عظیم الشان آپ کا نسب انتہائی بلند آپ کے کمالات انتہائی بلند و اعلیٰ، آپ کے مراتب بلندی پر، آپ کے فضائل بہت ہی زیادہ، آپ کے خصائل سب پسندیدہ، آپ کی بخشش نہایت قیمتی، آپ صاحب علم راہ حق پر گامزن، خدا کی طرف سے مائل عزم و کوشش میں پختہ کار، صاحب علم امام گواہ حق نیت، ملت کے لیے دردمند، خدا سے لو لگائے ہوئے ہر صاحب دل کے محبوب۔ خدا کے غضب سے ڈرنے والے، آپ فرزند رسول ہیں۔ قرآن کے لیے سند ہیں امت کے لیے دست و بازو ہیں۔ اطاعت خدا میں رنج و مصیبت اٹھانے والے۔ عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والے بدکاروں کے راستوں سے الگ۔ مصیبت زدہ کو عطا کرنے والے طولانی رکوع و سجود کرنے والے دنیا کو اس طرح چھوڑ دینے والے جیسے دنیا سے رخصت ہونے والا دنیا سے سیر ہوتا ہے۔ دنیا کو ہمیشہ آپ نے نفرت کی نظر سے دیکھا۔ آپ کی آرزوئیں دنیا سے ہٹی ہوئی تھیں۔ دنیا کی آرائش سے آپ کوسوں دور تھے۔ رونق دنیا سے آپ کی نگاہیں پھری ہوئی تھیں اور دنیا جانتی ہے کہ آپ کا میلان خاطر آخرت کی طرف تھا۔ یہاں تک کہ ظلم و جور جب اپنے ہاتھ بہت بڑھانے لگا اور ظلم کے چہرہ پر جو ہلکا سا پردہ تھا وہ بھی نہ رہا گمراہی نے اپنے چیلوں کو ہر طرف سے بلا لیا اس وقت آپ اپنے جد کے حرم میں مقیم تھے، ظالموں سے دور تھے۔ آپ گوشہ نشین تھے اور محراب عبادت میں محو عبادت تھے۔ دنیا کی لذتوں اور خواہشوں سے کنارہ کش تھے اور اپنی طاقت کے مطابق اور امکان کی حد تک اپنے دل و زبان سے حرام سے بچنے کی ہدایت بھی کرتے تھے۔ آپ سے بیعت یزید کا مطالبہ ہوا اور آپ کے حقیقت شناس علم نے طے کر لیا کہ بیعت سے انکار ہو اور بیعت نہ کرنے کی وجہ سے جو لوگ قتال کریں ان فاجروں سے جہاد کریں۔ فوراً آپ اپنی اولاد، اہل خاندان اور اپنی فرمانبردار جماعت کو لے کر چلے۔ آپ نے اپنے حق اور روشن دلائل کو واضح کر دیا اور خلق خدا کو حکمت اور پسندیدہ نصیحت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دی اور حدود شریعت کے قائم کرنے معبود کی فرماں برداری محرمات سے بچنے اور سرکشی سے باز رہنے کا حکم دیا لیکن ستم گار ظلم و عداوت کے ساتھ آپ سے برسر پیکار رہے لیکن آپ نے پہلے تو ان کو غضب خدا سے ڈرایا اور حجت و ہدایت کی مضبوطی کی آخر کار جب انہوں نے آپ

کے بارے میں عہد کو توڑ دیا۔ ہر حکم خدا کو پس پشت ڈال دیا اور آپ کی بیعت سے بھی پھر گئے اور اپنی شقاوت سے انہوں نے آپ کے جد امجد کو غضب ناک کیا اور آپ سے لڑنے کی پہل اپنی طرف سے کی تو پھر آپ علیہ السلام ضرب نیزہ و شمشیر کے لیے میدان میں آ گئے اور بدکاروں کے لشکروں کو پیس ڈالا۔ آپ جنگ کے گہرے غبار میں اٹے ہوئے ذوالفقار سے حیدر کرار کی طرح قتال کر رہے تھے۔ اعدا نے جب آپ کو دل کا مضبوط اور بالکل بے خوف و ہراس دیکھا تو آپ کے لیے مکر کے جال بچھانے لگے اور اپنی مخصوص صفیانی چالاکیوں اور شرارت کے ساتھ آپ سے قتال کرنے لگے۔ ملعون عمر سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ حسین علیہ السلام تک پانی نہ پہنچے سب لوگ تیزی کے ساتھ آپ سے قتال کرنے لگے اور پے در پے حملے ہونے لگے۔ آپ کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔ سب نے ظلم و ستم کے ہاتھ آپ کی طرف بڑھا دیئے نہ ان لوگوں نے آپ کے بارے میں اپنی کسی ذمہ داری کو دیکھا نہ یہ دیکھا کہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کرنے اور آپ کے سامان لوٹنے میں کتنے بڑے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ آپ غبار جنگ میں اٹے ہوئے تھے، اور ہر اذیت اٹھا رہے تھے۔ آپ کا صبر دیکھ کر تو آسمان کے ملائکہ بھی حیرت میں تھے۔ ظالموں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا اور زخم پہ زخم لگا کر آپ کو مضمحل کر دیا۔ آپ کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔ آپ کا کوئی مددگار باقی نہ رہا۔ بے کسی کے عالم میں انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ آپ اپنی مستورات اور بچوں کی طرف سے ہجوم اشقیاء کو ہٹا رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو گھوڑے سے گرا دیا، آپ زخموں سے چور ہو کر زمین پر آئے لشکر کے گھوڑے اپنے سموں سے آپ کو کچل رہے تھے اور سرکش ستمگر اپنی تلواریں لیے آپ پر چڑھے چلے آتے تھے۔ موت کا پسینہ آپ کی پیشانی پر آیا ہوا تھا اور آپ کے دست و پا ہر طرف سے کٹتے اور پھیلتے تھے۔ آپ چشم نیم وا سے اپنے کنبہ اور اپنے بچوں کو دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ اس وقت آپ کی خود کی حالت تو ایسی تھی کہ آپ کو اپنے کنبہ کا اور بچوں کا دھیان نہیں آ سکتا تھا اس وقت آپ کا گھوڑا تیزی سے ہنہناتا اور روتا ہوا آپ کے خیام کی طرف چلا۔ جب اہل حرم نے آپ کے رہوار کو بے سوار دیکھا اور گھوڑے کی زین کو نیچے ڈھلا ہوا دیکھا تو بیقرار ہو کر خیموں سے نکل آئیں اور بال بکھرائے ہوئے منہ پر طمانچے مارتے ہوئے اس کیفیت میں کہ پردہ کا دھیان نا رہا، نوحہ اور بکا کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کو پکارتے ہوئے جبکہ اپنی اس مخصوص عزت و شوکت کے بعد حقارت کی نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔ سب کے سب آپ کی قتل گاہ کی طرف تیزی سے جا رہے تھے۔ آہ اس وقت شمر آپ کے سینے پر سوار ہوا تھا اور اپنا خنجر آپ کی گردن پر پھیر رہا تھا۔ ظالم آپ کی ریش مبارک اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اپنی ہندی تلوار سے آپ کو ذبح کر رہا تھا۔ آپ کے دست و پا بے حرکت ہو گئے اور سانس منقطع ہو گئی سر اقدس کو نیزہ پر اٹھایا گیا اور اہل حرم کو غلاموں کی طرح قید کیا گیا۔ انہیں آہنی زنجیروں میں جکڑ کر اونٹوں پر بٹھایا گیا، دوپہر میں گرمی کی شدت ان کے چہرے جھلسا رہی تھی اور وہ غریب بیابانوں اور جنگلوں میں پھرائے جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور بازاروں میں انہیں پھرایا جا رہا تھا۔ وائے ہو ان نافرمانوں، فاسقوں پر جنہوں نے آپ کو قتل کر کے اسلام کو تباہ کر دیا۔ نمازوں اور روزوں کو معطل کر دیا۔ شریعت کے چلن اور احکام کو توڑ دیا۔ ایمان کی عمارت کو ڈھا دیا۔

قرآنی آیتوں کو جلا دیا یہ (یہ ظالم) بغاوت اور سرکشی میں دھنستے چلے گئے۔آپ کے قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم قرار پائے گئے۔مظلوم بھی ایسے کہ اپنے بچے کے خون کا بدلہ نہ لے سکے۔آپ کے قتل سے کتاب خدا پر لاوارثی چھا گئی۔آپ کے ستائے جانے سے دراصل حق ستایا گیا۔آپ کے نہ ہونے سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی آواز میں کوئی روح باقی نہ رہی، حلال وحرام کا امتیاز، قرآن اور قرآن کے معانی کا تعین سب ضائع ہو گیا۔آپ کے بعد شریعت میں کھلی ہوئی تبدیلیاں، فاسد عقائد، حدود شریعت کا تعطل، نفسانی خواہشوں کا زور، گمراہیاں، فتنے اور غلط چیزوں کا ظہور ہوا۔غرض کہ آپ کی سنائی سنانے والا آپ کے جد امجد کی قبر کے پاس کھڑا ہوا اور آپ کی سنائی برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے سنائی کہ یا رسول اللہ آپ کا فرزند آپ کا لال قتل کر دیا گیا اور آپ کے گھر والوں اور جانثاروں کو مار دیا گیا۔آپ کے بعد آپ کی ذریت کو قید کیا گیا اور آپ کی ذریت اور اہل بیت کو وہ دکھ دیئے گئے جن سے بچانا امت کا فرض تھا۔روح رسول کو انتہائی قلق ہوا اور آنحضرت کا قلب نازک گریاں ہوا اور انبیاء نے آپ کو پرسہ دیا۔آپ کے قتل ہونے سے آپ کی فاطمہ زہرا علیہا السلام بے تاب ہو گئیں۔ملائکہ مقربین کے لشکر ایک کے بعد ایک اترنے لگے جو آپ کے والد امیر المومنین علیہ السلام کو پرسہ دے رہے تھے اور اعلیٰ علیین میں آپ پر نوحہ و ماتم کیا جا رہا تھا۔آپ کے غم میں حوران جنت اپنا منہ پیٹ رہی تھیں۔زمین و آسمان کی مخلوق نے آپ پر گریہ کیا۔جنت اور جنت کے خزینہ دار روئے پہاڑ قطار در قطار روئے۔دریا اور دریا کی مچھلیاں مکہ اور مکہ کی عمارتیں جنت اور غلمان کعبہ اور مقام ابراہیم مشعر حرم حل و حرم سب ہی آپ کے غم میں گریاں ہوئے۔خداوندا اس بلند مرتبہ مقام کی حرمت کا واسطہ محمد و آل محمدؐ پر درود و سلام بھیج اور مجھ کو ان کے گروہ میں محشور فرما اور ان کی سفارش سے مجھے داخل جنت فرما۔کم سے کم وقت میں ہر ایک کا حساب کرنے والے۔اے ہر بزرگ سے کہیں زیادہ بزرگ تر اے تمام حاکموں سے زیادہ حکومت رکھنے والے واسطہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو تیرے آخری پیغمبر اور عالم کی طرف تیرے رسول ہیں اور ان کے بھائی کا واسطہ جو کشادہ پیشانی اور معدن علم و حکمت اور ہر علم میں راسخ ہیں یعنی امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام اور فاطمہ زہرا علیہا السلام کا واسطہ جو زنان عالم کی سردار ہیں۔حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا واسطہ جو پاک و پاکیزہ اور پرہیزگاروں کی پناہ گاہ ہیں اور حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہ السلام کا واسطہ جو تمام شہدا میں زیادہ بزرگ مرتبہ ہیں اور ان کی قتل ہونے والی اولاد کا واسطہ اور ان کی مظلوم ذریت کا واسطہ اور علی بن الحسین علیہ السلام زین العابدین علیہ السلام کا واسطہ محمد بن علی علیہ السلام کا واسطہ جو عبادت گزاروں کے قبلہ ہیں اور جعفر بن محمد کا واسطہ جو مجسمہ صداقت ہیں اور محمد بن علی علیہ السلام جو اہل حق کے پیشوا ہیں۔علی بن محمد کا واسطہ جو اہل زہد سے کہیں زیادہ زاہد ہیں اور حسن بن علی علیہ السلام کا واسطہ جو آئمہ اطہار کے وارث ہیں اور اس فرد کا واسطہ جو تمام خلق پر حجت ہیں۔محمد و آل محمد پر درود بھیج جو صادقین ہیں۔بہترین نیکیوں کے حامل ہیں جن کا لقب آل طٰہٰ و یٰسین ہے اور مجھے قیامت میں امن پانے والوں سے صاحبان اطمینان میں سے کامیاب ہونے والوں میں سے خوش و خرم اور بشارت جنت پانے والوں میں سے قرار دے۔خداوند! مجھے اپنے فرمانبرداروں میں سے قرار دے اور صالحین سے وابستہ رکھ میرے بعد نیکی اور بھلائی سے میرا ذکر ہو جو

بغاوت وسرکشی کرنے والے ہیں ان کے مقابلے میں مجھے فتح دے۔ مجھے حاسدوں کے شر سے بچا اور بری تدبیر کرنے والوں کی تدبیر کا رخ میری طرف سے پھیر دے۔ ظالموں کے ہاتھوں کو مجھ پر ظلم کرنے سے روک دے اور مجھے اور میرے بابرکت پیشواؤں کو (محمد وآل محمد) اعلیٰ علیین میں ایک جگہ مجتمع کر دے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مجھے تیری رحمت سے آخرت میں انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کی رفاقت نصیب ہو کیونکہ ان حضرات کو تو نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کیا ہے۔ قسم دیتا ہوں خداوند میں تجھ کو تیرے نبی معصوم کی اور تیرے حتمی احکام کی اور گناہوں سے بچنے کی لیے تیرے مقررہ ارشادات کی اور اس قبر مطہر کی جس کی زیارت کے لیے ہر طرف سے جن و انس وملک پہنچتے ہیں۔ جس کے پہلو میں امام معصوم شہید ظلم وستم آرام فرما رہے ہیں کہ میرے رنج وغم کو دور کر دے اور میرے مقدر کی برائی کو ہٹا دے اور مجھے جہنم کی آتش سوزاں سے پناہ دے میرے چاروں طرف اپنی نعمتوں کا انبار لگا دے اور مجھے اتنا عطا کر کہ میں خوش وخرم رہوں، مجھے اپنے جود وکرم میں چھپا لے اور اپنی سزا وعقاب سے دور رکھ خداوند مجھے ہر لغزش سے بچا میرے قول وفعل کو درست رکھ مجھے عمر دراز دے اور امراض واسقام سے بچا مجھے میرے پیشواؤں کے وسیلہ سے اور اپنے فضل سے میری بہترین تمناؤں تک پہنچا۔ خداوند رحمت خاص نازل فرما محمد وآل محمد پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور مجھے روتا دیکھ کر رحم فرما میرے گناہ بخش دے میرے رنج وملال کو دور کر میری خطاؤں کو بخش دے میری اولاد کو نیک اور صالح قرار دے خداوند اس عظیم المرتبہ شہادت گاہ اور اس بزرگ مرتبہ مقام پر کہ میرے ہر گناہ کو تو بخش چکا ہو، میرے ہر عیب کو چھپا چکا ہو، میرے ہر غم کو تو دور کر چکا ہو میرے رزق میں تو کشائش کر چکا ہو۔ میرے گھر آباد رہنے کا تو حکم نافذ کر چکا ہو میرے کاموں کے ہر بگاڑ کو تو درست کر چکا ہو میری ہر دلی آرزو کو تو پورا کر چکا ہو۔ میری ہر دعا کو قبول کر چکا ہو۔ میری ہر تنگی کو تو زائل کر چکا ہو میرے ہر انتشار کو تو اطمینان سے بدل چکا ہو۔ میرے ہر کام کو تو تکمیل تک پہنچا چکا ہو۔ میری ہر دعا کو تو قبول کر چکا ہو۔ میری ہر تنگی کو تو زائل کر چکا ہو میرے ہر مال کو تو زیادہ سے زیادہ کر چکا ہو اور مجھے ہر خلق حسن تو عطا کر چکا ہو اور میرے ہر صرف کے بعد اس کا بدل دے کر اس کی کو پورا کر چکا ہو اور میرے ہر حال کو تو بہتر قرار دے چکا ہو اور میری ہر برائی کو تو درست کر چکا ہو اور میرے ہر حاسد کو تباہ کر چکا ہو اور میرے ہر دشمن کو تو ہلاک کر چکا ہو اور مجھے ہر شر سے بچا چکا ہو اور مجھے ہر بیماری سے شفا عطا کر چکا ہو اور میرے ہر ایک اپنے کو جو دور ہو چکا ہو تو اس کو قریب کر چکا ہو اور میری ہر پریشانی کو تو اطمینان سے بدل چکا ہو اور میرا ہر سوال تو مجھ کو عطا کر چکا ہو۔ خداوند میں تجھ سے اس دنیا کی بہتری اور اس بقیہ زندگی کے ثواب کا سوال کرتا ہوں خداوند مجھے حلال طریقہ سے اتنا دے کہ میں حرام سے بے نیاز ہو جاؤں اور اپنا فضل اس درجہ میرے شامل حال رکھ کہ مجھے کسی اور کی ضرورت ہی نہ ہو بار الہا میں تجھ سے اس علم کا سوال کرتا ہوں جو نفع بخش ہو اور اس دل کا جس میں تیرا خوف ہو اور اس یقین کا جو ہر شک کو دور کر دے اور اس اجر کا جو فراواں ہو خداوند مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کروں اور احسان وکرم مجھ پر زیادہ سے زیادہ فرما اور ایسا کر کہ سب لوگ میری بات کو مانیں اور میرا ہر عمل تیری بارگاہ میں قبولیت کی بلندی حاصل کرے اور نیکیوں میں لوگ میرے نقش قدم پر چلیں یعنی نیکوں کے

لیے میں ایک نمونہ بن جاؤں خداوند میرے دشمن کو برباد کردے۔ بارالہا رحمت خاص نازل فرما محمدؐ و آل محمدؐ پر جو تیری تمام مخلوق میں بہتر سے بہتر ہیں۔ سلسلہ رحمت تیرے ان حضرات پر شب و روز صبح و شام جاری رہے اور شریر لوگوں کے شر کے مقابلہ میں تو میری حمایت کر اور مجھے گناہوں سے اور گناہوں کے بار سے پاک کردے اور مجھ کو جہنم سے پناہ دے اور راحت و آرام کے مقام (جنت) میں آباد کر اور میرے تمام دینی بھائیوں بہنوں مومنین و مومنات کو اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنے رحم و کرم سے بخش دے۔

زیارت ناحیہ جز دوم

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے مقدس خاندان کے بہترین فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے پہلے شہید (جناب علی اکبر علیہ السلام) پر سلام ہو۔ آپ پر اور آپ کے پدر بزرگوار پر رحمت خدا نازل ہوتی ہے۔ جنھوں نے آپ کے غم میں فرمایا کہ اللہ برباد کرے اس قوم کو جس نے اے میرے فرزند تمھیں قتل کیا۔ ان جفا کاروں کی جرأتیں کس قدر بڑھ گئی ہیں۔ خدا کی نافرمانی اور حرمت رسولؐ کے ضائع کرنے پر بیٹا تمہارے بعد خاک ہے۔ اس دنیا پر۔ اے شبیہ پیغمبرؐ گویا میں اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ جب آپ اپنے پدر بزرگوار کے سامنے جھکے اذن جہاد کے طلب گار تھے اور منکرین سے وقت جہاد فرما رہے تھے۔ ''میں ہوں علی بن حسین علیہ السلام کا فرزند خانہ خدا کی قسم ہم آل محمد پیغمبرؐ سے قریب تر ہیں اور ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں جب تک میرا نیزہ مڑ نہ جائے میں تم کو مارتا رہوں گا اور تلوار سے تم پر حملہ کرتا رہوں گا۔ میں ہر طرح سے اپنے پدر بزرگوار کی حمایت کرتا رہوں گا۔ نیزہ و شمشیر کی وہ ضرب ہوگی جو ایک عربی اور ہاشمی نوجوان کی ہونا چاہئے۔ خدا کی قسم اس کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکتا جس کا باپ نامعلوم ہو'' یہاں تک کہ اے شہزادے آپ نے اپنی مدت حیات کو پورا کیا اور آپ خدا سے جا ملے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ اور اس کے رسولؐ سے قریب تر ہیں۔ آپ فرزند ہیں حجت خدا کے اور امین خدا کے۔ عذاب نازل فرمائے اللہ آپ کے قاتل مرہ بن منقذ بن نعمان بن عبدی پر۔ اس پر خدا کی لعنت ہو اللہ اسے رسوا کرے اور ہر اس شخص کو جو آپ کے قتل میں شریک ہوا، اور جس نے آپ پر حملہ کیا اللہ ان سب کو آتش جہنم سے جلائے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ شہزادے اللہ ہم کو ان میں سے قرار دے جو وہاں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں گے اور آپ کے ساتھ رہیں گے اور آپ کے جد امجد آپ کے عم نامدار اور آپ کے برادر عالی قدر اور مظلوم۔ اللہ سب ہی کی رفاقت کا شرف عطا فرمائے۔ میں تقرب الٰہی حاصل کرتا ہوں اور آپ کے قاتل سے بیزار ہو کر خلد میں آپ کے ساتھ رہنے کی خدا سے دعا کرتا ہوں اور آپ کے تمام دشمنوں اور انکار کرنے والوں سے بیزاری اختیار کر کے قرب الٰہی حاصل کرتا ہوں۔
سلام ہو عبداللہ فرزند حسین علیہ السلام یعنی اس طفل شیر خوار پر جو نشانہ ظلم بن کر شہید ہوا اور اپنے خون میں بھر گیا۔ جس کے خون کے قطرے امام نے نذر خدا قرار دیکر سوئے آسمان پھینکے جو اپنے باپ کی گود میں تیر ظلم سے ذبح کردیا گیا۔ خدا لعنت کرے اس بے زبان کو تیر مارنے والے حرملہ ابن کاہل اسدی اور اس کے ساتھیوں پر۔ سلام عبداللہ فرزند امیر

المومنین علیہ السلام پر جو میدان کربلا میں مبتلائے مصائب ہو کر ولائے اہل بیت کے لیے پکار رہے تھے۔ جن کو سامنے سے اور جانب پشت دونوں طرف سے گھیر کر زخمی کیا گیا۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر۔ سلام جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام فرزند امیر المومنین پر جو بہ جان و دل اپنے بھائی حسین علیہ السلام کی غم خواری کر رہے تھے اور فرداء قیامت میں اپنے درجات کی بلندی کا اپنی زندگی میں سامان کر رہے تھے۔ آپ امام پر اپنی جان فدا کر رہے تھے اور ان کو دشمنوں سے بچا رہے تھے اور بہت تیزی سے اپنی مشک کا پانی ان تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے دونوں شانے قلم ہو گئے۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل یزید بن رقاء اور حکیم بن طفیل طائی پر۔ سلام جعفر فرزند امیر المومنین علیہ السلام پر جو پابند صبر ہو کر اپنی جان پر اذیت اٹھاتے رہے وطن سے دور تھے، عالم غربت میں اپنی جان کو میدان قتال کے سپرد کیے ہوئے اعدا سے مقابلے کے لیے بڑھے چلے جاتے تھے، جن کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا تھا، خدا لعنت کرے ان کے قاتل ہانی بن شیث حضرمی پر۔ سلام عثمان بن امیر المومنین علیہ السلام پر جن کا یہ نام عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا گیا۔ خدا لعنت کرے ان کو تیر لگانے والے خولی بن یزید اصبحی الاادی پر۔ سلام محمد بن امیر المومنین علیہ السلام پر جن کو ایادی دارمی نے قتل کیا۔ خدا لعنت کرے اس پر اور دردناک عذاب نازل فرمائے۔ اے محمد بن امیر المومنین علیہ السلام اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ اور آپ کے صابر گھر والوں پر سلام ہو۔ ولی کردگار پاکیزہ خصائل حضرت حسن مجتبیٰ ابن علی علیہ السلام کے فرزند ابوبکر پر جن کو تیر ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی پر۔ سلام ہو حسن علیہ السلام پاکیزہ کے فرزند عبداللہ پر۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل اور تیر ظلم لگانے والے حرملہ بن کاہل اسدی پر۔ سلام قاسم بن حسن بن علی علیہ السلام پر جن کے سر اقدس کو زخمی کر دیا گیا۔ جن کا جسم زندگی میں پامال کیا گیا۔ جب انہوں نے اپنے چچا حسین علیہ السلام کو پکارا تو وہ جناب شکار کرنے والے باز کی طرح اپنے بھتیجے کی طرف دوڑے آپ نے دیکھا کہ قاسم علیہ السلام خاک پر ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام کہنے لگے خدا اس قوم کو برباد کرے جس نے جان عم تمہیں قتل کیا۔ تمہارے جد و پدر قیامت کے روز ان لوگوں کے مقابلے پر دادخواہ ہوں گے۔ پھر فرمانے لگے اے قاسم! بہت شاق ہے تمہارے چچا پر کہ تم مجھے بلاؤ اور میں وقت پر نہ پہنچ سکوں اور پہنچا تو اس وقت جب قتل ہو کر زمین پر آ چکے تھے۔ میرا آنا تمہیں نفع نہ پہنچا سکا۔ خدا کی قسم وہ دن تھا ہی ایسا کہ امام کے دشمن جس قدر زیادہ تھے اتنے ہی مددگار کم تھے۔ اللہ مجھے ان دونوں حضرات کے ساتھ قرار دے جس روز دونوں ایک جگہ ہوں اور میرا مسکن و مقام آپ دونوں کی قیام گاہ کے قریب ہو۔ خدا لعنت کرے آپ کے قاتل عمر بن سعد بن عروہ بن نفیل ازدی پر اس کو آتش جہنم میں جلائے۔ سلام عون بن عبداللہ بن جعفر طیار پر جو جنت میں پرواز کرتے ہیں۔ وہ عون جو ایمان سے وابستہ رہے آپ مخالفین سے لڑتے رہے اور آیات قرآنی پڑھ کر اللہ کے بارے میں نصیحت کرتے رہے۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل عبداللہ بن قطبہ نبہانی پر۔ سلام محمد بن عبداللہ بن جعفر پر جو اپنے باپ کے قائم مقام رہ کر حق کی شہادت دے رہے تھے اور اپنے بھائی کے پیچھے پیچھے میدان جنگ کی طرف رواں تھے، اور خود آگے بڑھ بڑھ کر اپنے بھائی کو بچا رہے تھے۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل عامر بن نہشلی پر۔ سلام جعفر

بن عقیل پر۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل اور ان کو تیر مارنے والے عمر بن خالد ابن جہنی پر۔ سلام عبداللہ بن مسلم بن عقیل پر جو مقتول اور فرزند مقتول ہیں۔ اللہ ان کے قاتل اور تیر لگانے والے عامر بن صعصعہ پر لعنت کرے۔ سلام ابوعبداللہ بن مسلم بن عقیل پر۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل اور تیر لگانے والے عمر بن صبیح صیداوی پر۔ سلام محمد بن ابی سعید بن عقیل پر۔ خدا لعنت کرے ان کے قاتل لقیط بن ناشر جہنی پر۔ سلام حضرت حسین بن امیر المومنین علیہ السلام کے غلام سلیمان پر اور لعنت ہو خدا کی ان کے قاتل سلیمان بن عوف حضرمی پر۔ سلام حسین بن علی علیہ السلام کے غلام قارب پر۔ سلام حسین بن علی علیہ السلام کے غلام منجح پر سلام۔ مسلم بن عوسجہ اسدی پر جن کو امام نے کربلا سے واپس چلے جانے کی اجازت دی تو انہوں نے خدمت امام حسین علیہ السلام میں عرض کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں آپ کے حق کے ادا نہ کرنے پر کیا عذر پیش کریں۔ نہیں خدا کی قسم میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ مخالفین کے سینے میں میرا یہ نیزہ گھس گھس کر ٹوٹ جائے میں ان کو اپنی تلوار سے ماروں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے اور اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ رہیں جن سے میں اعدا پر حملہ کروں تو میرے آقا میں ان پر پتھر برساؤں گا اور مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ اے مسلم بن عوسجہ آپ نے راہ خدا میں سب سے پہلے اپنی جان کا سودا کیا تھا۔ آپ ہی شہدائے خدا میں سے وہ پہلے شہید ہیں جس نے جان دے کر اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ خدائے کعبہ کی قسم آپ کامیاب ہو گئے خدا نے یقیناً آپ کی پیش قدمی اور اپنے امام کے ساتھ آپ کی غم خواری کو قدر سے دیکھا ہوگا۔ جس وقت امام آپ کی لاش پر پہنچے تو ارشاد فرمایا۔ اے مسلم بن عوسجہ اللہ آپ کو رحمت خاص سے نوازے پھر امام نے قرآن کی یہ آیت پڑھی صادقین سے بعض تو جان دے کر اپنے عہد کو پورا کر چکے اور بعض ایفائے عہد کے منتظر ہیں۔ انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ خدا لعنت کرے آپ کے قتل میں شریک ہونے والوں عبداللہ بن خشکارہ بجلی اور مسلم بن عبداللہ ضبابی پر۔ سلام سعد بن عبداللہ حنفی پر جن کو امام نے جب جانے کی اجازت دی تو انہوں نے عرض کیا خدا کی قسم ہم آپ کا ساتھ اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک کہ خدا یہ نہ دیکھ لے کہ ہم نے رسول اللہ کے سرمایہ کی حفاظت کی۔ خدا کی قسم اگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا پھر جلا یا دیا جاؤں گا۔ پھر مجھ پر یہی سختی کی جائے گی اور ستر مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہی کیا جائے گا تب بھی آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ یہاں تک کہ میں آپ پر اپنی جان کو نثار کر دوں میں آپ کو چھوڑ دوں یہ ممکن نہیں۔ آپ کی رفاقت میں تو ایک دفعہ ہی مرنا اور ایک روز قتل ہونا ہے۔ پھر اس کے بعد تو وہ بلند درجہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔ اے ناصر امام یقیناً آپ نے جان نذر کر دی اور اپنے امام کی پوری غم خواری کی اور خدا کی بارگاہ سے آپ نے جنت میں بڑا مرتبہ پایا۔ اللہ ہم کو بھی آپ ہی آپ ہی حضرات شہدا کے ساتھ محشور کرے اور اعلیٰ علیین میں آپ کے ساتھ رہنا نصیب کرے۔ سلام بشیر بن عمر حضرمی پسندیدہ خدا پر۔ آپ کا حسین سے کہنا جب آپ کو کربلا سے چلے جانے کی اجازت دی تھی۔ مولا اگر میں آپ کو چھوڑ دوں اور آپ کے بارے میں دوسرے آنے جانے والوں سے استفسار کروں اور مددگاروں کی کمی کے باوجود میں نرغہ اعدا میں آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں تو مجھ زندہ ہی کو درندے پھاڑ کھائیں۔

سلام ہو یزید بن حصین ہمدانی مشرقی پر جو ایک مشرقی کے ہاتھ سے خون آلود ہوئے۔ سلام عمر بن کعب انصاری پر، سلام نعیم بن عجلان انصاری پر، سلام زہیر بن قین بجلی پر جن کو حسین علیہ السلام نے کربلا سے چلے جانے کی اجازت دی تو حسین علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا۔ مولا میں آپ کو دشمنوں کے ہاتھوں گھرا ہوا چھوڑ دوں اور خود بچ جاؤں، خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے۔ سلام عمر بن قرظہ انصاری پر۔ سلام حبیب ابن مظاہر اسدی پر۔ سلام حر بن یزید ریاحی پر، سلام عبداللہ بن بن عمیر کلبی پر، سلام نافع بن ہلال بن نافع بجلی مرادی پر، سلام انس بن کاہل اسدی پر، سلام قیس بن مسہر صیداوی پر، سلام عبداللہ وعبدالرحمٰن عروہ پر جو حراق غفارین میں سے تھے، سلام جون بن حوی ابوذر غفاری کے غلام پر، سلام شبیب بن عبداللہ نہشلی پر۔ سلام حجاج بن زید سعدی پر، سلام قاسط وکرش پسران ظہیر پر جو ثعلبی تھے۔ سلام کنانہ بن عتیق پر، سلام ضرغامہ بن مالک پر، سلام حوی بن مالک ضبعی پر، سلام یزید بن ثبیط قیسی پر، سلام عامر بن مسلم پر، سلام قعنب بن عمر تمری پر، سلام عامر بن مسلم کے غلام سالم پر، سلام سیف بن مالک پر، سلام زہیر بن سر خشعمی پر، سلام زید بن معقل جعفی پر، سلام حجاج بن مسروق جعفی پر سلام، مسعود بن حجاج اور ان کے فرزند پر، سلام مجمع بن عبداللہ العائذی پر، سلام عمار بن حسان بن شرح طائی پر، سلام حیان بن حارث سلمانی ازدی پر، سلام جندب بن حجر خولانی پر، سلام عمر بن خالد صیداوی پر اور ان کے غلام سعید پر، سلام یزید بن زیاد بن مظاہر کندی پر، سلام عمر بن حمق خزاعی کے غلام زاہد پر، سلام جبلہ بن علی شیبانی پر، سلام بنی مدینہ کلبی کے غلام سالم پر، سلام اسلم بن کثیر ازدی اعوج پر، سلام زہیر بن سلیم ازدی پر، سلام قاسم بن حبیب ازدی پر، سلام جندب حضرمی پر، سلام ابوثمامہ عمر بن عبداللہ صائدی پر، سلام حنظلہ بن اسعد شیبانی پر، سلام عبدالرحمٰن بن عبداللہ کدری ارحبی پر، سلام عمار بن سلامہ ہمدانی پر، سلام عابس بن شبیب شاکری پر، سلام شاکر کے غلام شوذب پر، سلام شبیب بن حارث بن سریع پر، سلام مالک بن عبد سریع پر، سلام زخمی اسیر سوار بن ابی صمیر فہمی ہمدانی پر، سلام عمر بن عبداللہ جندعی پر جن کو سوار بن ابوصمیر کے ساتھ کھڑا کیا گیا تھا۔ سلام ہو تم پر اے بہترین انصار۔ تم پر ایسا شاندار سلام ہو جیسا شاندار تمہارا صبر تھا۔ تمہارا مقام بہت اچھا ہے۔ تمہارا مقام آخرت اللہ نے تم کو وہ عطا فرمایا ہے جو ابرار اور صالحین سے مخصوص ہے۔ اللہ نے تمہاری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے اور تم کو راحت ابدی کے مقام پر آباد کر دیا اور اپنی بڑی بڑی نعمتیں تم کو عطا کیں۔ تم نے حق کے بارے میں کوئی سستی نہیں کی تم ہم سب سے آگے جنت کی طرف بڑھے۔ ہم بھی انشاء اللہ جنت میں آکر تم سے ملنے والے ہیں تم سب پر باعظمت سلام۔ تم سب پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔

......☆......

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی

بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجتہ الاسلام سید نوبہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

DOLBY DIGITAL DVD

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی ● التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)
DVD DOLBY DIGITAL